حاملہ ہونا پہچان سکوں۔ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں صحیح سالم ہونے کے باوجود کلام نہ کر سکے گا) سَوِيًّا یہ تکلم کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حال كونك سوىّ الاعضاء واللسان۔ مطلب ہوا کہ تیری علامت یہ ہے کہ تو کلام سے رک جائے گا اس کی طاقت نہ ہوگی حالانکہ تیرے اعضاء صحیح سالم ہونگے گونگے پن کا نام نہ ہوگا۔

فَائِدَہ: یہاں لیالی کا ذکر کیا جبکہ آل عمران میں ایام کا۔ اس لئے کہ اس سے یہ بتلایا کہ کلام سے یہ رکنا مسلسل تین دن رات رہے گا۔ ایام کا ذکر کرنے سے اس کے ساتھ والی راتیں خود شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عرف عام میں بھی راتیں بول کر جوان سے متصل دن ہے وہ مراد لیا جاتا ہے۔

۱۱: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ (وہ اپنی قوم کے پاس مسجد سے نکل کر گئے) محراب سے نماز کی جگہ مراد ہے۔ وہ ان کے انتظار میں تھے۔ آپ کو کلام پر قدرت نہ رہی۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ (پس آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا) انگلی سے اشارہ مراد ہے۔ اَنْ سَبِّحُوْا (تم تسبیح کرو) یعنی نماز پڑھو۔ یہ اَن مفسرہ ہے۔ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا (صبح، شام) فجر وعصر کی نماز مراد ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کی صفات:

۱۲: يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ اے یحییٰ تو کتاب کو پکڑ) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے یحییٰ کو ولادت کے بعد یا خطاب کے زمانے میں کہا اے یحییٰ کتاب سے تورات مراد ہے۔ بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) یہ حال ہے مطلب یہ ہے کہ خوب کوشش کے ساتھ اور اللہ کی تائید وتوفیق کی پشت پناہی کے ساتھ۔ وَّاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ہم نے بچپن میں ہی ان کو حکم دیا) حکم سے مراد یہاں توراۃ کی سمجھ اور دین کی فہم ہے۔ صَبِيًّا یہ حال ہے ایک قول یہ ہے کہ بچے حضرت یحییٰ کو کھیلنے کیلئے بلاتے تو آپ فرماتے ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔

۱۳: وَّ حَنَانًا (اور شفقت) شفقت اور رحمت اپنے والدین اور دوسروں کے حق میں) يَحْنُو: کو اس کا عطف الحكم پر ہے مِّنْ لَّدُنَّا (اپنی طرف سے) وَزَكٰوةً (اور پاکیزگی) یعنی طہارت وبھلائی کہ انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا وَّكَانَ تَقِيًّا (اور وہ متقی تھے) یعنی فرمانبردار اور اطاعت شعار۔

۱۴: وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے) یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے ان کی نافرمانی نہ کرتے تھے۔ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (اور وہ متکبر اور نافرمان نہ تھے) عصیًا کا معنی اپنے رب کا نافرمان۔

پروانۂ سلامتی:

۱۵: وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ (اور ان کے لئے سلامتی ہے) یعنی اللہ کی طرف سے ہر دکھ اور اذیت سے امان ہے۔ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ (جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مریں گے) یعنی ولادت کے وقت شیطان کے اثرات سے اور موت کے وقت فتنہ قبر سے وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (اور جب وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) یعنی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیئے جائیں گے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہی تین موقعے سب سے زیادہ وحشت ناک ہیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ

اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جو مشرق کی جانب تھا پھر اس نے ان لوگوں سے ورے

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ

ایک پردہ ڈال لیا سو ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیج دیا جو اس کے سامنے صحیح سالم آدمی بن کر ظاہر ہو گیا مریم نے کہا کہ میں

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے' فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

پاکیزہ لڑکا دے دوں' مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور نہ میں بدکار ہوں

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:

۱۶: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (اور یاد کیجئے یا تذکرہ کیجئے کتاب میں مریم کا) کتاب سے قرآن مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو مریم کا واقعہ پڑھ کر سنائیں تاکہ اس کی ان کو اطلاع ہو اور جو کچھ ان پر گزرا اس کا ان کو علم ہو جائے۔

نحو: اِذْ یہ مریم کا بدل الاشتمال ہے کیونکہ اوقات اس سب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو ان سب میں پایا جاتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ مریم کے تذکرے میں مقصود اس وقت کا ذکر کرنا ہے۔ جس میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا (الگ ہو گئی اپنے اہل سے) یعنی دور ہو گئی مَكَانًا شَرْقِيًّا (مشرقی جانب والے مکان میں) یعنی ایسے مکان میں عبادت کیلئے علیحدگی اختیار کی جو بیت المقدس کے مشرقی جانب تھا۔ یا گھر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو گئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے گھر کے مشرقی کونے میں غسل حیض کیلئے بیٹھیں۔

۱۷: فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا (انہوں نے گھر والوں سے پردہ ڈال لیا) یعنی انہوں نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان اسلئے پردہ لٹکایا تاکہ اس پردے کے پیچھے غسل کر سکیں۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا (پس ہم نے بھیجا ان کے پاس جبرئیل امین کو) روحنا کی اضافت تشریف کیلئے ہے اور ان کو روح اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ دین ان سے زندہ ہے وہ اس کی وحی لاتے رہے ہیں۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس ان کے سامنے پورا آدمی بن کر نمودار ہوئے) یعنی جبرئیل ایک نوجوان آدمی کی صورت میں ان کے سامنے آئے جن کا چہرہ چمک رہا تھا۔ بال گھنگریالے اور منہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ سَوِيًّا کا معنی اعضاء بدن ان کے بالکل درست تھے۔ جبرئیل صورت انسانی میں ان کے سامنے اسلئے آئے تاکہ ان کی کلام سے وہ مانوس ہوں اور متنفر نہ ہوں اگر وہ ان کے سامنے صورت ملکیہ میں آتے تو وہ نفرت کرتیں اور انکا کلام سننے کی قدرت نہ پاتیں۔

۱۸: قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا (کہنے لگی میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے) یعنی اگر تجھ سے تقویٰ کی امید ہے تو تب بھی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں یا اس شرط کی جزاء محذوف ہے کہ اگر تو تقوے والا ہے تو تقویٰ کا تقاضا بدکاری کی طرف اقدام نہ کرنا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی گفتگو:

۱۹: قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ (جبرئیل نے کہا بیشک میں تیرے رب کا قاصد ہوں) اس کو اس سلسلے میں مطمئن کیا جس سے وہ ڈر رہی تھی اور اس کو اطلاع دی کہ وہ انسان نہیں بلکہ وہ اسی رحمان کا قاصد ہے جس کی وہ پناہ طلب کر رہی ہیں۔ لِاَهَبَ لَكِ تا کہ میں تجھے عطا کروں)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا لڑکا عطا کرنے کا میں گریبان میں پھونک مار کر سبب بن جاؤں۔

قراءت: نافع اور ابوعمرو نے لِيَهَبَ لك پڑھا ہے۔ یعنی ليهب الله لك ۔ غُلٰمًا زَكِیًّا (پاکیزہ لڑکا) یعنی گناہوں سے پاک یا خیر و برکت پر نشوونما پانے والا۔

۲۰: قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ (کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا) اَنّٰى یہاں کیف کے معنی میں اور غلام ابن کے معنی میں ہے۔ وَّلَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (اور مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا) یعنی نکاح سے کوئی میرا خاوند نہیں وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا (اور میں نے برا کام بھی نہیں کیا) یعنی فاجرہ عورت۔ جو مردوں کو تلاش کرتی پھرے یعنی کسی بھی آدمی سے اپنی شہوت کو پورا کرے اور عادت یہ ہے کہ لڑکا ان دو صورتوں سے ہی ہوتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں کہ بغی فعول کے وزن پر ہے اصل بغوی ہے واؤ کو یا کر کے اس میں ادغام کر دیا اور اتباعا غین کو کسرہ دیا اسی وجہ سے اس میں تائے تانیث نہیں جس طرح کہ امرئة صبور و شكور میں دیگر علماء نحو نے یہ کہا کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں ہ نہیں آتی کیونکہ یہ مفعولہ کے معنی میں ہے۔ اور اگر فاعلہ کے معنی میں ہو تو کبھی اس میں مشابہت ہو جاتی ہے جیسے ان رحمت الله قريبٌ [الاعراف: ۵۶]

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ

فرشتہ نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں' اور یہ

اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى

ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ سو اس لڑکے سے وہ حاملہ ہوگئی لہٰذا وہ اس حمل کو لئے ہوئے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی سو درد زہ اسے کھجور کے تنے کے

جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

پاس لے آیا' وہ کہنے لگی ہائے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو جاتی ' سو اسے اس کے نیچے سے آواز

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ

دی کہ تو غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر پیدا فرما دی ہے اور تو کھجور کے تنے کو اپنی جانب

النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

حرکت دے جس سے تجھ پر پکی تیار کھجوریں گریں گی سو تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر' سو اگر

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ رکھنے کی منت مان لی ہے لہٰذا آج میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

۲۱: قَالَ كَذٰلِكِ (جبرئیل نے کہا اسی طرح) یعنی معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے کہا کہ تمہیں کسی مرد نے نکاح سے یا زنا سے نہیں چھوا۔ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (تمہارے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی بغیر باپ کے لڑکا دینا میرے لئے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (اور تا کہ ہم اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنادیں) یہ جملہ تعلیلیہ ہے اس کا معلل محذوف ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ولنجعله آية للناس فعلنا ذالك یا تعلیل مضمر پر اس کا عطف ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی لنبين به قدرتنا ولنجعله آية للناس یعنی ہماری قدرت پر دلیل اور عبرت ہوگا۔ وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت ہماری طرف سے) اس کے لئے جو ان پر ایمان لائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت طے شدہ کام ہے) مَقْضِيًّا کا معنی مقدر اور لوح کے اندر لکھا ہوا۔

حمل مریم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

۲۲: جب وہ ان کی بات سے مطمئن ہوگئیں تو ان کے قریب ہوئیں جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری وہ پھونک ان کے پیٹ تک پہنچی۔ فَحَمَلَتْهُ (پس وہ اس بچے سے حاملہ ہوگئیں) یعنی جو بچہ ان کو عطا کرنا تھا۔ مریم کی اس وقت عمر تیرہ سال یا دس یا

بیس سال تھی۔ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ (پس اس حمل کو لیکر ایک جگہ میں چلی گئیں) یعنی وہ دور چلی گئیں اس حال میں کہ حمل ان کے پیٹ میں تھا۔

بِهٖ: یہ جار اور مجرور موضع حال میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی مدت حمل ایک لمحہ تھی جونہی وہ حاملہ ہوئیں اسی وقت وہ الگ ہوگئیں ایک کمزور قول یہ ہے کہ چھ مہینے مدت تھی دوسرا قول سات مہینے تیسرا قول آٹھ مہینے۔ آٹھ مہینے کا کوئی بچہ بھی سوائے عیسٰی کے زندہ نہیں رہا ایک قول یہ ہے کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئی دوسری ساعت میں ان کی تصویر بنی اور تیسری ساعت میں عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوگئے۔ مَكَانًا قَصِيًّا (دور جگہ میں) جو گھر والوں سے دور پہاڑ کے پیچھے تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے حمل کو محسوس کیا تو ملامت کے خوف سے وہ اپنی قوم سے دور بھاگ گئی۔

۲۳: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ (پس دردزہ ان کو لے آیا) لے آیا یا ان کو مجبور کیا۔ یہ جاء سے منقول ہو کر آیا البتہ اس کا استعمال اَلْجَاء کے معنی کی طرف منتقل ہونے سے بدل گیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس طرح نہیں کہتے۔ جئت المكان ، اجاء فيه زيدٌ المخاض دردزہ۔ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (کھجور کے تنے کی طرف) کھجور کی جڑ کی طرف اور یہ درخت خشک تھا۔ اور یہ موسم سردی کا تھا۔ النخلة کو معرفہ لا کر ظاہر کیا۔ کہ یہ کھجور کا معروف درخت تھا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ تعریف جنس کو ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ یعنی جذع هذه الشَّجَرَة اس درخت کے تنے کی طرف گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی طرف اس کی راہنمائی کی تاکہ وہ اس سے تر کھجور کھائے۔ کیونکہ نفاس والی عورتوں کی یہ مخصوص خوراک ہے۔ پھر تکلیف کی شدت کی وجہ سے قالت بول اٹھی۔ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا (اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی) هٰذا کا مشار الیہ الیوم ہے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے مِتُّ کسرہ سے اور دیگر قراء نے مُتُّ پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے مات يموت و يمات

وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (اور ہو جاتی بھولی بسری) ایسی متروکہ چیز جو نہ معروف ہو اور نہ قابل تذکرہ ہو۔

قراءت: حمزہ، حفص نے نسیاً کو فتحہ نون سے اور دیگر قراء نے کسرہ سے۔ مگر دونوں کا معنی یکساں ہے۔ ایسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو پھینکے جانے اور حقارت کی وجہ سے بھلا جانے کے قابل ہو۔

تسلی جبرئیل علیہ السلام:

۲۴: فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ (اس کو آواز دی اس کے پائیں مکان سے) یعنی اس شخص نے جو اس کے بائیں جانب تھا۔ نادٰی کا فاعل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے گہرے مقام میں تھے۔ نمبر۲۔ عیسٰی علیہ السلام نے ان کو خطاب کیا ان کے اپنے دامن کے نیچے سے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے من تَحْتها اس کا فاعل مضمر ہے اور وہ عیسٰی علیہ السلام ہیں۔

نمبر۳۔ جبرئیل علیہ السلام اور تحتها کی ضمیر نخلہ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو شدید تکلیف کا سامنا تھا اس لئے ان الفاظ سے تسلی دی۔ اَلَّا تَحْزَنِيْ (تو مغموم مت ہو) اکیلے پن کا غم نہ کر اور طعام و شراب کی فکر تجھے دامن گیر نہ ہو اور لوگوں کی باتوں کے سلسلہ میں دلگیر نہ ہو۔ ان یہ ای کے معنی میں ہے۔

ندی کا جاری ہونا:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (تیرے رب نے تیرے پائیں سے ایک نہر پیدا کردی) تحت سے قرب مراد ہے۔ نمبر۲۔ تیرے حکم کے ماتحت کردی اگر تو حکم دے گی چلے گی اور تو اس کو ٹھہرائے گی تو ٹھہر جائے گی۔ السری، چھوٹی نہر، عند الجمہور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سری کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا هو الجدول [رواہ الطبرانی فی الصغیر] حضرت حسن کہتے ہیں السری سخی سردار مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ روایت میں ہے کہ خالد بن صفوان نے ان کو کہا عرب تو جدول کو سری کہتے ہیں تو حسن نے کہا تو نے سچ کہا اور خالد کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔

۲۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یا جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا خشک نہر جاری ہوگئی اس سے کھجور سرسبز ہوگئی۔ اور پھل آ گیا اور پھل پک کر تیار ہوگیا۔ اس پر مریم کو کہا گیا۔ وَهُزِّيْ (تو حرکت دے) اِلَيْكِ (اپنی طرف) بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو (ابوعلی کا قول با زائدہ ہے ای هزی جذع النخلة۔ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ (وہ تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں گرائے گا)۔

قراءت: اول تا کو دوسری میں ادغام کردیا مکی، شامی، مدنی، ابوعمرو، علی، ابوبکر کے ہاں اسی طرح ہے۔ یہ اصل میں تتساقط ہے۔ تَسَاقَطْ تا، قاف کے فتحہ کے ساتھ، دوسری تا کو گرادیا سین میں تخفیف سے حمزہ نے پڑھا۔ اور یساقط یا کا فتحہ، قاف کا فتحہ، سین مشدد۔ یہ یعقوب، سہل، حماد، نصیر نے پڑھا۔ تُساقط مفاعلہ سے حفص نے پڑھا۔ اور تُسقط، یُسقِطِ وَتَسقُط وَیَسقُط تا النخلة کی وجہ سے اور یا الجذع کیلئے یہ کل نو قراءتیں ہیں۔

رُطَبًا یہ تمیز ہے نمبر۲۔ مفعول بہ ہے قراءت کے مطابق جَنِيًّا تازہ۔ لوگوں نے کہا زمانہ قدیم میں نفاس والی عورتوں کو کھجور دیتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے نفساء کیلئے کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور مریض کیلئے شہد سے بہتر کوئی شیء نہیں۔

ہدایات:

۲۶: فَكُلِيْ (پس تو کھا) اس چنی ہوئی کھجوروں میں سے۔ وَاشْرَبِيْ (اور نہر کا پانی پی)۔ وَقَرِّيْ عَيْنًا (اور تو اپنی آنکھیں دودھ پیتے بچے سے ٹھنڈی کر) عینا یہ تمیز ہے۔ تو عیسیٰ سے اپنے نفس کو خوش کر اور غم والی چیز اپنے سے دور رکھ۔ فَاِمَّا اس کی اصل اِنْ ما ہے اِنْ شرطیہ کو مَا سے ملا کر اس میں ادغام کردیا۔ تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (پس اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے آج اللہ کیلئے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے) یعنی اگر تو کسی آدمی کو دیکھ پائے اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے تو تو خاموش رہ اور کلام سے اپنے کو روک کر رکھ جیسا کہ کھانے پینے کا روزہ رکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ یہ حقیقتاً روزہ تھا۔ ان کے روزے میں خاموشی تھی اور خاموشی کا التزام روزے کا التزام تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کے روزے سے منع فرمایا پس یہ ہماری شرع میں منسوخ ٹھہرا۔ حضرت مریم کو خاموشی کی نذر ماننے کا حکم تھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ان کی براءت کیلئے کافی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ احمق لوگ جدال پر نہ اتر آئیں۔

مَسْئَلَة: اس میں یہ بتلایا کہ بیوقوف کی بات سے خاموشی لازم ہے اور اعراض وغیرہ سے روکا جائے اور اس کی زبان کی لگام کو

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا

سو وہ اس بچہ کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے کر آئی' ان لوگوں نے کہا کہ اے مریم یہ تو نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن

كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ

نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی سو مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیسے بات کریں

مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۫ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾

جو گہوارہ میں ابھی بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنایا

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾

اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں' اور اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ

اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا' اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

مجھے موت آئے گی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بالکل آزاد نہ چھوڑے۔ حضرت مریم نے ان کو نذر کی اطلاع اشارہ سے دی اور اشارہ کو کلام وقول سے تعبیر کیا۔ جیسا شاعر نے قبور کی تعریف میں کہا۔ و تکلّمت عن اَوْجه تبلی۔ تو تکلم کی نسبت قبور کی طرف کی۔ ایک قول یہ ہے کہ خاموشی اس کلمہ کے کہنے کے بعد لازم تھی۔ یا اتنی مقدار ان کے لئے نطق سے بنائی گئی۔

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (میں ہرگز آج کسی انسان سے کلام نہ کرونگی) اِنْسِیًّا سے آدمی مراد ہے۔

۲۷: فَاَتَتْ بِهٖ (پس پھر اس کو لے کر آئیں) عیسٰی علیہ السلام کو قَوْمَهَا (اپنی قوم کے پاس) نفاس سے پاکیزگی کے بعد تَحْمِلُهٗ اٹھائے ہوئے) هٗ ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ عیسٰی علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ جب انہوں نے عیسٰی علیہ السلام کو اس کے ساتھ دیکھا تو۔ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا (کہنے لگے اے مریم تو نے بہت برا کام کیا) فریًّا اوپری عجیب، اصل الفری کا معنی کاٹنا ہے گویا وہ عادت کو کاٹنا ہے۔

۲۸: یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ (اے ہارون کی بہن) یہ مریم کا باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھا۔ اس زمانہ کے بنی اسرائیل کے افضل ترین لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ نمبر۲۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے اور یہ ان کے اجداد میں سے تھے اور ان کے مابین ایک

ہزار برس کا فاصلہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں یا اخا عمران یعنی ان میں سے ایک یا نمبر۳۔کوئی نیک آدمی یا نمبر۴۔ان کے زمانے میں بدترین آدمی اس کے ساتھ مریم کو تشبیہ بھلائی میں دی۔نمبر۵۔یہ کہہ کر وہ مریم کو گالی بک رہے تھے۔

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَسَوْءٍ (اور تمہارا باپ برا آدمی نہ تھا) ابوك سے عمران مراد ہیں۔امراء سواء کا مطلب زنا کار۔

وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (اور نہ تیری ماں زنا کار تھی) بغیًا زانیہ کو کہتے ہیں۔

اشارۂ مریم:

۲۹:فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ (پس مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا) عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ وہ ان کو جواب دیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو کہا لَاتَحْزَنِیْ واحیلی بِالْجَوَابِ عَلی۔غم نہ کرنا اور انکا جواب دینا میرے حوالہ کرنا۔دوسرا قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو یہ حکم دیا۔جب اشارہ کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے اور متعجب ہوئے اور قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ (کہنے لگے ہم اس سے کیسے بات کریں جو ہے) گود کا بچہ اور موجود ہے۔فِی الْمَهْدِ پنگھوڑے میں صَبِيًّا اس حال میں کہ وہ بچہ ہے) صَبِيًّا یہ حال ہے۔

معجزانہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام:

۳۰:قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ (کہا بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) جب مریم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی بولنے والی زبان کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے خاموش زبان کو اس کے لئے قوت گویائی سے نواز دیا۔جس نے سب سے قبل اپنی عبودیت کا اعتراف کیا اس وقت ان کی عمر چالیس راتوں کی تھی۔دوسرا قول ایک دن کی عمر تھی۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور بلند آواز سے کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اس میں نصاریٰ کے قول (ابن اللہ) کی تردید ہے۔

اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ (اور وہ مجھے کتاب دے گا)۔کتاب سے انجیل مراد ہے۔وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا (اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا۔حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پنگھوڑے میں نبی تھے۔اور ان کا کلام معجزہ نبوت تھی۔نمبر۲۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں تقدیر الٰہی میں طے شدہ ہیں نمبر۳۔مستقبل کے واقعہ کو لامحالہ ہونے کی بنا پر اس طرح ذکر کیا گویا کہ وہ موجود ہے۔

۳۱:وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (اور مجھے بابرکت بنایا۔جہاں بھی ہوں) مُبَارَكًا فائدہ پہنچانے والا جہاں بھی ہوں۔نمبر۲۔خیر کا معلم وَاَوْصٰنِیْ (اور مجھے حکم دیا) بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (نماز اور زکوٰۃ کا) اگر میں مال کا مالک ہوا۔نمبر۲۔زکوۃ سے صدقۃ الفطر مراد ہے۔نمبر۳۔تطہیر بدن مراد ہے۔

ایک احتمال یہ ہے اَوْ صَانِیْ بان امر کم بالصلاۃ والزکوۃ کہ مجھے اس نے تمہیں نماز وزکوۃ کی وصیت کرنے کا حکم دیا۔

مَا دُمْتُ حَيًّا زندگی بھر۔

نحو :حیًّا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای مدۃ حیاتی ساری زندگی۔

۳۲:وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا)

نحو :اس کا عطف مبارکًا پر ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کرنے والا اس کی تکریم وتعظیم کرنے والا۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، ہم نے سچی بات کہی ہے جس میں وہ لوگ شک کر رہے ہیں، یہ اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد

مِنْ وَلَدٍ ۙ سُبْحَانَهُ ۖ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي

بنائے وہ اس سے پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے، اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۚ

اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے، پھر جماعتوں نے آپس میں اختلاف کر لیا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

سو بڑے دن کی حاضری کے موقعہ پر ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا، وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن ہمارے پاس آئیں گے

لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ

لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ فیصلہ کر دیا جائے گا

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَن عَلَيْهَا وَ

اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بلاشبہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور

إِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ ع

وقف لازم ۲ ۱۹ ۵

سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا (اور اس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا) جبار کا معنی متکبر شَقِيًّا (بدبخت) یعنی عاق و نافرمان۔

۳۳: وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (اور مجھ پر سلام جس روز میں پیدا ہوا)

نحو: یوم ظرف ہے اور عامل اس میں عَلَيَّ خبر ہے۔

وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (اور جس روز میں مر جاؤں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا) یہ سلامتی کے مواقع جو یحییٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ وہ مجھے بھی میسر آنے والے ہیں۔ نحو: یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ الف، لام عہد کے ہوں۔ نمبر ۲: اور اگر الف لام جنس کا ہو تو اس وقت مطلب یہ ہے کہ جنس سلام مجھ پر ہو۔

فائدہ: اس میں مریم اور اسکے بیٹے کے دشمنوں کیلئے لعنت کی تعریض ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ سلامتی کی جنس میرے لئے ہے تو یہ تعریض کر دی اسکی ضد اور عکس تمہارے لیے ہوگا۔ کیونکہ یہ موقع انکار و عناد کا ہے۔ اسلئے اس قسم کی تعریض اس سے نکلے گی۔

۳۴:ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (یہ عیسیٰ ابن مریم ہے)۔

نحو: ذلك مبتدا عیسیٰ خبر اور ابن مریم خبر کی صفت ہے۔ یا نمبر۲۔ دوسری خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ذلك الذی قال انی عبدالله و كذا و كذا عیسی بن مریم لا كما قالت النصاری انهٗ الٰهٌ او ابن اللّٰه۔ یہی جس نے اِنی عبدالله الخ کہا عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ نہیں جو نصاریٰ نے کہا وہ معبود یا ابن اللہ ہے۔

قَوْلَ الْحَقِّ (سچی بات) اللہ تعالیٰ کا کلمہ۔ القول کلمہ کو کہتے ہیں اور الحق اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر۲۔ ان کو کلمہ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے بلا واسطہ باپ کے پیدا ہوا۔

نحو: یہ مرفوع اس لئے ہے کہ دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۳۔ بدل ہے۔ نصب کو شامی و عاصم نے بطور مدح کے اختیار کیا ہے۔

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (جس کے متعلق لوگ شک میں پڑے ہیں) المریه سے یمترون بنا ہے جس کا معنی شک آتا ہے۔ نمبر۲۔ المراء سے لیں تو اختلاف کرنا معنی ہوگا۔ یہود نے تو ساحر کذاب کہا اور نصاریٰ نے ابن اللہ اور ثالث ثلاثہ کہا۔

۳۵:مَا كَانَ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ زیبا نہیں) مناسب نہیں اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ کہ وہ بیٹا بنائے۔

نحو: یہاں مِنْ تاکید نفی کیلئے لایا گیا ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے) بیٹا بنا لینے سے اس کی ذات کو منزہ قرار دیا گیا۔ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے)

قراءت: شامی نے نصب سے پڑھا۔ یعنی كما قال لِعیسٰی كن فكان من غیر اَبٍ جو نہی عیسیٰ کو کن کہا وہ بلا باپ بن گیا اور جو اس صفت سے متصف ہو وہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ حیوان والد کے مشابہ ہو۔

۳۶:وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اور بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔

قراءت: شامی اور کوفی نے ابتداء کی وجہ سے مکسور پڑھا اس صورت میں یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے كما انا عبدهٗ فانتم عبیده وعلیّ وعلیكم ان نعبده جس طرح میں اس کا بندہ ہوں تم بھی اس کے بندے ہو اور مجھ پر اور تم پر اس کی عبادت لازم ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے فتحہ دیا انہوں نے الصَّلٰوة پر عطف کیا تقدیر عبارت یہ ہے او صانی بالصلاة وبالزكاة و بان اللّٰه ربی و ربكم فاعبدوه۔ اس نے نماز و زکوۃ کی وصیت فرمائی اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا یہ) جس کا میں نے تذکرہ کیا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (سیدھا راستہ) پس اسی کی تم عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

احزاب کا مراد:

۳۷:فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس پھر بھی مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈالا) الحزب وہ فرقہ جو دوسروں سے راستے میں منفرد ہو یہ تین فرقے ہیں نمبر۱۔ نسطوریہ نمبر۲۔ یعقوبیہ نمبر۳۔ ملکانیہ۔

مِنْۢ بَيْنِهِمْ (اپنے مابین) عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے مابین نمبر۲۔اپنی قوم کے درمیان نمبر۳۔لوگوں کے درمیان۔ اور وہ اس طرح ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کے وقت اختلاف کیا پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ تین کے قول کی طرف رجوع کریں یہ ان کے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ان کے نام یعقوب، نسطور، ملکاء تھے۔

نمبر۱۔یعقوب کا قول وہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ ہے جو زمین پر اتر آیا۔پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا نمبر۲۔نسطور نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جسطرح چاہا اس کو ظاہر کر دیا پھر اس کو اٹھایا۔نمبر۳۔ملکاء نے کہا ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے۔وہ مخلوق بندے نبی تھے اب ان میں سے ہر ایک کی اتباع ایک گروہ نے کی۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے) کافروں سے یہ گروہ مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ایک حق پر تھا۔

مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (ایک بڑے دن کی حاضری سے) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب وجزاء کے لئے حاضر ہونگے۔نمبر۲۔وہ دن ان پر شہادت دے گا۔انبیاء اور ملائکہ اور خود ان کے جوارح ان کے متعلق کفر کی گواہی دیں گے۔نمبر۳۔مکان شہادت سے ان کے لئے خرابی ہے۔نمبر۴۔وقت شہادت مراد ہے۔نمبر۵۔مشورہ کیلئے ان کے اجتماع کا دن مراد ہے۔اس کو یوم عظیم قرار دیا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ ملاحظہ کریں گے اس سے وہ گھبرا جائیں گے۔

۳۸: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا (کس قدر زیادہ سننے اور دیکھنے والے ہونگے جبکہ یہ ہمارے پاس آئیں گے)

جمہور کی رائے:

کہ اَسْمِعْ وَ اَبْصِرْ صیغہ ہائے امر ہیں مگر معنی تعجب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے۔لیکن جمہور کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انکا سننا اور دیکھنا اس لائق ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے اس کے بعد کہ یہ دنیا میں اندھے بہرے تھے۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جبکہ وہ دنیا میں حق سے اندھے اور بہرے رہے پس ایسے دن ان کے سننے اور ہدایت کے راستہ کو دیکھنے کا کیا فائدہ جبکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

بھم یہ فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے جیسے اکرم بزیدٍ اس کا معنی کرم زیدٌ جدا۔

لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ (لیکن ظالم آج کے دن) یہاں ظاہر کو ضمیر کی بجائے لایا گیا۔ای لکنھم الیوم فی الدنیا بظلمھم انفسھم حیث ترکوا الا ستماع والتظر حین یجدی علیھم ووضعوا العبادۃ فی غیر موضعھا۔ لیکن وہ آج کے دن انہوں نے اپنے نفوس پر اس طرح ظلم کیا کہ حق کو سننا چھوڑ دیا اور حق کے راستے کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔جبکہ ان کو حق کا فائدہ تھا اور انہوں نے عبادت کو اس کے غیر مقام پر رکھا۔

فِيْ ضَلٰلٍ (یہ حق سے گمراہی میں ہیں)۔مُّبِيْنٍ (ظاہر)۔کھلی اور وہ انکا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ الٰہ ومعبود ہے حالانکہ اس میں حدوث کے آثار ظاہر ہیں۔اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔

یوم حسرت:

۳۹: وَاَنْذِرْهُمْ (اوران کوڈرائیں) یَوْمَ الْحَسْرَةِ (حسرت کے دن سے) اس سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ اس سے گزشتہ پرشرمندگی ہوگی۔ حدیث میں وارد ہے یہ حسرت اس وقت ہوگی جب وہ اپنے مقامات جنت میں دیکھیں گے اگر وہ ایمان لے آتے۔ اِذْ یہ یَوْمَ الْحَسْرَةِ سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ حسرت کا ظرف ہے اور وہ مصدر ہے)۔ قُضِیَ الْاَمْرُ جبکہ معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا)۔ جب حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور اہل جنت جنت اور اہل جہنم جہنم کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ (اور وہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں) یہاں دنیا میں غافل ہیں اسی لئے وہ اس مقام کیلئے اہتمام نہیں کرتے۔ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (اور وہ ایمان نہیں لاتے) وہ تصدیق نہیں کرتے (خبر رسول کی)

نحو: پہلا ھم اور دوسرا ھم یہ دونوں حال ہیں۔ یعنی آپ ان کو ڈرائیں اس حالت میں کہ وہ غافل ہیں اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۴۰: اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا (بیشک ہم ہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث ہونگے) ملک و بقاء میں ہم منفرد ہونگے جبکہ ہر چیز پر ہلاکت وفناء عام ہوگی۔ مَنْ کو عقلاء کی تغلیب کیلئے ذکر کیا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ (اور ہماری طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

قراءت: یُرجعون یاء کے ضمہ اور جیم کے فتحہ کے ساتھ البتہ یاء کے فتحہ سے یعقوب نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ لوٹیں گے اور پورا پورا ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آ سکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آیا

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ

ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا' سو تم میرا اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا' اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش نہ کرو' بلاشبہ

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے' اے میرے باپ بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پکڑ لے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ

پھر تم شیطان کے دوست ہو جاؤ' ان کے باپ نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ہٹنے والا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

تو میں ضرور ضرور تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ ابراہیم نے کہا کہ میرا سلام لے لو میں تمہارے لئے عنقریب اپنے رب سے استغفار کروں گا' بلاشبہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے

ابراہیم علیہ السلام کی والد کے ساتھ گفتگو:

۴۱: وَاذْكُرْ (اور تم تذکرہ کرو اپنی قوم کو) فِي الْكِتٰبِ (قرآن مجید میں) اِبْرٰهِيْمَ (یعنی ابراہیم کا واقعہ جو ان کے والد کے ساتھ پیش آیا۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (بے شک وہ صدیق نبی تھے)۔

قراءت: نَبِيًّا بغیر ہمزہ کے البتہ نافع نے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صادق اس کو کہتے ہیں جو افعال میں مستقیم ہو اور صدیق وہ ہے جو احوال میں مستقیم ہو۔ پس صدیق یہ مبالغہ کا وزن ہے اس کی مثال الضِّحِّيْك ہے۔ مراد اس سے بہت زیادہ اس کا سچا ہونا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی غیبی صفات اور آیات اور کتابیں اور رسول جن کا بیان اللہ نے کیا ان کی تصدیق کرنے والا یعنی کہ وہ تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والے تھے اور خود بھی پیغمبر تھے یہ درحقیقت جملہ معترضہ ہے جو ابراہیم اور جو اس کا بدل ہے اس کے مابین واقع ہے۔

۴۲: اِذْ قَالَ (جب اس نے کہا)۔

نحو : اذکو کان کے متعلق کریں جائز ہے یا صدیقًا نَبِیًّا کے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خطابات ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو کہے تو اس وقت وہ صدیقین اور انبیاء کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرنے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کے تذکرہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جو واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے وہ ذکر کریں اور لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کو پہنچائیں جیسا کہ دوسرے قول میں موجود ہے۔ واتل علیهم نبأ ابراهيم [شعراء:۶۹] ورنہ تو اللہ تعالیٰ اس کا خود تذکرہ فرمانے والے ہیں اور قرآن میں اتارنے والے ہیں۔

لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ (اپنے والد کو کہ اے میرے باپ) قراءت ابَتِ کی تاء کو فتحہ اور کسرہ سے ابن عامر نے پڑھا۔ تاء یائے اضافت کے عوض ہے اس طرح نہیں کہتے کہ یَابَتِ تا کہ عوض اور معوض دونوں جمع نہ ہو جائیں۔ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ (تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتے اور نہ دیکھتے ہیں۔)

نحو : ان دونوں میں مفعول نیت میں نہیں بلکہ نسیا منسیا ہے البتہ مقدر ماننا جائز ہے ای لا یسمع شیئًا و لا یبصر شیئا وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا (اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہے)۔

نحو : شیئا کے متعلق یہ احتمال ہے کہ مصدر کی جگہ ہو ای شیئا من الغنی دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہو پھر اس محاورے میں ہو اُغن عنّی وجهك ای بعد یعنی چہرے کو مجھ سے دور کردے۔

۴۳: یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ (اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آچکا) علم سے یہاں وحی یا معرفتِ رب مراد ہے۔ مَالَمْ یَاْتِكَ (جو آپ کے پاس نہیں آیا۔) اس میں ''ما'' ما لایسمع کی طرح موصولہ یا موصوفہ ہوسکتا ہے۔ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ (آپ میرا کہنا مانیے میں آپ کو راہ دکھاؤں گا) یعنی ہدایت کی طرف تمہاری راہنمائی کرونگا۔ صِرَاطًا سَوِیًّا (سیدھے راستے کی طرف) یہاں سَوِیًّا مُسْتَقِیْم کے معنی میں ہے۔

۴۴: یٰۤاَبَتِ لَاتَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ (اے میرے باپ تو شیطان کی عبادت نہ کر) یعنی اس بات میں اس کی اطاعت نہ کر جو اس نے تیرے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر رکھا ہے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا (بیشک شیطان رحمان کا نافرمان ہے)۔

عَصِیًّا : عاصی کے معنی میں ہے نافرمانی کرنے والا۔

۴۵: یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا (اے میرے باپ مجھے ڈر ہے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپ پر نہ آجائے۔ پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں) ایک قول کے مطابق یہاں اَخَافُ اَعْلَمُ کے معنی میں ہے۔ وَلِیًّا کا معنی آگ میں ساتھی بنے گا۔ تو اس کے ساتھ ہوگا اور وہ تیرے ساتھ ہوگا۔

فَائِدَہ : اس میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نصیحت کرنے میں انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کس طرح نرمی حسن اخلاق اور ادب کا لحاظ رکھا۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو میرا خلیل ہے پس تمہارے اخلاق عمدہ ہونے چاہئیں خواہ کفار کے ساتھ ہو ایسا کرنے سے تم ابرار کے مقامات میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد) نمبرا۔ اسی لئے آپ نے اپنے خطاب میں سبب کا مطالبہ کیا جیسا کہ اصرار کرنے

والے کو اس کے اصرار پر متنبہ کیا جاتا ہے اور اس کے افراط اور انتہاء پسندی کے متعلق اس کو خبردار کیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص مخلوق میں سب سے زیادہ درجہ والے یعنی انبیاء علیہم السلام کی عبادت میں لگے۔ اس پر کھلی گمراہی کا حکم لگایا جائے گا۔ تو وہ کیونکر گمراہ نہ ہوگا۔ جو درخت، پتھر کی پوجا کرتا ہو۔ جو کہ اپنے عابد کے نہ ذکر کو سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی کیفیتِ عبادت سے واقف ہیں۔ اور نہ اس سے بلاء و مصیبت کو دور کرنے کی ان میں طاقت ہے اور نہ اس کی وہ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔

نمبر۲۔ پھر دوسرے مرحلہ میں نرمی کے ساتھ اس کو حق کی طرف دعوت دی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کیا اس لئے والد کو جہل مفرط میں مبتلا اور نہ اپنے آپ کو علم فائق والا قرار دیا۔ البتہ یہ کہا کہ میرے ساتھ ایسا علم ہے جو تیرے ساتھ نہیں اور علم والا درست راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ پس اس طرح خیال کرو کہ میں اور تم دونوں ایک راہ پر ہیں اور میرے پاس ہدایت کی معرفت موجود ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس تم میرے ساتھ چلے آؤ! میں تمہیں راستہ بھولنے اور تحیر و حیرانی میں مبتلا ہونے سے بچالونگا۔

تیسرے مرحلہ میں ان کو اس بات سے روکا۔ جس میں وہ مبتلا تھا۔ کہ وہ شیطان جو رحمان کا سب سے بڑا نافرمان ہے اس نے تمہیں بتوں کی عبادت میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس کو مزین کر کے تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت میں تو شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ حالانکہ رحمان نے تمام تر نعمتیں تجھے بخشی ہیں۔

نمبر۴۔ پھر چوتھے مرحلہ میں برے انجام سے اس کو ڈرایا۔ کہ جس کی وہ جرأت کر رہا ہے اس میں کیا وبال و نقصان ہے۔ مگر ان تمام مراحل میں ادب کی رعایت کرتے ہوئے یہ تصریح نہیں کی کہ عقاب اس کو پہنچنے والا ہے۔ اور عذاب اس کو چمٹنے والا ہے۔ بلکہ کہا **اخاف ان یمسك عذاب** ۔ عذاب کو نکرہ لائے جو تقلیل کو ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہا **انی اخاف ان یمسك قلیل من عذاب الرحمان** ۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہیں رحمان کا تھوڑا سا عذاب چھو لے گا۔ اور شیطان کی دوستی اور اس کے حمایتیوں اور معاونین میں داخلے کو عذاب سے بڑا قرار دیا جس طرح کہ اللہ کی رضامندی ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے اور ہر نصیحت کو یٰاَبَتِ کے قول سے شروع کیا جس سے ان کے ساتھ اپنے تعلق اور مہربانی اور والد کے احترام کے لازم ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہے اگرچہ وہ باپ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۴۶: قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ بطور توبیخ کے (آذر نے کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت کرتا ہے) یعنی کیا تو ان کی عبادت سے اعراض کرتا ہے والد نے انکا نام لیکر کہا یٰاَبَتِ کے مقابلے میں یا بنی نہیں کہا اور خبر کو مبتدا سے پہلے ذکر کیا کیونکہ وہ اس کے ہاں زیادہ اہم چیز تھی۔

لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ (اگر تو باز نہ آیا) یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے لَاَرْجُمَنَّكَ (میں تجھے پتھر ماروں گا) میں تمہیں پتھروں سے ختم کر دوں گا یا پتھروں سے میں تجھے مارتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے دور ہٹ جائے یا میں تمہیں ضرور گالی دونگا۔ وَاهْجُرْنِیْ (اور تو مجھے چھوڑ دے) اس کا محذوف پر عطف ہے جس پر لَاَرْجُمَنَّكَ دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے **فاحذرنی واهجرنی** (تو مجھ سے بچ اور مجھے چھوڑ دے) مَلِیًّا (ایک زمانہ) یہ ظرف ہے یہ ملاوۃ سے ہے اس کا معنی طویل زمانہ ہے۔

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۫ عَسٰۤى اَلَّاۤ

اور میں تم لوگوں سے اوران چیزوں سے کنارہ کرتا ہوں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں امید ہے کہ میں اپنے رب کے

اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا

پکارنے سے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب ان لوگوں سے اوران چیزوں سے علیحدگی اختیار کر لی جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحٰق اور

لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

یعقوب عطا فرما دیئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنا دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا حصہ دے دیا اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع ۳

سچائی کی زبان کو بلند کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا ملاطفت سے پُر جواب

۴۷: قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ (کہا تم پر سلام ہو) یہ الوداعی سلام ہے اور سلام متارکت یا تقریب اور ملاطفت کیلئے کہا اور اسی لئے استغفار کا اس قول کے ساتھ وعدہ کیا۔ (سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ) کہ عنقریب اللہ تعالیٰ سے میں تمہارے لئے معافی طلب کروں گا یعنی اپنے رب سے یہ سوال کروں گا کہ وہ تمہیں اہل مغفرت میں سے بنا دے اور اسلام کیلئے تمہاری راہنمائی فرما دے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا (بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے) عمومی نعمتیں دیکر نرمی کرنے والا ہے یا رحم کرنے والا ہے۔ یا عزت دینے والا ہے۔ الحفاوۃ نرمی اور عظمت کو کہا جاتا ہے۔

۴۸: وَاَعْتَزِلُكُمْ (اور میں تم لوگوں سے الگ ہو جاؤں گا) علیحدگی کے ارادے سے مراد وہ ہجرت ہے۔ جو انہوں نے بابل سے شام کی طرف کی۔ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو) یعنی جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ (اور میں اپنے رب کو پکاروں گا) یعنی اپنے رب کی عبادت کرونگا پھر آپ نے بطور تواضع اور کسر نفسی کے کہا اور ان کے بتوں کو پکارنے کی وجہ سے بدبختی سے اعراض کرتے ہوئے کہا۔

عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا (مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی پکار سے بدنصیب نہ ہونگا) یعنی جس طرح تم بتوں کی عبادت کر کے بدنصیب ہو گئے۔

انعاماتِ الٰہیہ:

۴۹: فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جب علیحدگی اختیار کر لی ان سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی کفار اور ان کے معبودوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ (تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ز اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بلاشبہ وہ خاص کئے ہوئے تھے اور وہ رسول تھے اور نبی تھے ' اور ہم نے انہیں طور کی

جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

داہنی جانب سے پکارا اور انہیں سرگوشی کرنے والا اپنا مقرب بنایا ' اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارون نبی بنا کر

نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ج ﴿۵۴﴾

عطا کیا ' اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول تھے نبی تھے '

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے ' اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے اور کتاب میں ادریس کو

اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ ق وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

یاد کیجئے بلاشبہ وہ صدیق تھے نبی تھے ' اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر اٹھالیا۔

کئے) اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا۔ اپنی طرف سے زائد تا کہ وہ ان دونوں سے مانوس ہوں۔ وَكُلًّا (اور ہر ایک) یعنی ہر ایک ان دونوں میں سے جَعَلْنَا نَبِيًّا (اس کو ہم نے پیغمبر بنایا) یعنی جب انہوں نے کفار اور فجار کو چھوڑ دیا اور وہ چھوڑنا فقط اللہ کی رضا مندی کی خاطر تھا اس کے بدلے میں مؤمن اور انبیاء ان کی اولاد میں پیدا کر دیئے۔

۵۰: وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی مہربانی سے دیا) یعنی مال اور اولاد و جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ (اور ہم نے ان کو سچی زبان دی) لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد اچھی تعریف ہے اور اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم کیلئے نمازوں میں دعا کرنا ہے اور اس دعا کو لسان سے ہی تعبیر کیا کیونکہ یہ زبان سے ہی ادا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہاتھ سے ہونے والے کاموں کو ید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ عطیہ ہے۔ عَلِيًّا (بلند اور مشہور)۔

تذکرۂ موسیٰ علیہ السلام:

۵۱: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا (اور کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو۔ بیشک وہ خالص کئے ہوئے تھے)

قراءت: کوفی قراء نے مفضل کے علاوہ مُخلصًا پڑھا ہے یعنی اللہ نے ان کو خالص کیا اور چن لیا اور دیگر قراء نے مُخْلِصًا پڑھا ہے یعنی انہوں نے خود اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کیلئے خالص کر دیا اور اصل فطرت میں جو سعادت ہوتی ہے وہ اس میں خالص تھے اور جو ان کے ذمے عبادت تھی پوری ہمت کے ساتھ اس میں بھی خالص تھے۔

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (اور یہ رسول نبی تھے) رسول وہ ہے جس کو کوئی کتاب دی جائے اور نبی وہ ہے جو اللہ کی طرف سے خبر

دے اگر چہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع بن نون۔

۵۲: وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ (اور ہم نے اس کو طور کے ایک جانب سے آواز دی) یعنی اس کو دعوت دی اور جمعہ کی رات ہم نے اس سے کلام کی۔ الطور یہ مدین اور مصر کے مابین پہاڑ ہے۔ الایمن: دائیں یہ یمین سے ہے یعنی اس کی دائیں جانب سے۔

جمہور کے نزدیک اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب ہے کیونکہ پہاڑ کا دایاں بایاں ہوتا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ مدین سے مصر کی طرف آرہے تھے تو درخت سے آواز دی گئی اور وہ درخت سے پہاڑ کے ایک جانب میں جو موسیٰ علیہ السلام کی دائیں طرف تھی۔ وَقَرَّبْنٰهُ (اور ہم نے ان کو قریب کیا) مرتبہ کے اعتبار سے قریب مراد ہے جگہ و مکان کے اعتبار سے نہیں۔ نَجِيًّا مناجات کیلئے۔

نحو: نجیًّا یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ مناجات کرنے والے تھے۔ اس کی دوسری نظیر ندیم بمعنی منادم ہے۔

۵۳: وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے عطاء کیا) مِنْ اجلیہ ہے اپنی رحمت کے سبب سے اور اس پر اپنی مہربانیوں کی وجہ سے اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (اس کے بھائی ہارون کو نبوت)

نحو: اخاہ مفعول اور ھارون اس کا بدل اور نبیًّا حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و وھبناله نبوة اخيه ہم نے اس کو ان کے بھائی ہارون کی نبوت ھبہ کر دی ورنہ ہارون تو ان سے عمر میں بڑے تھے۔ ان کے ھبہ کا کوئی معنی نہیں۔

اسماعیل علیہ السلام کی صفات کا تذکرہ:

۵۴: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ (اور کتاب میں تذکرہ کریں اسماعیل کا) صحیح قول کے مطابق یہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (بیشک وہ وعدے کے سچے تھے) انہوں نے ایک آدمی سے وعدہ کیا کہ وہ اسی جگہ اس کے آنے تک کھڑے ہوں۔ ایک سال تک اسی جگہ اس کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹا۔ یہ روایت صحت کے لحاظ سے واللہ اعلم کیسی ہے۔ وعدہ وفائی کیا یہ کافی نہیں کہ انہوں نے ذبح پر صبر کا قول دیا تھا جو پورا کر دیا۔ (ستجدنی انشاء اللّٰه من الصابرين)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دیا۔ صدقِ وعدہ کو ان کی خصوصی صفت بطور تشریف کے ذکر کیا ورنہ تو تمام انبیاء علیہم السلام ہی سچے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس صفت سے معروف و مشہور تھے۔ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (وہ رسول نبی تھے) بنو جرھم کی طرف رسول تھے۔ نبیًّا یعنی منذر و مخبر صادق تھے۔

۵۵: وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوۃ کا حکم کیا کرتے تھے) اھلہ سے ان کی امت مراد ہے۔ کیونکہ پیغمبر امت کا باپ ہوتا ہے اور امت والے اس کے اہل بیت ہوتے ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ دوسروں کے متعلق مدافعت کرنے والے نہ تھے۔ صلوۃ، زکوۃ کا خاص طور پر اسلئے ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں تمام عبادات بدنیہ اور مالیہ کی بنیاد ہیں۔ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا)

قراءت: مَرْضِيًّا کو مَرْضُوًّا اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا۔

۵۶: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ (اور کتاب میں ادریس کا تذکرہ کرو) انہیں کا نام اخنوخ تھا یہ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول ہیں اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا اور لباس کو سیا۔ یہ علم نجوم اور حساب میں گہری نظر رکھتے تھے آپ نے سب سے پہلے ترازو اور ماپ کے آلات اور اسلحہ ایجاد کیا اور قابیل کی اولاد سے قتال کیا۔

ایک تحقیق:

بعض لوگوں نے ان کے متعلق یہ بات کہی ہے کہ ان کو ادریس اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بہت زیادہ پڑھنے والے تھے یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ افعیل کے وزن پر درس کے لفظ سے لیا جائے تو اس میں ایک ہی سبب بنتا ہے۔ اور وہ علمیت ہے اور یہ منصرف بنے گا حالانکہ اس کا غیر منصرف ہونا معروف ہے اور عجمہ ہونے کی دلیل ہے پس الدرس سے مشتق ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (بیشک وہ صدیق نبی تھے) ان پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے اتارے۔

مرادِ رفع:

۵۷: وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (اور ان کو ہم نے بلند کیا اونچے مکان پر) مکان سے مراد یہاں شرف نبوت اور اللہ کے ہاں مرتبہ ہے بعض نے کہا کہ رفع مکان سے مراد چوتھے آسمان کی طرف اٹھانا ہے اور فرشتے ان کو اٹھا کر لے گئے تھے نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات ان کو دیکھا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ رفع سے مراد جنت کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ کوئی چیز جنت سے اعلیٰ نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے وہ ملائکہ کے محبوب بن گئے انہوں نے موت کے فرشتے کو کہا کہ مجھے موت چکھاؤ تا کہ وہ مجھ پر آسان ہو جائے اس نے ایسا کیا پھر اللہ کے حکم سے وہ دوبارہ زندہ کئے گئے پھر اس کو کہا کہ مجھے آگ میں داخل کرو تا کہ اللہ کا ڈر زیادہ ہو جائے اس نے ایسا کر دیا پھر کہا مجھے جنت میں داخل کرو تا کہ اس کی رغبت بڑھ جائے اس نے اس طرح کر دیا پھر اس نے کہا تم جنت سے نکلو ادریس کہنے لگے میں نے موت کو چکھا اور میں آگ میں وارد ہوا اب میں جنت سے نہیں نکلوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے میرے حکم سے ایسا کیا اور میرے اذن سے وہ داخل ہوا پس اس کو چھوڑ دو۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی ان میں انبیاء کرام ہیں جو آدم کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ

سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور جنہیں ہم نے چن لیا جب ان پر رحمٰن کی آیات

عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا

تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جنہوں نے نماز کو

الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ

ضائع کر دیا اور خواہشوں کے پیچھے لگ گئے سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ

نیک عمل کیے سو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا' یہ جنت ہمیشہ رہنے کے باغوں کو شامل ہو گی

الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

جس کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے بلاشبہ اس وعدہ کا وقت ضرور آنے والا ہے وہ اس میں سلام کے علاوہ کوئی

فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ

لغو بات نہیں سنیں گے اور ان کا رزق انہیں جنت میں صبح و شام ملے گا' یہ جنت ہے

الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے جو ڈرنے والا ہو۔

اعلیٰ جماعت کا ذکر:

۵۸: أُولَٰئِكَ (یہ) أُولَٰئِكَ اسم اشارہ سے حضرت زکریا سے لیکر ادریس علیہ السلام تک جو مذکورہ ہیں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ (وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے) یہ مِنْ بیانیہ ہے کیونکہ تمام انبیاء انعام یافتہ ہیں۔ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ (آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے) یہ من تبعیض کیلئے ہے ادریس علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے قرب کیوجہ سے ان کی اولاد میں سے تھے یہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا لگتے تھے۔

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (اوران میں سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا) ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اس اولاد میں سے ہیں جن کو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا گیا کیونکہ وہ سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ (اورابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے) اس سے اسماعیل، اسحاق اور یعقوب مراد ہیں۔ وَاِسْرَآئِيْلَ یعنی (اسرائیل کی اولاد میں سے) مراد اس سے یعقوب علیہ السلام، موسیٰ، ہارون، زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ ہیں کیونکہ مریم ان کی اولاد میں سے تھیں۔ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا (اوران میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی) اس کا عطف پہلے مِنْ پر ہے اور دوسرا مَنْ پر ہے۔ هَدَيْنَا سے مراد ہم نے ان کی راہنمائی اسلام کے محاسن کی طرف کردی۔

وَاجْتَبَيْنَا (اورہم نے ان کو چنا) یعنی لوگوں میں سے یا شریعت کی وضاحت اور حقیقت کو کھولنے کیلئے۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ (جب ان کے سامنے رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں) آیات الرحمان سے مراد اللہ کی ان زمانوں میں اتاری جانے والی کتابیں۔

نحو: اگر الذین کو اولٰئک کی خبر بنایا جائے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور اگر اس کو تم اولٰئک کی صفت بناؤ تو پھر یہ خبر ہے۔

قراءت: قتیبہ نے یُتلی پڑھا ہے کیونکہ فاصل موجود ہے اس کے باوجود کہ تانیث غیر حقیقی ہے۔ خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) یعنی وہ رغبت کے ساتھ چہروں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

وَّ بُكِيًّا (روتے ہوئے) جمع بَاكٍ کی ہے جیسے سجود اور قعود جمع ساجد اور قاعد کی ہے۔ بُكِيًّا کا معنی دور سے روتے ہوئے۔ حدیث میں ہے تم قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بتکلف رونے والی کیفیت بناؤ۔ (رواہ احمد ابوداود) صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے قرآن مجید پڑھا آپ نے مجھے فرمایا اے صالح یہ تو قراءت ہوئی بکاء کہاں ہے۔

مَسْئَلَة: سجدۂ تلاوت میں سبحان ربی الاعلیٰ تین مرتبہ کہنا چاہیے۔

نالائق لوگ:

۵۹: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ (پھر آئے ان کے بعد کچھ ایسے نالائق) ان فضیلت والے لوگوں کے بعد بری اولاد آئی۔ خَلْفَ یہ لام کے فتح کے ساتھ لائق اولاد کیلئے آتا ہے۔ اور جزم کے ساتھ نالائق کیلئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد یہود ہیں۔ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (جنہوں نے نماز کو برباد کیا) یعنی فرضی نماز کو چھوڑ دیا۔ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (اورانہوں نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی) شہوات سے مراد نفوس کی لذتیں ہیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے مضبوط مکانات بنائے اور جس چیز کو دیکھا اسی کے پیچھے پڑ گیا اور جس نے شہرت والا لباس پہنا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس امت کے لوگ مراد ہیں۔

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (پس یہ لوگ عنقریب خرابی پائیں گے) یعنی گمراہی کی سزا پائیں گے اہل عرب کے ہاں ہر شر غَیّ

جیسا کہ ہر خیر رَشَاد کہلاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں غیّ جہنم کی ایک وادی ہے جو پانچ قسم کے گناہوں پر اصرار کرنے والے کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (۱) زنا پر اصرار کرنے والا۔ (۲) شراب کا عادی (۳) سود خوری سے باز نہ آنے والا۔ (۴) ماں باپ کی نافرمانی پر جمار ہنے والا (۵) جھوٹی گواہی پر اصرار کرنے والا۔ [رواہ ابن مردویہ]

تائبین کیلئے خصوصی انعام:

۶۰: اِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کرلی) یعنی کفر سے لوٹ آیا۔ وَاٰمَنَ (اور ایمان لے آیا) اس کی شرائط کے ساتھ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کئے) اپنے ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (پس ایسے لوگ جنت میں جائیں گے)

قراءت: مکی، بصری اور ابوبکر نے یَدخلون کو یاء کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی یُدْخَلُوْنَ پڑھا ہے۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (اور ان کی ذرا بھر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی) یعنی ان کے اعمال کی جزاء میں ذرا بھر بھی چیز کم نہ کی جائے گی اور نہ اس سے روکے جائیں گے بلکہ ان کیلئے بدلے کو بڑھا دیا جائے گا۔ (۲) ان کے ظلم میں سے کوئی چیز بھی کم نہ کی جائے گی۔

۶۱: جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ (ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے)

نحو: جنّٰت یہ الجنتَ سے بدل ہے کیونکہ جنت جنّٰتِ عدن پر مشتمل ہے اور جنت جنس ہے۔ (۲) یا یہ مدح کی بنا پر منصوب ہے اور عدن یہ معرفہ ہے کیونکہ معرفہ ہونے کی وجہ سے العدن کے معنی میں ہے جس کا معنی اقامت ہے۔ (۳) یا یہ جنت کی زمین کا نام ہے کیونکہ وہ اقامت کی جگہ ہے عبادہ سے مراد رجوع کرنے والے مؤمنین ہیں جو کہ اعمال صالحہ کرتے رہیں جیسا کہ ان کا تذکرہ بھی گزرا اور اس لئے بھی کہ ان کی اضافت اپنی طرف فرمائی جو کہ اختصاص کی دلیل ہے پس یہ خاص لوگ ہوئے۔

بِالْغَيْبِ (غائبانہ طور پر) یعنی جنت کا ان سے ایسے حال میں وعدہ کیا کہ وہ ان سے غائب تھی ان کے سامنے موجود نہ تھی یہ جنت سے غائب ہیں۔ اور اس کا مشاہدہ نہیں کررہے (لیکن اس کے باوجود اس پر ایمان لانے والے ہیں) اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا (بے شک اللہ تعالیٰ کی وعدہ کی ہوئی چیز کو وہ ضرور پہنچیں گے) ہ ضمیر شان ہے۔ یا ضمیر کا مرجع الرحمان ہے۔ وعدہ سے مراد موعودہ جس کا وعدہ کیا گیا یعنی جنت۔ مأتیًّا یہ اسم ظرف ہے یا اسم مفعول جو بمعنی فاعل ہے یعنی جنت میں وہ ضرور جائیں گے۔

۶۲: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا (وہ لوگ اس میں نہیں سنیں گے) یعنی جنت میں لَغْوًا (کوئی فضول بات) یعنی فحش یا جھوٹ یا فضول کلام لغو اس کو کہا جاتا ہے جس کو کلام میں سے نکال دیا جائے۔

فَائِدَہ: اس میں متنبہ کردیا کہ لغو سے پرہیز کرنا اور بچنا لازم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لغو سے پاک قرار دیا جس میں کوئی تکلیف نہیں۔

اِلَّا سَلٰمًا (مگر سلام) یعنی وہ ملائکہ سے سلام سنیں گے (۲) ایک دوسرے سے سلام سنیں گے (۳) وہ اس میں کوئی ایسی بات نہ سنیں گے مگر وہ بات کہ جو عیب اور نقص سے پاک ہو جمہور علماء کے نزدیک یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ اور ایک اور قول کے مطابق

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ

اور ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے، وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سو آپ اس کی عبادت کیجئے اور اس کی عبادت پر

لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ۷

ثابت قدم رہیے کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟

سلام کا معنی سلامتی کی دعا ہے جبکہ دار السلام کے رہنے والے سلامتی کی دعا سے مستغنی ہوں تو ظاہر کے اعتبار سے یہ بھی لغو بات میں شامل ہے اور فضول بات کا حصہ ہے اگر اس میں اکرام کا فائدہ نہ مانا جائے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (اور اس میں ان کیلئے صبح وشام رزق ہوگا) یعنی ان کو ان کا رزق دنیا کے دن کی دونوں اطراف کی مقدار سے عطا کئے جائیں گے کیونکہ وہاں نہ رات ہے نہ دن وہ ہر وقت نور کے اندر رہیں گے دن کی مقدار وہ پردوں کے اٹھانے اور رات کی مقدار پردوں کے لٹکانے سے معلوم کریں گے صبح اور شام کا رزق اہل عرب کے ہاں افضل ترین زندگی کا حصہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی اس سے تعریف فرمائی دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رزق کا دوام ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں انا عند فلانٍ بكرة وعشيا کہ میں فلاں کے پاس صبح شام ہوتا ہوں مراد اس سے دوام ہوتا ہے۔

اعمال کی میراث:

۶۳: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا (یہ جنت ایسی ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو بنائیں گے) یعنی ان کے اعمال کی میراث اس کو قرار دیں گے میراث سے مراد پھل اور انجام ہے دوسرا قول یہ ہے وہ ایسی اقامت گاہوں کے وارث ہونگے جو اہل نار کی ہونگی۔ اگر وہ ایمان لاتے کیونکہ کفر حکماً موت ہے۔ مَنْ كَانَ تَقِيًّا (جو خدا سے ڈرنے والے ہوں) تقیًّا سے یہاں مراد شرک سے بچنے والے ہیں۔

۶۴: شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں ہماری زیادہ ملاقات سے کون سی چیز روکنے والی ہے جتنی کہ اب تم ملاقات کرتے ہو تو اس پر یہ آیت اتری۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے) [رواہ البخاری] التنزل کے دو معنے ہیں۔ (۱) تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اترنا (۲) مطلقاً اترنا۔ یہاں پہلا معنی زیادہ مناسب ہے یعنی ہمارا اترنا وقتاً فوقتاً اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (اور اسی کی ملک ہیں ہمارے سامنے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور ان کے درمیان کی سب چیزیں ہیں اور آپکا رب بھولنے والا نہیں)۔ بین ایدی

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا یہ ضروری بات ہے کہ میں عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟　کیا انسان اس بات کو نہیں سوچتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ

پیدا کیا اور وہ کچھ بھی نہ تھا　تیرے رب کی قسم ہے ہم ان لوگوں کو ضرور ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر ہم ان کو دوزخ کے قریب اس حال میں حاضر کردیں گے کہ گھٹنوں کے

جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ

بل [illegible] گے　پھر ہم ہر جماعت میں سے ان کو علیحدہ کردیں گے (جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی) جو رحمٰن کے مقابلہ میں بہت سخت سرکشی اختیار کیے ہوئے تھے　پھر

لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

ہم ہی ان لوگوں کو خوب جاننے والے ہیں جو دوزخ میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔

سے مراد جو ہمارے سامنے ہے۔ اور خلف جو ہمارے پیچھے چیزیں ہیں اور بین ذٰلک سے مراد جن میں ہم ہیں۔ ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہی منتقل ہوتے ہیں اصل میں وہ خود ہی ہر حرکت وسکون کو جاننے والا اور حفاظت کرنے والا ہے اور جو حالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں اس کے متعلق غفلت ونسیان کا تصور بھی جائز نہیں۔ پس ہمارے لئے اس کی بادشاہی میں کیسے ممکن ہے کہ ہم ادھر ادھر جائیں سوائے اس کے کہ وہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائے۔

۶۵: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے)

نحو: رب السمٰوٰت (۱) یہ رَبُّكَ سے بدل ہے۔ (۲) یہ مبتدا محذوف هُوَ کی خبر ہے۔

پھر اپنے رسول ﷺ کو فرمایا کہ جب آپ نے جان لیا کہ وہ ان صفات سے متصف ہے تو فَاعْبُدْهُ (پس تم اسی ہی کی عبادت کرو) یعنی اس کی عبادت پر قائم رہو۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (اور اس کی عبادت پر مضبوطی سے جمے رہو) یعنی معبود کی عبادت پر حاسدوں کی تکالیف پر صبر کیجئے اور خالقِ کائنات کی عبادت کیلئے مشقتوں کو برداشت کیجئے تا کہ اس عبادت پر آپ کو جماؤ حاصل ہو اس صورت میں لام اجلیہ ہے۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (کیا تم کسی کو اس کا ہم صفت جانتے ہو) سَمِيًّا کا معنی شبہاً ومثلاً یعنی مشابہ اور مماثل (۲) کیا کسی اور کا نام اس کے سوا اللہ ہے کیونکہ یہ نام تو معبود حقیقی کیلئے خاص ہے یعنی جب یہ بات صحیح ثابت ہوگئی کہ کوئی ایسا معبود نہیں جس کی طرف بندے عبادت میں متوجہ ہوسکیں سوائے اس اکیلی ذات کے تو اب اس کی عبادت کے بغیر بھی کوئی چارہ کار نہیں۔ اور اس کی عبادت کی مشقتیں اٹھانے کے بغیر بھی گزارہ نہیں۔

۶۶: شانِ نزول: ابی بن خلف جمحی نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ سے چورا کرتے ہوئے کہا کیا ہم اس طرح ہو جانے کے بعد

دوبارہ اٹھائے جائیں گے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا (کیا انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا)

نحو: اذا میں عامل دلالتِ کلام کے مطابق البعث ہے تقدیر کلام یہ ہے: اِذَامَامِتُ أبعثُ اس کو اُخرجُ کی وجہ سے منصوب قرار دینا درست نہیں کیونکہ لام ابتدائیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا اس طرح نہیں کہا جاسکتا الیوم لزید قائم۔ مضارع پر جو لام ابتدائی داخل ہوتی ہے وہ حال کا معنی دیتی ہے اور مضمونِ جملہ کی تاکید کرتی ہے۔ اب جب حرف استقبال آ گیا تو خالص تاکید کا فائدہ اس سے حاصل ہوا اور حال کا معنی معدوم ہو گیا۔

مآ۔ اذاما میں تاکید ہی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا أحقًا انّا سَنُخْرِجُ مِنَ الْقُبُوْرِ اَحْيَاء حِيْنَ يتمكن فِيْنَا الموت و الهلاك۔ کیا یہ برحق ہے کہ ہم عنقریب قبور سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے جبکہ موت و ہلاکت ہم پر اپنے پنجے مکمل طور پر گاڑ لے گی۔ اور یہ بطور استنکار و استبعاد ہے۔ ظرف کو مقدم کرنا اور پھر حرف انکار کے قریب لانا اسی قبیل سے ہے کہ موت کے بعد والے وقت میں زندگی کا ہونا انوکھی چیز ہے اور اسی سے ان کو انکار تھا۔

منکرینِ بعثت کو جواب:

٦٧: اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ (کیا یہ شخص اس بات کو نہیں سمجھتا کہ)

قراءت: شامی، نافع و عاصم نے الذکر سے قرار دے کر تخفیف سے پڑھا ہے۔ اور باقی قراء نے ذال اور کاف کی تشدید سے پڑھا ہے اور اس کی اصل یتذکر ہے جیسا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے تاء کا ذال میں ادغام کر دیا۔ اس کا معنی اَوَلَا يَتَدَبَّرُ؟ (کیا وہ تدبر نہیں کرتے) واؤ عاطفہ ہے اور یقول پر اس کا عطف ہے۔ اور ہمزۂ انکار معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان لائے ہیں۔ مطلب یہ ہے ایقول ذلك ولا يتذكر حال النشأة الاولى حتى لا ينكر النشأة الاخرى؟ کیا وہ یہ بات کہتے ہوئے پہلی پیدائش کا حال یاد نہیں کرتا تاکہ وہ دوسری کا انکار نہ کرتا؟ اول حالت خالق کی قدرت پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ اس طرح کہ اس نے جواہر و اعراض کو عدم سے وجود بخشا۔ اور دوسری حالت تو صرف اجزائے موجودہ کو جوڑ دینا اور تفریق کے بعد مجموعہ کی شکل دینا ہے۔ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ (بیشک ہم نے اس کو اس سے قبل پیدا کیا) اس حالت سے پہلے جس میں وہ ہے اور وہ حالتِ بقاء ہے۔ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (وہ کچھ بھی نہ تھا) اور وہ دلیل ہے کہ معدوم کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

٦٨: فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ (پس قسم ہے آپ کے رب کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے) بعث کے انکار کرنے والے کفار کو وَالشَّيٰطِيْنَ (اور شیاطین کو) واؤ بمعنی مع زیادہ وقیع ہے تقدیر عبارت یہ ہے يحشرون مع قرنائهم من الشياطين الذين اغووهم۔ ان کو ان کے قرین شیاطین کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ وہ شیاطین جنہوں نے ان کو اغواء کیا ہر کافر کو شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اپنی نسبت کر کے قسم اٹھائی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پھر ہم ان سبکو جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل حاضر کردیں گے)۔

نحو: جثیاً یہ حال ہے اور جاثٍ کی جمع ہے۔ زانو کے بل بیٹھنا اس کا وزن فعول ہے کیونکہ یہ اصل میں جثوو ہے جیسے سجود و ساجد ہے کفار کو محشر سے جہنم کے کنارے کی طرف ان کی اسی حالت پر کھینچ کر لایا جائے گا۔ جس حالت میں وہ میدان حشر میں گھٹنوں کے بل تھے۔ قدموں پر نہ چلایا جائے گا۔

بڑے سرکش:

۶۹: ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ (پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو علیحدہ کریں گے) شیعہ پیروگروپ کو کہتے ہیں جس نے گمراہوں میں سے کسی گمراہ کی پیروی کی ہو۔ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (جوان میں سے سب سے زیادہ رحمان کی سرکشی کرتا تھا) جو زیادہ تھا جرأت میں یا فجور و فسق میں۔ مطلب یہ ہے گمراہوں کے گروہوں میں سے پہلے سب سے زیادہ سرکش (سرغنے) گروہ کو ہم نکالیں گے اور پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ۔ جب وہ جمع ہو جائیں گے تو ہم ان کو بالترتیب آگ میں ڈال دیں گے عذاب کے اولین حقداروں کو اولاً ان کے بعد والوں کو بعد میں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اشدھم عتیاً سے مراد ان کے سربراہ کیونکہ ان کے جرائم دوگنا ہیں کیونکہ وہ خود نمبرا۔ گمراہ ہیں۔ نمبر۲۔ گمراہ کرنے والے ہیں۔

نحو: سیبویہ کا قول ایتھم مبنی علی الضم ہے کیونکہ صدر جملہ جو کہ اس کا صلہ تھا وہ ساقط ہو گیا اور وہ ھو من اشد ہے اگر اس کو لایا جاتا تو اس کا اعراب نصب والا ہوتا۔ ایک قول یہ ہے یہ اصل میں ایھم ھُوَ اَشَدُّ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے صلہ موصول کی وضاحت وتبیین کرتا ہے جیسا کہ مضاف الیہ مضاف کی وضاحت کرتا ہے اور اس کی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے پس جس طرح حذفِ مضاف الیہ من قبل میں مضاف کو لازماً مبنی بنا دیتا ہے۔ اسی طرح حذفِ صلہ سے بھی موصول مبنی بنانا چاہیے۔ یا کم از کم ایسی چیز بنے جس کو بناء لازم آئے۔ اور نزع کی وجہ سے یہ محلاً منصوب ہے۔

خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ایھم معرب ہے اور مبتدا ہے اور اشد اس کی خبر ہے اس کو رفع حکایۃ دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لننزعن الذین یقال فیھم ایھم اشد علی الرحمان عتیاً۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نزع من کل شیعۃ پر واقع ہونے والا ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ووھبنا لھم من رحمتنا ۔[مریم:۵] اس صورت میں کلام اس طرح ہے لننزعن بعض کل شیعۃ (ہم ہر بڑے گروپ کے بعض کو کھینچیں گے) گویا کہ کوئی کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ من ھم؟ وہ کون ہیں! تو جواب دیا ایھم اشد عتیا جوان میں سے سرکشی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور علیٰ یہ افعل کے متعلق ہے۔ کلام اس طرح ہے عتو ھم اشدّ علی الرحمان ۔ان کی سرکشی رحمان پر بہت ہی زیادہ ہے۔

۷۰: ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا (پھر ہم ضرور اچھی طرح جانتے ہیں ان لوگوں کو جو دوزخ میں داخلے کے سب سے

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس پر وارد نہ ہو۔ آپ کے رب کا یہ حکم لازمی ہے جس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے　　پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو ڈرتے تھے

وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

زیادہ مستحق ہونگے) بھا کی ضمیر نار کی طرف ہے یعنی آگ کے زیادہ حقدار صلیاً تمیز ہے اور اس کا معنی داخلہ ہے باء یہ اولیٰ کے متعلق ہے (ثُمّ یہاں تراخی زمان کیلئے نہیں بلکہ تراخی مرتبہ کیلئے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ثم کان من الذین امنوا)۔

جہنم پر ورود:

۷۱: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس نے دوزخ پر وارد ہونا ہے) وارد کا معنی یہاں داخل ہے اور ھا سے مراد نار ہے۔ جمہور اہلسنّت کے نزدیک ورود کا معنی یہاں دخول ہے جیسا کہ یہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس لئے کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا فاوردھم النار [سورۃ ہود:۹۸] اور ایک اور ارشاد میں ہے۔ لو کان ھؤلاء الھۃ ما وردوھا [الانبیاء:۹۹] اور ایک اور ارشاد میں اس طرح فرمایا ثم نُنَجِّی الذی اتقوا [مریم:۷۲] کیونکہ نجات کا تصور داخلے کے بعد ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی جس کو امام احمد نے روایت کیا الورود کا معنی دخول ہے۔ لا یبقی بر و لا فاجر الا دَخَلَھَا فتکون علی المؤمنین بردًا و سلاما کما کان تلی ابراھیم [رواہ احمد] دوسری روایت میں ہے کہ آگ مؤمن کو کہے گی جز یا مؤمن فان نورک اطفاك لَھَبِی [رواہ طبرانی] دوسرا قول یہ ہے کہ ورود دخول ہی کے معنی میں ہے لیکن یہ کفار کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قراءتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں سے وان منھم پس قراءت مشہورہ کو التفات پر محمول کیا جائے گا۔ اور ایک قول کے مطابق جو حضرت عبداللہؓ سے منقول ہے کہ ورود کا معنی حضور ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَما ورد ماء مدین [القصص:۲۳] اور دوسرے ارشاد میں فرمایا: اولٰئك عنھا مُبعَدون [الانبیاء:۱۰۱] تو عنہا میں ھا سے مراد جہنم ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ھا سے مراد اس کا عذاب ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ ورود یہاں مرور علی الصراط کے معنی میں ہے کیونکہ صراط جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے پس اہل جنت اس سے بچے رہیں گے اور اہل نار اس میں گرتے جائیں گے۔

مجاہد کا قول:

یہ ہے کہ مؤمن کا آگ میں وارد ہونا اس پر ہوگا جس طرح دُنیا میں بخار اس کے جسم میں چڑھ جاتا ہے اس لئے آپ علیہ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾

مقام کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور مجلس کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کردیں جو ساز وسامان اور نظروں میں بھانے کے اعتبار سے اچھے تھے

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں ہوگا تو رحمٰن اسے مہلت دے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَ

تو یا عذاب ہوگا یا قیامت ہوگی۔ سو عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون ہے جو بری جگہ والا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور تر ہے' اور

يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

السلام نے ارشاد فرمایا کہ بخار آگ میں سے ہر مؤمن کا حصہ ہے۔ (رواۃ البزاز)

ایک صحابیؓ نے دوسرے کو کہا کہ کیا تمہیں ورودِ نار کا یقین ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا کہ کیا تمہیں واپس لوٹنے کا یقین ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر ہنستے کیوں ہو اور بوجھل کیوں بنتے ہو۔ (رواہ احمد فی الزہد)

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (یہ تیرے رب کے ذمے لازم ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا) یعنی ان کا ورود لازم ہے۔ جس جس کا فیصلہ ہو چکا۔ الحتم یہ مصدر ہے حتم الامر کا۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اس کام کو اپنے اوپر لازم کر لے اور پس اس کا نام موجب رکھا جاتا ہے جیسے ان کا قول ہے ضرب الامیر۔

۷۲: ثُمَّ نُنَجِّي (پھر ہم نجات دیں گے)

قراءت: علی نے اسکو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اتَّقَوْا سے مراد شرک سے بچنا ہے۔ اور مراد اس سے مؤمن ہیں۔ وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں زانوں کے بل بیٹھا ہوا)۔

نکتہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ تمام داخل ہونگے اس لئے آگے ونذر فرمایا اور ندخل نہیں فرمایا اہل السنت کا مسلک یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ممکن ہے اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق سزا پا کر پھر بچا لیا جائے اور یہ نجات پانا اس کا یقینی ہے۔

مرجیہ کا قول ہے کہ اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اسلام کے ساتھ معصیت ان کے ہاں نقصان دہ نہیں ہے۔ معتزلہ کا قول یہ ہیکہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیگا۔

مشرکین کا فقرائے صحابہ رضی اللہ عنہم کو استہزاء:

۷۳: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتیں) آیات سے مراد یہاں قرآن ہے۔ بَیِّنٰتٍ واضح یعنی جن کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا بینات کا معنی دلائل و براہین۔

نحو: یہ حال موکدہ ہے جیسا کہ اس آیت میں وَهُوَ الْحَقُّ مصدقًا [البقرہ:۹۱] اس لئے کہ آیات اللہ تو واضح ہی ہوتی ہیں اور دلیل ہی ہوتیں ہیں۔ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (تو کافر کہتے ہیں) یعنی کافروں سے یہاں مشرکینِ قریش مراد ہیں جو کہ مالدار اور اپنے بالوں کو کنگھی کرنے والے اور زینت میں تکلف کرنے والے تھے۔ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی فقرائے صحابہ کو جن کے سروں کے بال پراگندہ اور کپڑے کھردرے اور موٹے تھے) اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ (دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت ہم یا تم) خَیْرٌ مَّقَامًا (مرتبے کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہے)۔

نحو: مقامًا میم کے فتحہ کے ساتھ موضعِ قیام کو کہتے ہیں مراد اس سے جائے سکونت اور مکان ہے اور ضمہ کے ساتھ جیسا کہ مکی نے پڑھا موضعِ اقامت اور منزل مراد ہے۔

وَ اَحْسَنُ نَدِیًّا (زیادہ اعلیٰ ہے مجلس کے لحاظ سے۔) ندیا ایسی مجلس جس میں مشورے کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ایسی نشانی اتاردی جس میں دلائل و براہین تھے تو انہوں نے اس میں تدبیر سے اعراض کر کے مال و دولت اور حالت و مکان کی خوبصورتی پر فخر کی طرف رخ کرلیا۔ پس اسی لئے ارشاد فرمایا۔

۷۴: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (ہم نے ان سے پہلے بہت سے قرن والوں کو تباہ کر دیا)

نحو: كَمْ اهلكنا کا مفعول ہے اور مِنْ ابہام کی وضاحت کیلئے ہے مطلب یہ ہے بہت سے اہل زمانہ کو ہم نے ہلاک کیا اور ہر زمانے والے بعد والوں کیلئے اہل قرن ہیں۔ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا (جو کہ ان سے زیادہ اچھے تھے دنیوی سامان کے اعتبار سے)

نحو: یہ محل نصب میں كَمْ کی صفت ہے ذرا توجہ فرمائیں اگر تم هُمْ کو چھوڑ دو تو اَحْسَن صفت کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اثاثا گھر کے سامان کو کہتے ہیں یا جو گھر کا بستر وغیرہ میں سے جو عمدہ ہو۔ وَّ رِءْیًا (اور ظاہری دکھاوت میں) یعنی منظر و ہیئت میں۔

نحو: فعیل کا وزن ہے جو مفعول کے معنی میں ہے اور یہ ری أیتُ سے لیا گیا ہے۔

قراءت: اور وِرِیًّا بغیر ہمزہ کے تشدید کے ساتھ نافع اور ابن عامر نے پڑھا۔ کیونکہ ہمزہ ساکن تھی ماقبل کسرہ تھا اس لئے یاء میں بدل کر مدغم ہوگئی۔ (۲) الرِّیُّ وہ سیرابی جو نعمت سے ہو۔

استدراج اور اس کا طریقہ:

۷۵: قُلْ مَنْ كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ (آپ کہہ دیں کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں) ضلالت سے یہاں کفر مراد ہے۔ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا (تو رحمٰن اس کو ڈھیل دیتا جا رہا ہے)

نحو: یہ مَنْ شرطیہ کا جواب ہے اور یہ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی من كفر مَدَّله الرحمن یعنی اس کو مہلت دیتا ہے اور عمر بڑھا دیتا ہے تاکہ سرکشی اور گمراہی بڑھ جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنما نُمْلِی لهم لیزدا دوا اثما البتہ امر کا صیغہ یہاں لایا

گیا تا کہ اس کے لازم ہونے کو واضح کر دیا جائے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ ہر صورت میں ہو کر رہے گا۔ جس طرح کہ مامور بہ انجام پذیر ہوتا ہے۔ تا کہ اس سے گمراہوں کی معذرتیں منقطع کی جاسکیں۔

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے) یہ جملہ خیرٌ مقامًا و احسن نَدِيًّا کے ساتھ متصل ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے مطلب یہ ہوا وہ یہ بات کہتے رہیں گے یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے عذاب کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے۔ اِمَّا الْعَذَابَ (خواہ عذاب کو) یعنی دنیا میں اور یہ مسلمانوں کو عذاب دینا ہے قتل اور قید کے ساتھ۔ وَاِمَّا السَّاعَةَ (یا قیامت) اور جو وہاں ان کو عذاب اور رسوائی ہوگی۔ یہ دونوں الساعة اور العذاب ما یوعدون سے بدل ہیں۔ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا (پس عنقریب وہ جان لیں گے مکان کے اعتبار سے برا کون ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور کون ہے) جُنْد سے مراد یہاں معاونین و مددگار ہیں اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جس کا انہوں نے اندازہ لگایا تھا اور جگہ ان ہی کی بدترین ہے اور معاونین انہی کے کمزور تر ہیں نہ مکان میں کوئی خیر ہے۔ نہ مجلس میں حسن ہے۔ اور بلاشبہ ایمان والے ان کے کہنے کے برخلاف حالت میں ہیں۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ یہ قریب کے ساتھ متصل ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا بیشک جو لوگ گمراہی میں ہیں وہ گمراہی کے اندر دراز کر دیئے گئے ہیں۔ وہ اپنی گمراہی سے اسوقت تک باز نہ آئیں گے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے ایمان والوں کیلئے اللہ کی نصرت کو نہ دیکھ لیں یا قیامت کا مشاہدہ نہ کرلیں اور حتی کے بعد جملوں کو بطور حکایت لایا جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جملہ شرطیہ اس کے بعد آرہا ہے۔ اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون (پس عنقریب وہ جان لیں گے)۔

۷۶: وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے ہدایت کو بڑھا دیتا ہے جنہوں نے ہدایت پائی)

نحو: اس جملے کا عطف فلیمدد پر ہے کیونکہ یہ خبر کی جگہ واقع ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے من کان فی الضلالة مدًا او یَمُدُّلَهُ الرحمٰن ویزید فی ضلال الضُلَّال بخذلانه و یزید المهتدی ای المؤمنین هدًا۔ (جو آدمی گمراہی میں ہو اس کی گمراہی میں دراز کر دیا جاتا ہے یا رحمٰن اس کی گمراہی کو دراز کرتے اور بڑھاتے ہیں اور گمراہ کی گمراہی میں اضافہ اس کو رسوا کرنے کے ذریعے ہوتا ہے اور ہدایت والوں یعنی مؤمنین کی ہدایت میں اضافہ کر دیتے ہیں) هدی مصدر سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی یا یقین یا توفیق الٰہی سے بصیرت کا بڑھ جانا ہے والباقیات الصالحات (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) اس سے تمام آخرت کے اعمال مراد ہیں۔ (۲) پانچوں نمازیں (۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (تیرے رب کے ہاں بہت بہتر ہے ثواب میں) ان کاموں کے مقابلے میں جن پر کفار کو فخر ہے۔

وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا (اور بہت بہتر ہیں انجام کے اعتبار سے) مردًا معنی مرجوع اور انجام ہے اس فضیلت میں کفار سے تحکم اور استہزاء کیا گیا کیونکہ وہ دنیا میں ایمان والوں کو فخر سے کہا کرتے تھے ای الفریقین خیر مقامًا و اَحْسَنُ نَدِيًّا۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا یا اس نے رحمن سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ

کوئی عہد لیا ہے' ہرگز نہیں ہم عنقریب اس کی بات لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے رہیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں

مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

کے ہم مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

کافروں کے بڑے بول کا جواب:

۷۷: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا (کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد دیا جائے گا) وَلَدَ کا لفظ واؤ کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ چار مقام پر حمزہ اور علی نے پڑھا ہے (۱) اس آیت میں (۲) سورۂ زخرف میں (۳) سورۂ نوح میں اس سورت میں یہ ولد کی جمع ہے جیسے اُسد اَسد میں یا بمعنی ولد کے ہے جیسے عُرب اور عَرب۔

فَائِدَہ: اشیاء کو آنکھوں سے دیکھنا علم کا راستہ ہے اور اس سے صحیح اطلاع حاصل ہوتی ہے اس لئے اہل عرب نے ارئیت کو اخبر کے معنی میں استعمال کیا ہے اور فاء جو ہے تعقیب کا فائدہ دے رہی ہے گویا اس طرح فرمایا اَخبر ایضًا بقصة هذا الكافر واذكر حديثهٗ عقيب حديث اولئك اس کافر کے واقعہ کی تم اطلاع دو اور ان لوگوں کی بات کے بعد اس کی بات ذکر کرو۔

لاوتينَّ یہ مضمر قسم کا جواب ہے۔

۷۸: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ (کیا اس کو غیب کا علم ہو گیا) یہ عربوں کے محاورہ اطّلع الجبل (وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف چڑھا) اس سے لیا گیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہے کہ کیا وہ غیب کی طرف چڑھا ہے یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے یہ ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل کا محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ اس نے لوح محفوظ کو دیکھا کہ جس میں اس نے اپنی تمنا کو دیکھ لیا۔

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (یا اس نے رحمٰن کے ہاں کوئی عہد لے لیا ہے) یعنی پکا وعدہ کہ وہ اس کو ضرور دیں گے۔ یا عہد شہادت و گواہی والی بات کو کہتے ہیں۔ حضرت حسن کا قول کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری مشہور یہ ہے کہ عاص بن وائل کے بارے میں اتری شیخین نے روایت نقل کی کہ خباب بن ارت نے عاص بن وائل کے لئے چاندی پگھلائی پھر خباب بن ارت نے عاص بن وائل سے اس کی مزدوری مانگی اور عاص کہنے لگا کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور جنت میں سونا اور چاندی بھی ہے میں تیرا قرضہ وہاں ادا کروں گا۔ مجھے وہاں مال اور اولاد ملے گی۔

۷۹: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ (ہرگز نہیں ہم اس کا کہنا لکھتے ہیں) كَلَّا یہاں ردعیہ ہے اور غلطی پر تنبیہ کیلئے آیا ہے۔ یعنی جو

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

اوران لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالیے۔تا کہ وہ ان کے لئے عزت کی چیز بن جائے۔ خبردار ایسا ہرگز نہیں ہے وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ ع ۵ ۱۷ ۸

اور ان کے مخالف بن جائیں گے' اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں خوب ابھارتے ہیں

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ ج

سو آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتوں کو خوب شمار کر رہے ہیں۔

صورت وہ اپنے نفس کیلئے تجویز کر رہا ہے۔اس میں وہ خطا کار ہے اس کو اس میں باز رہنا چاہئے۔

سنکتب مایقول یعنی (اس نے جو بات کہی ہے وہ ہم نے لکھ لی ہے) مقصد یہ ہے کہ اس کے سامنے عنقریب ہم ظاہر کریں گے اور اس کو بتلا دیں گے کہ اس کی بات ہم نے لکھ لی ہے کیونکہ جیسے ہی اس نے کہی بغیر تاخیر کے لکھ لی گئی۔جیسا کہ دوسری آیت میں خود فرمایا: ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید [سورۃ ق:۱۸] اور یہ اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا: اذ ما انتسبنالم تلدنی لئیمة (یعنی یہ جان لیا جائے گا اور نسبوں کے ذریعے یہ واضح ہو جائے گا کہ میں کمینی عورت کی اولاد نہیں)

وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا (اور ہم اس کیلئے عذاب اسی طرح بڑھائیں گے بڑھانا) جیسا کہ افتراء اور جرأت کرنے میں بڑھتا ہے یہ نمد المدد سے ہے کہا جاتا ہے مَدّهٗ وامَدَّهٗ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور مدًّا یہ مصدر ہے جس کے ذریعے تاکید لائی گئی تا کہ غضب الٰہی کا خوب اظہار ہو جائے۔

۸۰: وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ (اور ہم مالک رہ جائیں گے ان چیزوں کے جو وہ کہتا ہے ہم اس سے دور کر دیں گے اس چیز کو جن کے پالینے کا آخرت میں یہ خیال کرتا ہے۔اور مراد وہ چیز ہے جو یہ کہتا ہے یعنی مال اور اولاد۔

وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا (یہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا)

فَرْدًا: یہ حال ہے یعنی بغیر مال اولاد کے آئے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ولقد جئتمونا فرادی [الانعام:۹۴] پس اس کا تمنا کرنا اور قسمیں اٹھانا کچھ کام نہ آئے گا۔

۸۱: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں) یعنی ان مشرکین نے بت بنائے ہوئے ہیں جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (تا کہ ان کو عزت حاصل ہو) یعنی وہ اپنے الٰہوں کے ذریعے عزت حاصل کریں۔اور وہ معبودان کیلئے سفارشی اور معاون بن جائیں اور وہ ان کو عذاب سے چھڑا لیں۔

معبودین کی بیزاری:

۸۲: كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ (ہرگز ایسا نہیں عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے) کلا یہاں ردعیہ ہے اور ان کے

ایمان کی تردید کیلئے آیا ہے ھم کی ضمیر آلھۃ کی طرف جارہی ہے کہ عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور اس سے ناواقفیت ظاہر کرتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو (۲) یہ ضمیر مشرکین کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی وہ اس بات سے انکار کردیں گے کہ انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا اور کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو یا مشرکین کو کہیں گے یعنی وہ اس بات کا انکار کریں گے کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے واللہ ربنا ما کنا مشرکین[الانعام:۲۳]

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (اور وہ ہونگے ان کے مخالف) یعنی وہ بت مشرکین کے خلاف جھگڑیں گے اللہ ان کو قوت گویائی دیں گے۔ ضدًّا (مخالف) کیونکہ اللہ ان کو بولنے کی طاقت دیں گے پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب ان لوگوں کو عذاب دے جنہوں نے ہماری عبادت کی۔ ضِدٌ کا لفظ جمع اور واحد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لھم عِزًّا کے مقابلے میں آیا ہے اور مراد عزت کی ضد یعنی ذلت ورسوائی ہے یعنی وہ ان کے مخالف ہونگے جس کا انہوں نے قصد کیا یعنی ان کے لئے ذلت کا باعث ہونگے عزت کا باعث نہ بنیں گے اگر سَيَكْفُرُوْنَ اور يَكُوْنُوْنَ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹائیں تو مطلب یہ ہوگا وہ مشرکین ان کے خلاف ہوجائیں گے یعنی انکا انکار کردیں گے۔ باوجود اس کے کہ وہ ان کی عبادت کرتے رہے۔

۸۳: پھر اپنے اس ارشاد سے اپنے پیغمبر کو تعجب دلایا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطان کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے یعنی ہم نے شیاطین اور ان کے درمیان دوستی بنا دی۔ یہ درحقیقت ارسلتُ البَعِیْر کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی اونٹ کو کھول دینا آزاد چھوڑ دینا ہے۔ (۲) اغوا کے ذریعے ان پر تسلط جمانا مراد ہے۔

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (وہ ان کو خوب ابھارتے ہیں) یعنی اغوا کے ذریعے گناہوں پر آمادہ کرتے ہیں الاَزّ اور الھزّ یہ دونوں ایک ہی قسم کے لفظ ہیں دونوں کا معنی بھڑکانا اور بہکا کر پیچھے لگانا آتا ہے۔

۸۴: فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا (آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں ہم یقیناً ان کے لئے گنتی رکھتے ہیں مکمل طور پر) جلدی نہ کرنے کا مطلب عذاب اور عذاب کے لانے میں جلدی ہے۔ اور نَعُدُّ لَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال بدلے کیلئے شمار کررہے ہیں۔ یا فناء کیلئے ان کے سانس گن رہے ہیں۔

نکتہ: ابن سماک نے یہ آیت مامون الرشید کے سامنے پڑھی تو اس نے کہا کہ جب سانس بھی گنتی کے ہیں اور اس کیلئے کوئی مدد بھی نہیں ہے یعنی اضافہ بھی نہیں ہے تو کتنی جلدی وہ ختم ہورہے ہیں اور ختم ہونے والے ہیں۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف اس حال میں چلائیں گے کہ وہ پیاسے ہوں گے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

کوئی شخص سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی۔

متقین کا اعزاز اور مجرمین کی ذلت:

۸۵،۸۶: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (اس دن کو یاد کرو جس روز ہم متقین کو رحمٰن کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے) اس حالت میں کہ وہ عمدہ قسم کی اونٹنیوں پر سوار ہونگے۔ جن کے کجاوے سونے کے اور ان کی مہاریں یاقوت وزبرجد کی ہونگی۔ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (اور مجرمین کو ہم دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔ سوق سے مراد ہے چوپائیوں کی طرح ہانک کر لے جانا کیونکہ وہ دنیا میں چوپائیوں سے بھی زیادہ گمراہ تھے اور وردًا کا معنی پیاسے کیونکہ جو آدمی گھاٹ پر وارد ہوتا ہے اس کو پیاس ہی گھاٹ پر لاتی ہے ورد کی حقیقت یہ ہے پانی کی طرف چلنا اس لئے جانے والوں کو وارد کہا جاتا ہے اور وفد جمع وافد کی ہے جیسے رکب جمع راکب کی ہے اور ورد جمع وارد کی ہے۔

نحو: یوم فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ یوم نحشر ہے اور نَسُوْقُ کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا معنی اذکر یوم نحشرھم (تم اس دن کو یاد کرو جب ہم ان کو جمع کریں گے) یہاں متقین کا تذکرہ اس طرح کیا کہ ان کو اپنے اس رب کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائیگا۔ جو اپنی رحمت سے ان کو ڈھانپ لے گا۔ جس طرح کہ بادشاہ کے پاس خیر سگالی وفد آتے ہیں اور کافروں سے اس طرح سلوک کیا جائے گا کہ ان کو آگ کی طرف لے جایا جائے گا گویا کہ وہ پیاسے اونٹ ہیں جن کو بطور تذلیل کے پانی کی طرف چلایا جائے۔

۸۷: لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ (وہ شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے)

نحو: یہ حال ہے واؤ کو اگر ضمیر قرار دیں تو عباد کی طرف لوٹے گی جس پر متقین مجرمین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کیونکہ بندے انہی دونوں قسموں پر مشتمل ہیں۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ جمع کی علامت ہو جیسا کہ اس مثال میں اکلونی البراغیث اور فاعل من اتخذ ہے کیونکہ وہ معناً جمع ہے۔ اور من اتخذ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ واؤ سے بدل ہے جو یملکون میں ہے۔ نمبر۳۔ فاعلیت کیوجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۴۔ حذف مضاف کی تقدیر پر منصوب ہے ای الا شفاعۃُ من اتخذ اور مقصود یہ ہے وہ اس بات کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے لئے سفارش کی جائے۔

اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مگر جس نے رحمان کے پاس اجازت لے لی ہے) اس طرح کہ وہ ایمان لایا۔ حدیث میں وارد ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ کان لہ عند اللہ عھد [طبرانی فی الکبیر] جس نے لا الہ کہا اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

اوران لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد اختیار کرلی ہے' البتہ تم نے بہت ہی سخت بات کہی قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ

اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد تجویز کی' اور رحمٰن کی شان کے لائق نہیں

أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ

کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔ جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب رحمٰن کے پاس بندگی اختیار کئے ہوئے حاضر ہوں گے ۔ اللہ نے

أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کیا ہے اوران سب کو اچھی طرح گن رکھا ہے اوران میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس تنہا آئے گا۔

ہاں عہد ہے۔

ایک روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا عاجز ہے تم میں سے ہر ایک کہ وہ ہر صبح اور ہر شام اللہ تعالیٰ کے ہاں عہد لے! صحابہ نے عرض کیا۔ یہ کس طرح ممکن ہے تو آپ نے فرمایا ہر صبح وشام وہ اس طرح کہے۔ **اللّٰھم فاطر السمٰوت والارض عالم الغیب والشھادۃ انی اعھد الیک بانی اشھد ان لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدًا عبدک ورسولک وانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عھدا توفّینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد۔** جب اس نے یہ کہہ لیا تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے (اخرجہ الثعلبی) اور اس کو عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی عرش کے نیچے سے ندا دیگا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے رحمان سے عہد لیا ہے پس انکو جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

نمبر۲۔ یہ اس محاورہ کے مطابق ہے **عَھِدَ الا میر الی فلان بکذا** جبکہ وہ کسی بات کا حکم دے دے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے اس کے ہاں کوئی شفاعت نہ کرے گا۔ مگر وہی جس کو شفاعت کا حکم اور اذن ملا۔ یہ مضمون تو **لا یشفع عندہ الا باذنہ** کے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننا بدترین حرکت ہے:

۸۸: **وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا** (اورانہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنالیا ہے) کہنے والے یہود ونصاری ہیں اور اسی طرح مشرکینِ عرب جنہوں نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔

۸۹: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (تم نے نہایت سخت حرکت کی ہے) یہاں غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اُنہیں یہ کہیں۔ اَلْاَدّ عجیب یا بڑا حادثہ اَلْاِدّۃ سختی اور کہتے ہیں ادّنی الامر کہ مجھے کام نے بوجھل کر دیا اور مجھ پر بہت گراں گزرا۔

۹۰: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ (قریب ہے کہ آسمان)۔

قراءت: نافع وعلی نے یاء سے پڑھا ہے۔ تکادُ قریب ہونے کے معنی میں ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ (وہ پھٹ جائیں) قراءت: بصری، شامی، حمزہ، خلف، ابوبکر نے نون سے پڑھا۔ انفطار یہ فطرۃٌ سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ التفطر یہ فطرۃٌ سے ہے جبکہ شققۃٌ اس کو پھاڑا جائے۔ مِنْهُ (اس سے) اس بات کی بڑھائی کی وجہ سے وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ (اور زمین پھٹ جائے) دھنس جائے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ (اور گر پڑیں پہاڑ) هَدًّا (ٹوٹ کر) ٹکڑے ہو کر، ریزہ ریزہ ہو کر۔ الهدة: (آسمان سے بجلی کی آواز)۔

نحو: یہ مصدر ہے ای تهدهُدًا وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں ان کی بات سن کر۔ نمبر۲۔ مفعول لہ ہے نمبر۳۔ حال ہے۔ اس حال میں کہ ریزہ ریزہ ہوں۔

۹۱: اَنْ دَعَوْا (اس بات سے کہ انہوں نے نسبت کی) اس لئے کہ انہوں نے انکا نام رکھا ہے۔

نحو: یہ منہ کی ھا سے بدل ہونے کی بنا پر محلِ جر میں ہے۔ نمبر۲۔ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے گویا خرور کی علت ھدًّا سے بیان کی۔ اور ریزہ ریزہ ہونا رحمان کیلئے اولاد تجویز کرنے کی بنا پر ہے۔

نمبر۲۔ ھدًّا کا فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے هدها دعا ؤهم للرحمان ولدًا ان کو ریزہ ریزہ کیا ان کے رحمان کی طرف بیٹے کی نسبت نے۔

۹۲: وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (اور رحمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اولاد اپنے لئے تجویز کرے) انبغی یہ بغٰی کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ اس کا معنی طلب کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلب شئی کے بعد اس شئی کے ہو جانے کی باری آتی ہے۔ اب اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد کا طالب بھی ہو۔ تب بھی اولاد اس کیلئے ممکن نہیں۔ اس کی اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا بنانا حاجت وجنسیت کو چاہتا ہے اور اس کی ذات ان دونوں باتوں سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نقص وعیب ہیں۔

نکتہ: رحمان کے لفظ کو بار بار دھرایا گیا تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ رحمان اکیلا ہی اس صفت کا حقدار ہے اور کوئی اس کا مستحق نہیں کیونکہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ وہی ہے اے انسان اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹا اور پھر دیکھ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے سب اس کا عطیہ ہے پس جنہوں نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی انہوں نے اس کو مخلوق کا حصہ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمان کا انکار کیا حالانکہ اس کا وہی اکیلا مستحق ہے۔

سب رحمٰن کے عاجز بندے:

۹۳: اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کیونکہ جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا فرما دے گا سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان

بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم

کر دیا تا کہ آپ اس کے ذریعہ متقین لوگوں کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں' اور ہم نے اس سے پہلے کتنے ہی گروہوں کو ہلاک

مِّن قَرْنٍ ۖ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

کر دیا' کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی کوئی آہٹ سنتے ہیں۔

الصف الثانی عشر

نحوی: مَنْ نکرہ موصوفہ ہے اس کی صفت فی السمٰوٰت والارض ہے اور کل کی خبر ہے۔

اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ (مگر وہ رحمان کے روبرو آنے والا ہے) نحوی: آتی و آتیہ واحد لائے گئے کیونکہ کُلّ کا لفظ واحد ہے۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے از اَتٰی یأتی اور اس کا معنی مستقبل والا ہے۔ ای یأتیہ وہ آئے گا۔

عَبْدًا (غلام ہوکر) یہ حال ہے عاجز، ذلیل، مطیع ہوکر مطلب یہ ہے جو بھی آسمانوں وزمین میں ہیں خواہ ملائکہ ہوں اور لوگ ہوں مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقراری بن کر آئیں گا۔ اور عبودیت اور بیٹا ہونا دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر باپ اپنے بیٹے کا خریداری سے مالک بن جائے تو خریدتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا۔ تمام مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ سے غلام وآقا والی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بعض تو بیٹے بن جائیں اور بعض غلام رہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آت الرحمان اصل کے مطابق پڑھا جیسا اضافت سے پہلے تھا۔

۹۴: لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار کر رکھا ہے گن کہ اور اس کا احاطہ کر رکھا ہے) اپنے علم سے ان کو محصور ومحیط کر رکھا ہے کہ کوئی شئی اس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں۔

۹۵: وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (اور قیامت کے دن ہر ایک اس کے پاس تنہا آئے گا) یعنی ان میں سے ہر ایک اکیلا آئے گا جب کہ اس کے پاس مال واولاد اور معین ومددگار نہ ہوگا۔

رحمٰن کی محبت:

۹۶: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے لئے) لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (محبت پیدا کر دے گا) اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیگا۔ ربیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور ان کو لوگوں کے ہاں محبوب بنا دیں گے۔

حدیث میں وارد ہے کہ مؤمن کی محبت ابرار کے دلوں میں ڈالتا ہے اور فجار کے دلوں میں انکار عب طاری کر دیتا ہے۔ قتادہ اور ھرم کہتے ہیں جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں کے دل اس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ کعب

کہتے ہیں بندے کی تعریف زمین میں اس وقت قائم رہتی ہے جب آسمان میں اس کی تعریف قائم و پختہ ہو جاتی ہے۔

۹۷: فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آسان کیا ہے) ہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا۔ بِلِسَانِكَ (آپ کی زبان میں) آپ کی لغت میں۔

بِهٖ : یہ حال ہے لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ (تا کہ آپ اس سے متقین کو خوشخبری سنائیں) متقین سے مؤمن مراد ہیں۔ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا (اور آپ ڈرائیں جھگڑالو قوم کو) جو باطل جھگڑے میں بڑے سخت ہیں جو کہ ہر جھگڑے اور اختلاف میں پڑے ہیں جدال ہو یا دکھلاوا۔ لُدًّا یہ اَلَدّ کی جمع ہے۔ مراد اس سے اہل مکہ ہیں۔

تخویفِ کفار:

۹۸: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کیا) اس میں اہل مکہ کیلئے تخویف و انذار ہے (کہ ان کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہئے) هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ (کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو) یعنی کیا تم پاتے ہو۔ نمبر۲۔ دیکھتے ہو نمبر۳۔ جانتے ہو۔ الاحساس حاسہ سے کسی چیز کو جاننا۔ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا یا (ان کی آہٹ سنتے ہو)۔

رِکزاً ہلکی آواز، الرکاز اسی سے ہے۔ یعنی جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو نظر آسکے۔ اور کوئی آواز باقی نہ تھی جو سنائی دے۔ مطلب یہ ہے تمام ہلاکت کے گھاٹ اتر گئے۔ پس انکا حشر بھی ایسا ہونے والا ہے اگر انہوں نے قرآن میں تدبر سے اعراض قائم رکھا۔ پھر انکا انجام ہلاکت ہی ہے۔ پس انکا معاملہ آپ پر گراں نہ گزرنا چاہیے۔

تمت ترجمة سورة مريم ثمانية عشر من رمضان ١٤٢٣ه من الهجرة يوم الاحد قبل الظهر والحمدلله على ذلك

سُوْرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّثَمَانِیْ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں ایک سو پینتیس آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰہٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ③ تَنْزِیْلًا

طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے جو ڈرتا ہو' یہ اس ذات کی طرف سے نازل

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ⑤ لَهٗ

کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا' وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر مستوی ہوا' اسی کے لئے ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور جو تحت الثریٰ ہے اور اگر آپ زور سے بات کریں

فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَی ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ⑧

تو بلاشبہ وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو اس سے زیادہ خفی ہو' اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

۱:طٰہٰ **قراءت:** طاء کو استعلاء کی وجہ سے تفخیم سے اور ھاء کو امالہ سے ابوعمرو نے پڑھا ہے۔حمزہ،علی،خلف وابوبکر نے دونوں میں امالہ کیا دیگر قراء نے دونوں میں تفخیم کی ہے۔

حسن ومجاہد ضحاک وعطاء کا جو قول مروی ہے کہ اس کا معنی یا رجل ہے۔اگر یہ قول صحیح ہے تو ظاہر ہے۔ورنہ حق بات وہی ہے جو ہم سورۂ بقرہ کی ابتداء میں رقم کر چکے فلیر اجع الیه۔

قرآن مشقت کے لئے نہیں اتارا:

۲:مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (ہم نے نہیں اتارا تم پر قرآن کو کہ) اگر طٰہٰ کو اسمائے حروف میں سے شمار کریں تو یہ ابتدائے کلام ہے۔اور اگر تم اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر اس کے متعلق خبر ہونے کا احتمال ہے اور وہ مبتدا کی جگہ میں ہے اور اس کا جواب بن جائے اور وہ قسم ہو۔القرآن کو ضمیر کی جگہ ظاہر لائے کیونکہ وہ قرآن ہے۔

لِتَشْقٰی (آپ تھک جائیں) ان پر بہت زیادہ افسوس کرتے ہوئے اور ان کے کفر پر افسوس کرتے ہوئے تھک جائیں۔ نمبر۲۔ان کے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے ہوئے تنگی محسوس کریں۔نمبر۳۔قیام لیل کی وجہ سے اپنے آپ کو تھکان پہنچائیں۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو نماز ادا کی یہاں تک کہ قدم مبارک سوج گئے اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا اپنا کچھ خیال کریں۔ نفس کا بھی آپ پر حق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اسلئے نہیں اتارا کہ آپ ﷺ اپنے نفس کو عبادت سے سخت سزا دیں۔ آپ کو میانہ روی والی حقیقت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

۳: اِلَّا تَذْكِرَةً (مگر ایسے شخص کی نصیحت کیلئے)

نحو: استثناء منقطع ہے ای لکن اَنْزَلْنَاهُ تَذْكِرَة (لیکن اس کو نصیحت کیلئے اتارا)۔ نمبر۲۔ یہ حال ہے۔ لِّمَنْ يَّخْشٰى (جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے) اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ نمبر۲۔ اس کیلئے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ خشیت اختیار کرلے گا۔

۴: تَنْزِيْلًا (یہ اتارا ہوا ہے)۔

نحو: یہ تذکرۃ سے بدل ہے۔ جبکہ اس کو حال قرار دیا جائے۔ نمبر۲۔ نزل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۴۔ یخشی کی وجہ سے اس کا مفعول بنکر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے انزلہ اللّٰہ تذکرۃ لمن یخشی تنزیل اللّٰہ۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس شخص کیلئے نصیحت بنایا جو اللہ تعالیٰ کی تنزیل سے ڈرنے والا ہے)۔

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ (اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین اور آسمان کو)

نحو: یہ تنزیلاً کے متعلق ہے جو اس کا صلہ ہے۔

الْعُلٰى (بلند) یہ العلیا کی جمع ہے۔ اور اعلیٰ کی تانیث ہے۔ آسمانوں کی صفت العلیٰ لا کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔

۵: اَلرَّحْمٰنُ (وہ بڑا مہربان ہے) یہ مدح کی وجہ سے مرفوع ہے ای ھو الرحمان۔ عَلَى الْعَرْشِ (عرش پر) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اسْتَوٰى (مستوی ہے) استیلاء کے معنی میں ہے جو زجاج سے مروی ہیں۔ عرش کا ذکر کر کے اس بات پر متنبہ کیا گیا کہ اس کا استیلاء دوسروں پر ہے۔ اس لئے کہ عرش اس کی مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے جب عرش پر استواء بادشاہی کے مترادف ہے تو اس کو ملک سے کنایہ قرار دیا اس لئے عرب کے لوگ کہتے ہیں استوی علی العرش ای ملك اگرچہ وہ چارپائی یا تخت پر بالکل نہ بیٹھا ہو اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ یدُ فلانٍ مَبسوطَةٌ یعنی وہ سخی ہے اگرچہ سرے سے اس کا ہاتھ ہو ہی نہ۔

استواء کے متعلق قول علی رضی اللہ عنہ:

اہل السنّت کا مسلک وہی ہے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ الاستواء غیر مجھول والکیفیۃ غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃٌ استواء محمول نہیں کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تھا جبکہ کوئی مکان نہیں تھا پس وہ اسی طرح ہے جیسا کہ مکان کی پیدائش سے پہلے تھا جس طرح تھا اس سے تبدیل نہیں ہوا۔

۶:لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی ہی کا ہے)

نحو: یہ خبر اور مبتدا ہے اور وما بینھما کا عطف مبتدا پر ہے۔

وَ مَا بَیْنَهُمَا (اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے) یعنی سارے کا سارا اس کی ملک ہے۔ وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی (اور جو کچھ ثریٰ کے نیچے ہے) یعنی جو سات زمینوں کے نیچے ہے۔ نمبر۲۔ ثریٰ سے مراد وہ چٹان ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

۷:وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ (اور اگر تم پکار کر بات کہو یعنی تم اپنی آواز کو بلند کرو) فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ (پس بے شک وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے) یعنی وہ بات جو تم بطور راز کے دوسرے سے کہو۔ وَاَخْفٰی (اور اس سے زیادہ مخفی بات کو بھی) اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو تیرے دل میں بطور خیالات کے آتی ہیں۔ یا وہ باتیں جن کو تم اپنے دل میں چھپاتے ہو یا جن میں تم راز داری کرو گے۔

کفار کے تقویٰ کی تردید:

۸:اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے سارے اچھے اچھے نام ہیں) یعنی وہ اپنی ذات کے لحاظ سے اکیلا ہے۔ اگرچہ اس کی صفات کی تعبیرات جدا جدا ہیں۔ اس آیت میں کفار کے اس مقولے کی تردید ہے کہ تم تو ہمیں کئی معبودوں کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ بات انہوں نے اسوقت کہی جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام سنے۔ الحسنیٰ یہ احسن کی تانیث ہے۔

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی ہے جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی

نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ

ہے ہوسکتا ہے کہ اس میں سے تمہارے لئے ایک شعلہ لے آؤں یا آگ پر راستہ بتانے والا کوئی شخص مل جائے' سو جب اس کے پاس آئے تو انہیں ندا دی گئی

يٰمُوْسٰٓى ۝١١ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٢

کہ اے موسیٰ بے شک میں تمہارا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار دو بے شک تم ایک پاک میدان یعنی طوٰی میں ہو'

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝١٣ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ

اور میں نے تمہیں منتخب کرلیا ہے سو جو کچھ تمہاری طرف وحی کی جارہی ہے اسے سن لو۔ بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے

الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝١٤ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ۝١٥

نماز قائم کرو' بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تاکہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دے دیا جائے۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝١٦ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ

سو جو شخص اس پر ایمان نہ لائے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرے وہ تمہیں اس سے نہ روک دے ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے' اور اے موسیٰ وہ تمہارے دائیں ہاتھ میں

يٰمُوْسٰى ۝١٧ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ

کیا ہے عرض کیا وہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام

اُخْرٰى ۝١٨ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝١٩ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝٢٠ قَالَ خُذْهَا وَلَا

ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو سو انہوں نے اس کو ڈال دیا۔ سو وہ اچانک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ۔ فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو

تَخَفْ ۣ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝٢١ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ

مت۔ ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں لے لو وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر

غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝٢٢ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرَى ۝٢٣ ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝٢٤ ع ۱ ۱۰

نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ تاکہ ہم تم کو بڑی نشانیوں میں بعض نشانیاں دکھلائیں۔ تم فرعون کی طرف چلے جاؤ' بلاشبہ وہ سرکشی اختیار کئے ہوئے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ:

۹: وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی خبر پہنچی) هَلْ یہاں قَدْ کے معنی میں ہے اور حدیث کا معنی خبر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یہاں آپ کو خطاب کرنے کے بعد اس لئے سنایا تا کہ نبوت کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنی اور ناپسندیدہ باتوں کے پیش آنے کی صورت میں صبر کرنے میں آپ ان کے طرز عمل کو سامنے رکھیں تا کہ آپ اسی طرح بلند مرتبہ پائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے پایا۔

واقعۂ طور اور نبوت کا ملنا:

۱۰: اِذْ رَاٰ نَارًا (جبکہ انہوں نے آگ دیکھی) اذ مضمر کا ظرف ہے ای حین رای نارًا کان کیت و کیت جب انہوں نے آگ دیکھی تو معاملہ ایسا ایسا تھا۔ (۲) اذکر محذوف کا مفعول بہ ہے۔ روایت تفصیلیہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعیب علیہ السلام سے والدہ کی خدمت میں جانے کی اجازت طلب کی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چل دیے راستہ میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ایک ایسی رات میں ہوئی جو اندھیری اور برفانی تھی اور آپ راستہ میں بھی بھول گئے اور جانور بھی آپ کے منتشر ہو گئے۔ آپ کے پاس پانی بھی نہیں تھا۔ آپ نے چقماق جلایا مگر اس کی ضرب بے فائدہ گئی۔ اسی دوران آپ نے یہ آگ دیکھی جو ان کے اپنے خیال میں تو اس وقت آگ تھی اور حقیقت میں وہ نور تھا۔

فَقَالَ لِاَهْلِهِ (پس اپنی بیوی سے آپ نے کہا) امْكُثُوْٓا (تم ٹھہرو) یعنی اپنی اسی جگہ میں اقامت اختیار کرو۔ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (میں نے آگ دیکھی ہے) ایناس اصل میں کسی چیز کو اس طرح دیکھنا کہ جس سے آدمی مانوس ہو جائے۔ لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا (شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کچھ لے آؤں) آپ نے معاملے کی بنیاد یہاں رجاء اور امید پر رکھی۔ تا کہ کہیں ایسے وعدے کی نوبت نہ آجائے کہ جس میں وفا کا یقین نہ ہو۔ بِقَبَسٍ (ایک شعلہ) لکڑی کے سر پر آگ کا تھوڑا سا شعلہ یا ڈیوٹ انگارہ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (یا آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھے مل جائے)

نحو: هدی سے یہاں ذوی هدی مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگ مل جائیں جو راستے کی طرف میری راہنمائی کر دیں اور علی النار میں استعلاء کا معنی ظاہر کرتا ہے کہ آگ والوں کا اس سے قریبی مکان پر غلبہ ہوگا۔

۱۱: فَلَمَّآ اَتٰىهَا (جب آگ کے پاس آپ پہنچے) ھا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ آپ نے آگ کو سفید پایا جو ایک سبز رنگ کے درخت سے نیچے سے لے کر اوپر تک بھڑک رہی تھی۔ اور وہ درخت عناب کا تھا یا عوسج کا درخت تھا۔ عوسج ایک کانٹے دار جھاڑی ہے۔ آپ نے اس کے پاس کسی شخص کو نہ پایا۔ روایت میں ہے کہ جب اس آگ کی طلب میں آگے بڑھتے تو وہ آگ ان سے دور ہوتی اور جب چھوڑ دیتے تو وہ ان کے قریب ہوتی پس اس جگہ۔ نُوْدِيَ (موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی)۔ يٰمُوْسٰٓى (اے موسیٰ)۔

۱۲: اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ (میں تمہارا رب ہوں) اِنی ہمزہ مقصورہ کے ساتھ یعنی آواز دے کر یہ کہا گیا یموسیٰ انی اور اس لئے بھی کہ ندا قول ہی کی قسم میں سے ہے اس لئے قول والا معاملہ کیا گیا کیونکہ قال کے بعد اِنَّ آتا ہے۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے اَنِّیْ پڑھا ہے۔اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے نُوْدِیَ بِاَنِّی اَنَا رَبُّكَ یعنی آواز دی گئی اس لئے کہ میں تمہارا رب ہوں اَنَا مبتدا ہے یا تاکید ہے۔یا ضمیر فصل ہے۔اور ضمیر کو دوبارہ معرفہ کی تحقیق اور ازالۂ شبہ کیلئے لایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب آواز دی گئی یا موسیٰ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی من المتکلم؟ اس پر اللہ نے فرمایا انا ربك پس اس سے انہوں نے پہچانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس لئے کہ انہوں نے اس کو اپنی شش جہات سے سنا اور اپنے تمام اعضاء سے سنا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (تم اپنے دونوں جوتے اتار دو) ان جوتوں کو اتار دو تاکہ تمہارے دونوں قدموں کو مقدس وادی کی برکت پہنچے۔یہ مجاہد کا قول ہے۔(۲) اس لئے کہ وہ دونوں جوتے گدھے کی غیر مدبوغ کھال کے بنے ہوئے تھے۔(۳) ننگے پاؤں ہونا اللہ کی بارگاہ میں تواضع کی علامت تھی۔اور اسی لئے ہی سلف صالحین بیت اللہ کا طواف ننگے پاؤں کرتے ہیں اور قرآن کی دلالت بھی اسی بات پر ہے۔کہ یہ جوتوں کا اتارنا اس مقام کے احترام اور تعظیم کیلئے تھا۔پس آپ نے جوتے اتار کر وادی کے پیچھے پھینک دیئے۔

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (بیشک تم طوی کی مقدس وادی میں ہو) مقدس کا معنی مطہر یا مبارک۔طوٰی جہاں تنوین سے آئے تو یہ وادی کا نام ہے۔اور یہ وادی مقدس سے بدل ہے۔شامی اور کوفی نے تنوین سے پڑھا۔دیگر قراء نے بغیر تنوین کے پڑھا۔اور انہوں نے بقیہ کی تاویل کی اور ابوزید نے طاء کے کسرہ اور تنوین کے بغیر پڑھا۔

۱۳: وَاَنَا اخْتَرْتُكَ (اور میں نے تم کو پسند کرلیا ہے) یعنی نبوت کیلئے چن لیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے اِنَّا اِخْتَرْنَاكَ پڑھا ہے۔

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا جارہا ہے اس کو غور سے سن لو) یوحی ای الیك۔فاستمع للذی یوحی پس تم کان لگاؤ اس کو جو وحی کی گئی یا فاستمع للوحی وحی کو غور سے سنو۔لما کی لام استمع کے متعلق ہے یا اخترتك کے متعلق ہے۔

۱۴: اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو) یعنی مجھے اکیلا جان کر میری طاعت کرو۔وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو) تاکہ تم مجھے نماز میں یاد کرو کیونکہ نماز اذکار پر مشتمل ہے۔(۲) نماز کو قائم کرو اس لئے کہ میں نے اس کا تذکرہ نماز میں کردیا اور اس کا حکم دیا (۳) تاکہ میں تمہارا تذکرہ مدح اور ثناء کے ساتھ کروں (۴) یہ خاص میری یاد کیلئے کہ اس میں غیر کے ذکر کی ملاوٹ نہ ہو۔(۵) تاکہ تو مجھے یاد کرنے والا بن جائے نہ کہ بھولنے والا۔(۶) میری یاد کے اوقات میں نماز کو قائم کرو اور اوقات سے مراد وہ نمازوں کے اوقات ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتا [النساء:۱۰۳]

مَسْئَلَة: اس آیت کو نماز کے بھول جانے کے بعد یاد آنے پر بھی محمول کیا گیا مگر یہ مفہوم اس وقت درست ہوسکتا ہے جبکہ مضاف کو حذف مانا جائے۔تقدیر اس طرح ہوگی ای لِذِكْرِ الصَّلٰوة اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ توحید کے بعد سب

سے بڑا فریضہ نماز ہے۔

۱۵: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ (بیشک قیامت آنے والی ہے) بہرصورت۔ اَكَادُ اُخْفِيْهَا (میں اس کے وقت مقررہ کو پوشیدہ رکھوں گا) اَكَادَ کا معنی اُرِيْدُ ہے (میں چاہتا ہوں) یہ اخفش سے مروی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صلہ ہے ایک قول یہ ہے کہ اخفیھا اضداد میں سے ہے اس کا معنی جبکہ خفی یخفی (ض) سے ہوتو تو اظھرھا ہے یعنی میں اس کو ظاہر کرنے والا ہوں۔ یا چھپانے والا ہوں۔ پس میں نہیں کہوں گا کہ وہ آنے والی ہے کیونکہ میرا ارادہ اس کو چھپانے کا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا جو اس کے آنے کے متعلق اطلاعات میں موجود رہے اس کے ساتھ ساتھ کہ اس کے وقت میں حکمت کی وجہ سے عموم ہی اختیار کیا گیا ہے۔ عموم یہ کہ وہ نہیں جانتے کہ کب وہ قائم ہوگی پھر اس صورت میں وہ میری خبر کی بنا پر خوف زدہ رہیں گے۔

لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (تا کہ ہر نفس کو بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی) اس کی کوشش خواہ وہ خیر سے ہو یا شر سے یہ جملہ حکم عبادت کی علت یا جملہ مستانفہ یا معترضہ ہے۔ (مترجم)

۱۶: فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا (پس تم کو نہ پھیر دے قیامت سے) نمبر۱۔ قیامت کیلئے اعمال کرنے سے تمہیں نہ روک دے۔ نمبر۲۔ نماز قائم کرنے سے نہ روک دے۔ نمبر۳۔ قیامت پر ایمان سے نہ روک دے۔ اس میں خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے۔ اور مراد اس سے ان کی امت ہے۔ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا (وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتا) جو اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے) اس کے حکم کی مخالفت میں فَتَرْدٰى (پس تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے)۔

۱۷: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے)۔

نحو: ما مبتدا اور تلك اس کی خبر ہے۔ اور تلك اگرچہ اشارہ بعید ہے مگر یہاں هذه کے معنی میں ہے۔ بیمینك یہ حال ہے۔ اس میں اشارہ کا معنی عامل ہے۔ ای قارّة یا ماخوذة بیمینك نمبر۲۔ تلك موصول ہے۔ اس کا صلہ بیمنیك ہے۔ اور سوال اس لئے کیا تا کہ متنبہ ہوں اور معجزے کا اظہار اس کے متعلق خوب پختگی کے بعد ہو کہ میں اندھیرے میں کہیں اکڑا ہوا سانپ تو نہیں اٹھا لایا۔ نمبر۲۔ عادی بنانے کیلئے تا کہ اس کے بدلنے سے وہ نہ گھبرائیں نمبر۳۔ مانوس کرنے کیلئے اور مکالمہ کی مصیبت کو زائل کرنے کیلئے۔

۱۸: قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا (کہا یہ میری لاٹھی ہے اس سے ٹیک لگاتا ہوں) یعنی جب میں تھک جاتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں۔ یا جب میں گلے کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں اور جب اترتا ہوں تب بھی اس سے سہارا لیتا ہوں۔ وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (اور اس کے ذریعے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں) درختوں کے پتے اپنی بکریوں کیلئے جھاڑتا ہوں تا کہ وہ اس کو کھائیں۔

وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (اور میری اس سے اور ضرورتیں بھی وابستہ ہیں)

قراءت: حفص نے وَلِيَ فيها پڑھا ہے۔ مأرب جمع مأربة تینوں حرکات کے ساتھ اس کا معنی ضرورت۔ اخرٰی میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اُخر ہو۔ اخری جماعت کا لحاظ کر کے کہا ہے یا آیت کے چلاؤ کی وجہ سے جیسے الکبرٰی۔ جب موسیٰ علیہ السلام

نے بعض کو بطور شکریہ کے ذکر کر دیا تو حیاء مطوالت سے بچتے ہوئے باقی نعمتوں کو مجمل کر دیا۔ یا اس لئے تا کہ اللہ ان سے پوچھیں تو اس میں عظمت اور بڑھ جائے۔ دوسرے کام مندرجہ ذیل تھے۔ آپ اس سے جانوروں کو چلاتے اور دشمنوں اور درندوں سے اس کے ذریعے مقابلہ کرتے۔ اور وہ رسّی باندھ لینے سے رسّی کنویں کی لمبائی کے مطابق لمبی ہو جاتی۔ اور اس کے دونوں کناروں پر ڈول لٹکائے جاسکتے اور رات کو اس کے دونوں کنارے دو شمعیں بن جاتے اور وہ آپ کے زادِراہ کو کندھے پر رکھنے کا ذریعہ بنتا۔ اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پسندیدہ پھل والا درخت بن جاتا اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پانی کا چشمہ اس سے پھوٹ پڑتا جب اکھاڑ لیتے کو خشک ہو جاتا۔ اور کیڑوں مکوڑوں سے وہ ان کی حفاظت کرتا۔ اور آپ سے باتیں کرتا جواب میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اضافۂ نعمت پر شکریہ کو شمار کرنے کے لئے تھا۔ یا اس بنا پر کہ وہ ایک سوال کا جواب تھا کیونکہ جب انہوں نے کہا وہ میری لاٹھی ہے تو ان کو کہا گیا تم اس سے کیا کرتے ہو تو وہ اس کے منافع شمار کرنے لگے۔

۱۹: قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ اس کو پھینک دو) تم اپنی لاٹھی پھینک دو کہ اس سے تم فارغ ہو جاؤ جس پر تم سہارا لیتے ہو۔ اب تمہیں سکون ہماری ہی ذات سے ہوگا اور تم اس کے حقیقی فائدے دیکھو گے۔ پس مقاصد میں پھر تمہیں ہم پر اعتماد ہوگا۔

۲۰: فَاَلْقٰهَا (تو انہوں نے اس کو پھینک دیا) فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (دیکھتے کہ وہ لاٹھی ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے) یعنی تیزی سے چل رہا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بڑا سانپ بن گیا۔ جو چٹانوں اور درختوں کو نگلتا جا رہا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ہر چیز نگلتے دیکھا تو خوف زدہ ہوئے یہاں اس کو حیۃ سے اور دوسرے مقام پر ثعبان سے جبکہ وہ اژدہا کو کہتے ہیں اور تیسرے مقام پر جان سے تعبیر کیا جو باریک سانپ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیۃ اسم جنس ہے اس کا اطلاق مذکر مونث چھوٹے بڑے سب پر آتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے اس نے باریک سانپ کی شکل اختیار کی ہو پھر اس کا جسم بڑھتے بڑھتے اژدہا بن گیا۔ پس جانّ بول کر پہلی حالت مراد لی گئی اور ثعبان بول کر آخری حالت مراد لی گئی یا ایک قول یہ ہے کہ وہ جسامت میں اژدہا تھا اور تیزی میں جان تھا۔ ایک قول یہ ہے اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

۲۱: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (کہا اس کو پکڑ و اور کچھ اندیشہ نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ پکڑ و اور ڈر نہیں ان کا خوف اس طرح دور ہو گیا کہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دیا اور اس کے دونوں جبڑوں سے پکڑ لیا سَنُعِيْدُهَا (عنقریب ہم اس کو لوٹا دیں گے) سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (اس کی پہلی حالت میں) الاولی اول کی مؤنث ہے اور سیرت اس حالت کو کہتے ہیں جس پر انسان ہو خواہ کسبی ہو خواہ طبعی ہو یہ اصل میں سیر سے فعلۃ کا وزن ہے۔ جیسے رکبۃ رکوب سے ہے پھر حالت اور طریقہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ظرفیت کی بنا پر یہ منصوب ہے ای سنعیدها فی طریقتها فالاولٰی یہاں طریقہ بمعنی اس حال کے ہے۔ جس پر وہ لاٹھی تھی اور مطلب یہ ہے ہم اس کو عصا کی صورت میں لوٹا دیں گے جیسا کہ پہلے تھی موسیٰ علیہ السلام کو مخاطبت کے وقت یہ دکھائی گئی تا کہ اس سے وہ گھبرائیں نہیں۔ جبکہ وہ فرعون کے پاس سانپ بن جائے۔

۲۲: وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ (اور ملاؤ تم اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بازو کے ساتھ) پھر دوسری آیت کے بارے میں متنبہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے کام کو آسان فرمایئے' اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے

یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾

تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھیں' اور میرے لئے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنادیجئے یعنی میرے بھائی ہارون کو' ان کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کردیجئے

وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾

اور انہیں میرے کام میں شریک کردیجئے تاکہ ہم کثرت سے آپ کی پاکی بیان کریں اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں۔ بلاشبہ آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ﴿۳۶﴾

فرمایا اے موسیٰ تمہاری درخواست منظور کرلی گئی۔

کرتے ہوئے فرمایا۔ واضمم یدك الی جناحك ملاؤ تم اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو کے ساتھ یعنی اپنے پہلو کی طرف بازو کے نیچے۔ انسان کے دونوں بازو دونوں طرفین ہیں۔ اور اصل جو ہے مستعار منہ پرندے کے دو بازو ہیں۔ ان کو جناح کہا گیا کیونکہ اڑنے کے وقت وہ ان کو ہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو اپنے بازو کے نیچے داخل کرو

تَخْرُجْ بَیْضَآءَ (وہ سفید ہوکر نکلے گا) مطلب یہ ہے کہ اس کی شعائیں سورج کی شعاؤں کی طرح آنکھوں کو ڈھانپ لیں گی۔ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ (برص وغیرہ کی بیماری کے بغیر) اٰیَةً اُخْرٰی (یہ ایک اور نشانی ہے) آپ کی نبوت کی صداقت پر۔

نحو: بیضاء اور آیة یہ دونوں اکھٹے حال ہیں۔ مِن بیضاء کا صلہ ہے جیسے کہتے ہیں ابیضت من غیر سوءٍ اور یہ بھی درست ہے کہ آیت کا نصب فعل محذوف کی وجہ سے ہو۔ لام جس کے متعلق ہو۔

۲۳: لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰی (تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں) یعنی یہ نشانی بھی لو اس کے بعد کہ لاٹھی کو سانپ بنایا گیا۔ تاکہ ہم ان آیات کے ساتھ اور بعض بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر۲۔ تاکہ آپ کو ان دونوں کے ذریعہ ہماری آیات میں سے بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر۳۔ یا معنی یہ ہے ہم نے یہ کیا تاکہ تمہیں اپنی بڑی آیات دکھائیں۔

۲۴: اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (تو فرعون کے پاس جا بیشک وہ سرکش ہوگیا) عبودیت کی حد سے تجاوز کرکے ربوبیت کے دعویٰ کی طرف بڑھ گیا۔

۲۵: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سرکش فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا اور ان سے انہوں نے سمجھ لیا کہ ان پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جس کے لئے وسیع سینہ کی ضرورت ہے جس میں خوب قوت برداشت ہو۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (کہا اے میرے رب تو میرے لئے میرے سینے کو کھول دے) اس کو وسیع کردے تاکہ وحی دیگر مشقتوں کو برداشت کرے۔ اور فرعون

اوراس کے لشکر کی بدسلوکی کوسہہ سکے۔

۲۶: وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ (اورمیرے لئے میرے معاملے کوآسان کردے) رسالت کا پیغام جس کے فرعون تک پہنچانے کا مجھے حکم ملا ہے اس کو مجھ پر آسان کردے۔

نکتہ: اوراشرح لی صدری میں اشرح صدری کی نسبت زیادہ تاکید ہے کیونکہ اس میں ایک ہی معنی کا تکرار اجمال وتفصیل دونوں طریقوں سے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اشرح لی ویسرلی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مشروح ومیسر ہے پھر ابہام کو صدر اور امر کا ذکر کرکے رفع کردیا۔

۲۷: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (اورمیری زبان کی گرہ کھول دے) احلل کا معنی کھولنا آتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی اس انگارے کی وجہ سے جس کو اپنی زبان پر بچپن میں رکھ لیا تھا۔ اوراس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ یہ بچپن کا زمانہ تھا۔ فرعون نے قتل کروانے کا ارادہ کیا اس پر آسیہ نے کہا یہ بچہ بے سمجھ ہے اے بادشاہ! اگر چاہیں تو تجربہ کرلیں۔ دو تھال منگوائے گئے ایک میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں یاقوت سرخ۔ وہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ آپ نے یواقیت کا قصد کیا فرشتے نے آپکا ہاتھ آگ کی طرف پھیر دیا۔ آپ نے ایک کوئلہ اٹھا کر زبان پر رکھ لیا۔ جس سے زبان جل گئی اوراس میں لکنت پیدا ہوگئی ایک روایت میں یہ ہے کہ موسیٰ کا ہاتھ جل گیا فرعون نے اس کے علاج کی بہت تگ ودو کی مگر درست نہ ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دعوت دی تو فرعون نے کہا تو مجھے کس رب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اس رب کی طرف جس نے میرا ہاتھ درست کیا جس کے علاج سے تو عاجز رہا۔

نحو: من لسانی یہ عقدة کی صفت ہے۔ گویا اس طرح کہا: عقدة من عقد لسانی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان میں لکنت باقی رہی اس کا کچھ حصہ زائل ہوا۔ مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ وہ گرہ مکمل طور پر ختم ہوگئی۔

۲۸: یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں) تیری رسالت کا پیغام پہنچانے کے وقت۔

۲۹: واجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا (اورمیرے لے مددگار مقرر فرما) ایسا پشت پناہ جس پر میں اعتماد کرسکوں۔

اللغة وزیرا یہ الوزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی بوجھ ہے وزیر کو اسلئے وزیر کہتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ سے بوجھ اور مشقتیں اٹھاتا ہے۔ نمبر۲۔ الوَزَر سے ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے کیونکہ بادشاہ اس کی رائے سے مضبوطی حاصل کرتا ہے اور اپنے معاملات میں اس کی پناہ حاصل کرتا اوراس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ نمبر۳۔ مددگار۔ اس صورت میں یہ الموازرة سے لیا گیا۔ یہ باب مفاعلہ ہے جس کا معنی باہم مدد کرنا۔

نحو: اجعل کا مفعول اول وزیر ہے اور دوسرا مفعول من اهلی ہے۔ نمبر۲: لِیْ وزیرًا یہ دونوں مفعول ہیں۔ مِنْ اَهْلِیْ (میرے اہل ہیں)۔

۳۰: هٰرُوْنَ یہ وزیر کا عطف بیان ہے۔ اور اَخِی یہ بدل یا عطف بیان ثانی ہے۔ نمبر۳۔ وزیرًا اور هارون یہ دونوں مفعول ہیں

دوسرے کواول پر مقدم اس لئے کیا تا کہ وزارت کے معاملہ کی اہمیت معلوم ہو۔

۳۱: اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ (اس سے تو مضبوط کر میری کمر کو) میری پشت کو اس سے مضبوط کر دے۔ نمبر۲۔ الازر قوت کو کہا جاتا ہے یعنی میری قوت مضبوط کر دے۔

۳۲: وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ (اور اس کو میرے اس کام میں شریک کر دے) اس کو میری نبوت ورسالت میں شریک بنا۔

قراءت: شانی نے أَشْدُدْ و اُشْرِكْهُ کو نفس حکایت کے طور پر جواب قرار دیکر پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے دعا اور سوال کے طور پڑھا۔

۳۳: كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا (تا کہ ہم تیری کثرت سے تسبیح بیان کریں) تیرے لئے نماز پڑھیں اور تسبیح کرتے ہوئے تیری پاکیزگی بیان کریں۔

۳۴: وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا (اور تیری بہت یاد کریں) نمازوں میں اور نمازوں سے باہر۔

۳۵: اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا (بیشک تو ہمیں دیکھنے والا ہے) ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا جواب مرحمت فرمایا:

۳۶: قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی (کہا اے موسیٰ تمہارا سوال تمہیں دیدیا گیا) جو تم نے مانگا وہ عنایت کر دیا گیا۔

اللغة: السُّول طلب کو کہا جاتا ہے اس کا وزن فعل ہے اور بمعنی مفعول ہے جیسا کہ خبز بمعنی مخبوز آتا ہے۔ (اکل بمعنی ماکول)

قراءت: ابوعمرو نے سولك کو بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ

اور اے موسیٰ ہم نے تم پر ایک مرتبہ اور بھی احسان کیا' جبکہ ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جو انہیں بتائی جا رہی تھی۔ وہ یہ کہ تم اسے ایک صندوق میں

فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي

رکھ دو' پھر اس صندوق کو سمندر میں ڈال دو' پھر سمندر اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ اس وقت اسے وہ شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے

وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ

اور اس کا بھی' اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن چلتی ہوئی آئی

وقف لازم

فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

پھر وہ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسا خاندان نہ بتادوں جو اس کی پرورش کا ذمہ دار ہو جائے' پھر ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ

اور تم نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا پھر ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں مختوں میں ڈالا پھر تم اہل مدین میں کئی سال

مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿٤٠﴾

رہے پھر تم اے موسیٰ ایک خاص وقت پر چلے آئے۔

۳۷: وَلَقَدْ مَنَنَّا (اور ہم احسان کر چکے) انعام کر چکے عَلَيْكَ مَرَّةً (تم پر ایک مرتبہ) ایک بار أُخْرَىٰ (دوسری) اس سے پہلے۔ اس کی وضاحت فرمائی۔

ولادت کے وقت احسانات کا تذکرہ:

۳۸: إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ (جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات بتلائی جو الہام سے بتانے کی تھی) وحی کا معنی یہاں الہام ہے۔ نمبر۲۔ خواب۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ فرعون تیرے ہم مثلوں کو قتل کر رہا تھا۔ إِذْ یہ مننا کا ظرف ہے۔ پھر ما یوحیٰ کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔

۳۹: أَنِ اقْذِفِيهِ (اس کو تو رکھ) ڈال دو فِي التَّابُوتِ (صندوق میں) ان مفسرہ ہے کیونکہ وحی یہاں قول کے معنی میں ہے۔ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ (پھر اس کو ڈال دو دریا میں) یعنی دریائے نیل میں۔ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ (پس موسیٰ کو دریا کنارے پر لے آئے گا)۔

اللغۃ: الساحل۔ جانب کو کہتے ہیں اس کو ساحل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پانی اس کو چھیلتا ہے۔

نکتہ: امر کا صیغہ ماقبل کی مناسبت سے لایا گیا مگر وہ خبر کے معنی میں ہے۔یعنی یلقیه الیم بالساحل ۔دریا اس کو ساحل پر لا ڈالے گا۔یَاْ خُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (اس کو ایسا شخص لے لے گا۔جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے) مراد اس سے فرعون ہے اور تمام ضمائر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔بعض ضمائر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔بعض ضمائر کو موسیٰ علیہ السلام اور بعض کو تابوت کی طرف لوٹانے سے نظم میں تنافر پیدا ہوتا ہے۔اگر چہ مقذوف فی البحر اور الملقی الی الساحل تابوت ہی ہے۔لیکن تابوت کے اندر تو موسیٰ علیہ السلام ہیں (اور اصل مقصود وہی ہیں)

روایت میں ہے کہ تابوت میں دھنکی ہوئی روئی رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھا گیا تھا اور صندوقچہ کو تارکول لگائی گئی تھی پھر اس کو دریا کے حوالہ کیا گیا تھا۔دریائے نیل کی ایک بڑی نہر فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی۔فرعون اپنے باغ میں ایک تالاب کے کنارے آسیہ ملکہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک صندوقچہ پر نظر پڑی۔فرعون نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔اس کو نکال کر کھولا گیا ایک خوبصورت بچہ پایا۔جس کا چہرہ جمال وصباحت سے مزین تھا۔فرعون کو دیکھتے ہی اس بچہ سے شدید محبت پیدا ہوگئی اس بات کو اس ارشاد میں ذکر کیا گیا۔

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ (میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی) مِنّی یہ اَلْقَیْتُ کے متعلق ہے۔مطلب یہ ہوا میں نے تمہیں محبوب بنالیا۔اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں دل بھی اسی کو چاہتے ہیں۔پس ان کو جو کوئی دیکھتا وہ ان سے محبت کرنے لگتا۔قتادہؓ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس قدر ملاحت تھی کہ جو بھی ان کو دیکھتا ان سے محبت کرنے لگتا۔

وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ (تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ) وَلِتَصْنَعَ کا عطف محذوف پر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے والقیت علیك محبة لتحب ولتصنع میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تا کہ تجھے محبوب بنایا جائے اور تیری پرورش کی جائے۔علی عینی ہماری نگرانی میں تمہاری تربیت ہو۔اور یہ اصل میں صنع الفرس سے لیا گیا۔اچھی دیکھ بھال کی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری نگرانی اور نگہبانی کرنے والے ہیں جس طرح کوئی آدمی اس چیز کی نگرانی کرتا ہے جس کی طرف خاص متوجہ ہو۔ولتصنعَ لام کے سکون اور جزم سے مراد یہ ہے کہ یہ امر ہے۔

۴۰: اِذْ تَمْشِیْ (جب چلتی ہوئی آئی) یہ اِذْ اوحینا سے بدل ہے کیونکہ بہن کا چل کر آنا یہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر احسان تھا۔اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ (تمہاری بہن۔پس وہ کہہ رہی تھی کیا میں تم کو ایسی عورت کا پتہ بتادوں جو اس کو پالے) روایت میں ہے کہ ان کی بہن مریم ان کی اطلاع معلوم کرنے کیلئے آئیں تو اس کا سامنا ایسے لوگوں سے ہوگیا جو ایسی دودھ پلانے والی عورت ڈھونڈ رہے تھے۔جس کے دودھ کو وہ بچہ قبول کرلے۔اب تک موسیٰ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا تھا۔موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ تمہیں ایسے لوگ نہ بتلادوں جو اپنے ہاں رکھ کر اس کی تربیت کریں اور اس سے ان کی مراد دودھ پلانے والی عورت تھی۔

وجہ: فعل کو مذکر لانا مَنْ کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔انہوں نے مریم کی بات سن کر ہاں میں جواب دیا۔اور اس کو مرضع کے بلوا لانے کا حکم دیا۔وہ اپنی والدہ کو لے آئیں۔موسیٰ علیہ السلام نے دودھ کو قبول کرلیا۔اسی بات کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

فَرَجَعْنٰكَ پس ہم نے تمہیں لوٹا دیا۔اِلٰٓى اُمِّكَ (تمہاری ماں کی طرف۔) جیسا کہ ہم نے اس کا وعدہ اپنے اس قول سے کیا۔انا رادوہ الیك۔ [القصص:۷] كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو) تمہارے اس کے ہاں قیام کی وجہ سے۔وَلَا تَحْزَنَ (اور وہ غمگین نہ ہو) تمہاری جدائی پر۔

قبطی کا قتل اور پھر مدین جانا:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا (اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا) ایک قبطی کافر کو۔فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ (پس ہم نے تمہیں غم سے نجات دی) یعنی قصاص سے۔دوسرا قول یہ ہے الغم کا لفظ لغت قریش میں قتل کے معنی میں آتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے آپ کو قتل پر اللہ تعالیٰ کی سزا کے خوف کا غم طاری تھا۔اور فرعون کے قصاص لینے کا بھی غم تھا۔اللہ تعالیٰ نے تو ان کے استغفار کی وجہ سے بخش دیا۔استغفار اس طرح تھا قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی اور فرعون سے بچا کر مدین میں پہنچا دیا۔وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (اور تمہیں آزمایا آزمانا) ہم نے تمہاری اس طرح آزمائش کی کہ تمہیں مشقتوں میں ڈالا اور پھر ان سے نکالا۔

اللغة: الفتون یہ القعود کی طرح مصدر ہے نمبر۲۔یہ فتنة کی جمع ہے۔ای فتناك ضروبًا من الفتن اور الفتنة مشقت کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائے وہ فتنہ ہے۔جیسا کہ اس آیت میں ہے ونبلونكم بالشروا لخير فتنة [الانبیاء:۳۵]

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ (پس تم ٹھہرے کئی سال اہل مدین میں) یہ مدین شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔یہ مصر سے آٹھ مراحل پر واقع ہے۔بقول وہب کے شعیب علیہ السلام کے پاس ۲۸ سال ٹھہرے۔دس سال تو اپنی بیوی صفوراء کا مہر تھا۔اور ۱۸ سال اس کے بعد ان کے ہاں قیام کیا یہاں تک کہ ان کے ہاں اولاد ہوگئی۔ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى (پھر تم ایک خاص وقت پر آئے) وعدہ کا وقت اور وہ مقدار جو رسالت کیلئے مقدر تھی۔وہ چالیس سال کی عمر تھی۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ

اور میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کرلیا　تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا'　تم دونوں فرعون کی طرف

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ

چلے جاؤ' بے شک وہ سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں'　پھر تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا' ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے'　دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ

بلاشبہ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرنے پر اتر آئے'　اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں مت ڈرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں

وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ

اور دیکھتا ہوں'　سو تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور تو انہیں تکلیفیں نہ دے۔

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ

ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے'　بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

کہ اس پر عذاب ہے جو جھٹلائے اور روگردانی کرے۔

۴۱: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ (اور میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کرلیا) چن لیا۔ اور اپنی وحی اور رسالت کیلئے تمہارا انتخاب کرلیا تا کہ تم میرے ارادہ اور محبت کے مطابق کام کرو۔

زجاجؒ کہتے ہیں میں نے تمہیں اپنے کام کیلئے چنا۔ اور تمہیں اپنی محبت کو قائم کرنے والا بنایا۔ اور اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا تا کہ میرا خطاب سن کر مخلوق کو پہنچاؤ۔ گویا میں نے تمہارے ذریعہ ان پر حجت قائم کردی اور ان کو براہِ راست مخاطب کیا۔

۴۲: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ (تم اور تمہارا بھائی میرے معجزات لے کر جاؤ) آیات سے یہاں معجزات مراد ہیں۔ وَلَا تَنِيَا (اور تم دونوں سستی نہ کرنا) تھکنا، سستی کرنا۔ یہ الونی سے ہے جس کا معنی کمی اور تھکاوٹ ہے۔

فِيْ ذِكْرِيْ : (میری یاد میں) تم دونوں میری یاد کو اپنے دو پروں بناؤ جس سے تم نے پرواز کرنا ہے۔ ۲: الذکر سے مراد تبلیغ رسالت ہے۔ ذکر کے لفظ کا اطلاق تمام عبادات پر ہوتا ہے اور تبلیغِ رسالت تو عظیم ترین عبادات میں سے ہے۔

۴۳: اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ) یہ دوبارہ لائے کیونکہ اول مطلق ہے۔ اور ثانی مقید ہے۔ اِنَّهٗ طَغٰى (بیشک وہ سرکش ہوگیا) ربوبیت کا دعویٰ کر کے حد سے تجاوز کیا ہے۔

۴۴: **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا** (پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا) تم دونوں اس سے مطابقت سے بات کرنا۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اس کا حقِ تربیت تھا۔ نمبر۲۔ اس کو کنیت سے بلانا۔ اس کی تین کنیتیں تھیں۔

نمبر۱۔ ابوالعباس نمبر۲۔ ابوالولید۔ نمبر۳۔ ابومرّۃ۔

نمبر۳۔ اس کو ایسی جوانی کا وعدہ کرنا جس کے بعد بڑھاپا نہیں اور ایسی بادشاہی جو اس سے موت کے علاوہ چھینی نہ جائے گی۔ نمبر۴۔ یا اس سے وہ ارشاد مراد ہے جو دوسرے مقام پر ہے۔ **هل لك الى ان تزكّى وَاَهْدِيَكَ الى ربك فتخشٰى** کلام کا ظاہر استفہام اور مشورہ ہے۔

لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ (شاید کہ وہ نصیحت پذیر ہو جائے) نصیحت قبول کر لے اور غور و فکر کرے پھر حق کا یقین کر لے۔ **اَوْ يَخْشٰى** (یا وہ ڈر جائے) یعنی وہ اس بات سے ڈرے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ تم دونوں بیان کر رہے ہو۔ اس صورت میں اس کا انکار ہلاکت کے مترادف ہے۔

نکتہ: یہاں **لعله يتذكر** فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ نصیحت قبول نہ کرے گا۔ کیونکہ ترجی علم و رجاء دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ اس طرح ہوگا۔ **اذهبا على رجائكما وطمعكما** تم اپنی امید اور توقع کے ساتھ جاؤ۔ اور تم حکم کو اس انداز سے انجام دو کہ جس طرح وہ شخص ادا کرتا ہے۔ جس کو توقع ہے کہ اس کا علم فائدہ دے گا۔ اور رہی یہ بات کہ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہ لائے گا تو ارسال رسل کا فائدہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اتمامِ حجت اور قطعِ معذرت بطریقِ اسباب مقصود ہے (باقی حکمتوں سے واقف ہے جس کی یہ کائنات ہے کہ یہ مزید کی مجال نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ **لعله يتذكر** کا معنی یہ ہے کہ **لعله يتذكر متذكر او يخشى خاش** کہ شاید کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت پائے اور ڈرنے والا ڈر جائے۔ چنانچہ اس طرح بہت سے لوگوں کے سلسلہ میں واقع ہوا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اور ایک قول ہے کہ لعلّ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے جب آئے تو وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یقیناً اس کو نصیحت تو آ گئی لیکن اسوقت اس کو نصیحت نے فائدہ نہ دیا۔ (کیونکہ قبول نہ کیا)۔ قول آخر یہ ہے فرعون نے نصیحت حاصل کی اور ڈر گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس کو ھامان نے روک دیا۔ اور فرعون اپنے کسی معاملہ کا فیصلہ اس کے بغیر نہ کرتا تھا۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو وہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا اے اللہ یہ تیری نرمی تو اس شخص کے ساتھ ہے جو اپنے بارے میں کہتا ہے **انا الله** (کہ میں معبود ہوں) اس کے ساتھ تیری نرمی کا معاملہ کیا ہوگا۔ جو کہتا: **انت الا لهٗ** (کہ تو میرا معبود ہے) اور یہ تیری نرمی اس کے ساتھ ہے جو کہتا ہے۔ **انا ربكم الاعلى** اس کے ساتھ کتنی مہربانی ہوگی جو کہتا ہے **سبحان ربى الاعلى**۔

۴۵: **قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا** (موسیٰ و ھارون نے کہا اے میرے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے) سزا میں جلد بازی کرے **يفرط** سے الفارط ہے کہا جاتا ہے **فرط عليه**۔ **اى عجل** جلدی کی **اَوْ اَنْ يَّطْغٰى** (یا وہ سرکشی نہ کرنے لگے) ہمارے ساتھ بدسلوکی میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

۴۶: قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَا (اللہ تعالی نے فرمایا تم دونوں اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ یقیناً ہوں) یعنی تمہارا محافظ ومددگار ہوں۔ اَسْمَعُ (میں سنوں گا) تمہارے اقوال کو وَاَرٰی (اور میں دیکھتا ہوں) تمہارے افعال کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسمع میں سننے والا ہوں تمہاری دعاؤں کو ان کو قبول کروں گا۔ وادی (میں دیکھنے والا ہوں) جو تمہارے خلاف ارادہ کیا جائے پس میں رکاوٹ ڈالنے والا ہوں میں تمہارے احوال سے بے خبر نہیں تم پرواہ نہ کرو۔

دو بنیادی مطالبات اور ان کے پیش کرنے کا طریقہ:

۴۷: فَاْتِیٰهُ (پس تم دونوں جاؤ) فرعون کے پاس فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ (پس تم دونوں کہو ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) تیری طرف فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (پس تو بھیج ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو) ان کو غلامی سے آزاد کرو۔ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا) دشوار ترین مشقت کے کام لے کر۔ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ (ہم تیرے پاس معجزہ لے کر آئے ہیں) آیت یہاں دلیل نبوت یعنی معجزے کیلئے استعمال ہوا۔ مِنْ رَّبِّكَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کی سچائی پر جو ہم نے دعوٰی کیا۔ یہ جملہ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ کیلئے بمنزلہ بیان اور تفسیر کے ہے۔ کیونکہ دعوائے رسالت دلیل سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور آیت سے یہی دلیل نبوت کا لانا ہی مقصود ہے۔ فرعون نے یہ سنکر کہا وہ دلیل کیا ہے پس آپ نے اپنا دست اقدس بغل سے نکالا تو اس سے شعاع آفتاب کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور جو سیدھی راہ پر چلے اس کے لئے سلامتی ہے) یعنی عذاب سے وہ سلامتی پا سکتا ہے جو اسلام لے آئے۔ یہ سلام تحیہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ملائکہ کا سلام ہے جو ہدایت پانے والوں پر جنت میں خازن ہیں۔

۴۸: اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ (ہمارے پس یہ وحی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب) دنیا اور آخرت میں عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی (اس شخص پر ہوگا جس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا) رسولوں کو جھٹلایا اور ایمان سے اعراض اختیار کیا۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

فرعون نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسٰی! موسٰی نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر راہ بتائی۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا

فرعون نے کہا تو پرانی جماعتوں کا کیا حال ہے؟ موسٰی نے جواب دیا ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور

يَنْسَى ﴿۵۲﴾ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ

نہ بھولتا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے اور اس نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف قسم کے نباتات پیدا کئے۔ کھاؤ اور مویشیوں کو چراؤ بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں' اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔

ع ۲ ۳ ۱۱

قرآن میں ارجیٰ آیت:

یہ قرآن میں ارجی آیت قرار دی گئی کیونکہ جنس سلام کو مؤمن کیلئے مخصوص کیا اور جنس عذاب کو مکذب کیلئے مخصوص کیا اور جنس کے بعد کونسی چیز رہ جاتی ہے۔ تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور فریضۃ رسالت ادا کرو۔ چنانچہ دونوں نے وہ کہا جس کا حکم ملا تھا۔

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا آغاز:

۴۹: قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى (فرعون نے کہا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟) اس نے دونوں کو اولاً مخاطب کیا پھر ایک کا نام لے کر آواز دی کیونکہ موسیٰ نبوت میں اصل تھے اور ھارون علیہ السلام ان کے تابع تھے۔

دلائلِ توحید:

۵۰: قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئی کو اس کے مناسب بناوٹ عنایت فرمائی۔) خلقه یہ اعطی کے دو میں سے پہلا مفعول ہے یعنی اعطٰی خلیقته کل شئ یحتاجون الیه ویرتفقون به اس نے بناوٹ دی ہر چیز کو ایسی جس کے وہ ضرورت مند اور جس سے وہ فائدہ اٹھانے والے ہیں نمبر۲۔ دو میں سے دوسرا مفعول ہے۔ ہر شئی کو اس کی وہ شکل وصورت دی جو اس کے منفعت ومقصد کے مطابق ہے جیسا کہ آنکھ کو وہ ہیئت دی جو بصارت کے مطابق ہے اور کان کو وہ شکل دی جو سننے کے مناسب تھی اور اسی طرح ناک' پاؤں' ہاتھ ہر ایک ان میں سے مقررہ

منفعت کے عین مطابق ہے۔

قراءت: نصیر نے خَلَقَه پڑھا ہے انہوں نے مضاف کی صفت قرار دیا یا مضاف الیہ کی۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ مَخْلُوْقٌ عطاء۔ ثُمَّ هُدٰى (پھر اس کی راہنمائی کی) بتلا دیا کہ جو کچھ دنیا کی معیشت کیلئے ہے کس طرح اس سے فائدہ اٹھائے اور عقبیٰ کی سعادت کیونکر حاصل کرے۔

۵۱: قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى (فرعون نے کہا پھر اقوام سابقہ کا کیا حال ہوا) گزری ہوئی اقوام کا کیا حال ہے؟ اور اقوام پارینہ کا کیا معاملہ ہے۔ فرعون نے قرون متقدمہ کی حالت پوچھی کہ کون ان میں بد بخت ہے اور کون خوش نصیب۔

۵۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔) عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ (انکا علم میرے رب کے پاس دفتر میں محفوظ ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔

نحو: عِلْمُهَا مبتدا اور عند ربی خبر ہے اور فی کتاب دوسری خبر ہے۔ آپ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ یہ غیب کے متعلق سوال ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ میں تو اس کا ایک بندہ ہوں۔ مجھے تو اتنا ہی علم ہے جتنا علام الغیوب نے اطلاع دی ہے اور اہل زمانۂ سابقہ کے حالات کا علم لوح محفوظ میں درج ہے۔ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ (میرا رب نہ غلطی کرتا ہے) کوئی چیز اسے فراموش نہیں ہوسکتی۔ کہا جاتا ہے ضللت الشیء جبکہ اس کی جگہ بھول جائے اور اس جگہ کی طرف راہ نہ ملے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی سعادت وشقاوت میں خطاء نہیں کرتا۔ کہ جس کو سعید بنانا ہو اس کو شقی اور شقی کو سعید بنا دے۔ وَلَا يَنْسٰى (اور نہ بھولتا ہے) ان کے ثواب وعقاب کو نہیں بھولتا۔ نمبر۲۔ جو وہ جانتا ہے اس کو وہ نہیں بھولتا کہ کتاب سے اس کو دیکھنا پڑے۔ کتاب تو اس لئے ہے تا کہ ملائکہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلوق کا معمول اس کے معلوم کے موافق ہے۔

۵۳: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش کی طرح بنایا)

نحو: رَبِّيْ کی صفت ہونے کی وجہ سے الَّذِيْ مرفوع ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: کوفی وغیرہ نے مهدًا کو مِهَادًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ بچھونے اور بچھانے کی چیز کیلئے بولتے ہیں۔ وَّسَلَكَ (اور اس نے چلائے) یعنی بنائے۔ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا (تمہارے لئے راستے) وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور اس نے آسمان سے بارش اتاری) فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ (پس اس پانی سے ہم نے نکالا) ہٖ کی ضمیر پانی کی طرف لوٹتی ہے۔ کلام میں تفنن پیدا کرنے کیلئے غیبت سے کلام کا رخ متکلم کی طرف موڑ دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام پورا ہو چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فَاَخْرَجْنَا بِهٖ سے اطلاع دی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی ہم کھیتی کر کے اور اس کو پانی دے کر نکالتے ہیں۔ اَزْوَاجًا (اقسام) مِّنْ نَّبَاتٍ (نباتات کی)

نحو: نبات مصدر ہے اور اُگنے والی چیز کا نام اس سے رکھ دیا اس میں مصدر کی وجہ سے واحد وجمع برابر ہیں۔

شَتّٰی مختلف نمبرا۔ یہ ازواج کی صفت ہے۔نمبر۲۔نبات کی صفت ہے یہ شتیت کی جمع ہے جیسے مریض، مرضی، مطلب یہ ہوگا کہ نبات نفع، ذائقہ، رنگت، خوشبو، شکل میں مختلف ہیں۔بعض لوگوں کے استعمال کیلئے جبکہ دوسری حیوانات کے کام آتی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور انعام ملاحظہ کریں کہ ہمارے ارزاق چوپایوں کے کام سے حاصل ہوتے ہیں اور انکا چارہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بنایا ہے جو ہماری حاجات سے فاضل اور بچی ہوئی ہیں۔جن کو کھانے کی قدرت قائلین میں بھی نہیں ہے۔

۵۴: كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ (تم کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو کھلاؤ)

نُخْرِجُ: یہ اخرجنا کی ضمیر سے حال ہے۔مطلب یہ ہے ہم نے مختلف اقسام کی نبات نکالیں اس حال میں کہ ان سے انتفاع کی اجازت دی۔بعض کا خود کھانا مباح کیا اور دیگر کا اپنے جانوروں کو کھلانا۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جس کا میں نے تذکرہ کیا لَاٰیٰتٍ (البتہ نشانات) ہیں یعنی دلالتیں ہیں۔لِّاُولِی النُّهٰی (عقل مندوں کیلئے) النهی جمع ہے اور اس کا واحد نُهْیَة ہے نمبرا۔اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ممنوعات سے روکتی ہے نمبر۲۔معاملات میں اسی کی طرف انتہاء ہوتی ہے۔

سہولیاتِ انسانی اور زمین:

۵۵: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (اور ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دوسرا قول ہر نطفہ کو دفن والی جگہ کی تھوڑی سی مٹی میں گوندھا جاتا ہے پھر مٹی اور نطفے کو ملا کر اس کے جسم کی تخلیق کی جاتی ہے۔تیسرا قول نطفہ غذاؤں کا نچوڑ ہے اور وہ غذائیں زمین ہی سے نکلی ہیں۔وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے) جبکہ تم مر کر دفن ہوگے وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ (اور اسی سے تم کو نکالیں گے) بعث کے وقت تَارَةً اُخْرٰی (دوسری مرتبہ) نکالنے سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے متفرق اجزاء جو مٹی میں مل چکے تھے ان کو از سر نو جمع کر کے جوڑ دیا جائے گا اور سابقہ صورت زندہ کر کے پہنا دی جائیگی اور محشر کی طرف ان کو نکالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو سہولیات زمین سے متعلق ہیں ان کو شمار فرمایا۔نمبرا۔کہ اس کو فرش اور بچھونے کی طرح بنایا کہ جس پر آتے جاتے ہیں۔نمبر۲۔ان کے لئے راستوں کو درست کر دیا جن میں اپنی مرضی سے چلتے ہیں۔نمبر۳۔اس میں مختلف قسم کی وہ نباتات اگا دیں جن میں انسانوں کی خورک اور ان کے چوپائیوں کا چارہ اگا دیا۔زمین ہی ان کی وہ اصل ہے جس سے انہوں نے پرورش پائی اور ان کی وہ ماں ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔نمبر۴۔اور زمین ہی وہ ہے جو موت کے بعد ان کو سمیٹتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ

اور البتہ ہم نے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھائیں سو اس نے جھٹلایا اور انکار کیا' وہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعہ ہماری سرزمین سے

يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ

نکال دے' سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں اسی جیسا جادو لے آئیں گے' سو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دے نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تو اس غرض

اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى

کے لئے ایک ہموار میدان مقرر کر دے' موسیٰ نے کہا کہ تم سے زینت کے دن وعدہ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ لوگ ایسے وقت میں جمع ہوں جب دن چڑھ جائے' اس کے بعد فرعون واپس ہوا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

پھر اس نے اپنے مکر کا سامان جمع کیا پھر وہ آ گیا' موسیٰ نے ان سے کہا ہلاکت ہے تمہارے لئے اللہ پر جھوٹ افتراء مت کرو

فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا

ورنہ وہ تمہیں ایسا عذاب دے گا کہ تمہیں بالکل ہی ختم کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ہی رہتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی اپنی رائے میں اختلاف کیا اور چپکے چپکے مشورہ

النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

کرتے رہے کہنے لگے کہ بلا شبہ یہ دونوں جادو گر ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ

اور تمہارے عمدہ طریقے کو ختم کر دیں۔ لہٰذا اب تم سب اپنی تدبیر کا انتظام کرو پھر صف بنا کر آ جاؤ اور جو غالب ہو آج

الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

وہی کامیاب ہوگا۔

نشانات:

۵۶: وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا (ہم نے اس کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں) اَرَيْنَا کی ضمیر فرعون کی طرف جاری ہے۔ آیات سے یہ نو آیات مراد ہیں نمبر ۱۔ عصا نمبر ۲۔ ید بیضاء نمبر ۳۔ سمندر کا پھٹنا۔ نمبر ۴۔ پتھر کا پھٹنا۔ نمبر ۵۔ مکڑی یعنی ٹڈی دل۔ نمبر ۶۔ جوئیں۔ نمبر ۷۔ مینڈک نمبر ۸۔ خون۔ نمبر ۹۔ پہاڑ کا اکھڑ کر لٹکنا۔ فَكَذَّبَ (پس اس نے جھٹلایا) ان آیات کو وَاَبٰى (اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا) یعنی ایمان واطاعت سے انکار کر دیا۔

فرعون کا خوف اور جادوگروں کے مقابلہ کی تیاری:

۵۷: قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تا کہ تو اپنے سحر سے ہم کو ہماری سرزمین سے نکال دے) قال کا قائل فرعون اور ارضنا سے مراد سرزمین مصر ہے۔

نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بہت ڈر گیا اور بِسِحْرِكَ کہہ کر بہانہ لگایا ورنہ کون سا ایسا جادوگر ہے جو بادشاہ کو اس کی حکومت سے نکال باہر کرے۔

۵۸: فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ (پس اب ہم بھی تیرے مقابلے میں ایسا ہی جادو لائیں گے) یعنی تیرا مقابلہ ایسے جادو سے کریں گے جو تیرے جادو جیسا ہوگا۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لے) موعد یہ مصدر ہے جو الوعد کے معنی میں ہے ظرف زمان و مکان نہیں البتہ مضاف مقدر مانا جائے گا۔ ای مکان موعد اور لَّا نُخْلِفُهٗ (جس کے خلاف نہ ہم کریں) اس وعدے کی۔

قراءت: لَا نُخْلِفُهٗ کو جزم کے ساتھ یزید نے امر کا جواب ہونے کی وجہ سے پڑھا یا اور دیگر قراء نے موعد کا وصف ہونے کی وجہ سے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا (ہم اور نہ تم کسی ہموار میدان میں) یہ مکان محذوف کا بدل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف مقدر نہ ہو۔ اور معنی اس طرح کر لیا جائے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر جس کی ہم خلاف ورزی نہ کریں۔ اور مکانًا مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ نمبر ۲۔ یا اس فعل کی بنا پر منصوب ہوگا۔ جس پر مصدر دلالت کرتا ہے۔

سُوًى (ہموار)

قراءت: حجازی، ابوعمرو، علی رحمہم اللہ نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے ضمہ سے۔

نحو: یہ مکان کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ یہ استواء سے لیا جائے تو پھر اس کا معنی نصف ہوگا۔ ایسا مکان جو ہمارے اور تمہارے لیے آدھے راستہ پر واقع ہوتا کہ فاصلہ درمیان سے طرفین تک برابر ہو۔

یوم زینت سے مراد:

۵۹: قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ (کہا تمہارے مقابلہ کے وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں تمہارے تہوار کا دن ہے)

نحو: موعدکم مبتدا یوم الزِّيْنَة خبر ہے۔ یہ ان کے ہاں خوشی کا دن تھا۔ نمبر ۲۔ نیروز کا دن نمبر ۳۔ یوم عاشور۔ زمان کے ساتھ جواب اس صورت میں درست ہوتا ہے (اگرچہ مکان کے متعلق سوال تاویل اول کی صورت میں ہے) کیونکہ انکا اجتماع زینت کے دن آخر کسی مکان میں وقوع پذیر ہوگا۔ پس زمان کو بطور علم مکان کے ذکر دیا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی وعدکم و عد یوم الزینة تمہارا وعدہ یوم الزینت کا وعدہ ہے۔

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ (اور جس میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں) یعنی جمع کئے جاتے ہیں۔

نحو: نمبر ۱۔ یہ موضع رفع میں ہے۔ نمبر ۲۔ یوم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ نمبر ۳۔ الزینة پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ ضُحًى (چاشت کے وقت) خوب دھوپ کے وقت تا کہ شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ اور حق کے سامنے آنے کیلئے ظاہر تر

ہو۔اور تمام شہری و دیہاتی اس کو ملاحظہ کریں اور ان میں وہ پھیل جائے۔

۶۰: فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ (پس فرعون دربار سے لوٹ گیا) موسیٰ علیہ السلام نے اعراض کرتے ہوئے پشت پھیری۔ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ (پھر اپنا مکر جمع کرنا شروع کیا) اپنی تدابیر اور جادوگران کی تعداد ۷۲ تھی۔ نمبر ۲۔ چار صد تھی نمبر ۳۔ ستر ہزار تھی۔

ثُمَّ اَتٰی (پھر پہنچ گیا) مقررہ وعدۂ مقام پر۔

۶۱: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی (ان کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) جادوگروں کو وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (تم پر افسوس! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت تراشو) اس کی آیات اور اس کے معجزات کو جادو کا نام مت دو۔ فَيُسْحِتَكُمْ (پس وہ تمہیں نیست و نابود کر دیگا)

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے پڑھا ہے۔ یعنی وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ دیگر قراء نے فَيُسْحَتَكُمْ یاء کے فتحہ اور حاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ السحت اور الاسحات۔ ملیا میٹ کرنے کا معنی دیتے ہیں۔

نحو: یہ جواب نہی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بِعَذَابٍ (بڑے عذاب کے ذریعہ) وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔

جادوگروں کا اختلاف اور مشورہ:

۶۲: فَتَنَازَعُوْٓا (پس وہ اپنے باہمی رائے میں اختلاف کرنے لگے)۔ انہوں نے اختلاف کیا بعض جادوگروں نے کہا کہ یہ ہمارے جیسا جادوگر ہے۔ دوسروں نے کہا یہ بات جادوگر نہیں کہہ سکتا لا تفتروا علی اللّٰہ کذبًا الآیۃ

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی (اپنے معاملے میں اور انہوں نے خفیہ مشورہ کیا) پوشیدہ باہمی مشورہ کیا اور کہنے لگے اگر وہ جادوگر ہے تو ہم عنقریب اس پر غلبہ پالیں گے۔ اور اگر یہ آسمان سے ہے پھر حکم اسی کا ہے۔ النجوٰی۔ یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی پھر انہوں نے اس بات کو باطل سے مزین کر کے کہا۔

۶۳: قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (کہنے لگے بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں) یعنی موسیٰ و ہارون۔

قراءت: ابوعمرو نے اِنَّ هٰذَيْنِ لَسَاحِرَانِ پڑھا اور ظاہر کا تقاضا یہی ہے۔ مگر یہ مصحف امام کے مخالف ہے اور اسی طرح ابن کثیر، حفص، خلیل نے بھی اس سے اختلاف کر کے هٰذَانِ ہی پڑھا ہے۔ اور یہ نحو و لغت کے ائمہ ہیں۔ اِنْ مخففہ ہے جیسے کہ اس قول میں ان زید لمنطلق اور لام ان نافیہ اور مخففہ کو آپس میں الگ کر رہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِنْ مَا کے معنی میں ہے اور لام بمعنی اِلَّا ہے تقدیر اس طرح ہے ما هذان اِلَّا ساحران اور اس کی دلیل قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے۔ ان هذان الا ساحران اور دیگر نے اِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ پڑھا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بلحارث بن کعب، خثعم، مراد، کنانہ کی لغت ہے۔ ان کے ہاں تثنیہ ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ نصب و جر کسی بھی حالت میں یاء کو قبول نہیں کرتے مثلاً عصا، سعدی۔ جیسا شاعر کہتا ہے جس کا نام رؤبہ ہے۔ ان اباها و ابا اباها قد بلغا فی المجد غایتاها۔ نمبر ا۔ محل استشہاد ہے۔

زجاج کا قول اِنَّ نعم کے معنی میں ہے جیسا شاعر نے کہا یہ شاعر عبید اللہ بن قیس الرقیات ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا

کہنے لگے کہ اے موسیٰ یا تم پہلے ڈالو اور یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو پس

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً

یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسا کہ وہ دوڑ رہی ہیں' سو موسیٰ نے اپنے دل میں تھوڑا سا خوف

مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ

محسوس کیا ہم نے کہا کہ تم مت ڈرو بلاشبہ تم ہی بلند رہو گے اور ڈال دو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے وہ اس سب کو چٹ کر دے گا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے'

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا

انہوں نے صرف جادوگروں والا مکر کیا ہے اور جادوگر جہاں کہیں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدہ میں گرا دیئے گئے کہنے لگے

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

ویقلن شیب قد علا ك وقد كبرت فقلت اِنّه انعم کے معنی ای نعم اور هاء وقفی ہے۔ هٰذٰن مبتدا ہے ساحران خبر ہے۔ مبتدا محذوف کی۔ اور لام اصل میں مبتدا محذوف پر داخل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ هذ ان لهما ساحران۔ پس اس کا داخل ہونا اپنے مقررہ مقام یعنی ابتداء میں ہے۔ یا لام کبھی خبر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مبتدا اس قول میں خالی لأنت ومن جرير خالهٗ کہتے ہیں اس بات کو مبرد پر پیش کیا گیا پس اس نے پسند کیا مگر ابو علی نے اس کو فضول قرار دیا۔

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا (یہ دونوں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کریں۔ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (نکال باہر کریں اور تمہارے اعلیٰ طریقے کو ختم کر دیں) ارض سے سرزمین مصر۔ اور طریقہ سے قبطی مذہب و دین۔ المثلیٰ افضل کو کہتے ہیں۔ یہ امثل کی مونث ہے۔

۶۴: فَاَجْمِعُوْا (پس تم مل ملک کر انتظام کرو) پس تم فیصلہ کرو یعنی اس کو اجتماعی فیصلہ قرار دو باہمی اختلاف نہ کرو۔

قراءت: ابو عمرو نے فَاجْمَعُوْا پڑھا ہے اور اس کی تائید فَجَمَعَ كَيْدَهٗ۔ [طٰہٰ: ۶۰] سے ہوتی ہے۔

كَيْدَكُمْ (اپنی تدبیر کو) جو تدبیر کرنی ممکن ہے۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (پھر صف بندی کر کے مقابلہ میں آؤ)

نحو: صفًا یہ حال ہے کہ مصفین۔ انہوں نے صف بندی اس لئے کی کیونکہ یہ دیکھنے والوں کے دلوں میں زیادہ رعب ڈالنے والی چیز ہے۔

وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (اور آج جو غالب آئیگا۔ وہی کامیاب ہوگا) جو غالب آیا وہ کامیاب۔ نحو: یہ جملہ معترضہ ہے۔

۶۵: قَالُوْا انہوں نے کہا یعنی جادوگروں نے یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ (اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا پہلے ڈالو) وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی (یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں) جو کچھ ہمارے پاس ہے۔

نحو: اَنْ اپنے مابعد سمیت دونوں مقام پر فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اس کا معنی اس طرح ہوگا اختر ا حد الامرین دو میں سے ایک بات کا چناؤ کرو۔ نمبر۳۔ الا مر اِلْقَاءُ كَ اَوْ اَلْقَاؤُنَا ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یہ اختیار چناؤ ان کی طرف سے آپ کے ساتھ حسن ادب کو ظاہر کر رہا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دل میں ڈالی۔ اور آپ کی ان تک پہنچائی اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پہلے ڈالنے کا علم عنایت فرمایا اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

۶۶: قَالَ بَلْ اَلْقُوْا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تم ڈالو) تا کہ ان کے پاس جو جادو کے فریب تھے وہ خوب ظاہر کریں اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ خوب واضح کر دیں اور حق کو باطل پر مار کر اس کا بھیجا نکال دیا جائے۔ اور معجزے کو جادو پر مسلط کر کے اس کو مٹا دیا جائے۔ تا کہ دیکھنے والوں کے سامنے نبوت و قدرت کا روشن نشان ہو۔ اور عبرت حاصل کرنے والے اس سے عبرت لے سکیں وہ جو کچھ پھینکنا چاہتے تھے پھینکا۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ (پس یکا یک ان کی لاٹھیاں اور رسیاں)

نحو: یہ اذا کہا جاتا ہے مفاجات کیلئے ہے۔

تحقیقی قول یہ ہے کہ اذا یہاں وقت کے معنی میں ہے جو اپنے لیے نصب کو چاہتا ہے اور جملہ اس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ خاص کر بعض مقامات پر اس کا ناصب فعل مخصوص ہوتا ہے اور وہ فعل مفاجات ہے اور یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور کوئی نہیں بن سکتا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ففاجأ موسٰی وقت تخییل سعی حبالهم و عصیهم مطلب اس طرح ہے علی مفا جأته حبا لهم و عصیهم مخیّلة الیه السعیّ اچانک موسیٰ کو ایسا خیال ہونے لگا کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ (خیال ہونے لگا)

قراءت: ابن ذکوان نے تاء سے پڑھا ہے۔

نحو: ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی (ان کے جادو کی بنا پر کہ وہ دوڑ رہی ہیں) یخیل کی ضمیر سے بدل الاشتمال ہے ای تخیل الملقی۔ ڈالی ہوئی چیزوں کے متعلق تخیل پیدا ہوا۔ اور روایت تفسیر میں یہ ہے کہ انہوں نے لاٹھیوں کو پارے میں ڈبو رکھا تھا۔ جب دھوپ ان پر پڑی تو وہ حرکت کرنے لگیں۔ اور لہرانے لگیں جس سے یہ تخیل پیدا ہوا۔

۶۷: فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰی (پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔) دل میں خوف لائے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ انکار خ کر رہی ہیں۔ اور نمبرا۔ فطرت بشریہ کے کہ تقاضا سے ایسا ہوا۔ نمبر۲۔ ان کو خطرہ ہوا کہ لوگ خلجان میں مبتلا ہو کر شک سے ان کی اتباع نہ کریں گے۔ اور دھوکے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۶۸: قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (ہم نے کہا تم کچھ خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی سب پر غالب رہو گے) غالب و زبردست ہو گے۔

تاکید ' ' میں مبالغہ واضحہ ہے نمبر ا۔ان نمبر ۲۔انت ۔نمبر ۳۔حرف تعریف نمبر ۴۔لفظ اعلیٰ اور وہ غلبہ ظاہر ہے۔

ان کے سوانگ کونگل جائے گا:

۶۹: وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ (اور تم جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دو۔) ان لوگوں نے جو کچھ جھوٹ بنایا۔اس کو یہ نگل لے گی۔

قراءت: تَلْقَفْ لام اور فاء کے سکون اور قاف کی تخفیف کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے۔ابن ذکوان نے تَلَقَّفْ پڑھا ہے۔باقی قراء نے تَلَقَّفْ پڑھا ہے۔

مَا صَنَعُوْا (جوانہوں نے بنایا ہے) جو کچھ جھوٹ بنایا اور کیا۔مطلب یہ ہے تم اپنی لاٹھی پھینک دو وہ ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل جائے گی۔یہاں عصاک نہیں فرمایا کیونکہ وہ عصا باعظمت تھا۔گویا اس طرح فرمایا گیا کہ تم ان کے سوانگ کی طرف بالکل توجہ نہ دو۔اور اس کی پرواہ نہ کرو جو آپ کے سوانگ ہاتھ میں ہے یہ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔نمبر ۲۔تحقیر کے طور پر فرمایا کہ تم ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کی کثرت کی طرف توجہ نہ کرو اس اکیلی چھوٹی سی چھڑی کو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے ڈال دو وہ تیرے رب کی قدرت سے اکیلی ہونے اور ان کی کثرت کے باوجود ان سب کو نگل جائے گی۔

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ (انہوں نے جو کارروائی کی ہے وہ جادو کا فریب ہے۔)

قراءت: کوفی نے سحر پڑھا ہے۔مگر عاصم ان میں شامل نہیں۔اس کا معنی ذی سحر ہوگا۔جادو والا۔نمبر ۲۔وہ جادو میں دن رات مشغول و مستغرق ہونے کی وجہ سے مجسمہ سحر تھے۔

کید کا لفظ ہر دو قراءت کے لحاظ سے مرفوع پڑھا گیا ہے۔اور مَا موصولہ ہے یا مصدر یہ ہے البتہ ساحر کو واحد لایا گیا ہے جمع ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام میں مقصود جنسیت کا معنی ہے عددی معنی مقصود نہیں۔اگر جمع لایا جاتا تو عدد کو مقصود سمجھ لیا جاتا جیسا اس قول میں ہے۔وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ (اور جادوگر کہیں کامیاب نہیں ہوتا) یہاں جنس ساحر مراد ہے۔حَیْثُ اَتٰی (جہاں کہیں ہو)۔

۷۰: پس موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈال دی۔اس نے ان کے سارے سوانگ کو نگل لیا۔اس عظیم نشانی کو دیکھ کر وہ سجدہ میں گر گئے۔اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا۔فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا (جادوگر سجدہ میں گر گئے)

اخفش کا قول:

انہوں نے چونکہ بہت جلد سجدہ کیا اس لئے فرمایا گویا وہ گرا دیے گئے۔پس انکا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ وہ حمایتِ کفر و مخالفت میں رسیاں اور لاٹھیاں ڈال رہے تھے۔پھر ایک گھڑی کے بعد ان کے سر شکریہ کے ساتھ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے پس دونوں القاؤں میں کتنا فرق ہے! روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے جنت اور اس کی منازل کو حالت سجدہ میں ملاحظہ کیا پھر سر اٹھا کر پکار اٹھے۔قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی (کہنے لگے ہم تو ہارون موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔) یہاں ھارون کو مقدم ذکر کیا گیا جبکہ سورۂ شعراء میں موخر کیا گیا فاصلہ کا لحاظ کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ واؤ ترتیب کو چاہتی نہیں۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

فرعون نے کہا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے' بلاشبہ وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے' سو میں ضرور بالضرور اس طرح سے

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ

تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا کہ ایک طرف کا ہاتھ ہوگا اور دوسری طرف کا پاؤں ہوگا اور ضرور بالضرور میں تمہیں کھجور کی ٹہنیوں میں لٹکا دوں گا۔ جیسے صلیب پر لٹکا دیا جاتا ہے اور تم ضرور

اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ

جان لو گے کہ ہم میں کون سب سے زیادہ سخت عذاب والا ہے اور کس کا عذاب زیادہ دیرپا ہے۔ جادوگر کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو کھلے ہوئے دلائل آئے ہیں ان کے مقابلہ میں اور اس ذات کے

فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے سو تو جو کچھ فیصلہ کرنے والا ہے وہ کر ڈال تو صرف اسی دنیا والی زندگی میں فیصلہ کرے گا بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لائے

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ

تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو بخش دے اور تو نے جو ہم سے زبردستی جادو کرایا اس کو بھی معاف فرما دے' اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ ہی باقی ہے۔ بلاشبہ بات یہ ہے

مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ

کہ جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا سو اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا اور اس کے پاس جو شخص مومن ہو کر

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

آئے گا جس نے نیک عمل کئے ہوں گے سو ان لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع ۱۲

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزاء ہے جو پاک ہوا۔

ساحروں کے ایمان پر فرعونی تقریر:

۷۱: قَالَ اٰمَنْتُمْ (فرعون نے کہا تم موسیٰ پر ایمان لے آئے)

قراءت: امنتم حفص نے بلا حد پڑھا ہے۔ اور بصری اور شامی، حجازی قراء نے ہمزۂ ممدودہ کے ساتھ پڑھا۔ دیگر قراء نے دو ہمزہ کے ساتھ۔ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ (اس پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا) ہٗ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ محاورہ میں امن به اور امن له دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (واقعہ وہ تم سے بڑا ہے جس نے تم کو سحر سکھایا ہے) کبیر کا معنی بڑا ہونے یا تمہارا استاذ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اہل مکہ معلم کو کبیر کہتے ہیں اَمَرَنِیْ كَبِيْرِیْ میرے استاذ نے مجھے حکم دیا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (پس اب میں تم سب کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے برخلاف کٹواتا ہوں) قطع میں خلاف کا مطلب یہ ہے دایاں ہاتھ بائیں ٹانگ کیونکہ ہر عضو دوسرے کا مخالف ہے اس طرح کہ یہ ہاتھ اور وہ پاؤں یہ دایاں اور دوسرا بایاں۔

مِنْ یہ ابتدائیہ ہے کیونکہ قطع کی ابتداء کی جائے گی اور ایک سے دوسرے عضو کی مخالفت سے پیدا ہوگا۔ اور جار مجرور محلاً منصوب ہیں۔ مطلب یہ ہے لا قطعنها مختلفات میں ان کو مختلف طور پر کاٹوں گا۔ کیونکہ جب وہ ایک دوسرے کے خلاف ہونگے تو اسی لئے اختلاف کے لفظ سے ان کی صفت بیان کردی۔

نکتہ: آیت میں علی جزوع کی جگہ فی جزوع کہنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ میں تمہیں کھجور کے تنوں سے اس طرح پیوست کردونگا۔ جس طرح مظروف ظرف کے ساتھ پیوست ہوتا ہے۔ اسی لئے وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کہا اور کھجور کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کیونکہ کھجور کا تنا لمبا ہوتا ہے اور اس کے اوپر ٹہنیاں نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ لٹکائی چیز نمایاں نظر آتی ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا (اور تمہیں یقیناً یہ بھی معلوم ہوا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت ہے) جو میں تمہیں اس پر ایمان لانے کی بنا پر دوں گا۔ یا موسیٰ کا رب ایمان کو چھوڑنے پر دے گا۔

دوسرا قول اس سے اس نے اپنی ذات اور موسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد لی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے آمنتم له اور ایمان کے لفظ کے ساتھ لام کا صلہ قرآن مجید میں غیر اللہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ یومن باللّٰه ویومن للمؤمنین [التوبہ:۶۱]

وَّاَبْقٰی (اور دیرپا ہمیشگی والا ہے)

ساحروں کا جواب:

۷۲: قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ (جادوگروں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے) تمہیں ہرگز پسند نہ کریں گے۔ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ (ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہم کو میسر آچکے) وہ قطعی دلائل جو موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہم کو پیدا کیا۔

نحو: اس کا عطف ما جاء نا پر ہے ای لن نختارك علی الذی جاء نا ولا علی الذی خلقنا۔ ہم ہرگز تمہارا چناؤ نہ کریں گے اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا اور نہ ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آچکے۔ نمبر۲۔ یہ قسم ہے اور اس کا جواب لن نوثرك قسم سے مقدم آرہا ہے۔

فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ (پس تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کر ڈال) تو جو بھی قطع ید و ارجل اور صلیب کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔ اقض کا

معنی اصنع ہے جیسا کہ شاعر ابوذوتب نے کہا وعلیھما مسرودتان قضاھما ای صنعھما ان دونوں کو کر دیا۔ نمبر۲۔ فیصلہ کے معنی میں ہے احکم ماانت حاکم تو فیصلہ کر جو تو کرنے والا ہے۔

اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (تو سوائے اس کے کہ اس دنیوی زندگی میں کچھ کرے) اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ یعنی اس دنیوی زندگی میں

نحو: الحیاۃ الدنیا کو ظرفیت کیوجہ سے نصب دیا گیا۔ ای انما تحکم فینا مدۃ حیاتنا۔ تو ہمارے متعلق فیصلہ اس دنیا کی زندگی کی مدت میں کرسکتا ہے۔

۷۳: اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ (بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے تا کہ وہ ہماری خطائیں) اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ (اور جادو کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا وہ معاف فرمادے)

نحو: ما موصولہ ہے اور خطایانا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ من السحر یہ حال ہے ما کا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے فرعون کو کہا ہمیں موسیٰ دکھاؤ جبکہ وہ سویا ہوا ہو۔ فرعون نے ایسا کر دیا انہوں نے دیکھا کہ آپ کی لاٹھی آپ کی حفاظت کر رہی ہے۔ وہ اسی وقت کہنے لگے یہ جادو نہیں۔ جادوگر جب سو جاتا ہے اس کا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ رسوائی کے خوف سے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔ مگر فرعون نے ان کو جادو دکھانے پر اور کرنے پر مجبور کیا۔

شریعت سے ناواقفی بدبختی ہے:

غور کرو! ان کو ان کے علم سحر نے کیا فائدہ پہنچایا اور فرعون کو سحر کے متعلق جہالت نے کتنا نقصان پہنچایا۔ پس شریعت کا علم جب کسی کو میسر ہو تو وہ کتنا فائدہ دے گا اور اس سے محرومی کتنی بڑی بدبختی کو سمیٹ لائے گی۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ (اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھے ہیں) اس کو ثواب دیتے ہیں جو اس کی اطاعت اختیار کرے۔

وَّ اَبْقٰی (اور بقاء والے ہیں) عذاب وسزا میں جو اس کی نافرمانی اختیار کرے۔ اس میں فرعون کی بات کی تردید ہے جو اس نے کہی ولتعلمن اینا اَشد عذابا و ابقٰی [طٰہٰ:۷۱]

۷۴: اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا (جو شخص بغاوت کا مجرم بن کر اپنے ربّ کے سامنے جائے گا) یعنی کفر کی حالت میں فَاِنَّ لَہٗ (پس بیشک اس کے لئے) یعنی مجرم کیلئے جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا (جہنم ہے کہ اس میں وہ نہ مرے گا) کہ اس کو موت سے استراحت میسر ہو وَلَا یَحْیٰی (نہ جیئے گا) ڈھب والی زندگی نہ ہوگی کہ آرام میسر ہو۔

۷۵: وَمَنْ یَّاْتِہٖ مُؤْمِنًا (اور جو شخص اپنے رب کے ہاں مؤمن ہو کر حاضر ہوگا) یعنی ایمان پر اس کی موت آئے گی۔ قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ (جس نے نیک کام بھی کئے ہوں) ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (پس ان لوگوں کیلئے بڑے بڑے بلند درجات ہیں)۔

نحو: العُلٰی یہ العلیا کی جمع ہے۔

۷۶: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ

يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝۷۷ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ

بنا دینا نہ کسی کے تعاقب کا اندیشہ کرو گے اور نہ تمہیں کسی قسم کا خوف ہوگا' سو فرعون نے ان کے پیچھے اپنے لشکروں کو چلا دیا پھر دریا سے انہیں اس چیز نے

الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝۷۸ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝۷۹

ڈھانپ دیا جس چیز نے بھی ڈھانپا　　اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت کی راہ نہ بتائی۔

نحو: یہ درجات سے بدل ہے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) خالدین کا معنی ہمیشہ ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى (یہ اس کا بدلہ ہے جس نے اپنے کو پاک کرلیا) شرک سے اپنے آپ کو لا اله الا الله کے ذریعہ پاک کرلیا۔

ایک قول یہ تینوں آیات ان کے قول کی حکایت ہے۔ قول آخر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے۔ حکایت نہیں اور یہ قول سب سے زیادہ بہتر ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو رات کو نکلنے کا حکم:

۷۷: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں کو راتوں رات لے جاؤ) جب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان کو مصر سے راتوں رات نکالو اور ان کو سمندر کے راستہ پر لے جاؤ۔

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ (پھر ان کے لئے سمندر میں راستہ بنا دیا) مقرر کرانے کے لئے۔ یہ عرب کے قول ضرب له فی ماله سهمًا سے لیا گیا ہے کہ اس نے اپنے مال میں اس کا حصہ تجویز و مقرر کر دیا۔ يَبَسًا خشک! یہ مصدر ہے جو بطور صفت استعمال ہوا۔ کہا جاتا ہے يبس يبسًا و يُبسا (خشک ہوا خشک ہونا)۔ لَّا تَخٰفُ (تمہیں خطرہ نہ ہوگا۔) یہ اضرب کی ضمیر سے حال ہے ای اضرب لهم طريقًا غير خائف ان کے لئے سمندر میں ایک راستہ بنا دو جو بے خطر ہو۔

قراءت: حمزہ نے جواب قرار دیکر لاتَخَفْ پڑھا ہے۔ دَرَكًا (تعاقب کا) یہ ادراک سے اسم ہے۔ ای لا يدرك فرعون و جنوده ولا يلحقونك (فرعون اور اس کا لشکر نہ تمہیں پا سکے گا اور نہ آ کر پیچھے سے مل سکے گا)۔ وَّلَا تَخْشٰى (اور تمہیں نہ خوف ہوگا۔) ڈوبنے کا۔

قراءت: قرات حمزہ کے مطابق لاتخشی ہے جملہ مستانفہ ہے ای وانت لاتخشی نمبر ۲۔ یا الف زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے ہم نے کوہ طور کی داہنی جانب کا وعدہ کیا

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا

اور ہم نے تم پر من اور سلوٰی نازل کیا ' جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ

فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ

بڑھو ورنہ تم پر میرا غصہ نازل ہو گا' اور جس پر میرا غصہ نازل ہوا سو وہ گر گیا ' اور بلاشبہ میں

لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر ہدایت پر قائم رہا۔

میں وتظنون باللّٰہ الظنونا [الاحزاب:۱۰]

موسیٰ ان کو لیکر رات کے اول حصے میں چل دیئے۔ انکی تعداد ستر ہزار تھی۔ دیگر مفسرین نے چھ لاکھ لکھی ہے مترجم انہوں نے فرعونیوں سے زیوارت مانگ کر لئے تھے۔ فرعون نے اطلاع پا کر ۶ لاکھ قبطی فوج لیکر انکا پیچھا کیا۔ اور انکے نشانِ راہ پر چل دیئے۔ اسی کو فرمایا:

غرق فرعون:

۷۸: فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ (فرعون نے انکا پیچھا اپنے لشکروں کے ساتھ کیا۔)

بِجُنُوْدِهٖ: یہ حال ہے یعنی وہ ان کے پیچھے نکلا اس حال میں کہ اس کا لشکر ساتھ تھا۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ (پس سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا) ان کو سمندر سے وہ ملا مَاغَشِيَهُمْ (جو ان کو ملنا تھا) یہ کلمات ان جوامع الکلم میں سے ہیں۔ جو کہ الفاظ قلیل ہونے کے باوجود کثیر معانی پر مشتمل ہیں۔ ای غشیھم ما لا یعلم کنھه الا اللّٰہ عزوجل ان کو سمندر میں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

۷۹: وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ (فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگایا) سیدھی راہ سے ہٹا کر وَمَا هَدٰى (اور نیک راہ نہ بتائی) حق اور درست راستے کی طرف ان کی راہنمائی نہ کی۔ یہ فرعون کی اس بات کی تردید ہے جو اس نے بطور ادّعاء کہی تھی۔ وما اھدیکم الا سبیل الرشاد [غافر:۲۹]

۸۰: سمندر پار ہونے کے بعد بنی اسرائیل پر کئے جانے والے احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کے بعد والے انعامات ذکر کئے۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اے بنی اسرائیل!) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ اور ہم نے کہا اے بنی اسرائیل گویا اس کا تعلق اَسْرِ بِعِبَادِيْ سے ہے۔

ہلاکتِ فرعون کے بعد والے انعامات:

قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ (ہم نے تمہارے دشمن سے نجات دی)۔عدو سے فرعون مراد ہے۔وَوٰعَدْنٰکُمْ (اور ہم نے تم سے وعدہ لیا) کتاب دینے کا۔جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَن (طور کے دائیں جانب) اور اس کا قصہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ طور پر آئیں۔اور قوم کے ستر سربرآوردہ افراد بھی ساتھ لائیں تا کہ تورات عنایت کی جائے۔ ان کی طرف وعدے کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ وعدے ان کے پیغمبر اور نقباء سے لئے گئے۔اور شریعت پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہونے والی منفعتیں انہی کو پہنچنے والی تھیں اور دینی فائدے انہی کو ملنے والے تھے۔

نحو :الا یمن منصوب ہے کیونکہ یہ جانب کی صفت ہے اور ایک قراءت میں جوار کی وجہ سے مجرور بھی پڑھا گیا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (اور ہم نے تم پر من وسلوی اتارا) میدان تیہ میں اور ہم نے تمہیں حکم دیا۔

۸۱: کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ (تم نفیس چیزیں کھاؤ) حلال۔ مَارَزَقْنٰکُمْ (جو ہم نے تمہیں دی ہیں)

قراءت :انجیتکم وواعدتکم و رزقتکم کوفی نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے۔

وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ (اور اس میں حد شرعی سے مت گزرو) اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو۔کہ نعمتوں کی ناشکری کرنے لگو اور نعمتوں کو معاصی میں صرف کرنے لگو۔نمبر۲۔تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ (ورنہ میرا غصہ تم پر اتر پڑے گا) غضب سے میری سزا مراد ہے۔وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (اور جس شخص پر میرا غصہ واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا) ہلاک ہوگیا نمبر۲۔ایسا گرا جس کے بعد اٹھ نہیں سکتا۔ الھوی اس کی اصل یہ ہے پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوا۔اور حقیقی معنی یہ ہے کہ ایمان کی بلندی سے جہنم کے گڑھے میں جا گرا۔

قراءت :علی نے فیحل و یحلل پڑھا اور باقی قراء نے کسرہ سے۔کسرہ کی صورت میں حل یحِل جبکہ اس کا ادا کرنا لازم ہو جائے سے ہوگا اور اس کے ضمن میں نزول کا معنی پایا جاتا ہے۔

۸۲: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (اور میں ایسے لوگوں کو بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں) توبہ سے مراد شرک سے توبہ کرنا ہے۔وَاٰمَنَ (اور ایمان لے آئیں) اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا اور جو اتارا گیا اس میں اس کی تصدیق کی وَعَمِلَ صَالِحًا (اور نیک عمل کریں) فرائض کو ادا کیا ثُمَّ اهْتَدٰی (پھر اسی راہ پر قائم رہیں) پھر استقامت اختیار کی اور مذکورہ ہدایت پر ثابت قدمی دکھائی اور اس کا حاصل تین چیزیں ہیں توبہ،ایمان،عمل صالح۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ

اور اے موسیٰ آپ کو کس چیز نے جلدی میں ڈالا کہ آپ اپنی قوم سے آگے بڑھ گئے' انہوں نے عرض کیا وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں اور اے رب میں آپ کی طرف

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ

جلدی آ گیا تاکہ آپ راضی ہوں' فرمایا سو بلاشبہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو فتنہ میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ

السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

کر دیا۔ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے رنجیدہ حالت میں واپس ہوئے انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۗ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ

اچھا وعدہ نہیں فرمایا؟ کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ نازل

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ

ہو جائے' سو تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی' وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی' لیکن بات یہ ہے کہ ہم پر

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا

قوم کے زیوروں کے بوجھ لدے ہوئے تھے سو ہم نے ان کو ڈال دیا۔ پھر سامری نے اسی طرح ڈال دیا پھر اس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکالا

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ

جو ایک جسم تھا اس میں سے گائے کی آواز آ رہی تھی۔ سو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے سو وہ بھول گئے' کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا

اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ ع ۴ ۱۳/۱۳

جواب نہیں دیتا اور وہ ان کے لئے کسی ضرر اور نفع کی قدرت نہیں رکھتا' اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہہ دیا تھا

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِىْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِىْ ﴿۹۰﴾

کہ اے میری قوم اس کی وجہ سے تم فتنہ ہی میں ڈالے گئے ہو' بلاشبہ تمہارا رب رحمان ہے سو تم میرا اتباع کرو اور میرے حکم کو مانو'

ستّر افراد کے ساتھ طور:

۸۳: وَمَآ اَعْجَلَكَ (اور کیا سبب ہے اے موسیٰ تمہارے جلدی آنے کا) کونسی چیز تمہیں جلدی لے آئی۔

عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (اپنی قوم کو چھوڑ کر) ان ستر افراد کو جنہیں منتخب کیا گیا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ وعدہ مقررہ پر موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ پھر کلام باری تعالیٰ کے شوق میں آپ ان سے آگے بڑھ کر پہلے طور پر پہنچ گئے۔ اور انہیں پیچھے چلے آنے کا حکم دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما اعجلك یعنی کس چیز نے جلد آنے کو تم پر لازم کر دیا۔ ہٰٓؤُلَآءِ : یہ استفہام انکاری ہے اور ما مبتدا اور اعجلك اس کی خبر ہے۔

آزمائشِ بنی اسرائیل:

۸۴: قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ (موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا وہ لوگ بھی تو میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں) وہ میرے پیچھے ابھی مل رہے ہیں، میرے اور ان کے مابین کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ پھر آگے جلدی آنے کا سبب ذکر کیا۔

وعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ (اور میں آپ کے پاس جلدی اس لئے آیا) اس مقررہ وعدہ کے مطابق جو آپ نے فرمایا۔ لِتَرْضٰى (تاکہ آپ راضی ہوں) تاکہ آپ مجھ سے زیادہ خوش ہو جائیں۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

۸۵: قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تمہاری قوم کو ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے) ہم نے ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِكَ (تمہارے بعد) تمہارے پہاڑ کی طرف روانہ ہونے اور ان سے نکلنے کے بعد۔ قوم سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ہارون کے ساتھ پیچھے تھے۔ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ (اور ان کو سامری نے گمراہ کیا) ان کو بچھڑے کی عبادت کی طرف دعوت دیکر اور ان کے اس کو قبول کر لینے کی بنا پر۔

وجہ: السامرۃ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ نسبت تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کرمان کا ایک جاٹ تھا۔ اس نے بچھڑا بنایا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور یہ منافق شخص تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور ان کی فہمائش:

۸۶: فَرَجَعَ مُوْسٰٓى (پس موسیٰ علیہ السلام لوٹے) اپنے رب سے مناجات کے بعد اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (اپنی قوم کی طرف رنج سے بھرے ہوئے) انتہائی غصے میں نمبر ۲۔ انتہائی غم زدہ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا (کہا اے میری قوم کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ ان کو تورات دی جائے گی جس میں ہدایت و نور ہے۔ اس میں ایک ہزار سورتیں تھیں۔ ہر سورت میں ایک سو آیات تھیں۔ اس کی کتابوں کو ستر اونٹ اٹھاتے تھے۔ اور اس سے زیادہ بہترین کوئی وعدہ نہیں (یہ اسرائیلی روایت عجیب ہے کہ تورات کی تختیاں تو ایک صندوق میں آ گئیں اور جب کاغذوں پر لکھی گئی تو ستر اونٹ کا بوجھ بن گیا۔ فافہم وتدبر)

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ (کیا تم پر وعدہ کا زمانہ زیادہ گزر گیا تھا) تم سے میری جدائی کا زمانہ۔ العہد اس زمانے کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے طال عهدی بك ای طَالَ زمانی بسبب مفارقتك تمہاری جدائی کے سبب لمبا زمانہ گزرا۔

اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (یا تم نے ارادہ کیا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو) تم نے ارادۃً

ایسا فعل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر لوٹے۔ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ (پس تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی) انہوں نے جاتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ اور جس ایمان پر انہوں نے چھوڑا ہے وہ اس پر قائم رہیں گے۔ مگر انہوں نے بچھڑا بنا کر اس کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

۸۷: قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا (انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی)۔

قراءت: بِمَلْكِنَا میم کے فتحہ سے مدنی اور عاصم نے پڑھا جبکہ حمزہ، علی نے ضمہ سے بِمُلْكِنا اور باقی قراء نے کسرہ سے پڑھا یعنی ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اس طرح نہیں کی کہ ہمیں اپنے معاملے میں اختیار حاصل تھا۔ یعنی اگر ہم اپنے معاملے کے مالک ہوتے۔ اور آزاد ہوتے اور سوجھ رکھتے تو ہم خلاف ورزی نہ کرتے۔ لیکن ہم سامری کی جانب سے مغلوب ہو گئے اور اس کے مکر و فریب سے مسحور ہو گئے (اور اپنے نفس پر قابو نہ رہا اور باوجود بااختیار ہونے کے بے اختیار ہو گئے مترجم)

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ (ہم پر لدا ہوا تھا) قراءت: یہ لفظ ضمہ اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ حجازی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے حاء کے فتحہ اور تخفیف میم کے ساتھ پڑھا۔

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ (بوجھ قوم کے زیور کا) اَوْزَار قبطیوں کے زیور کا بوجھ۔ نمبر ۲۔ گناہ و جرائم تھے کیونکہ وہ زیورات انہوں نے مصر سے نکلنے کی رات استعارۃ لئے تھے کہ کل عید ہے سامری نے کہا موسیٰ علیہ السلام اس کے حرام ہونے کی نحوست سے دس دن روک لئے گئے کیونکہ وہ ان کے لئے مستامنین کی طرح تھے جو دار الحرب میں ہو۔ اور مستأمن کو حربی کافر کا مال لینے کی اجازت نہیں اور اس طور پر بھی کہ غنائم کا مال بنی اسرائیل کے لئے حلال نہ تھا۔ پس اس کو جلانے کیلئے انہوں نے آگ میں ڈال دیا۔ اس نے آگ کے گڑھے میں بچھڑے کا قالب رکھ دیا۔ پس وہ کھوکھلا بچھڑے کا جسم پگھل کر بن گیا۔ اس کے سوراخوں میں جو رگوں کی طرح تھے ہوا داخل ہو کر ڈھکارنے کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا قول فرعون اور اس کے لشکر کے ڈوبنے کے وقت اس نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی لے لی۔ اور وہ اس میں ڈال دی۔ وہ زندگی کا گھوڑا تھا۔ پس بچھڑے میں زندگی کا اتنا اثر آ گیا کہ وہ ڈھکارنے لگا۔ بنی اسرائیل کی طبائع اس سونے کی طرف مائل ہوئیں پس اس کی عبادت کرنے لگے۔

سامری کی شرارت:

فَقَذَفْنٰهَا (پس ہم نے زیور پھینک دیا) سامری کے اس گڑھے والی آگ میں جس میں اس نے پھینکنے کا حکم دیا تھا۔

فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ (پس اسی طرح سامری نے بھی گڑھے میں اپنا زیور ڈال دیا) جو اس کے پاس تھا۔ نمبر ۲۔ اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑوں کے قدموں کی خاک اس میں ڈال دی۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے لطیفہ لکھا کہ سونا کافروں کا حرام مال تھا۔ برکت والی مٹی پڑنے سے ایک عجوبہ بن گیا۔ ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے یہ دین کو خراب کرتی ہیں۔)

۸۸: فَاَخْرَجَ لَهُمْ (پھر اس نے ظاہر کیا) سامری نے اس حفرہ نار میں سے عِجْلًا (بچھڑا)۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پگھلے ہوئے زیور سے ان کی آزمائش کیلئے پیدا کر دیا تھا۔ جَسَدًا (ایک قالب) لَّهٗ خُوَارٌ (جس میں ڈھکارنے کی آواز تھی۔) وہ بچھڑوں کی

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور ضرور اسی پر جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ واپس نہ آئے' موسیٰ نے کہا کہ اے ہارون جب تم نے انہیں دیکھا

ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ

کہ گمراہ ہوگئے تو کس چیز نے تمہیں اس بات سے روکا کہ تم میرے پاس چلے آئے۔ سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو

اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

بلاشبہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ یوں کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

طرح ڈھکارتا تھا۔ فَقَالُوْا (سامری اور اس کے پیرو کہنے لگے۔) هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى (یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔) عام لوگوں نے اس کی بات مان لی مگر بارہ ہزار صرف صحیح بات پر قائم رہے۔

فَنَسِيَ (پس وہ بھول گیا یعنی موسیٰ اپنے رب کو یہاں بھول کر چھوڑ گیا۔) اور اس کی طلب میں طور پر چلا گیا۔ نمبر۲: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابتدائے کلام ہے کہ سامری اپنے ربّ کو بھول گیا اور اس پر ظاہری ایمان کو چھوڑ دیا۔ نمبر۳۔ سامری اس استدلال کو بھول گیا کہ بچھڑا معبود نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے افلا یرون الایر جع الیھم قولا۔

۸۹: اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ (کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ جواب نہیں دے سکتا) ای انه لا یرجع

يَحْيٰى: اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور ضمیر شان محذوف ہے۔ یہ اَنْ ناصبہ مصدریہ نہیں اِلَيْهِمْ قَوْلًا (ان کی کسی بات کا) ان کو جواب نہیں دیتا۔

وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (اور نہ ہی ان کو کسی نفع ونقصان کی قدرت رکھتا تھا) یعنی وہ خطاب، نقصان، نفع سے عاجز ہے۔ پس انہوں نے اس کو معبود کا درجہ کیسے دے لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس نے ڈھکارا بھی صرف ایک ہی مرتبہ۔

۹۰: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ (اور ان سے کہہ چکے تھے) بچھڑے کے پوجاریوں سے هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ (ہارون علیہ السلام اس سے پہلے) موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے پہلے۔ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ (اے میری قوم کے لوگو! تم اس بچھڑے کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو) بچھڑے کی وجہ سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے پس اس کی عبادت مت کرو۔ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ (بیشک تمہارا رب رحمان ہی ہے) نہ کہ یہ بچھڑا فَاتَّبِعُوْنِيْ (پس تم میری راہ پر چلو) تم میرے اس دین کو اختیار کرو جو کہ برحق ہے۔ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (اور میرا کہا مانو) بچھڑے کی پوجا ترک کردو۔

۹۱: قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ (انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کی پوجا پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے) ہم بچھڑے کی پوجا پاٹ پر برابر قائم وثابت رہیں گے۔ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (یہاں تک کہ ہماری طرف موسیٰ لوٹ کر آئیں)۔ پس ہم

دیکھیں گے کہ آیا وہ اس کی پوجا کرتے ہیں جیسا ہم کر رہے ہیں اور آیا سامری نے سچ کہا یا جھوٹ بولا ہے۔؟

ہارون علیہ السلام سے باز پُرس:

۹۲: جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ آئے۔ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَامَنَعَكَ اِذْرَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا (موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ بالکل گمراہ ہوگئے۔تم کو کس بات نے روکا) جب ان کو بچھڑے کی پوجا کرتے گمراہ ہوتے دیکھا۔

۹۳: اَلَّا تَتَّبِعَنِ (میرے پیچھے چلے آنے سے)

قراءت: مکی نے وقف وصل میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ الاتتبعنی اور وقف ووصل میں ابوعمرو اور نافع نے ان کی موافقت کی اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے تمہیں کونسی بات مانع بنی میرے پیچھے آنے سے جبکہ مانع اور داعی میں گہرا تعلق ہے جو کسی چیز سے مانع ہوتا ہے۔ اور وہ اس چیز کو ترک کرنے کا داعی ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگوں نے منع کا مجازی معنی دعی کیا کہ کس چیز نے تم کو میری اتباع نہ کرنے پر آمادہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ لا زائدہ ہے مطلب یہ ہے کہ کونسی چیز مانع بنی میری اتباع سے جبکہ انہوں نے تیری بات کو قبول نہ کیا۔ کہ تو مجھے آملتا اور اطلاع دیتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہونے میں میری اتباع کرنے سے تمہیں کونسی چیز مانع بنی؟ اور ایمان والوں کو ساتھ لیکر منکرین کے ساتھ قتال کیوں نہ کیا اور تم نے معاملے کا فوری تدارک کیوں نہ کیا جیسا کہ میں اس کو دیکھ کر فوری تدارک کر رہا ہوں۔ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ (کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا) وہ جو میں نے تمہیں ان کی مصلحتوں کا خیال رکھنے کا حکم دیا تھا۔

۹۴: پھر اپنے دائیں ہاتھ سے ان کے سر کے بال اور بائیں سے ڈاڑھی پکڑی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر غیرت اور غصہ کی وجہ سے اور ان پر انکار کرتے ہوئے۔ قَالَ یَبْنَؤُمَّ (کہا اے میرے ماں جائے)

قراءت: شامی اور کوفی نے سوائے حفص کے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

ہارون علیہ السلام حقیقی بھائی تھے:

حضرت ہارون علیہ السلام جمہور علماء کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ مگر ماں کا تذکرہ دل میں رقت وشفقت پیدا کرنے کیلئے کیا۔ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ (تم میرے ڈاڑھی اور سر کے بال مت پکڑو) پھر اپنا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ (مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو) جبکہ میں ان سے قتال کرتا اور کچھ میرے ساتھ دیتے کچھ مخالفت کرتے۔ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق کردی) یا میں ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے ان کے دو فرقے بنا دیے۔ ایک گروہ میرے ساتھ مل جاتا اور دوسرا سامری کی اتباع کرتا اس طرح مستقل گروہ بندی ہو جاتی۔ وَلَمْ تَرْقُبْ (اور تو نے انتظار نہیں کیا) تم نے لحاظ نہیں رکھا۔ قَوْلِیْ (میری بات کا) وہ بات یہ تھی اخلفنی فی قومی واصلح [الاعراف:۱۴۲]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

موسٰی نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی' سو میں نے فرستادہ کے نقش سے ایک

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ

مٹھی اٹھالی میں نے اس مٹھی کو ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی بات اچھی کر کے دکھائی' موسٰی نے کہا بس تو چلا جا سو تیرے لئے

فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ

زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یوں کہتا پھرے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے' اور بلاشبہ تیرے لئے ایک وعدہ ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے اور تو اپنے معبود کو دیکھ لے

الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ

جس پر تو جما ہوا تھا ہم ضرور ضرور اسے جلا دیں گے پھر اسے دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے

الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

جس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

سامری سے باز پُرس:

۹۵: موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس کی حرکت کا انکار کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ (کس چیز نے تجھے اس حرکت پر آمادہ کیا)۔ يٰسَامِرِيُّ اے سامری؟

۹۶: قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ (اس نے کہا مجھے ایسی چیز نظر آئی تھی جو دوسروں کو نظر نہ آئی تھی)

قراءت: حمزہ و علی نے تبصروا تاء سے پڑھا ہے۔

قول زجاج بصر کا معنی عَلِمَ اور اَبْصَرَ کا معنی نظر آتا ہے۔ یعنی مجھے اس چیز کا علم تھا جس کا بنی اسرائیل کو علم نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا بات تھی؟ اس نے کہا میں نے جبرئیل علیہ السلام کو زندگی کے گھوڑے پر سوار دیکھا میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اس کے نشان راہ سے مٹھی بھر خاک لے لوں۔ جس چیز میں میں وہ مٹی ڈالوں گا اس میں روح، گوشت، خون پیدا ہو جائے گا۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً (پھر میں نے ایک مٹھی بھر اٹھالی تھی) القبضة ایک مرتبہ مٹھی بھرنا۔ اس کا اطلاق ہاتھ میں آنے والی مقدار پر ہوتا ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا گیا جیسے ضَرْبُ الامیر اے مضروب۔

قراءت: قبصت قبصة صاد سے پڑھا گیا۔ فرق یہ ہے کہ ضاد سے تمام ہتھیلی و انگلیاں سمیت بھرنا اور صاد سے انگلیوں کی

اطراف سے اٹھانا۔ مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (فرستادۂ خداوندی کے نقش پا سے) یعنی مِنْ اَثَرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ ۔قاصد کے گھوڑے کے نشانہائے قدم سے۔ فَنَبَذْتُهَا (پس میں نے وہ خاک بچھڑے میں ڈال دی) بچھڑے کے پیٹ میں ڈال دی۔ وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ (اور اسی طرح پسند آئی) میرے نفس نے میرے لئے یہ بات مزین کی۔ لِیْ نَفْسِیْ (میرے جی نے میرے لئے) کہ میں اس کو کروں پس میں نے اپنی خواہش پر چلتے ہوئے کر ڈالی۔ اس میں غلطی کا اعتراف اور معذرت ہے۔

۹۷: قَالَ (اس کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا): فَاذْهَبْ (تو بس چلا جا) ہمارے درمیان دھتکارا ہوا۔ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ (تیرے لئے اس دنیا کی زندگی میں جب تک تو زندہ رہے گا)۔ اَنْ تَقُوْلَ (کہ تو کہتا پھرے گا) جو تجھ سے ملنا چاہے گا۔ اور اسے تیرے متعلق علم نہ ہوگا۔ لَا مِسَاسَ (چھونا نہیں) مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور نہ میں اس کو ہاتھ لگاؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس کے ساتھ میل جول سے مکمل طور پر منع فرما دیا اور اس پر ان سے ملنا حرام کر دیا اور گفتگو بند کر دی۔ خرید و فروخت ناجائز قرار دی۔ جب کسی کے ساتھ اتفاقاً ہاتھ لگ جاتا تو چھونے والے اور سامری دونوں کو بخار چڑھ جاتا۔ چنانچہ وہ جنگل میں چیختا پھرتا۔ لامساس لامساس لامساس۔

بعض کہتے ہیں اس کی اولاد میں یہ اب تک موجود ہے۔

ایک قول یہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے منع فرما دیا۔

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ (اور تیرے لئے ایک اور مقررہ وعدہ ہے جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا) اللہ تعالیٰ تیرے متعلق کئے گئے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ فرمائیں گے جو اس نے شرک اور فساد فی الارض کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وہ آخرت میں تیرے حق میں پورا کرے گا اور یہ دنیا کی سزا اس سے زائد ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لن تخلِفه پڑھا ہے۔ اور یہ اخلفت الموعد سے لیا گیا ہے۔ جب کہ تم اس کے خلاف پاؤ۔

سامری کے معبود کا حشر:

وَانْظُرْ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ (اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا) ظَلْتَ اصل میں ظَلَلْتَ ہے پہلی لام کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دیا۔ عَاكِفًا (ٹھہرنے والا) لَّنُحَرِّقَنَّهٗ (ہم ضرور اس کو آگ سے جلا کر راکھ کر دیں گے۔) ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ (پھر اس کی راکھ کو بکھیر دیں گے) فِی الْیَمِّ نَسْفًا (دریا میں بکھیرنا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جلوا دیا اور سمندر میں اس کی راکھ بکھیر دی گئی۔ بعض نے سمندر کا پانی جا پیا کیونکہ بچھڑے کی محبت ان کے دل میں رچی بسی تھی۔ مگر ان کے ہونٹوں پر بطور علامت سونے کی زردی ظاہر ہوگئی۔

۹۸: اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (حقیقت میں تمہارا معبود صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے) علمًا یہ تمیز ہے یعنی اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ

اسی طرح ہم آپ سے گزشتہ واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے، جس شخص نے

اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اس سے اعراض کیا سو بلاشبہ وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ لادے گا۔ ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے

حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

برا ہوگا جس روز صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرمین کو اس حالت میں جمع کریں گے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی، وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

کہ تم لوگ صرف دس دن رہے ہو، ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کے بارے میں وہ بات کریں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والا یوں کہے گا کہ

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵

تم تو بس ایک ہی دن ٹھہرے ہو۔

۹۹: كَذٰلِكَ کاف محلاً منصوب ہے ای مثل ما اقتصصنا علیك قصة موسیٰ وھارون جیسے ہم نے تمہیں موسیٰ وہارون کا واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (ہم تم سے واقعات گزشتہ کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں۔) گزشتہ امتوں کے واقعات وحالات تاکہ وضاحت اور زیادہ ہو جائے اور آپ کے معجزات بھی زیادہ ہو جائیں۔ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ (اور ہم نے ہی آپ کو دیا ہے۔) مِنْ لَّدُنَّا (اپنے پاس سے) ذِكْرًا (ایک نصیحت نامہ) ذکر سے قرآن مجید مراد ہے۔ یہ سب سے عظیم تر ذکر ہے اور قرآن کریم ایسا ہے۔ جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس میں نجات ہے یہ واقعات، حالات پر مشتمل ہے جن میں حقیقی فکر وسوچ اور عبرت پائی جاتی ہے۔

قرآن سے مُنہ موڑنے والے کا حکم:

۱۰۰: مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ (جو لوگ اس سے منہ موڑیں گے) اس قرآن سے جو کہ ذکر ہے اور اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا (وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائیں گے) سخت عذاب۔ اس کو بوجھ کا نام دیا کیونکہ انکا انجام بھی بوجھ کے مشابہ ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو صعوبات پیش آئیں گی وہ بھاری بوجھ کی طرح ہیں جو کہ کمر کو توڑنے والا ہونگی۔ اور اس کا گناہ بھی اس کی پیٹھ پر ڈالا جائے گا۔ نمبر۲۔ اس وجہ سے کہ گناہ کا بدلہ ہے۔

۱۰۱: خٰلِدِيْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے) یہ يَحْمِلُ کی ضمیر سے حال ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے اور فَاِنَّهٗ میں لفظ مَنْ کا لحاظ کر کے واحد لائے۔ فِيْهِ (اس میں بوجھ میں) بوجھ کی جزاء یعنی عذاب میں وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا (اور

قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بہت برا ہوگا) ساء یہ بئس کے حکم میں ہے۔اور اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر حملاً بطور تمیز کر رہا ہے۔لھم میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ هیت لك [یوسف:۲۳] میں ہے۔ساء کا مخصوص بالذم محذوف ہے۔کیونکہ پہلے آنے والا الوزر اس پر دلالت کر رہا ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے ساء الحمل حملاً وزرهم۔

قیامت کا ایک منظر:

۱۰۲: یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ (جس روز صور میں پھونک ماردی جائے گی)

نحو: یوم ینفخ یہ یوم القیامة سے بدل ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے ننفخ پڑھا ہے۔

الصور نمبرا۔قرن سینگ کو کہتے ہیں۔نمبر۲۔جمع صورة ہے۔صورتوں میں ارواح پھونک دیں گے۔اس کی دلیل قتادہ کی قراءت ہے۔فی الصُور میں واو کا فتحہ جمع صورة ہے۔وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا (اور ہم مجرمین کو اس دن اٹھائیں گے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہونگی) زُرقا یہ حال ہے یعنی اندھی آنکھوں والا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا و نحشرهم یوم القیامة علی وجوههم عمیا [الاسراء:۹۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی آنکھ سے روشنی جاتی رہے اس کی آنکھ کی سیاہی ختم ہو کر نیلی ہو جاتی ہے۔

۱۰۳: یَّتَخَافَتُوْنَ (وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے) بَیْنَهُمْ (آپس میں) اس دن کے ہول و ڈر کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے چپکے باتیں کریں گے۔اِنْ لَّبِثْتُمْ (تم دنیا میں نہیں ٹھہرے۔)

اِلَّا عَشْرًا (مگر دس راتیں) قبور میں قیام کی مدت کو قلیل قرار دیں گے۔نمبر۲۔دنیا میں قیام کے زمانہ کو تھوڑا کر کے بتلائیں گے۔کیونکہ وہ وہاں ایسی سختیاں دیکھیں گے جو انہیں نعمتوں اور سرور کے ایام یاد دلائیں گی۔وہ ان ایام پر افسوس کریں گے اور ان کو بہت قلیل بتلائیں گے اس لئے کہ خوشی کے دن ہوتے ہی تھوڑے ہیں نمبر۳۔کیونکہ وہ دن ان سے کھو چکے ہونگے اور گزری چیز خواہ طویل المدت ہو۔مگر ختم ہونے کی وجہ سے قصیر ہوتی ہے۔نمبر۴۔آخرت کو جھانک لینے کی وجہ سے کیونکہ وہ ابدی ہے۔اس کے مقابلہ میں دنیا کی عمر کو حقیر و چھوٹا قرار دیں گے۔اور دنیا میں رہنے والوں کی مدت آخرت کے قیام کے مقابلہ میں قلیل قرار دی جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اس کے قول کو راجح قرار دیا ہے جو ان میں سب سے قلیل قرار دیتا ہے فرمایا:

۱۰۴: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ (ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں جبکہ ان میں سے) اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا (صاحب الرائے اس طرح کہتا ہوگا۔تم تو ایک ہی روز رہے) امثل کا معنی معتدل و درست رائے والا۔طریقة بمعنی قول ہے۔جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم فسئل العادین [المؤمنون:۱۱۳]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى

اور وہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا' پھر زمین کو ایک ہموار میدان بنا دے گا۔ اے مخاطب تو

فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

اس میں کوئی ناہمواری اور کوئی بلندی نہیں دیکھے گا' جس روز بلانے والے کا اتباع کریں گے اس کے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہوگا اور رحمٰن کے لئے آوازیں پست

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

ہو جائیں گی سوائے مخاطب تو پاؤں کی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنے گا' جس دن شفاعت نفع نہ دے گی مگر اسی کو جس کے لئے رحمٰن نے اجازت دی

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ

اور جس کے لئے بولنا پسند فرمایا۔ وہ جانتا ہے جو ان کے پہلے احوال تھے' اور ان لوگوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' اور تمام چہرے

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

حی و قیوم کے لئے جھک جائیں گے اور جو شخص ظلم اٹھا کر لے گیا ہو وہ ناکام ہوگا' اور جس شخص نے مومن ہونے کی حالت میں اچھے

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

عمل کئے سوا سے کسی طرح کے ظلم کا اور کسی کمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔

پہاڑوں کے متعلق سوال و جواب:

۱۰۵: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ (آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں) کفار نے نبی اکرمؐ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا بنے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کسی نے سوال نہیں کیا بر تقدیر سوال جواب کی تعلیم کی گئی ہے کہ اگر وہ آپ سے سوال کریں تو کہہ دیں اسلئے فاء سے فرق کیا گیا بخلاف دیگر سوالات کے وہاں فاء نہیں لائی گئی جیسا اس قول میں **ویسئلونك عن المحیض قل هو اذی** (البقرہ:۱۱۱) **ویسئلونك عن الیتامٰی قل اصلاح لهم خیر** [البقرہ:۲۲۰] **ویسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر** [البقرہ:۲۱۹] **یسئلونك عن الساعة ایان مرسها قل انما علمها عند ربی** [الاعراف:۱۸۷] **ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی** [الاسراء:۸۵] **ویسئلونك عن ذی القرنین قل سأتلوا** [الکہف:۸۳] غرضیکہ ان تمام مقامات میں سب سے پہلے سوالات کیے گئے پھر جوابات وارد ہوا۔ ان میں شرط کا معنی نہ تھا اسلئے فاء نہیں لائی گئی۔

يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (میرا رب ان کو اڑا دے گا اڑانا) ان کو ریت کی طرح کر دے گا۔ پھر ہوائیں بھیج کر ان کو متفرق کر دے گا۔ جیسا کہ غلہ کو متفرق کیا جاتا ہے۔ قول خلیلؒ یہ ہے کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

۱۰۶: فَيَذَرُهَا (پھران کے مقامات کوتبدیل کر دے گا۔) نمبر۲۔ ھا ء کی ضمیر کا مرجع الارض کومعلوم ہونے کی بنا پر بنایا جائے۔ جیسااس آیت میں ماترك على ظهر ها [فاطر:۴۵] قَاعًا صَفْصَفًا (ہموارزمین چٹیل میدان۔)

۱۰۷: لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا (تمہیں اس میں ناہمواری دکھائی نہ دے گی) عوجا: جھکاؤ۔ ٹیڑھ۔ وَّ لَآ اَمْتًا (نہ ٹیلہ) بلندی العوج کالفظ کسرہ سے معانی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفتوح کالفظ اعیان میں ہی آتا ہے اورزمین تو اعیان میں سے ہے۔ مگراس کے لئے لفظ معانی والا استعمال ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب زمین اس قدر برابر کردی جائے کہ اس میں ذرا بھر ٹیڑھ نہ رہے خواہ کتنے آلات سے جائزہ لیا جائے تو پھر یہ معانی کے قائم مقام بن گئی۔

۱۰۸: يَوْمَئِذٍ (اس دن)۔ اس میں یوم کی اضافت پہاڑوں کے اڑانے کی طرف کی۔ ای یوم اذنسفت الجبال نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یوم القيامه کا بدل ثانی ہے۔ يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ (وہ داعی کے کہنے پر چلیں گے ادھرادھر نہ مڑیں گے) جو محشر کی طرف بلائے گا۔ یعنی داعی سے مراد اسرافیل ہیں۔ اتباعِ داعی سے اتباعِ صوتِ داعی مراد ہے اسرافیل علیہ السلام صخرہ بیت المقدس پر آواز دیں گے ايتها العظام البالية والجلود المتخرقة و اللحوم المتفرقة هلمّى الى عرض الرحمان [الرحمان:۷۱] اے بوسیدہ ہڈیو اے پارہ پارہ کھالو۔ متفرق گوشت کے گالو۔ رحمان کی بارگاہ میں پیش ہونے کو چلو۔ ہر طرف سے وہ اس کی آواز پر متوجہ ہونگے ادھرادھر نہ مڑیں گے۔ وَخَشَعَتِ (اور پست ہوجائیں گی۔)

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (آواز میں رحمان کی ہیئت ورعب سے) فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (پس تو نہ سن پائے گا سوائے خفیف آواز کے) ہونٹ ہلانے سے خفیف آواز سنی جائے گی دوسرا قول یہ ہے کہ همس الابل سے ہے اونٹوں کے چلنے کے وقت ان کے پاؤں کی آواز مطلب یہ ہے کہ تم قدموں کی آہٹ سنو گے اور محشر کی طرف انکا منتقل ہونا۔

۱۰۹: يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (اس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر ایسے شخص کیلئے جس کے لئے رحمان نے اجازت دے دی ہو۔)

نحو: مَنْ شفاعت کا بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مضاف محذوف ہے۔ ای لا تنفع الشفاعة الا شفاعة من اذن له الرحمان یعنی وہ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (اوراس کے لئے بولنا پسند کرلیا ہو) اور اپنے لئے اس کی بات کو پسند کرلیا ہو کہ جس کے حق میں شفاعت کی جارہی ہے وہ محفوظ ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ منصوب ہے اس طرح کہ تنفع کا مفعول ہے۔

۱۱۰: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہ جانتا ہے ان کے تمام اگلے پچھلے احوال کو) ان کے گزشتہ احوال اور مستقبل کی کیفیات سے واقف ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے) یعنی ان چیزوں کو جن کا احاطہ علم الٰہی کرنے والا ہے۔

نحو: اس صورت میں ضمیر ما کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲: ضمیر کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تا کہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

سمجھ پیدا کر دے۔　　سو اللہ برتر ہے' بادشاہ ہے' حق ہے'　　اور آپ قرآن میں اس سے پہلے جلدی نہ کیجئے کہ اس کی

يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

وحی پوری کر دی جائے'　　اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم اور بڑھا دے۔

۱۱۱: وَعَنَتِ (جھک جائیں گے اور ذلیل ہو جائیں گے) اور اسی سے ہے کہ اسیر و قیدی کو عانٍ (عاجز) کہتے ہیں عنا یعنو الْوُجُوْهُ (چہرے) مراد چہروں والے۔ لِلْحَيِّ (اس ذات کیلئے جو کبھی نہیں مرے گی) ہمیشہ زندہ رہے گی اس پر موت نہ آئے گی۔ ہر زندگی جس کے پیچھے موت ہو وہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ الْقَيُّوْمِ (ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی) ہر شخص جو کچھ کرتا ہے اس کے تمام اعمال کو تھامے ہوئے ہے۔ نمبر۲۔ تمام مخلوق کے انتظام کو تھامے ہوئے ہے۔ وَقَدْ خَابَ (اور ایسا شخص ناکام رہے گا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (جو ظلم لے کر آیا ہوگا) جو موقف قیامت میں شرک اٹھا کر لایا۔ کیونکہ ظلم وضع الشئ فی غیر موضعہٖ کو کہا جاتا ہے اور اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا جس نے مخلوق کو خالق کا شریک بنا دیا۔

۱۱۲: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (اور جس نے نیک کام کئے) صالحات سے طاعات مراد ہیں۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حالت میں کہ وہ ایماندار تھا) وہ محمد ﷺ جو لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔

نکتہ: معلوم ہوا کہ ایمان والا لقب ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جو بغیر اعمال صالحہ کے ہو۔ ایمان اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرط ہے۔

فَلَا يَخٰفُ (وہ نہ اندیشہ کرے گا۔) قراءت: مکی نے نہی فَلَا يَخَفْ پڑھا ہے۔

ظُلْمًا (زیادتی کا) کہ اس کی سیّات بڑھا دی جائیں وَّلَا هَضْمًا (اور نہ کمی کا) کہ اس کی حسنات میں کمی کر دی جائے هضم کی اصل نقص اور کسر ہے (کم کرنا، توڑنا)۔

۱۱۳: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)

نحو: اس کا عطف كذلك نَقُصُّ پر ہے۔ یعنی اس اتارنے کی مثل اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے اس کو قرآن عربی اتارا) عربی زبان میں اتارا۔ وَّصَرَّفْنَا (اور بار بار بیان کئے)۔ فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (اس میں وعیدیں شاید کہ وہ پرہیز کریں) شرک سے بچے رہیں۔ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ (یا وہ پیدا کر دے گا ان کے لئے) وعید یا قرآن ذِكْرًا (نصیحت) یا ایمان لا کر اس سے مشرف باد ہو جائیں اور بلند ہو جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ أو واؤ کے معنی میں ہے۔

۱۱۴: فَتَعٰلَى اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑا عالی شان ہے) وہ تمام گمانوں سے بلند و بالا ہے تمام فہموں کے وہموں سے اعلیٰ ہے

اجسام کی مشابہت اور مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔ اَلْمَلِكُ (وہ بادشاہ) ایسا کہ تمام بادشاہ اس کے محتاج اَلْحَقُّ (سچا) الوہیت کا سچا حقدار فناء و بگاڑ اور زوال کا اس کے اقتدار حکومت میں احتمال و وہم بھی نہیں۔ جب قرآن اور اس کے نزول کا تذکرہ ہوا۔ تو بطور استطر ادفرمایا جب جبرئیل قرآن کی وحی لیکر آئیں تو جب تک وہ پوری وحی پہنچا نہ چکیں قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں۔ آپ اتنی دیر کریں کہ اس کو سنا دیں اور سمجھا دیں۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (اور آپ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں)۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (اس سے قبل کہ اس کی وحی مکمل ہو) اس سے پہلے کہ جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر فارغ ہوں۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (اور کہہ دیں اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما) قرآن اور اس کے معانی کا علم دوسرا قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو کسی چیز میں اضافہ کی طلب کرنے کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور اس سے پہلے ہم نے آدم کو حکم دیا سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انکار کر دیا۔ سو ہم نے کہا اے آدم بلاشبہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ

سو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے سو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے بلاشبہ تمہارے لئے یہاں یہ بات ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو گے اور نہ ننگے رہو گے اور نہ یہاں

لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى

تم پیاسے ہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا وہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی والا درخت

شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

اور ایسی بادشاہی نہ بتادوں جس میں کبھی ضعف نہ آئے سو ان دونوں نے اس میں سے کھالیا سو ان کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۛ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

سو ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت پر قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم میں بعض، بعض کے دشمن ہوں گے سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے

مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

کوئی ہدایت آئے تو سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔

قصۂ آدم علیہ السلام و ملائکہ وابلیس:

۱۱۵: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ (اور تحقیق ہم آدم علیہ السلام کو ایک حکم دے چکے تھے) یعنی ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ درخت میں سے نہ کھائیں بادشاہوں کے اوامر و وصایا میں کہا جاتا ہے تقدم الملك الى فلان واوعزاليه و عزم عليه وعهد اليه۔ ان تمام میں حکم و نصیحت کا معنی ہے۔

نحو :قصۂ آدم کا عطف و صَرَّفنا فیه من الوعید پر ہے۔مطلب یہ ہے کہ میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم کوحکم دیااوران کووصیت کی کہ وہ درخت کے قریب نہ جائیں۔

مِنْ قَبْلُ (ان کے وجود سے قبل) پس انہوں نے وہ کرلیا جس سے روکا گیا تھا۔جیسا کہ یہ مخالفت کررہے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کے معاملے کی بنیاد ہی اس بات پر ہے۔اوراس کا اثران میں پختہ ہے۔فَنَسِیَ (پس وہ عہد کو بھول گئے) ممانعت والا عہداورانبیاء علیہم السلام سے اس نسیان پر مواخذہ ہوتا ہے۔جس کے متعلق اگر وہ تکلف کرتے تو وہ اس سے بچ سکتے تھے۔وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (اورہم نے ان کے اندر پختگی نہ پائی) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کیلئے پختہ ارادہ وقصد نہ پایا۔نمبر۲۔آدم اولی العزم میں سے نہ تھے۔یہاں وجود علم کے معنی میں ہے اور لہ عزمًا دونوں اس کے مفعول ہیں۔نمبر۳۔عزم یہ عدم کی نقیض ہے یعنی ان میں پختگی معدوم تھی۔اور لہ اس صورت میں نجد کے متعلق ہے۔

۱۱۶:وَاِذْ قُلْنَا (اور جب ہم نے کہا۔) نحو :یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (فرشتوں کو کہ تم آدم کو سجدہ کرو) قول اول یہ لغوی سجدہ ہے جو کہ تذلل،خضوع کو کہا جاتا ہے۔دوسرا قول آدم کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے آدم کو قبلہ کی طرف قرار دیکر سجدہ کا حکم ہوا۔فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ (پس انہوں نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا مستثنیٰ منہ کی جنس سے تھا۔

حضرت حسن کا قول یہ ہے ملائکہ ارواح کی مخلوق کا نچوڑ ہیں۔ان میں توالد وتناسل نہیں اور ابلیس گرم لو کے مادہ سے ہے (جو جنات کی اصل ہے) ان سے استثناء انکا اس لئے صحیح ہے۔کہ یہ ان کے ساتھ رہتا اوران کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔اَبٰی (اس نے انکار کیا۔)

نحو :یہ جملہ مستانفہ ہے۔گویا یہ قائل کے اس قول کا جواب ہے جو کہ یہ کہے کہ اس نے پھر سجدہ کیوں نہ کیا؟ اور درست وجہ یہ ہے کہ اس کا مفعول مقدر نہ مانا جائے اور وہ سجدہ ہے اوراس پر فَسَجَدُوْٓا دلالت کرتا ہے اوراس کا معنی یہ ہے کہ اس نے انکار کو ظاہر کیا۔اوراس پر توقف کیا۔

۱۱۷:فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ (اورہم نے کہا اے آدم بیشک یہ تیرا دشمن اور تیری بیوی کا دشمن ہے) اس طرح کہ اس نے تمہیں سجدہ نہیں کیا اور تیری عظمت کا قائل نہیں۔فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکال باہر کرے) یعنی تمہارے جنت سے نکلوانے کا سبب نہ بن جائے۔فَتَشْقٰی (پھر تم مشقت ومصیبت میں پڑ جاؤ) خوراک کی تلاش میں تھکنا پڑے۔

یہاں فتشقیا نہیں فرمایا آیات کے آواخر کا لحاظ رکھا گیا۔نمبر۲۔حواء تو بحیثیت تابع داخل ہی ہے۔نمبر۳۔مرد عورت کے خرچہ کا ذمہ دار ہے۔روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایک سرخ بیل بھیجا گیا جس سے ہل چلاتے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔

۱۱۸:اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا (اور تیرے لئے اس میں یہ ہے کہ نہ بھوک لگے گی) یعنی جنت میں وَ لَا تَعْرٰی (اور نہ تو ننگا ہوگا)

کپڑوں سے کیونکہ یہ کپڑے ہمیشہ کیلئے تیار کردہ ہیں۔

۱۱۹: وَاَنَّكَ (اور بیشک تم) قراءت: نافع، ابوبکر نے اِنَّكَ پڑھا۔ پہلے اِنَّ پر عطف کیا اور دیگر قراء نے فتحہ سے پڑھا اور اس کا عطف اَلَّا تَجُوعَ پر کیا ہے۔ اور محلاً منصوب مانا ہے اور فصل کی صورت میں بھی جائز ہے۔ جیسا کہ تم کہو ان فی علمی اَنَّكَ جالسٌ۔ لَاتَظْمَؤُا فِيْهَا (نہ اس میں پیاس لگے گی) اس میں پیاسا نہ ہوگا کیونکہ وہاں مشروبات ہی مشروبات ہیں۔ وَلَا تَضْحٰى (نہ دھوپ لگے) سورج کی گرمی تجھے نہ پہنچے گی۔ کیونکہ جنت میں سورج کا وجود نہیں۔ اہل جنت ظِلٍّ ممدود میں قیام پذیر ہیں۔

۱۲۰: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ (پس شیطان نے ان کو بہکایا) اس نے وسوسہ ڈالا۔ اَنهى اليه الوسوسة سر اليه کی طرح ہے پوشیدہ وسوسہ ڈالا۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ (کہا اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتلا دوں) یہاں شجرہ کی نسبت خلد کی طرف کی خلد، خلود کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جس نے اس سے کھالیا۔ اس کے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ رہا۔ اور اس پر موت نہ آئے گی۔ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (اور ایسی بادشاہی جو پرانی نہ ہو) یعنی زوال وفناء نہ آئے گا۔

۱۲۱: فَاَكَلَا (پس ان دونوں نے اس درخت سے کھالیا) دونوں سے آدم وحواء مراد ہیں۔ مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (فوراً دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے) سوأۃ، ستر وعورت۔ وَطَفِقَا (اور لگے) طَفِقَ اور جَعَلَ دونوں کَادَ کی طرح ہیں خبر مضارع آتی ہے البتہ یہ دونوں شروع استمرار کا معنی پیدا کرنے کیلئے آتے ہیں اور کَادَ قرب کو ظاہر کرتا ہے۔

عصیان کا معنی:

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (چپکائے اپنے اور جنت کے پتے) ستر کیلئے دونوں جنت کے درختوں کے پتوں کو چپکانے لگے اور درخت سے یہاں انجیر مراد لیا گیا ہے۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا وہ غلطی میں پڑ گئے) رائے سے بھٹک گئے۔ ابن عیسیٰ کہتے ہیں ناکام ہو گئے۔ حاصل یہ ہے کہ العصیان امر ونہی کے خلاف کام کا واقعہ ہونے کو کہا جاتا ہے۔ یہ دو قسم پر ہے۔ نمبر ۱۔ جان بوجھ کر ہوتا ہے اس سورت میں ذنب کہلاتا ہے۔ نمبر ۲۔ جان بوجھ کر نہیں ہوتا تو لغزش کہلاتا ہے۔ جب آپ کے فعل کو عصیان سے تعبیر کیا تو رشد سے وہ فعل نکل گیا اور غی میں شامل ہوا کیونکہ نام ہی خلاف رُشد کا ہے۔

البتہ عصى آدم رَبَّهٗ فَغَوٰى کی تصریح میں جو زل آدم کو چھوڑ کر اختیار کی گئی ہے اس میں انتہائی بلیغ انداز میں زجر اور تمام مکلفین کیلئے نصیحت ہے۔ گویا اس طرح فرمایا غور کرو اور عبرت حاصل کرو۔ کہ کس طرح معصوم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر کی لغزش کی اطلاع اس سخت انداز سے دی گئی پس تم صغائر کے سلسلہ میں بے خبر مت بنو چہ جائیکہ کبائر کا ارتکاب کرنے لگو۔

۱۲۲: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ (پھر ان کے رب نے ان کو چن لیا) اپنا مقرب بنایا۔ نمبر ۲۔ منتخب کیا چن لیا۔ اجتبی کا اصل معنی جمع کرنا ہے جیسے جبی الخراج۔ اس نے خراج جمع کیا۔ جبی الیّ میرے پاس جمع کیا گیا۔ فاجتبیتہٗ میں اس کو اپنے پاس جمع کر لیا۔ اپنے قرب میں لے آیا۔ فَتَابَ عَلَيْهِ (پس ان پر توجہ فرمائی) توبہ سے قبل وَهَدٰى (اور راہ راست پر قائم رکھا) معذرت واستغفار کی طرف ان کی راہنمائی کر کے راہ راست پر قائم رکھا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

اور جس شخص نے میری نصیحت سے اعراض کیا سو اس کے لئے تنگی کا جینا ہو گا اور ہم اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائیں گے

اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ

کہ وہ اندھا ہوگا وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے آپ نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچی

اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ یُؤْمِنْۢ

تھیں سو تو انہیں بھول گیا اور آج تو بھلا دیا جائے گا' اور ہم اسی طرح اسے سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان

بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

نہ لائے' اور یہ واقعی بات ہے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور بڑا دیرپا ہے' کیا انہیں اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو

مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع

ہلاک کر دیا یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۲۳: قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں ساتھ ساتھ اس حالت میں جنت سے اترو) یعنی آدم وحواء۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) باہمی حسد کی وجہ سے تمہاری اولاد۔ نمبر۲۔ دین میں اختلاف کی وجہ سے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى (پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے) ہدایت سے کتاب وشریعت مراد ہے۔ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ (پس جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ نہ گمراہ ہوگا) دنیا میں وَلَا یَشْقٰى (اور نہ نامراد ہوگا) آخرت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شخص کو جو قرآن کی اتباع کرے دنیا میں گمراہ نہ ہونے اور آخرت میں نامراد نا کام نہ ہونے کی ضمانت عنایت فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں دین کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اس کی سزا آخرت کی بدبختی ہے پس جو کتاب اللہ تعالیٰ کے راستہ کو اختیار کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا پابند ہے۔ وہ جس طرح گمراہی سے نجات پانے والا ہے اسی طرح اس کی سزا سے بھی رہائی پانے والا ہے۔

تنگی کا جینا:

۱۲۴: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ (اور جس نے میری نصیحت سے اعراض کیا) ذکر سے یہاں قرآن مراد ہے۔ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا) ضنکًا کا معنی تنگی ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اس کو جب وصف کے طور پر استعمال کریں تو اس میں تذکیر وتانیث برابر ہے۔

ابن جبیرؒ کا قول:

معیشت میں تنگی سے مراد قناعت کا چھین لینا ہے یہاں تک کہ وہ سیر ہی نہیں ہوتا۔ دین میں تو تسلیم قناعت اور توکل ہے پس دین والے کی زندگی پاکیزگی ہوگی اور دین سے اعراض کی صورت میں حرص، بخل کی وجہ سے اس کی زندگی تنگ ہوگی اور اس کی حالت اندھیر ہوگی۔ جیسا کہ بعض متصوفہ نے کہا کہ جس نے اپنے رب کی یاد سے اعراض کیا اس نے اپنے وقت کو اندھیر کر دیا اور اپنے رزق کو تشویشناک کر دیا۔ وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے) حجت و دلیل سے اندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول وہ آنکھوں سے اندھا ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ونحشر هم يوم القيامة على وجوههم عميًا [الاسراء ۹۷] اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دین سے اندھاپن آخرت کا اندھاپن:

۱۲۵: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا) دنیا میں۔

۱۲۶: قَالَ كَذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح) یعنی اس فعل کی طرح جو تو نے کیا پھر اس کی وضاحت فرمائی اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (تیرے پاس ہمارے احکام آئے تھے پھر تو نے انکا خیال نہ کیا اور ویسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا) تیرے پاس ہماری واضح آیات پہنچیں تو نے ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور ان کو چھوڑ دیا بے پروائی اختیار کی۔ ان سے اندھا بنا رہا۔ پس اسی طرح آج ہم تیرے اندھے پن میں تجھے چھوڑ رہے ہیں۔ اور اندھے پن کا پردہ تیری آنکھوں سے زائل نہ کریں گے۔

۱۲۷: وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ (اور اسی طرح ہم پر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے) بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى (رب کی آیات پر ایمان نہ لائے، سزا دیں گے۔ البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے) جب ذکر و یاد سے اعراض کرنے والے کو دو سزاؤں سے ڈرایا۔ نمبر۲۔ دنیا میں تنگ گزر۔ نمبر۳۔ آخرت میں اندھا اٹھایا جانا تو اس کے بعد آیات کا اختتام وعید کے الفاظ و لعذاب الأخرة اشد وابقى سے فرمایا۔ یعنی اندھا اٹھایا جانا جو کہ کبھی زائل نہ ہوگا۔ وہ ختم ہونے والی زندگی سے جس میں تنگی تھی بہت ہی سخت ہے۔

۱۲۸: اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ (کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کی دلیل زید کی قراءت جو یعقوب کی روایت سے ہے نون کے ساتھ۔ نهد لهم۔

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ (ہم ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکے یہ لوگ چلتے ہیں) یمشون یہ لهم کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ (ان کے رہنے کے مقامات میں) مراد یہ ہے کہ قریش مکہ عاد، ثمود، قوم لوط کے مقامات و مساکن میں آتے جاتے گزرتے ہیں اور ان کی بربادی کے آثار کو آنکھوں سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (اس میں عقل والوں کیلئے کھلی دلیلیں موجود ہیں) اُولِي النُّهٰى عقل والے۔ اگر وہ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات فرمائی ہوئی نہ ہوتی۔ اور اجل مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب آجاتا۔ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ

اور سورج کے نکلنے اور سورج چھپنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح میں مشغول رہئے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح پڑھیئے

وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

اور دن کے طرف میں بھی تاکہ آپ خوش ہوجائیں اور آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے جو ان کی بیویاں ہیں

زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ

اور دنیاوی زندگی کی رونق ہے، اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے اور بہت دیرپا ہے، اور آپ اپنے گھر والوں کو

بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کی پابندی کیجئے ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے ہم آپ کو رزق دیں گے اور بہتر انجام پرہیزگاری کا ہے۔

سوچیں تو ان کو معلوم ہوجائے گا کہ ان کو کفر کی وجہ سے تہس نہس کر دیا گیا۔ پس انہیں ان جیسی حرکات نہ کرنی چاہئیں۔

۱۲۹: وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طرف ایک بات پہلے طے شدہ نہ ہوتی) کہ امت محمد یہ ﷺ سے عذاب کو موخر کرنے کا حکم دیا گیا۔ لَكَانَ لِزَامًا (تو عذاب لازمی ہوتا) لِزَاماً۔ لازماً کے معنی میں ہے۔ لزام یہ لازم کا مصدر ہے۔ جس کو بطور صفت لائے۔ وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (اور میعاد معین نہ ہوتی) اور وہ قیامت ہے تو دنیا میں ہی عذاب ان کو آچمٹتا۔ جیسا کہ گزشتہ کفار کو لازم ہوا۔

صبر و نماز کی تلقین:

۱۳۰: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (آپ ان کی باتوں پر صبر کریں) جو آپ کے متعلق کرتے ہیں۔ وَسَبِّحْ (اور تسبیح کرو) یعنی نماز ادا کرو۔ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے معنی یہ ہے وانت حامد لربك على ان وفقك للتسبيح واعانك عليه اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی اس بات پر تعریف کرنے والے ہیں۔ کہ اس نے آپ کو تسبیح کی توفیق دی اور اسیر اعانت خاص فرمائی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (سورج کے طلوع سے قبل) اس سے صلاۃ فجر مراد ہے۔ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (اور اس کے غروب سے پہلے) اس سے ظہر و عصر مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں دن کے آخری نصف میں پائی جاتی ہیں جو زوال اور غروب کے مابین ہے۔ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ (اور اوقات شب میں پس اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں) اور رات کی ساعات کی پابندی کرو۔ اور دن کے اطراف کو خاص کر اپنی نماز کیلئے اور رات کے

اوقات میں صلاۃِ عشاء تسبیح کو شامل ہے۔ اور اطراف نہار میں صلاۃِ مغرب اور نمازِ فجر آتی ہیں۔ تکرار سے ذکر کرنے کا مقصد ان کی خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جیسا کہ اس ارشاد میں موجود ہے۔ والصلوۃ الوسطی [البقرہ:۲۳۸] بعض کے نزدیک اطراف النھار کو جمع لایا گیا۔ حالانکہ یہ تو دو طرفین ہیں۔ تاکہ التباس سے امن رہے۔ اس کا عطف قبل پر ہے۔

لَعَلَّكَ تَرْضٰى (تاکہ تم راضی ہو جاؤ) لعلّ مخاطبت کیلئے ہے۔ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اس امید سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب پالو جس سے آپکا نفس خوش ہو جائے اور دل راضی ہو۔

قراءت: علی وابوبکر نے تُرضی پڑھا۔ تاکہ تمہارا رب تمہیں خوش کر دے۔

ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھنے کی ممانعت:

۱۳۱: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھیں) اپنی نگاہوں کی نظر اور درازی نظر سے اس کا لمبا کرنا مراد ہے۔ کہ دیکھی جانے والی چیز کی پسندیدگی وخوبصورتی کی بنا پر نگاہ اس سے نہ ہٹائی جائے۔

مَتِّعْنَا بِهٖۤ: جو نظر طویل نہ ہو وہ معاف ہے اور وہ اس طرح ہے کہ نظر اچانک پڑے پھر نگاہ کو نیچا کر لے۔ متقی لوگوں نے ظالموں کے مکانات پر نگاہ ڈالنے اور فساق کے ٹھاٹ والے لباسوں اور ان کی سواریوں پر نگاہ سے بھی روکا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فساق کے گھوڑوں کی جھنکار کی طرف بھی نگاہ نہ کرو۔ بلکہ یہ دیکھو کس طرح ان کے سواروں پر گناہ کی ذلت چھائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ چیزیں دیکھنے والوں کیلئے ہی سجائی ہیں۔ پس ان کو دیکھنے والا گویا ان کی غرض پوری کر رہا ہے۔ اور ان کے اختیار کرنے پر ابھارنے والا ہے۔ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف گروہوں کو دیا ہے) ازواجًا کا معنی یہاں اقسام ہے۔ مختلف قسم کے کفار کو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ہاء ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔ اور فعل منھم پر واقع ہونے والا ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس چیز کی طرف جس سے ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اور مختلف ہیں۔ بعض دوسرے اور کچھ ان میں سے۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی رونق و بہار کی خاطر۔)

نَحْوَ: یہ منصوب علی الذم ہے یا یہ بہ کے محل کا بدل ہے۔ یا ازواجًا کا بدل ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے ذوی زھرۃ۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (تاکہ ہم ان کی اس میں آزمائش کریں) تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کے کفر کی وجہ سے عذاب ان پر لازم ہو جائے۔ یا اس کے سبب ان کو آخرت میں عذاب دیں۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ (اور تیرے رب کا دیا ہوا) ثواب اور وہ جنت ہے یا رزق حلال۔ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے) اس حرام سے جو ان کے پاس ہے۔

ماتحتوں کو نماز کا حکم:

۱۳۲: وَاْمُرْ اَهْلَكَ (اور تم اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہو) اپنی امت کو یا تمہارے گھر والے۔ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ (نماز کا اور خود اس کے پابند رہو) تم اس پر ہمیشگی اختیار کرو۔ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا (اس پر ہم آپ سے رزق کے طالب نہیں) ہم آپ سے نہیں کہتے کہ آپ اپنے آپ کو رزق دیں اور نہ اپنے اہل کو۔ نَحْنُ نَرْزُقُكَ) ہم ہی آپ کو رزق دینے والے ہیں) اور انہیں بھی پس رزق کے معاملے میں شدت سے اہتمام مت کریں۔ بلکہ اپنے دل کو آخرت کے معاملات کیلئے فارغ کر دیں اس لئے کہ

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص ہمارے پاس اپنے رب کی نشانی کیوں نہیں لاتا' کیا ان کے پاس پرانی کتابوں کا مضمون نہیں پہنچا' اور اگر

اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

جس کا ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کر لیتے' آپ فرما دیجئے سب انتظار کرنے والے ہیں سوتم بھی انتظار کرو۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ ۷ ۱۷

سوعنقریب جان لوگے سیدھے راستے والا اور ہدایت یافتہ کون ہے۔

جس کا طرزِ عمل یہ ہو کہ وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا فرما دیتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے ہاں مختلف اشیاء دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ..... ۔ پھر آواز دیتے الصلاۃ، الصلاۃ، رحمکم اللّٰہ۔ بکر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ کے گھر میں جب فاقہ آجاتا تو فرماتے نماز کیلئے اٹھو! اسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کے اقوال منقول ہیں۔ بعض تفاسیر میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی جسمانی پریشانی ہوتی تو آپ گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (اور اچھا انجام تقویٰ والوں کا ہے۔) یعنی اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے۔ اَلْعَاقِبَةُ: مضاف محذوف ہے۔ ای اھل التقوٰی ۔

۱۳۳: وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا۔ کفار نے لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔) لَوْلَا یہ ھلاَّ کے معنی میں ہے يَاْتِيْنَا وہ محمد کیوں نہیں لاتے۔ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے جو آپ کی صحت نبوت پر دلالت کرنے والی ہو۔

قراءت: اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ ۔ مدنی، بصری اور حفص نے اسی طرح پڑھا (کیا ان کے پاس نہیں آئی) بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (واضح دلیل جو پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی پہلی کتابیں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سابقہ عادت کے مطابق ضد کی بنا پر نبوت کی نشانی مانگی۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کیا تمہارے پاس سب سے بڑی نشانی جو اعجاز میں بے مثل ہے وہ نہیں آئی؟ یعنی قرآن۔

من قبل (اس سے پہلے) یعنی قرآن دلیل ہے ان تمام مضامین کیلئے جو پہلے صحائف میں آچکا اور ان کے صحیح ہونے کی

دلیل ہے کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزات نہیں بلکہ ان میں جو کچھ موجود ہے وہ اپنی صحت وتندرستی میں مستقل شہادت کا محتاج ہے۔

۱۳۴: وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ (اور اگر ہم ان کو اس قرآن سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے) رسول سے قبل نمبر۲۔ قرآن سے قبل لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ (تو یہ ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ)۔ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ (آپ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا تا کہ ہم تیرے احکام پر چلتے۔)

نحو: نتبع منصوب ہے کیونکہ یہ استفہام کا جواب ہے فاء کے ساتھ۔ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ (آپ کی آیات پر اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے) نزول عذاب کے سبب۔ وَنَخْزٰى (اور رسوا ہوتے) آخرت میں۔

۱۳۵: قُلْ كُلٌّ (کہہ دیں) ہر ایک ہر ایک ہم میں سے ہم بھی اور تم بھی مُّتَرَبِّصٌ (انتظار کرتے ہیں) انجام کے منتظر ہیں۔ کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ کس انجام تک پہنچتا ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا (پس تم بھی انتظار کرو۔) فَسَتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔) جب قیامت آن پہنچے گی۔ من اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (کہ کون درست راستے والے ہیں)۔ السَّوِيِّ کا معنی مستقیم ہے۔

نحو: من مبتدا اصحاب خبر ہے۔ اور محلاً منصوب ہے۔

وَمَنِ اهْتَدٰى (اور کون منزل مقصود کی راہ پانے والا ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں۔

فضیلت: رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اہل جنت سورۃ طٰہٰ اور یٰس پڑھیں گے۔ رواہ ابن مردویہ عن ابی امامۃ ایضا عن ابی بن کعبؓ۔

ترجمۂ سورۂ طٰہٰ بحمد اللہ تعالیٰ آج بروز جمعہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بعد العصر اختتام پذیر ہوا۔

الجزء ١٧

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الانبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

لوگوں کا حساب قریب آ گیا　　اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے ہیں　　ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا

جو کوئی نئی نصیحت آتی ہے　　تو وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں　　اس حال میں کہ ان کے دل غفلت میں ہیں اور جن لوگوں

النَّجْوَى ۖۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ

نے ظلم کیا انہوں نے چپکے چپکے سرگوشی کی　　کہ یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے جیسا انسان ہے۔ کیا تم دیکھتے ہوئے جادو کو

تُبْصِرُوْنَ ۝٣ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ز وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٤

مانتے ہو۔　　اس نے کہا میرا رب بات کو جانتا ہے آسمان میں اور زمین میں　　اور وہ سننے والا جاننے والا ہے'

قربِ قیامت اور لوگوں کی غفلت:

۱: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے منہ موڑے ہوئے ہیں۔) اِقْتَرَبَ قریب ہوا۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) ۔

نحو: لام اقترب کا صلہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اس سے مشرک مراد ہیں۔ کیونکہ بعد والی صفات کا مصداق مشرک ہی ہیں۔ حِسَابُهُمْ (ان کا حساب) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے محاسبہ کا وقت۔ اور ان کے اعمال پر سزا اور بدلہ کا دن یعنی یوم القیامۃ۔

وجہ: نمبر۱۔ اس لئے کہا کیونکہ گزشتہ کی نسبت باقی رہنے والا وقت تھوڑا ہے۔ نمبر۲۔ ہر آئندہ کو قریب کہا جاتا ہے۔ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں) یعنی اپنے حساب کے متعلق اور اس جگہ جو معاملہ انہیں پیش آنے والا ہے۔ مُّعْرِضُوْنَ (وہ اعراض کرنے والے ہیں) اس دن کی تیاری سے پس قریب آنا یہاں عام ہے۔ اور غفلت و اعراض مختلف لوگوں کے حساب سے مختلف ہوتے ہیں نمبر۱۔ بعض حساب سے غافل اس بناء پر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں اور اپنے

آقا سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔

نمبر۲۔بعض اپنے حساب سے اس لئے غافل ہیں کہ انہوں نے اپنے مولیٰ کیلئے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا اور دنیا سے منہ موڑ لیا۔ایسے لوگوں کو تو اس غفلت سے افاقہ دیدار مولیٰ سے ہوگا۔البتہ پہلی قسم موت کی یلغار کے وقت بیدار ہوتے ہیں۔پس تم پر ضروری ہے کہ محاسبہ سے پہلے اپنے آپ کا محاسبہ کرو۔خبردار کئے جانے سے پہلے خود خبردار ہو اور غافلین سے کنی کترا ؤ اور خالق و مالک کی یاد میں مگن ہو جاؤ تا کہ رب العالمین کی ملاقات نصیب ہو۔

۲:مَایَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ (ان کے پاس جو نصیحت آتی ہے) ذکر سے قرآن مجید کا منزّل حصہ مراد ہے۔مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ (ان کے رب کی طرف سے تازہ) اتار کر اس کی تلاوت شروع کرادی ہو اور ان کے کانوں پر پڑنے کا زمانہ تھوڑا ہو۔مراد اس سے حروف منظومہ ہیں اور ان کے حدوث میں اختلاف نہیں (باقی حدوث فی النزول مراد ہے)۔اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ (مگر یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں) نبی اکرم ﷺ سے یا کسی تلاوت کرنے والے سے وَ هُمْ یَلْعَبُوْنَ (وہ اس سے ہنسی کرنے والے ہیں) مذاق اڑانے والے ہیں۔

۳:لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ (قرآن میں غور کرنے اور انجام کو سوچنے سے ان کے دل غافل ہیں)۔

نحو:یلعبون کی ضمیر سے لاهیةً حال ہے۔نمبر۲۔یہ اسمعوہ کی ضمیر سے۔هم یلعبون اور لاهیة دونوں حال ہیں۔نمبر۳۔بعض نے لاهیة کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں یہ دوسری خبر ہے هم مبتدا یلعبون خبر اول ہے اور قلوبهم کا رفع لاهیة کی وجہ سے ہے۔

اللغة:لاهیة کا لفظ لَهَا یَلْهُو عنه سے لیا گیا ہے جبکہ اس سے غافل ہو مطلب یہ ہے کہ ان کے دل مقصود سے غافل ہیں۔

ابوبکر وراق کا قول غافل دل وہ ہے جو دنیا اور اس کی رونق میں مشغول ہو۔اور آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے کنارہ کش ہو۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور انہوں نے چھپا کر سرگوشیاں کیں اور جنہوں نے ظلم کیا) اَسرّ کا معنی اخفاء میں مبالغہ کیا۔النجویٰ تناجی کا اسم ہے پھر اسرّ وا کی واؤ سے الذین ظلموا بدل ہے۔

پھر اسرّوا کو اس لئے لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ جس بات میں انہوں نے راز داری کی اس میں ظلم سے موسوم یہی لوگ ہیں اس طرح یہ اس محاورہ کے مطابق ہے اکلونی البراغیث۔

نمبر۲۔الناس کی صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے یا بدل ہے۔

نمبر۳۔ذم کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔

نمبر۴۔یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدم اسرّوا النجوٰی ہے ای والذین ظلموا اسروا النجوٰی

نمبر۵۔اسرّوا سے پہلے هؤلاء مبتدا محذوف اور الذین ظلموا سے بھی پہلے هم مبتدا محذوف ہے۔

معجزے کو جادو کہا:

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (یہ تو تم ہی جیسا انسان ہے کیا تم پھر بھی دیدہ ودانستہ جادو کی بات سننے جاؤ گے)

نَجْوٰى: نمبر۱۔ یہ سارا کلام النجوٰی سے بدل ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ ای اسرّوا هذا الحديث۔ نمبر۲۔ قالو ا کو مضمر مان کر اسے متعلق کرنا بھی جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اعتقاد رکھا کہ رسول تو فرشتہ ہوسکتا ہے اور جو انسان نبوت کا مدعی ہو اور معجزہ پیش کرے وہ جادوگر ہے اور اس کا معجزہ سحر ہے۔ اسی لئے انہوں نے انکار کے انداز میں کہا کہ تم آنکھوں سے جادو کو دیکھتے ہوئے بھی اندھا دھند جادو کو قبول کرلو گے؟

۴: قَالَ رَبِّیْ (پیغمبر نے کہا میرے رب) قراءت: حمزہ، علی وحفص نے اس طرح پڑھا ہے۔ قٰلَ کا قائل حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور دیگر قراء نے قل رَبِّی پڑھا ہے۔ اے قل یا محمد لِلَّذِيْنَ اَسرّوا النجوٰی (اے محمد ﷺ سرگوشیاں کرنے والوں کو کہہ دیں)۔ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (ہر بات کو خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں جانتا ہے) وہ ہر قائل کا قول جانتے ہیں خواہ وہ قائل آسمان کے کسی کنارے میں ہو یا زمین کی کسی تہہ میں اور پوشیدہ طور پر کہے یا بانگ دہل کہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ

بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو خوابوں کی گٹھڑیاں ہیں۔ بلکہ یوں کہا کہ اس شخص نے جھوٹ بنالیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے سو چاہئے کہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسا کہ اس سے پہلے

الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا

لوگ نشانیاں دیکر بھیجے گئے۔ ان سے پہلے کوئی بستی والے ایمان نہیں لائے جسے ہم نے ہلاک کیا سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے' اور ہم نے آپ سے پہلے

قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

جن کو رسول بنا کر بھیجا وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو'

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ

پھر ہم نے ان کو کوئی ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں' اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے

الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا

سچ کر دکھایا سو ہم نے انہیں اور جس جس کو چاہا نجات دے دی اور ہم نے حد سے نکلنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ ع

جس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال کو الْعَلِيْمُ (وہ جاننے والا ہے) ان کے دلوں میں جو چھپا ہوا ہے۔

قرآن کو پریشان خیال کہنا:

۵: بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (بلکہ یوں بھی کہا کہ یہ قرآن پریشان خیالات ہیں بلکہ اس شخص نے خود تراش لیا ہے۔ بلکہ یہ شخص شاعر ہے) اس میں انہوں نے اپنی پہلی بات سحر سے اعراض کرتے ہوئے قرآن کو پریشان خواب کی باتیں قرار دیا جو اس مدعی نے خواب میں دیکھی ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی وحی خیال کر لیا۔ پھر اس سے اعراض کر کے کہنے لگے کہ یہ کلام اس نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ شاعرانہ بات ہے۔ اور یہ خود شاعر ہیں۔ اسی طرح باطل متردد اور غیر واضح ہوتا ہے۔ اور باطل پرستوں کا ایک بات پر ثبات و استقلال نہیں پھر کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں جیسا کہ انکا گمان ہے۔ پس ان کو کوئی نشانی پیش کرنا چاہیے۔ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ (تو ہمارے سامنے کھلی نشانی لائیں) آیت سے یہاں معجزہ مراد ہے۔ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (جیسا کہ پہلے انبیاء کی طرف بھیجی گئیں) جیسے

ید بیضاء، عصا، مادرزاد اندھوں کا درست ہونا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

تشبیہ: کما ارسل الاولون میں اس حیثیت سے ہے کہ یہ کما اتی الاوّلون بالآیات کے معنی میں ہے کیونکہ ارسالِ رسل معجزات وآیات لانے کو متضمن ہے اہل عرب کے ہاں ان دو اقوال میں کوئی فرق نہیں۔ نمبر۱۔ ارسل محمد نمبر۲۔ اتی محمد بالمعجزۃ۔

مطلوبہ معجزات کے اظہار کے باوجود ایمان نہ لائے گے:

۶: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اقوال کی تردید فرمائی۔ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ (ان سے پہلے بھی بستیوں والے ایمان نہ لائے) قریۃ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی اہل قریۃ۔ اَهْلَكْنٰهَا (جن کو ہم نے ہلاک کیا) یہ قریۃ کی صفت ہے جبکہ ان کے پاس مطلوبہ معجزات آ بھی چکے۔ کیونکہ انہوں نے وہ معجزات بطور ضد کے طلب کئے تھے۔

اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ (تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے) یعنی وہ معجزات آجانے کے باوجود ایمان نہ لائے کیا وہ مطالبہ کرنے والے ایمان لائیں گے اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات پورے کردیں۔ حالانکہ یہ تو سرکشی میں ان سے دو ہاتھ آگے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہلاک ہونے والی بستیوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ کیا اور ایمان لانے کا وعدہ بھی کر لیا۔ مگر جب وہ معجزات ظاہر کردیئے گے تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا اور مخالفت پر ڈٹ گئے۔ پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اگر ان کو بھی مطلوبہ معجزات مہیا کردیے جائیں تو یہ بھی اپنے وعدے سے مکر جائیں گے۔

اعتراض بشریت کی تردید:

۷: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا (ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا) یہ ان کے اس قول کا جواب ہے۔ هل هذا الابشر مثلكم[الانبیاء:۳] نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے) قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے اور ابن کثیر وابن عامر ونافع وحمزہ وغیرہ نے یوحی پڑھا ہے۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو) اہل ذکر سے علمائے کتابیین مراد ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جن رسولوں کی طرف وحی بھیجی جاتی رہی وہ انسان تھے۔ ملائکہ نہ تھے۔ اہل مکہ کو اہل کتاب پر اعتماد تھا۔

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو اس کا علم نہیں ہے) پھر وضاحت فرمائی کہ آپ پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ فرمایا

۸: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا (اور ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا) جسد (رنگ دار جسم) اس کو واحد لائے کیونکہ اسم جنس ہے جس کا اطلاق واحد وجمع سب پر ہوتا ہے۔ لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (جو کھانا نہ کھاتے ہوں) یہ جَسَدًا کی صفت ہے یعنی ہم نے آپ سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کو کھانا نہ کھانے والے جسم نہیں بنایا۔

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (اور وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے) گویا کہ کفار نے اس طرح کہا وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ نہ کھائے اور ہمیشہ رہے چونکہ ان کے اعتقاد میں فرشتوں پر موت نہ آئے گی۔ نمبر۲۔ طویل بقاء اور لمبی زندگی کو خلود کا نام دے دیا گیا۔

۹: ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ (پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا کر دکھایا) ان کو نجات دے کر۔ الوعد اصل فی الوعد ہے جیسا اختار موسٰی قومه[الاعراف:۱۵۵] میں قوم من قومه ہے۔ فَاَنْجَيْنٰهُمْ (پس ہم نے ان کو نجات دی) اس عذاب سے جو ان کی

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو توڑ دیا جو ظلم کرنے والی تھیں ' اور ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا فرما دیا ' سو جب

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ

انہوں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنے لگے ' مت بھاگو اور ان چیزوں کی طرف جن میں تم عیش میں پڑے ہوئے تھے اور

فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ

اپنے گھروں کی طرف واپس آ جاؤ تا کہ تم سے سوال کیا جائے ' وہ کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے۔ سو برابر

تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮

ان کا یہی کہنا رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بجھی ہوئی حالت میں کر دیا۔

قوم پر اترا۔ وَمَنْ نَّشَآءُ (اور جن کو ہم نے چاہا) وہ مؤمن ہیں۔

وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ (اور ہم نے اسراف کرنے والوں کو ہلاک کر دیا) مسرف جو کفر کی حد سے آگے بڑھنے والے تھے۔ مسرفین کے متعلق ہلاک کرنے کی اخبارات سے پتہ چلتا ہے کہ من نشاء ان کے علاوہ اور ان سے جدا ہیں۔

قرآن میں قریش کیلئے عظمت:

۱۰: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ (یقیناً ہم نے تمہاری طرف اتاری) اے گروہ قریش۔ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (ایسی کتاب جس میں تمہارا تذکرہ ہے) تمہاری عظمت ہے اگر تم اس کو جانو۔ نمبر۲۔ تمہارا ذکر اس بناء پر کہ وہ تمہاری زبان میں ہے۔ نمبر۳۔ اس میں تمہارے دین کا تذکرہ ہے اور دنیا کا بھی۔

نحو: جملہ فيه ذِكْرُكُمْ یہ کتابًا کی صفت ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم نہیں سمجھتے) اس کو جو میں نے تمہیں دوسروں پر فضیلت دی تا کہ تم ایمان لاؤ۔

۱۱: وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا) قصم کا معنی ہلاک کرنا، توڑنا، من قریۃ سے اہل قریہ مراد ہیں کیونکہ اگلے ارشاد میں فرمایا۔ كَانَتْ ظَالِمَةً وہ کافر تھیں (کیونکہ بستی کفر نہیں کرتی وہاں کے رہنے والے کفر کرتے ہیں)۔ کم یہ قَصَمْنَا کی وجہ سے منصوب ہے۔ القصم کا لفظ غضب شدید کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے کہ قصم اس طرح توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء کے جوڑ الگ الگ کر دیئے جائیں۔ البتہ الفصم ایسے توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء ظاہر نہ ہوں۔ وَّاَنْشَاْنَا (اور ہم نے پیدا کیا) بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (ان کے بعد دوسرے لوگوں کو) جو ان کے مکانات میں رہائش پذیر ہوئے۔

مشاہدۂ عذاب کے وقت حالت:

۱۲: فَلَمَّآ اَحَسُّوْا (جب انہوں نے دیکھ لیا) یعنی ہلاک کئے جانے والوں نے بَاْسَنَآ (ہمارے عذاب کو) یعنی حس اور مشاہدہ سے جان لیا۔ اِذَا هُمْ مِّنْهَا (تو یک دَم وہ وہاں سے) یعنی بستی سے۔ اذا مفاجات کیلئے آتا ہے اور هم مبتدا اور یَرْكُضُوْنَ خبر ہے۔

یَرْكُضُوْنَ (وہ تیزی سے بھاگنے لگے) الرکض ایڑ لگانا یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی بستی سے بھاگنے لگے جب ان پر عذاب کا ابتدائی مرحلہ آیا۔ نمبر۲۔ ان کے تیزی کے ساتھ پیدل بھاگنے کو ان سواروں سے تشبیہ دی جو اپنے گھوڑوں پر سوار تیزی سے پابہ رکاب ہوں۔ پس ان کو کہا گیا۔

۱۳، ۱۴: لَا تَرْكُضُوْا (مت بھاگو) بعض ملائکہ نے یہ بات کہی وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ (اپنے سامانِ عیش کی طرف لوٹ آؤ) جس دنیا کی نعمتوں اور خوشحالی سے تم فائدہ اٹھا رہے تھے۔ قول خلیلؒ المترف خوشحال اور فارغ البال ہو کوئی فکر نہ ہو۔

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ (اور اپنے مکانات کی طرف شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے) یہ بات انہیں بطور استہزاء کہی جائے گی کہ تم اپنی نعمتوں کی طرف لوٹ چلو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تا کہ کل تمہارا ماجرہ تم سے پوچھا جائے اور جو تمہارے اموال پر گزری تا کہ تم سائل کو اپنے علم و مشاہدہ سے جواب دو۔

نمبر۲۔ لوٹ جاؤ اور اپنی مجالس میں اپنی سابقہ ہیئت کے مطابق بیٹھو۔ تا کہ تمہارے خدام تم سے پوچھیں اور وہ لوگ جو تمہارے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ اور تمہیں کہیں جناب کا کیا آرڈر ہے؟ اور ہم کس کام کو انجام دیں اور کس کو ترک کر دیں؟ جیسا کہ خوشحال، خدم و حشم والے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

نمبر۳۔ لوگ تم سے تمہاری مجالس میں مختلف مصائب و حوادث پر معاونتوں کا سوال کریں۔

نمبر۴۔ تم سے تمہارے پاس آنے والے اور طمع باز سوال کریں۔ اور تمہارے ہاتھوں کی موسلا دھار بارش مانگیں۔

نمبر۵۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے **لا تر کضوا وارجعوا الی منازلکم و اموالکم لعلکم تسألون**۔ شاید تم سے اموال و خراج لے لیا جائے اور قتل و ہلاکت سے بچا لئے جاؤ۔ پس آسمان سے نداء دی گئی۔ انبیاء کا انتقام۔ تلواروں نے انکا خاتمہ کر دیا۔ پس اس وقت قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (کہنے لگے ہائے ہماری تباہی ہم بلاشبہ ظالم ہیں) ان لوگوں نے ایسے وقت اعتراف کیا جب اعتراف بے فائدہ ہے۔

۱۵: فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا (ان کی یہی پکار رہی آخر ہم نے ان کو کر دیا کٹی ہوئی کھیتی کی طرح) تلك سے یا وَيْلَنَا کی طرف اشارہ ہے۔ دعوھم کا معنی پکار، چیخ۔

نحو: تلك زالت کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور دعوٰھم اس کی خبر ہے۔ اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ جعلنا هم حصيدا کا معنی مثل الحصید کٹی کھیتی کی طرح اور اس کو جمع نہیں لایا گیا جیسا کہ مقدر جمع نہیں آتا۔

خَامِدِيْنَ (مردہ بجھی ہوئی آگ کی طرح) حصیدًا خامدین یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ اے جعلنا هم جامعين

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھلونا بناتے

لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ

تو ہم اپنے پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے ' بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

سو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے' پھر وہ چلا جاتا ہے' اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لئے خرابی ہے' اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ

اور زمین میں ہے' اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے ' اور نہ وہ تھکتے ہیں' رات دن اللہ کی

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

تسبیح میں مشغول رہتے ہیں' ان میں سستی نہیں آتی۔

لمماثلة الحصيدو الخمود ان میں دونوں مماثلتیں پائی جاتی تھیں جیسا کہتے ہیں جعلته حلوًا حامضًا یعنی دونوں ذائقوں کا جامع کھٹا مٹھا بنایا۔

۱۶: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) اللعبؔ ایسا فعل جس کا اول حصہ مناسب ہو مگر وہ فعل قائم رہنے والا نہ ہو۔

نحو: لا عبينؔ یہ خلقنا کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ بلند و بالا چھت اور نرم وسیع بستر ایسے ہی نہیں بنا دیئے کہ انکا کوئی مقصد نہ ہو انکا مقصد ان کے مدبر و خالق کی قدرت پر استدلال کرنا ہے۔ تا کہ نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کی سزا اپنی حکمت کے مطابق عنایت کریں۔

۱۷: پھر اپنی ذات کو حدث کی صفات سے پاک قرار دیا۔ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا (اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا ہوتا) لھوًا سے یہاں بیٹا مراد ہے نمبر۲۔ عورت مراد ہے۔ گویا اس میں اہل کتاب کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور مریم خدا کی بیوی ہے۔

لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ (تو ہم اپنے ہی پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے) ولدان یا حوران بہشتی سے بناتے۔ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (اگر ہم کو یہ کرنا پڑتا) یعنی اگر ہم ان میں سے ہوتے جو یہ کرتے ہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے حق میں محال ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نفی ہے جیسا کہ اس آیت میں وان ادری [الانبیاء:۱۰۹] ای ما کنا فاعلین ہم ایسا کرنے والے نہیں۔

۱۸: بَلْ (بلکہ) اتخاذ لہو سے اعراض اور اس کی ذات کے اس سے منزہ ہونے کو بیان کیا گویا اس طرح فرمایا سبحاننا ان نتخذ اللھو (کھیل بنانے سے تو ہم پاک ہیں۔) بلکہ ہمارا طریقہ یہ چلا آرہا ہے کہ نَقْذِفُ (ہم پھینکتے ہیں) اور مسلط کرتے ہیں۔ بِالْحَقِّ (حق کو) قرآن کو عَلَى الْبَاطِلِ (باطل پر) شیطان پر نمبر۲۔ اسلام کو شرک پر نمبر۳۔ حقیقت کو کھیل پر فَيَدْمَغُهٗ (پس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے) وہ اس کو توڑ دیتا۔ حق باطل کو کچل دیتا ہے۔

استعارہ لطیفہ:

الدمغ اور القذف کا استعمال اصل میں اجسام کیلئے ہوتا ہے پھر استعارۃً قذف کو حق کے باطل پر وار کرنے کے لئے لائے۔ اور الدمغ کو باطل کے دور اور ختم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ پس مستعار منہ حسی ہے اور مستعار لہ عقلی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا بلکہ ہم حق کو جو طاقتور جسم کے مشابہ ہے باطل پر وارد کرتے ہیں وہ باطل جو ایک کمزور وضعیف جسم کی مانند ہے پس حق باطل کو اسی طرح بیکار کر دیتا ہے جیسا طاقتور جسم کمزور کو۔

فَاِذَا هُوَ (پس یکدم وہ) ھو کی ضمیر باطل کی طرف راجع ہے۔ زَاهِقٌ (ہلاک وتباہ ہونے والا ہے) وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (اور تمہاری اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم بیان کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے متعلق کہ اس نے بیٹا وغیرہ بنالیا ہے۔

اللہ مالک اور کائنات اس کی مملوک ہے:

۱۹: وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے ہیں) وَمَنْ عِنْدَهٗ (اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں) خلقت وملک کے اعتبار سے پس پھر ان میں سے کونسی چیز اس کا بیٹا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جبکہ مملوکیت ونبوت میں باہمی منافات ہے والد وولد میں جنسیت ضروری ہے اور وہ جنسیت سے پاک ہے۔ والد وولد میں مماثلت ہوتی ہے اور وہ مثلیت سے پاک پھر بیوی بیٹا کیسے بن گئے۔

الارض پر وقف ہے کیونکہ من عندہ جو اس کے ہاں ہیں مرتبہ ومقام کے اعتبار سے ہے نہ کہ منزل ومکان کے اعتبار سے۔ مراد اس سے ملائکہ ہیں۔

نحو: یہ مبتدا ہے اور لا یستکبرون خبر ہے۔

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (وہ بڑے نہیں بنتے) عار نہیں کرتے۔ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (اس کی بندگی سے اور نہ تھکتے ہیں) استحسار کے معنی تھکنا، ہارنا۔

۲۰: يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (دن رات اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے اور (اظہارِ تعظیم میں) سست نہیں پڑتے) لا یفترون یہ یسبحون کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی ان کی تسبیح مسلسل ودائم ہے۔ تمام اوقات میں جاری وساری ہے۔ فراغت کے ذریعہ تھکاوٹ ان کے تسلسل میں مخل نہیں ہوتی۔ نمبر۲۔ کسی دوسرے کام کی مصروفیت ان کی تسبیح کے تسلسل کو منقطع نہیں کرتی بلکہ ہمارے سانس کی طرح ان کی تسبیح جاری رہتی ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا ان لوگوں نے زمین کی چیزوں میں سے معبود بنا لئے ہیں جو زندہ کرتے ہیں ؟ اگر آسمان میں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ

تو ان دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا' سو اللہ جو عرش والا ہے اس چیز سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا

وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ

اور ان لوگوں سے باز پرس ہوتی ہے کیا ان لوگوں نے اس کے سوا معبود بنا لئے ہیں آپ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ'

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ

یہ ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور جو مجھ سے پہلے تھے ' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے

فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

سو وہ اس سے اعراض کئے ہوئے ہیں' اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میرے سوا

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ

کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو' اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے معزز

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

بندے ہیں وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ

اگلے پچھلے احوال ہیں اور وہ کسی کے لئے سفارش نہیں کریں گے بجز ایسے شخص کے جس کی سفارش کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے

مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ

ڈرتے ہیں اور ان میں سے جو شخص یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں سو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں گے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲ ۱۹ ۲

ہم اسی طرح ظالموں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔

توبیخ مشرکین:

۲۱: پھر مشرکین کی بات کا انکار کرتے ہوئے اور توبیخ کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا اس لئے اَمْ بمعنی بل اور ہمزۂ انکار توبیخ کیلئے لائے۔ اور فرمایا اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ زمین کی چیزوں میں سے وہ معبود مردوں کو زندہ کر کے اٹھائیں گے) ینشرون کا معنی وہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

نحو: من الارض یہ الھة کی صفت ہے کیونکہ ان کے آلھہ زمین کے جواہر سونا، چاندی، پتھر سے بنے ہوتے تھے۔ اور زمین پر ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس لئے زمین کی طرف ان کی نسبت کردی کہ یہ تو زمینی معبود ہیں' جیسا کہتے ہیں۔ فلان من المدینة ای مدنی۔ وہ مدینہ کا رہنے والا ہے۔ من الارض سے تخصیص نہیں بلکہ تحقیر مقصود ہے۔ نمبر۲۔ من الارض یہ اتخذوا کے متعلق ہے اور اس میں غایت مقصود اتخاذ کی ابتداء کا بیان ہے۔

هم ينشرون میں مشرکین کی انتہائی جہالت بیان کر کے استہزائی انداز سے توبیخ وڈانٹ پلائی۔ اگرچہ انکا دعویٰ نہیں تھا کہ ان کے اصنام مردوں کو زندہ کریں گے اور وہ دعویٰ بھی کیسے کر سکتے تھے۔ یہ تو بہت اوپری چیز ہے کہ بعض مردے دوسرے مردوں کو اٹھا کر کھڑا کریں البتہ اصنام کیلئے دعوی الوہیت سے دوبارہ اٹھائے جانے کا دعویٰ خود لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو مردوں کو زندہ کرنے سے عاجز ہو وہ اِلہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ یہ کام اس قادر مطلق کا ہے جس کی قدرت ہر مقدور پر ہو۔ اور دوبارہ اٹھانا یہ بھی مقدورات میں سے ہے۔ پس جو اس کی قدرت نہیں رکھتا وہ عاجز بعض مقدرات ہونے کی وجہ سے قادر مطلق نہ رہا پس معبود نہ بن سکا۔

قراءت: حسن نے یَنشُرون یاء کے فتحہ سے پڑھا۔ اور یہ دونوں لغات ہیں۔ جیسے انشر اللّٰه الموتٰی و نشرها اور دونوں کا معنی زندہ کرنا آتا ہے۔

دلیل تمانع:

۲۲: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ (اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتے) اِلَّا یہاں غیر کے معنی میں ہے۔

نحو: الھة کی صفت اِلَّا کے ساتھ لائی گئی جیسا کہ بغیر لو کہا جاتا ہے الھة غیر اللّٰه۔ بدل کی وجہ سے اس کا رفع جائز نہیں کیونکہ لو بمنزلہ اِنَّ کے ہے۔ اس کے ساتھ کلام موجب ہوتی ہے۔ اور بدل تو کلام غیر موجب میں آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا یلتفت منکم احد الا امراتك [ھود:۸۱]

نمبر۲۔ استثناء کی وجہ سے نصب بھی درست نہیں کیونکہ جمع جب نکرہ آئے تو اس سے استثناء جائز نہیں۔ محققین کا یہ قول ہے کیونکہ اس میں عموم نہیں۔ اس طرح کہ اگر استثناء نہ ہوتا تو مستثنیٰ اس میں داخل ہوتا۔ مطلب یہ ہے اگر مختلف الٰہہ اس اکیلے پیدا کرنے والے کے سوا آسمان وزمین کے معاملے کی تدبیر کرتے ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔

لَفَسَدَتَا (تو اختلاف مراد ومقصد کی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں۔) مطلب یہ ہے کہ دونوں وجود میں ہی نہ آسکتے۔ جیسا کہ اصول کلام میں بار بار آچکا۔ پھر اپنی ذات کو منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (پس عرش کا مالک ان امور سے پاک ہے۔ جو یہ لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں) شرکاء اور اولاد کی نسبت وغیرہ۔

۲۳: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (اس سے اس کے فعل کی باز پرس نہیں کی جائے گی) کیونکہ وہ مالک حقیقی خود ہے۔ اگر بادشاہ پر اس کا کوئی غلام اعتراض کرے تو بات انتہائی قبیح شمار ہوتی ہے۔ اور اس کو حماقت گنا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں ہم جنس بھی ہیں۔ اور بادشاہ کا خطاء پر ہونا بالکل ممکن ہے اور بادشاہ اس کا حقیقی مالک بھی نہیں۔ تو پھر تم خود اندازہ کرلو کہ شہنشاہ مطلق اور رب الارباب پر کس کو اعتراض کا حق وجواز ہے۔ اس کے تمام افعال درست وصواب اور عین حکمت ہیں اور احتمالِ خطاء محال ہے۔

وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس ہوگی۔) کیونکہ وہ سب مملوک اور خطا کار ہیں۔ ان کو ہر فعل میں یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ تم نے کیونکر کیا ہے؟ مملوک کی پیدائش اسی لئے ہے۔ نمبر۲۔ هم يسألون کا مرجع مسیح وملائکہ ہیں کہ ان سے باز پرس ہوگی پھر یہ معبود کیسے بن گئے جبکہ الوھیت جنسیت ومسؤولیت کے منافی ہے۔

ام کو مزید افادہ کے لئے لائے:

۲۴: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں) دوبارہ لائے تاکہ مزید افادہ حاصل ہو۔ پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں کے پاس اپنے ان باطل معبودوں کو الٰہ قرار دینے کی کوئی صحیح عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر نہیں تو ان کے معبود ہونے کیلئے کوئی عقلی استحقاق نہیں یہاں دوبارہ لائے کہ گزشتہ آسمانی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے کی اجازت نہیں دیتیں۔ پس شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو فرمایا کہ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرو) خواہ عقلی ہو یا نقلی عقلی بھی ممکن نہیں اور نہ ہی نقلی۔ جو آسمانی کتاب ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید وتنزیہ پائی جاتی ہے۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ (یہ قرآن ان لوگوں کیلئے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں) یعنی میری امت۔ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ (اور ان لوگوں کیلئے بھی نصیحت ہے جو مجھ سے قبل امتیں ہوئیں) مَنْ قبلی سے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتیں مراد ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرکاء کی نفی کر رہا ہے (اگرچہ کفار عناد وضد سے نہ مانیں)

قراءت: مَعِيَ حفص نے پڑھا۔

جب کفار اپنے کفر سے باز نہ آئے تو قرآن نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ (بلکہ ان کی اکثریت حق کو نہیں جانتی) الحق سے قرآن مراد ہے۔

نحو: الحق کا نصب یعلمون کی وجہ سے ہے۔ ایک قراءت میں الحقُ ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں مبتدا محذوف ھو کی خبر ہے ای ھو الحق۔ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (پس وہ اس وجہ سے اعراض کر رہے ہیں) هم وہ اسی وجہ سے مُعْرِضُوْن ان آیات پر غور کرنے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ جن پر غور سے حق سمجھ آسکتا ہے۔

۲۵: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ (اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس یہ وحی

ہم نے نہ بھیجی ہو) نوحی الیہ ابوبکر وحماد کے علاوہ باقی کوفی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے۔

اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو) فاعبدونی سے مراد مجھے وحدہٗ لاشریک مانو۔اس آیت کو بار بار لائے۔کیونکہ اس سے پہلے آیات توحید آئی ہیں۔(پس دعوی کا تکرار بغرض تاکید کر دیا گیا)

۲۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنالیا ہے وہ پاک ہے) یہ آیت بنوخزاعہ کے سلسلہ میں اتری جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس سے منزہ قرار دیا اور ان کے متعلق خبر دی کہ جن کو تم نے معبود بنایا وہ تو عباد ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں) یعنی بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں۔جن کو قرب کا شرف بخشا اور قرب عنایت کیا گیا۔وہ اولاد نہیں کیونکہ عبودیت ولادت کے منافی ہے۔

۲۷: لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ (وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے) القول میں الف لام اضافت کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے قول کے پیرو ہیں۔اور انکا قول اس کے حکم سے سبقت کرنے والا نہیں۔اور نہ اپنے قول سے اس کے قول کو مقدم کر سکتے ہیں۔

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (وہ اسی کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں) یعنی جس طرح اُنکا قول اس کے حکم کے تابع ہے اسی طرح انکا فعل بھی اس کے حکم کے مطابق ہے۔وہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس کا اس نے حکم نہ دیا ہو۔

۲۸: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے) یعنی جو اعمال انہوں نے پہلے اور بعد کیے ہیں۔وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اس کی جس کیلئے شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو) یعنی جس کے لئے وہ پسند کرے۔نمبر۲۔جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو۔وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (وہ اس کے ڈر سے ہیبت زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۲۹: وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اور (بالفرض اگر) ان میں سے کوئی کہے ملائکہ میں سے اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ (کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں) اللہ تعالیٰ کے سوا۔

قراءت: اِنِّیَ مدنی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ (تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے۔)

نحو: ذٰلِكَ مبتدا ہے نَجْزِيْهِ جہنم اس کی خبر ہے۔ذٰلِكَ کا مشار الیہ قائل ہے۔اور یہ دونوں جواب شرط ہیں۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (ہم ظالموں کو اسی قسم کی سزا دیتے ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔جنہوں نے الوہیت کو غیر مقام پر رکھ دیا۔۱۔ یہ کلام بر سبیل فرض اور تمثیل ہے کیونکہ فرشتوں کا معصوم ہونا قطعی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما وقتادہؒ، وضحاکؒ ابلیس کے متعلق وعید یقینی وقطعی ہے اس نے اپنے لئے الوہیت کا دعوٰی کیا۔ اپنی طاعت وعبادت کیلئے مخلوق کو بلایا۔

اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا

کیا کافروں کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے ان دونوں کو کھول دیا' اور ہم نے پانی سے

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ

ہر جاندار چیز کو بنایا کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے ' اور ہم نے زمین میں جمنے والی چیزیں بنا دیں تاکہ

تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

وہ ان کو لے کر نہ ہلے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ وہ راہ پالیں' اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت

مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

بنا دیا اور وہ ہماری نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں ' اور وہ ایسا ہے جس نے رات کو اور دن کو

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور چاند کو اور سورج کو بنایا سب ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

۳۰: اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (کیا ان کافروں کو معلوم نہیں ہوا)

قراءت: مکی نے اَلَم یَر پڑھا ہے۔

رتق کا معنی اور مطلب:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا (کہ آسمان وزمین بند تھے) مجموعۂ سماوات اور مجموعۂ ارض مراد ہے اسی لئے کَنَّ نہیں فرمایا۔ رَتْقًا (بند) یہ مصدر ہے جو مفعول کے معنی میں ہے ای کانتا مرتوقتین ہے مصدریت کی وجہ سے جمع کی جگہ لائے ہیں۔ فَفَتَقْنٰهُمَا (پس ہم نے ان دونوں کو چیر دیا) الفتق دو چیزوں میں جدائی کرنا اور پھاڑنا اور الرتق اس کی ضد ہے باہم ملانا، بند کرنا۔

سوال: کہ اولم یر کہہ کر کفار کو آسمان وزمین کا رتق ہونا بتایا جارہا ہے انہوں نے دیکھا ہی کب ہے کہ اس کو اس انداز سے بیان کر کے ان کے ذہنوں میں پختہ کیا جائے؟

جواب: قرآن میں یہ بات وارد ہے جو کہ معجزہ ہے پس مشاہدہ مرئی کے قائم مقام ہوگئی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ روایت بمعنی علم ہے اور کثرت سے مستعمل ہے۔ باقی عقلاً بھی یہ بالکل ممکن ہے کہ آسمان وزمین اولاً ملے ہوئے ہوں پھر ان کو جدا کر دیا جائے۔ یہاں خاص طور پر الگ الگ کرنے کی خصوصیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ تلاصق کو نہیں پس اس کے لئے کوئی مخصص ہونا ضروری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو قدیم وازلی ہے۔

قول اول:

آسمان وزمین ملے ہوئے تھے ان کے درمیان فضاء نہ تھی تو ان دونوں کو جدا کر دیا۔ ان کے درمیان فضاء بنادی (یہ ابن عباسؓ کا قول ہے)

دوسرا قول:

آسمان ایک ہی طبقہ تھے۔ پس ان کو جدا کر کے سات آسمان بنا دیے۔ اسی طرح زمین کے تمام طبقات ملے تھے۔ اس کے طبقات کو الگ تھلگ کر دیا۔ اور سات زمینیں بنا دیں (یہ کعب احبار کا قول ہے)

تیسرا قول:

آسمان بند تھا کہ اس سے بارش نہ ہوتی تھی اور زمین بند تھی کہ سبزہ نہ اگاتی تھی۔ آسمان سے بارش برسا کر اس کا منہ کھول دیا اور زمین سے سبزہ اگا کر اس کو پھاڑ دیا۔ (یہ عطیہ عکرمہ کا قول ہے جو تمام اقوال میں اکثر علماء کے ہاں احسن ہے)

ہر جاندار پانی سے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی) یعنی پانی سے ہر حیوان کو بنا دیا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا۔ واللہ خلق کل دابة من ماء [النور:۴۵] نمبر۲۔ گویا ہم نے اس کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ پانی کی انسان کو بہت ضرورت ومحبت ہے اور اس سے صبر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ خلق الانسان من عجل [الانبیاء:۳۷] کہ گویا انسان جلد بازی سے بنا ہے۔ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ (کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے) یعنی مشاہدات کی تصدیق نہیں کرتے۔

۳۱: وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ (اور زمین میں ہم نے بوجھ بنا دیئے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ یہ رسا یرسو سے ہے جس کا معنی قائم وثابت رہنا ہے۔ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ (کہ زمین ان کو لے کر ہلنے نہ لگے) ان کو لیکر مضطرب وبے قرار نہ ہو جائے۔ یہاں لا محذوف ہے اور لام بھی۔ لا کا یہ حذف جائز ہے کیونکہ التباس نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں مراد ہے۔ لئلا یعلم اهل الكتاب۔ [الحدید:۲۹]

راستوں کی کیفیت:

وَجَعَلْنَا فِیْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے) فجاجًا: وسیع راستے۔ یہ فجٌّ کی جمع ہے۔

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ سُبُلًا ذوالحال مقدم ہے۔

اعتراض: اس ارشاد اور دوسری آیت تسلکوا منها سُبلا فجاجًا [نوح:۲۰] میں کیا فرق ہے۔ کہ وہاں سبل کو مقدم کیا یہاں مؤخر؟

جواب: پہلی آیت میں یہ بتلایا کہ اس نے زمین میں وسیع راستے بنا دیے اور دوسری میں یہ بیان فرمایا کہ جب ان راستوں کو بنایا تھا

تو اس کیفیت و انداز سے بنایا تھا تو گویا اس جگہ پہلے مبہم ذکر کیا پھر وضاحت کی۔

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تا کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جائیں) تا کہ ان راستوں سے بلاد مقصود تک پہنچ سکیں۔

۳۲: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا) کہ وہ گرنے سے بچی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنہٖ [الحج:۶۵] نمبر۲۔ محفوظ کا مطلب شہابوں کے ذریعہ شیاطین سے ان کی حفاظت کر دی جیسا کہ فرمایا و حفظنٰها من کل شیطان رجیم [الحجر:۱۷]

وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا (وہ کافر اس کی نشانیوں سے) ھم سے مراد کفار ہیں آیات سے مراد سورج، چاند، ستارے۔ مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) ان میں غور و فکر نہیں کرتے کہ ایمان لائیں۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا ' اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ لوگ کیا ہمیشہ رہیں گے ' ہر

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے' اور ہم تمہیں بری اور بھلی حالتوں کے ذریعہ اچھی طرح آزماتے ہیں' اور تم ہماری ہی طرف واپس کر دیئے جاؤ گے'

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ

اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کو ہنسی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کیا یہی ہے وہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے'

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ

اور وہ رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں ' انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں

اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

دکھا دوں گا ' سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ ' اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو '

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ

اگر کافر لوگ اس وقت کو جان لیتے جب اپنے چہروں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ اپنی

ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ' بلکہ وہ آگ اچانک ان کے پاس آ جائے گی ' سو وہ انہیں بدحواس کر دے گی ' سو وہ اسے نہ ہٹا سکیں

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ' اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے

بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۲

ان کا تمسخر کیا انہیں وہ چیز پہنچ گئی جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

۳۳: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات کو بنایا) تاکہ تم سکون حاصل کرو اور وَالنَّهَارَ (اور دن بنائے) تاکہ تم اس میں کام کاج کر سکو۔ وَالشَّمْسَ (اور سورج کو) تاکہ دن کو روشنی کا کام دے۔ وَالْقَمَرَ (اور چاند کو) تاکہ رات کو چاند کرے۔ كُلٌّ (تمام) یعنی ہر ایک ان میں سے۔ اس میں تنوین مضاف کے بدلے میں ہے۔ ای کلھم ضمیر شمس وقمر کی

طرف راجع ہے۔اور مراد اس سے تمام نیرّ ات کی جنس ہے اور یہاں جمع عقلاء والی لائی گئی ہے ان کے فعل سباحت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔

فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (ہر ایک اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما الفلك آسمان کو کہتے ہیں۔قول جمہور یہ ہے کہ فلک آسمان کے نیچے موج بستہ ہے جس میں سورج، چاند، ستارے چل رہے ہیں۔

نحو : کل مبتدا اور یسبحون اس کی خبر ہے۔

يَّسْبَحُوْنَ وہ چل رہے ہیں۔نمبر۲۔گھوم رہے ہیں۔

نحو : یہ جملہ محل نصب میں الشمس والقمر سے حال ہے۔

۳۴: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا نہیں بنایا) خلد کا معنی بقاء و دوام ہے۔اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ (پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے)۔

قراءت: مِتَّ کی میم کو کسرہ مدنی اور ابو بکر کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا ہے۔

فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے)۔

نحو : اول فاء عطف جملہ علی الجملہ کیلئے ہے اور دوسری جزائے شرط کیلئے ہے۔کفار کا اندازہ یہ تھا کہ یہ عنقریب مر جائیں گے تو انکا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی شماتت کی نفی کی ہے کہ فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان ہمیشہ نہ رہے گا اگر آپ فوت ہونگے تو انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے؟

۳۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ (اور ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں آزماتے ہیں) ابلاء کا معنی امتحان لینا ہے اس کو ابتلاء کا نام دیا۔اگرچہ وہ عاملین کے اعمال کو جو آئندہ ہونے والے ہیں ان کے وجود سے قبل ہی جانتے ہیں کیونکہ وہ صورت اختبار میں سے ہے۔

بِالشَّرِّ (برائی سے) فقر و جسمانی، تکلیف وَالْخَيْرِ (اور بھلائی سے) مالداری، نفع سے فِتْنَةً (آزمانا)

نحو : یہ نبلو کم کیلئے مصدر موکد ہے۔اگرچہ غیر لفظ سے ہے۔

وَّاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (اور ہماری بارگاہ کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس تمہیں بدلہ تمہاری طرف سے پائے جانے والے صبر، شکر کی مقدار سے ہوگا۔

قراءت: ابن ذکوان نے تَرجعون پڑھا ہے۔

۳۶: وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ (اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو پس آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں) اِلَّا هُزُوًا ان نافیہ ہے اور هزوًا یہ یتخذونك کا مفعول ثانی ہے۔

شانِ نزول : آیت ۳۶: یہ آیت ابو جہل کے متعلق اتری۔اس کا گزر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ہوا تو ہنسنے لگا۔اور کہنے لگا یہ نبی ہے بنی عبد المناف کا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ (کیا یہ ہے جو تمہارے معبودوں کا تذکرہ برائی سے کرتا ہے) یذکر کا یہاں معنی عیب

لگانا ہے۔

اٰلِهَتَكُمْ (تمہارے معبودوں کا) الذکر خیر وشر دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔اور ذاکر سچا ہو تو ثناء و مدح بنے گی اور اگر وہ دشمن ہو تو پھر ذکرِ مذمت کے معنی میں ہوگا۔وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (اور وہ رحمان کے ذکر سے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جس طرح اس کا ذکر وحدانیت کے لئے ضروری ہے اس سے هُمْ كٰفِرُوْنَ (یہ منکر ہیں) بالکل اس کو مانتے ہی نہیں۔وہ اس بات کے زیادہ مناسب ہے کہ انکا مذاق اڑایا جائے۔آپ تو حق پرست ہیں اور وہ باطل پرست ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے ذکر رحمان سے آپ پر اتارا جانے والا قرآن مراد ہے۔اور هم كافرون سے انکا قرآن سے ضد کی بنا پر انکار مراد ہے۔اور یہ جملہ موضعِ حال میں ہے۔یعنی وہ آپکا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ ان کی حالت قابلِ استہزاء و تمسخر ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کے انکار والی حالت ہے۔

نحو: هم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔نمبر۲۔مبتدا و خبر کے درمیان صلہ حائل ہو گیا اس لئے مبتدا کا اعادہ کر دیا گیا۔

خمیر میں جلد بازی:

۳۷: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انسان جلدی ہی کے خمیر کا بنا ہے) الانسان کی تفسیر جنس سے کی گئی۔

دوسرا قول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری وہ عذاب کا جلدی مطالبہ کرتا تھا۔ العجل العجلة یہ دونوں مصدر ہیں اور اس کا معنی وقت سے کسی چیز کا مقدم ہونا۔اور ظاہر یہی ہے کہ مراد جنس انسان ہے انسان میں عجلت رکھی گئی ہے۔اور بے صبری اور جلدی کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے گویا کہ اس کی پیدائش ہی مادۂ جلدی سے ہوئی ہے۔محاورہ عرب میں جو کثرت سے سخاوت کرنے والا ہو اس کے متعلق کہتے ہیں: خلق من الكرم ۔کہ یہ تو سخاوت سے بنا ہے۔عجلت میں افراط پر اولاً انسان کی مذمت کی اور بتلایا کہ اس کی طبع میں پڑی ہے۔پھر انسان کو منع کیا اور اس پر ڈانٹ پلائی گویا اس طرح فرمایا کہ انسان سے جلدی کرنا نئی بات نہیں وہ اس کی جبلت ہے اور طبیعت ثانیہ اور عادت مالوفہ ہے اور ان کے اجزاء میں رکھ کر جوڑی گئی ہے۔

دوسرا قول العجل حمیری زبان میں مٹی کو کہتے ہیں جیسا کہ انکا شاعر کہتا ہے۔

والنبع فی الصخرة الصَّمَّاء مَنْبتُه　　والنَّخْلُ تنبتُ بين الماء و العَجَلِ

نبع درخت کے اگنے کا مقام تو سخت پتھر ہیں اور کھجور پانی اور مٹی میں اگتی ہیں۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ نے جلد بازی سے منع کیا حالانکہ یہ انسان کی فطرتی چیز ہے۔جیسا کہ شہوت کو مٹانے کا حکم دیا جبکہ وہ اس کے ترکیبی اجزاء میں پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قمعِ شہوت اور ترکِ عجلت کی طاقت عنایت فرمائی ہے اس کا بے محل استعمال منع ہے۔

نحو: من عجل یہ حال ہے۔سَاُوْرِيْكُمْ اٰيٰتِيْ (میں اپنی آیات دکھاؤں گا) آیات سے قہر و غضب والی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ (پس تم مجھ سے وہ جلدی مت مانگو) ان کے لانے کیلئے۔

قراءت: یعقوب اور سہل نے یاء سے یستعجلون پڑھا۔وصل میں عیاش نے اسی طرح پڑھا۔

۳۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) عذاب کی آمد والا۔ نمبر۲۔ قیامت اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہا گیا کہ یہ ان کے عذاب کو جلدی مانگنے کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے۔

۳۹: لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ (اگر کافر جان لیتے اس وقت کو جب کہ وہ آگ کو نہ اپنے چہروں کی طرف سے) النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (روک سکیں گے اور نہ ہی پشت کی جانب سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) لو کا جواب محذوف ہے اور حین یہ لیعلم کا مفعول بہ ہے۔ ای لو یعلمون الوقت الذی یتعجلونه بقولهم متی هذا الوعد الخ یعنی اگر ان کو اس وقت کا علم ہو جائے جس کو اپنے قول متی هذا الوعد سے جلد طلب کر رہے ہیں تو وہ ایسا وقت ہے کہ آگ ان کو ہر طرف آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور اس کو روکنے کی ان کو طاقت نہ ہوگی اور اپنے نفسوں سے اس کو ہٹا سکیں گے اور کوئی مددگار نہ پائیں گے جو ان کی مدد کرے اس لئے کہ ان میں اس درجہ کا کفر، استہزاء اور استعجال پایا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت کے ان احوال کی جہالت نے ان کے لئے کفر و استہزاء کو معمولی بنا دیا ہے۔

۴۰: بَلْ تَاْتِيْهِمْ (بلکہ ان پر آپڑے گی) قیامت بَغْتَةً (اچانک) فَتَبْهَتُهُمْ (پس ان کو حیران کر دے گی۔) اس کو روک نہ سکیں گے بلکہ اچانک آکر ان پر غلبہ پالے گی۔ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا (وہ اس کو واپس لوٹانے کی طاقت نہ رکھیں گے) اس کے دفع کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

۴۱: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ (تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں سے استہزاء کیا جا چکا) فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ (پس اسی عذاب نے ان کو آن گھیرا) یعنی اس کا بدلہ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔)

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ان کے استہزاء کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کا اسوہ پیش کر کے تسلی دی اور یہ بتلایا جو کچھ وہ آج کر رہے ہیں یہ ان کو آگھیرے گا۔ جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ ہوا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ اپنے رب کی توحید سے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

اعراض کئے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے سوا ان کے لئے ایسے معبود ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ

کر سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص ان کا ساتھ دے سکتا ہے! بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ

عرصۂ دراز گزر گیا۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں کیا وہ

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۫ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

غالب آنے والے ہیں؟ آپ فرما دیجئے بات یہی ہے کہ میں تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں اور گونگے لوگ پکار کو نہیں سنتے جبکہ وہ ڈرائے جاتے ہیں،

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے انہیں عذاب کا ایک جھونکا لگ جائے تو ضرور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی واقعی ہم ظالم تھے۔

دلائلِ قدرت:

۴۲: قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ (کہہ دیں کہ کون تمہاری کون حفاظت کرے گا) یکلؤ کا معنی حفاظت کرنا۔ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (رات اور دن کو رحمان سے) یعنی رحمان کے عذاب سے بچانے کیلئے اگر وہ عذاب تمہارے پاس رات یا دن کو آن پہنچے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی یاد سے منہ موڑنے والے ہیں اور اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ اس کی پکڑ سے بچتے۔ یہاں تک کہ جب ان کو اس کی طرف سے حفاظت مل جائے گی تو وہ پہچانیں گے کہ محافظ کون ہے۔ تب وہ اس قابل ہونگے کہ ان سے اس کے متعلق سوال کیا جائے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ان سے سوال کریں کہ محافظ کون؟ پھر وضاحت فرمائی کہ وہ جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ اس کی یاد سے ہی غافل اور معرض ہیں جو ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

جو اپنی مدد کی قدرت نہیں رکھتا وہ تمہاری مدد کیا کرے گا:

۴۳: اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (کیا ان کے پاس ہمارے سوا ایسے معبود ہیں جو عذاب سے ان کی حفاظت کر لیتے ہوں) اَم یہاں بل کے معنی میں ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ان کے ایسے معبود ہیں جو ان کو عذاب سے بچا سکیں ہماری حفاظت و رکاوٹ سے آگے گزر کر؟ پھر درمیان میں یہ جملہ مستانفہ لائے۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ (وہ تو اپنی حفاظت کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی اور انکا ساتھ دے سکتا ہے) اس میں واضح فرما دیا جو اپنے نفس کی مدد و حفاظت پر قدرت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے ساتھ ویسے ہی نہیں تو وہ دوسرے کو کیسے روک سکتا اور اس کی مدد کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟ پھر فرمایا:

طویل مہلت:

۴۴: بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ (بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا۔ یہاں تک ان پر اسی حالت میں عرصہ دراز گزر گیا) جس حفاظت و نگہبانی میں وہ رہ رہے ہیں وہ ہماری ہی طرف سے ہے۔ ورنہ ان کو ہلاک کرنے میں ہمارے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جو ہلاکت سے ان کو بچا سکے۔ ہم نے انہیں اور ان کے گزشتہ آباء کو عذاب سے اس لئے بچائے رکھا تا کہ دنیا کا وہ نفع اٹھالیں اور مہلت پوری کر لیں۔ جیسا کہ دیگر کفار کو ہم نے دنیا کا نفع دیا اور مہلت دی اور یہ زمانہ طویل ہونے سے ان کے دلوں میں سختی پیدا ہو گئی پس وہ سمجھ بیٹھے کہ وہ اس مہلت پر ہمیشہ چھوٹے رہیں گے حالانکہ یہ جھوٹی امید ہے۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کفر کی زمین کناروں کی طرف سے گھٹا رہے ہیں) ہم کفر کی زمین کو کم کر رہے ہیں۔ اور اس کے اطراف کو مسلمانوں کے تسلط سے مٹا رہے ہیں۔ اور اس زمین والوں پر اسلام والوں کو غالب کرتے جا رہے ہیں۔ اور دارالاسلام میں بدل رہے ہیں۔

ناتی کا لفظ لا کر اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں اس کو جاری رکھیں گے۔ اور اسلامی لشکر مشرکین کی سرزمین میں غزوات کر کے غالب واپس لوٹے جس سے مشرکین پر حدود زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (کیا وہ پھر بھی غالب آجائیں گے) کیا کفار مکہ کو غلبہ حاصل ہوگا؟ اس کے بعد کہ ہم نے ان کی سرزمین کفر کو اطراف سے کم کر دیا ہے؟ یعنی کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور ان کے اصحاب ہماری مدد سے غالب آئیں گے۔

۴۵: قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ (کہہ دیں میں تم کو وحی کے ذریعہ ڈرا رہا ہوں) میں قرآن کے ذریعہ تمہیں عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ (اور بہرے پکار کو نہیں سنتے)۔

قراءت: یاء مفتوح اور میم بھی مفتوح اور الصُّم مرفوع پڑھا گیا۔ اور شامی اور علی نے لا تُسمع الصُّمَ پڑھا ہے۔ اس میں خطاب آپ ﷺ کو ہے۔

اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ (جبکہ ان کو ڈرایا جاتا ہے) خوف دلایا جاتا ہے۔ الصم کی الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے موجودین

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ

اور قیامت کے دن ہم عدل والی میزان قائم کر دیں گے۔ سو کسی پر ذرا سا ظلم بھی نہ ہو گا اور اگر کوئی

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

مراد تھے۔ جن کو براہ رست ڈرایا گیا اور اصل اس طرح کلام ہے ولا یسمعون اذا ماینذرون پس ظاہر کو مضمر کی جگہ لائے کیونکہ ان کے بہرے پن اور کانوں کے بند کر لینے پر دلالت موجود ہے جب بھی ان کو ڈرایا جاتا ہے تو یہ اس سے کوئی تاثر ہی نہیں لیتے۔

۴۶: وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ (اگر ان کو ذرا سی لپٹ چھو جائے) یعنی معمولی دھکا اور مار مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ (تیرے رب کے عذاب کی)

نحو: یہ نفحة کی صفت ہے۔ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (وہ ضرور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ہم ہی ظالم تھے) یعنی اگر ان کو اس عذاب کا ادنی حصہ بھی آ کر کے چھو لے جس عذاب سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے۔ تو ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نفسوں کے خلاف وہ ہلاکت و تباہی کو پکارنے لگیں گے اور اقرار کر لیں گے کہ انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا جب بہرا پن اختیار کیا اور اعراض کیا۔

فائدہ عجیبہ:

اِس آیت میں انتہائی مبالغہ فرمایا گیا اس کی رمز اس طرح ہے کہ المسّ اور النفحة کا ذکر کیا۔ کیونکہ النفحة ادنیٰ لپٹ اور ذرا سی ضرب کو کہتے ہیں جو کہ قلت کی علامت ہے۔ اور تاء بھی وحدت کی لائی گئی۔ کہا جاتا ہے نفحة بعطية اس کا چھینٹا۔ اور ایک مزید بات یہ بھی ہے کہ یہ وزن ایک بار پر دلالت کرتا ہے ایک یہ بھی ہے کہ تنوین تنکیر کی ہے۔

میزانِ عدل رکھنا:

۴۷: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ (اور ہم میزان عدل قائم کریں گے) الموازین جمع میزان ہے۔ ہر وہ آلہ جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے اور اس چیز کی کمیت و مقدار معلوم کی جائے۔ بقول حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ وہ ایسا میزان ہے جس کے دو پلڑے ہیں۔ اور ایک لسان ہے اور جمع عظمتِ شان کی وجہ سے لائے جیسا کہ اس قول میں یاایها الرسل میں ہے [المؤمنون:۵۱] ایک قول کے مطابق وزن صحائفِ اعمال کا کیا جائے گا۔ الْقِسْطَ (انصاف) موازین کی صفت قسط سے کی گئی اور وہ عدل کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بات مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے گویا وہ ترازو خود مجسمہ انصاف ہے۔ نمبر۲۔ مضاف محذوف ہے۔ ای ذوات القسط انصاف والے ترازو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ والی چیز اور روشنی اور نصیحت کی چیز عطاء کی جو متقیوں کے لئے نصیحت تھی جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ

اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں ' اور یہ ایک نصیحت ہے

مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

مبارک ہے جو ہم نے نازل کی ہے سو کیا تم پھر بھی اس کے منکر ہو۔

لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن کی وجہ سے) اہل قیامت کیلئے یعنی لام اجلیہ ہے۔ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (کسی نفس پر ذرا بھر ظلم نہ ہوگا) ذرا سا ظلم بھی نہ ہوگا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ (اور اگر اس کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا) یعنی وہ چیز مقدار میں رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو۔

قراءت: مدنی نے مثقال کو رفع سے پڑھا ہے اور سورت لقمان میں بھی اس طرح پڑھا اور کان کو تامہ قرار دیا۔

مِّنْ خَرْدَلٍ: من خردل (رائی کا) یہ حبة کی صفت ہے۔ اَتَيْنَا بِهَا (ہم اس کو لے آئیں گے) حاضر کر دیں گے۔ یہاں ھا ضمیر مثقال کی طرف راجع ہے جو کہ مذکر ہے مگر ضمیر مونث ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے اس کا مضاف الیہ حبۃ مونث ہے۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے۔ ذهبت بعض اصابعهم۔ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) علم رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں (کوئی شئی ہمارے علم وحفاظت سے نکل نہیں سکتی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: کیونکہ جو آدمی کسی چیز کا حساب کرتا ہے اور وہ اس کا علم بھی رکھتا ہوتا ہے اور اس کے حفاظت میں بھی وہ چیز محفوظ ہوتی ہے۔

صفاتِ تورات:

۴۸: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا (اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو بھی ایک فیصلہ اور روشنی دی اور نصیحت)

ایک قول:

یہ ہے یہ تینوں صفات تورات ہی کی ہیں وہی حق و باطل کے مابین فرق کرنے والی اور روشنی کا مینار ہے جس سے روشنی لی جاتی ہے اور اس روشنی میں نجات کے راستہ تک پہنچا جاتا ہے۔ اور نصیحت یعنی شرف یا نصیحت وتنبیہ ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں ان تمام احکام کا تذکرہ ہے جس کی لوگوں کو ضرورت محتاجی ہے تا کہ وہ اپنے دونوں جہاں کی درستگی اس سے کر سکیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝٥١ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس سے پہلے صحیح راہ عطا کی اور ہم ان کو جانتے تھے، جبکہ انہوں نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝٥٢ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دادوں کو ان کی

لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝٥٣ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٥٤

عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں ہیں!

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝٥٥ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس کوئی حق بات لے کر آئے ہو یا دل لگی کرنے والوں میں سے ہو۔ ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٦

آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں

واؤ کو صفات کے مابین اس طرح داخل کیا گیا جیسا اس ارشاد میں **و سیدًا و حصورًا و نبیا** [آل عمران:۳۹] (یہ واؤ کے مطلق جمع ہونے کی دلیل بھی ہے: مترجم عرب کہتے ہیں **مررت بزید الکریم والعالم والصالح** ۔اور متقین کو کتاب سے خصوصی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔اسی لئے خصوصیت سے انکا تذکرہ فرمادیا۔لِّلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے)

۴۹: اَلَّذِيْنَ (وہ لوگ)

نحو: وصف ہونے کی وجہ سے الذین محل جر میں ہے۔نمبر۲۔مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔نمبر۳۔مرفوع ہے۔مبتدا محذوف کی خبر ہے۔يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) یہ حال ہے علیحدگی میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے اور اس کے احوال سے) مُشْفِقُوْنَ (خوف کھاتے ہیں)

قرآن خیر کثیر کا جامع:

۵۰: وَهٰذَا (اور یہ) یعنی قرآن ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ (مبارک تذکرہ ہے) کثیر بھلائیوں اور بھرپور نفع بخش اَنْزَلْنٰهُ (اس کو ہم نے محمد ﷺ پر اتارا ہے) اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (کیا پھر بھی تم اس کا انکار کرنے والے ہو) یہ استفہام توبیخی ہے۔یعنی جب یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ خیر کثیر کا جامع ہے۔تو تم پھر کیوں انکار کرتے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام اوران کی قوم:

۵۱:وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ (ہم نے ابراہیم کوراستی فہم عطاء کی تھی) رشدوراہنمائی وہدایت مِنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) موسیٰ وہارون سے نمبر۲۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وَكُنَّا بِهٖ (اورہم ان سے) ابراہیم یااس کی رشد سے عٰلِمِیْنَ (خوب جاننے والے تھے) یعنی ہم نے جوکچھ دیا یہ جان کردیا کہ وہ اس کے اہل ہیں۔

۵۲:اِذْ (جب) اذ کوآتینا سے متعلق کرنا درست ہے نمبر۲۔رشدہ سے متعلق ہے۔

قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ (انہوں نے اپنے والداورقوم کوکہا یہ کیا مورتیاں ہیں؟) تماثیل یہ بت تھے جن کو مختلف درندوں کی شکل دی گئی تھی۔اسی طرح پرندوں اورانسانوں کی۔ان کے معبودوں کی تحقیر ظاہر کرنے کیلئے آپ نے کلام تجاہل عارفانہ انداز سے اختیار کیا حالانکہ آپ کومعلوم تھا کہ وہ مورتیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (وہ جن کی عبادت پرتم جمے ہوئے ہو) لھا کالام اجلیہ ہے۔تعدیہ کانہیں ہے۔ان کی عبادت کی خاطر اقامت اختیار کرنے والے ہو۔

۵۳: جب وہ اس پر دلیل دینے سے عاجز ہوگئے۔تو قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ (تو کہنے لگے ہم نے تواپنے آباءواجدادکوان کی پوجا کرتے پایا) پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔

۵۴: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (یقیناً تم اورتمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں پڑے ہو) آپ کا مقصد یہ تھا کہ تم پیروی کرنے والے اورجن کی پیروی کا دعوٰی کرتے ہو ہر دو گمراہی کی لڑی میں دونوں پروئے ہوئے ہو۔وہ ایسی گمراہی ہے جوکسی عاقل سے مخفی نہیں رہ سکتی۔اوراس کی مزید تاکید کیلئے۔انتم لائے تاکہ عطف صحیح ہوسکے۔کیونکہ کسی ضمیر پر جب عطف کیا جائے تووہ اس ممتنع فعل کا بعض حصہ ہی بن جاتا ہے۔

یہ حقیقت یا تفریح:

۵۵:قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا کیاتم کوئی واقعی ہم سے بات کہہ رہے ہو) حق یہاں ہزل کے بالمقابل استعمال ہوا جس کا معنی واقعی ثبوت والی بات۔اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ (یاتم دل لگی کررہے ہو) اپنی بات کہنے میں تم حقیقت پسند ہو یا تفریحِ طبع کیلئے کہتے ہو۔انہوں نے آپ کے انکارکو بہت اوپرا قرار دیا۔اوراس کے ضلال وگمراہی قرار دینے کو بہت ہی بعید قرار دیا۔پس اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے اعراض کیااوران کو بتلایا کہ میں نے واقعی بات کہی ہے اس میں تفریحِ طبع کا دخل نہیں۔اپنے ارشاد سے شہنشاہ مطلق کی ربوبیت اور بتوں کی بے بسی کوواضح کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۶:قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ (ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارارب وہی ہے جوآسمانوں اورزمین کارب ہے جس نے ان کونیست سے وجود بخشا ہے) یعنی تماثیل۔پس خالق کوچھوڑ کرمخلوق کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے مفسر علامؒ نے ھُنَّ کامرجع تماثیل کو بنایا ہے جبکہ اقرب مرجع السموٰت والارض موجود ہے۔دیگر مفسرین نے یہی اختیار کیا ہے۔وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ (اورمیں اس پر) مذکورہ توحید پرایک شاہد ہوں۔مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (منجملہ شہداء میں سے)

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا

اور اللہ کی قسم میں اس کے بعد ضرور ضرور تمہارے بتوں کے بارے میں کوئی تدبیر کروں گا جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے' سو انہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ

سوائے ان کے ایک بڑے بت کے' شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں' وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک ایسا

لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾

کرنے والا ظالموں میں سے ہے' کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا تھا جو ان کا ذکر کر رہا تھا اس جوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے'

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

کہنے لگے اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہو جائیں کہنے لگے اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے معبودوں کے

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

ساتھ ایسا کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا بلکہ یہ حرکت ان کے اس بڑے نے کی ہے سو تم ان سے پوچھ لو اگر وہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

بولتے ہیں' پھر انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا پھر کہنے لگے کہ بلاشبہ تم ہی ظلم کرنے والے ہو پھر انہوں نے اپنے سروں کو

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

جھکایا بے شک اے ابراہیم تم کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں' ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ

چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے' تف ہے تم پر اور ان پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟ کہنے لگے اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں

فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

کچھ کرنا ہے' ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا' اور ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا چاہا

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

سو ہم نے انہیں ان میں سے کر دیا جو بہت ہی زیادہ ناکام ہوتے ہیں۔

۵۷: وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم! یہ اصل میں واللہ ہے۔ اور تاء میں تعجب کا معنی ہے گویا انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس تدبیر کی کامیابی پر تعجب کیا کیونکہ بتوں کو توڑنا آسان کام نہ تھا بلکہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ بت پرستوں کو نمرود و ساری قوم کی حمایت حاصل تھی۔ نمرود خود بہت طاقتور بادشاہ تھا۔

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا) ضرور ان کو توڑ ڈالوں گا۔ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (جب کہ تم ان سے منہ پھیر کر چلے جاؤ گے) اس کے بعد کہ تم ان کو چھوڑ کر اپنے تہوار اور میلے پر چلے جاؤ گے۔ یہ بات آپ نے قوم سے خفیہ کہی اس کو ایک آدمی نے سنا۔ پس آپ نے تعریض کرتے ہوئے اِنِّیْ سقیم [الصافات:۸۹] فرمایا کہ (عنقریب میں بیمار ہونے والا ہوں) یہ تعریض پیچھے رہنے کی غرض سے کی تھی۔ پھر آپ بیت الاصنام کی طرف لوٹے۔

بتوں کا حشر:

۵۸: فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (پس ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) ٹکڑے ٹکڑے یہ الجذّ سے ہے وہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ جمع جذاذة جیسے زجاجة اور زجاج۔

قراءت: علی نے میم کے کسرہ سے پڑھا۔ یہ جمع جذیذ کی ہے جو کہ مجذوذ کے معنی میں ہے۔ جیسے خفیف اور خفاف۔

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ (مگر بڑے بت کو) ان بتوں کیلئے نمبر۲ کفار کیلئے (ھم ضمیر جمع مذکر لائے اس لئے کہ بت پرستوں کے خیال میں وہ ذی علم تھے) یعنی تمام کو کلہاڑے سے توڑ ڈالا مگر ان بتوں کے بڑے کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ (شاید کہ وہ اس کی طرف) یعنی بڑے کی طرف يَرْجِعُوْنَ (رجوع کریں) پھر ان کے توڑنے والے کے متعلق پوچھ گچھ کریں۔ جس سے ان کے سامنے اس کا عجز ظاہر ہو جائے۔ نمبر۲۔ ہٗ کا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ وہ ابراہیم کی طرف رجوع کریں تا کہ وہ ان کے سامنے حجت پیش کریں۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے کہ وہ اپنے آلھۃ کا عجز دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کر سکیں۔

۵۹: قَالُوْا (انہوں نے کہا) یعنی کفار نے جبکہ وہ اپنی عید سے لوٹے اور یہ منظر دیکھا۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (کس نے یہ حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے۔ بلاشبہ وہ ظالموں میں سے ہے) یعنی جس نے یہ توڑنے کی حرکت کی ہے اس نے سخت ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ جو معبود ان کے ہاں حقیقۃً توقیر و تعظیم کے لائق ہیں۔ اس نے ان کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔

۶۰: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کا برائی سے تذکرہ کرتے سنا تھا۔ اس نوجوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے) یہ دونوں جملے فتًی کی صفت ہیں۔ البتہ پہلا جملہ یذکرھم ہے جس کا معنی عیب جوئی کرنا ہے۔ اس کا سمع سے تعلق ضروری ہے کیونکہ تم اس طرح نہیں کہتے سمعت زیدًا اور پھر خاموش ہو جائیں جب تک کوئی ایسی چیز کا ذکر نہ ہو جو مسموع ہو۔ بخلاف دوسرے جملے کے اس کے لئے یہ لازم نہیں۔ ابراہیم یقال کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مراد اسم ہے مسمّی نہیں یعنی وہ شخص جس کا یہ نام بولا جاتا ہے۔

۶۱ : قَالُوْا (انہوں نے کہا) یعنی نمرود اور اس کی قوم کے دیگر سرداروں نے کہا فَاْتُوْا بِهٖ (پس تم اس کو لاؤ) ابراہیم کو حاضر کرو۔ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ (لوگوں کے سامنے) یہ محلاً حال ہے بمعنی معاینۃً ومشاھدۃً لوگوں کے سامنے اور منظر عام عوام پر۔ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ (تاکہ وہ شہادت دیں) اس بات کی جو اس کے متعلق سنا جا رہا ہے۔ نمبر۲۔ جو اس نے کہا گویا انہوں نے بلا دلیل ان کو سزا دینا ناپسند کیا۔ نمبر۲۔ ہماری طرف سے ملنے والی سزا پر قوم کے لوگ حاضر ہوں۔

۶۲ : جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو لا حاضر کیا تو قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ (انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔)

۶۳ : قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) بَلْ فَعَلَهٗ (بلکہ اس کو کیا ہے)

قراءت: کسائی اس پر وقف کرتے ہیں ای فعله من فعله ۔

نحو: اس میں فاعل محذوف ہے اور وہ جائز نہیں اور یہ جائز ہے کہ فعل کی اسناد اس فتیٰ کی طرف کی جائے جو اس آیت میں ہے سمعنا فتًی یذکرھم نمبر۲۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کی جائے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ یٰۤاِبراھیم پھر کہا كَبِیْرُهُمْ هٰذَا (بڑا انکا یہ ہے) یہ مبتدا اور خبر ہے۔

اکثر کا قول: فعلهٗ پر وقف نہیں اور کبیرھم اس کا فاعل ہے اور ھٰذا اس کی صفت ہے یا بدل ہے اور فعل کی نسبت کبیر ہم کی طرف کی گئی اور مقصود اپنی ذات کیلئے اس کو پختہ کرنا ہے۔ اور ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ تعریض میں یہ طریقہ ہے۔ اس سے مشرکین کو شرمندہ کرنا اور ان پر اتمامِ حجت کرنا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں غور کرلیں گے تو بڑے کی عاجزی ان کے سامنے کھل جائے گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ وہ معبود نہیں اور نہ اس میں معبود بننے کی صلاحیت ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں تمہارا دوست کہے (وقد کتبت کتابا بخط رشیق) حالانکہ تم نے اس کو واضح الفاظ میں خط لکھا ہو۔ أأنت کتبت هذا؟ کیا تم نے یہ خط لکھا ہے؟ اور تمہارا دوست بالکل جاہل اور ان پڑھ ہو تو تم اس کے جواب میں کہو گے۔ بل کتبهٗ انت! جناب یہ تو آپ نے ہی لکھا ہے۔ اس بات سے آپکا مقصد۔ اس خط کو اپنے لئے ثابت کرنا اور اس کے ساتھ استہزاء ومذاق دونوں ہی حاصل ہیں یہ خط کی اپنے سے نفی ہے۔ اور نہ اس امی کیلئے اس کا ثبوت ہے۔ بلکہ تم دونوں میں سے عاجز کیلئے اس کا اثبات ہو رہا ہے۔ اور معاملہ تم دونوں کے درمیان دائر ہے اس کے ساتھ بطور استہزاء کے اور دراصل خط پر قدرت رکھنے والے کیلئے اس کا اثبات بطور حقیقت گویا بت شکنی پر تعریض اقرار نما کی استہزاء کے طرز پر خود بت توڑنے کا اپنے لئے اقرار کیا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے جب آپ نے بتوں کو قطار در قطار دیکھا تو آپ کو بہت غصہ آیا اور بڑے پر غصہ بہت زیادہ تھا کیونکہ اس کی تعظیم وہ سب سے زیادہ کرتے تھے۔ اس لئے فعل کی نسبت بھی کبیر کی طرف کر دی گئی۔ کیونکہ جس طرح نسبتِ فعل خود فعل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح فعل کا اسناد اس کی طرف بھی کیا جاتا ہے جس پر فعل کا اثر ہو۔

اور یہ بھی درست ہے کہ اس بات کی حکایت ہو کہ جس کی طرف ان کے مذہب کا جواز لے جاتا تھا۔ اور جو انکا اعتقاد تھا گویا ان کو کہا ممکن ہے بڑے نے یہ کر دیا ہو کہ اس کی موجودگی میں ان کی پوجا ہوتی ہے اس نے غضبناک ہو کر سبکو توڑ ڈالا تاکہ اس کی

الوہیت میں شراکت نہ رہے۔ روایت میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بڑے کو اس بات پر غصہ آیا ہے کہ اس کے ساتھ ان چھوٹوں کی بھی عبادت ہو جبکہ وہ بڑا موجود ہو پس اس نے ان کو توڑ دیا۔

نمبر۲۔ یہ ایسی شرط سے متعلق ہے جو نہ ہونے والی ہے اور وہ بتوں کا بولنا ہے پس اس صورت میں یہ مخبر بہ کی نفی ہے ای بل فعله كبيرهم ۔ ان كانوا ينطقون (بلکہ اس کو ان کے بڑے نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں) اور فسئلوهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کبیر کہہ کر اپنی ذات کی تعریض کی ہے اور اپنی ذات کی اضافت اس لئے کی کیونکہ آپ وہاں موجود تھے۔

فَسْئَلُوْهُمْ (پس ان سے دریافت کرو) ان کی حالت کے متعلق اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (اگر وہ بولتے ہیں) اور تم ان کے عجز سے واقف ہو۔

۶۴: فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (اس پر وہ اپنے دل میں سوچنے لگے) عقلوں کی طرف رجوع کیا اور دلوں میں سوچ و بچار کرنے لگے جبکہ آپ نے ان کی مخالفت شروع کی۔ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پھر آپس میں کہنے لگے حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو) حقیقت میں اس لئے کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو بولتے بھی نہیں۔ وہ ظلم نہیں جس کو تم یہ کہہ کر ظالم قرار دے چکے۔ من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين [الانبیاء:۵۹] اس لئے کہ جو اپنے سر سے کلہاڑے کو نہیں ہٹا سکے وہ اپنے عابد کی تکالیف کا کیسے ازالہ کر سکتے؟

۶۵: ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (پھر انہوں نے (شرمندگی سے) سر جھکا لیے۔)

علمائے مفسرین کا بیان: پہلے قول میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر حق کو جاری کر دیا۔ مگر پھر بدبختی ان پر طاری ہوگئی۔ یعنی اپنے بارے میں ظلم و ناحق ہونے کا اعتراف کر کے پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔

نکتہ: نكسته، قلبته فجعلت أسفله أعلاه یعنی اسے پلٹ دیا اوندھا کر دیا۔ اس کو سر کے بل کر دیا۔ یعنی جب اپنے نفوس میں غور و فکر کی تو درست سوچ نے ان کی راہنمائی کی اور ضمیر کی اصل آواز بلند ہوئی مگر پھر اس حالت سے پلٹ کر ناجائز جھگڑے اور ضد بازی پر اتر آئے اور کہنے لگے۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں) پھر تم ان کے متعلق سوال کا حکم کیسے دیتے ہو؟ یہ جملہ علمت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بولنے سے ان کی عاجزی جب تمہیں معلوم ہو چکی تو پھر ہم ان سے کس طرح پوچھیں؟

۶۶: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حجت پیش کرتے ہوئے کہا) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا (تو کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر تم ایسی چیز کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نہ نفع پہنچاتی ہیں) شيئاً یہ مصدر کی جگہ استعمال ہوا ہے ای نفعاً ما ذرا بھر نفع پہنچانا۔ وَّ لَا يَضُرُّكُمْ (اور نہ نقصان دے سکتی ہیں) اگر تم ان کی عبادت نہ کرو۔

۶۷: اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو) اف کا کلمہ یہ کسی چیز سے ضجر و اکتاہٹ کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ آپ نے ان سے اکتاہٹ اس لئے ظاہر کی کیونکہ حق واضح ہو کر انکا عذر منقطع ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ باطل پر اڑے ہوئے تھے۔ پس آپ نے ان کو اُف کہا لکم میں لام متأفف بہ کو بیان کرنے کیلئے

ہے ای لکم ولآلهتكم هذا التافف کہ یہ تافیف تمہارے اور تمہارے معبودوں کیلئے ہے۔

قراءت: اُفٍ مدنی وحفص نے پڑھا۔مکی وشامی نے اُفَّ بالفتحہ پڑھا اور دیگر قراء نے اُفٍ بالکسر پڑھا ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے) کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ معبود نہیں ہوسکتا۔جب حجت ان پر تمام ہو چکی اور وہ لاجواب ہو چکے تو کہنے لگے۔

قومی فیصلہ:

۶۸: قَالُوْا حَرِّقُوْهُ (کہنے لگے اس کو آگ سے جلادو) کیونکہ سزا دی جانے والی اشیاء میں سے یہ زیادہ ہولناک اور رسوا کن ہے۔وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ (اور تم اپنے معبودوں کی مدد کرو) اس سے انتقام لیکر اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (اگر تم کرنے والے ہو) تو کرو یعنی اگر تم اپنے معبودوں کی پوری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے سب سے زیادہ خوفناک سزا کا انتخاب کرو اور وہ جلا کر خاکستر کر دینا ہے۔

ورنہ تم ان کی امداد میں کوتاہی کرنے والے شمار ہوگے۔نمبر ا۔جس نے جلانے کا مشورہ دیا وہ نمرود تھا یا ایران کا ایک کردی جلانے کا مشورہ دینے والا تھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جب انہوں نے جلانے کا ارادہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے بند کر دیا اور کوتی شہر میں ایک وسیع احاطہ تعمیر کیا اور ایک ماہ تک مختلف قسم کی لکڑیاں جمع کیں پھر اس میں آگ بڑھکائی اس کی لپٹ سے فضا میں گزرنے والا پرندہ جل اٹھتا تھا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں جکڑ کر رکھا اور آگ میں پھینک دیا ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل کے کلمات تھے۔

جبرئیل امین نے حاضر ہو کر کہا کیا کوئی ضرورت ہے تو حاضر ہوں آپ نے فرمایا ضرورت تو ہے مگر تیرے پاس نہیں انہوں نے کہا اپنے رب تعالیٰ سے مانگ لو۔تو جواب میں آپ نے فرمایا۔حسبی من سؤالی علمه بحالی میری حالت کا اس کو علم ہے وہ سوال کی طرف سے کفایت کرنے والا ہے۔آگ کی وجہ سے وہ تمام بندھن جل گئے مگر آپ کے جسم اطہر کو ذرا بھر تپش کا نام بھی نہ پہنچا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہیکہ انہوں نے حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل سے نجات پائی۔

آگ کو حکم:

۶۹: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا (اور ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہو جا) ای ذات برد وسلام ٹھنڈک وسلامتی والی۔پس اس میں مبالغہ کیا گیا گویا کہ آگ کی ذات ہی ٹھنڈک اور سلامتی تھی۔عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام پر) مراد یہ تھی تو ٹھنڈی ہو جا پس ابراہیم تجھ سے سلامت رہیں گے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ

اور ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دے دی جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لئے برکت رکھ دی ہے' اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ

اور یعقوب پوتا عطا کیا' اور ہم نے ان سب کو صالحین بنا دیا اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور

اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نماز کی پابندی کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ

اور ہم نے لوط کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے برے کام کیا کرتے تھے'

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵ ۵

بلاشبہ وہ لوگ بد ذات تھے' بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر یہ نہ کہا جاتا تو وہ اپنی ٹھنڈک سے ان کو ہلاک کر دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کی طبیعت احراقی اور حرارت سلب کر لی اور اس کی روشنی باقی رکھی اور چمک باقی رہی جیسا کہ پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

قوم کی ناکامی اور ابراہیم علیہ السلام کی کامیاب ہجرت:

۷۰: وَ اَرَادُوْا بِهٖ (اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بری تدبیر کی) جلانے کی كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (پس ہم نے ان کو ناکام کر دیا) اللہ تعالیٰ نے نمرود اور اس کی قوم پر مچھر بھیج دیئے جنہوں نے ان کے گوشت کھا لئے اور ان کے خون پئے اور مچھر نمرود کے دماغ میں داخل ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

۷۱: وَنَجَّيْنٰهُ (اور ہم نے اس کو نجات دی) یعنی ابراہیم علیہ السلام کو وَلُوْطًا (اور لوط کو) یہ ان کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے ہاران بھی عراق میں رہتے تھے۔ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (اور ان کو اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کیلئے خیر و برکت رکھی تھی) اس سے مراد سرزمین شام اور اس سرزمین کی برکات نمبر ا۔ انبیاء علیہم السلام کی کثرت جن کے دینی آثار دنیا میں پھیلے سرسبز اور زرخیز سرزمین ہے جس میں غنی و فقیر کا گزر اوقات خوب ہے۔ دوسرا قول زمین میں جو بھی میٹھا پانی ہے۔ اس کی اصل صخرہ بیت المقدس سے پھوٹتی ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آپ تو فلسطین میں اترے اور لوط علاقہ سدوم وغیرہ میں رہے اور ان کے مابین ایک دن رات کا فاصلہ تھا۔قول حضور علیہ السلام: عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۔ پس میرے ہاں پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔[ابوداؤد]

۷۲: وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (ہم نے اس کو عطاء کیا اسحاق اور مزید یعقوب) بعض نے کہا نافلۃ مصدر ہے۔ جیسا کہ العافیۃ۔ اگر چہ فعل لفظوں میں موجود نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی وو هبناله هبة ہم نے دیا دینا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا اللہ تعالیٰ نے بیٹا اور یعقوب زائد عنایت فرمایا۔ جو محض فضل تھا۔

نحو: نافلۃ یہ یعقوب سے حال ہے۔ وَكُلًّا (تمام) یعنی ابراہیم، اسحاق، یعقوب۔

نحو: یہ جَعَلْنَا کا مفعول اول ہے اور دوسرا مفعول صالحین ہے۔ صٰلِحِيْنَ (نیک تھے) دین اور نبوت میں۔

۷۳: وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً (اور ہم نے ان کو دین میں مقتدی بنایا۔) يَّهْدُوْنَ (وہ راہنمائی کرتے ہیں) لوگوں کی بِاَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) ہماری وحی کرنے سے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (اور ہم نے ان کے پاس حکم بھیجا نیک کام کرنے کا) اور خیرات تمام اعمال صالحہ ہیں جو افعال خیر میں شامل ہیں اور بھلائی کے کام بار بار کیے جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ (اور نماز کا قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا) اور اصل میں یہ عبارت اقامة الصلوة ہے البتہ مضاف الیہ کو ھا کا بدل قرار دیا۔ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) نہ کہ بتوں کی۔ پس تم اے گروہ عرب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو اس سلسلہ میں بھی ان کی اتباع کرو۔

۷۴: وَلُوْطًا (اور لوط علیہ السلام کو) یہ اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر اتيناه حكمًا کر رہا ہے۔ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے ان کو حکمت وعلم عنایت فرمایا) حکم سے مراد حکمت ہے اور وہ ایسے فعل کو کہتے ہیں جس میں عمل ضروری ہو۔ نمبر ۱۔ جھگڑے کا فیصلہ۔ نمبر ۲۔ نبوت۔

عِلْمًا (اور علم) یعنی سمجھ وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ (اور ہم نے ان کو ایسی بستی سے نجات دی) القریۃ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ اور مراد اس سے سدوم ہے۔ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ (جو کہ گندی حرکات کرتی تھی) لواطت، گندی ہوا زور سے چھوڑنا، گزرنے والوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (بیشک وہ بڑے بدکار نافرمان لوگ تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

۷۵: وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) اہل رحمت میں نمبر ۲۔ اہل جنت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) ان کی بھلائی پر بدلہ عنایت فرمایا۔ جیسا کہ ان کی قوم کو ان کے بگاڑ کی سزا میں ہلاک کر دیا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ ﴿۷۶﴾

اور نوح کو یاد کیجئے جب اس نے اس سے پہلے پکارا' سو ہم نے ان کی دعا قبول کی' پھر ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان سے نجات دینے کے لئے ہم نے نوح کی مدد کی' بلاشبہ وہ برے لوگ تھے سو ہم نے

اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

ان سب کو ڈبو دیا۔ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جبکہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ دے رہے تھے جبکہ اس کو قوم کی بکریاں روند گئی تھیں'

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۘ وَّ

اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ سو ہم نے یہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا' اور

سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ

ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو جو تسبیح میں مشغول رہتے تھے اور ہم کرنے والے تھے' اور ہم نے داؤد کو

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

زرہ بنانے کی صنعت سکھائی' تاکہ وہ تمہیں جنگ میں محفوظ رکھے۔ سو کیا تم شکر کرنے والے ہو

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ

اور سلیمان کے لئے تیزی سے چلنے والی ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف لے جاتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے

وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ

اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں' اور بعض شیاطین ایسے تھے جو ان کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ

عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ اور ہم حفاظت کرنیوالے تھے۔

واقعۂ نوح علیہ السلام:

۷۶: وَنُوْحًا (اور نوح کو) یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادٰى (جب کہ اس نے پکارا) اپنی قوم کے متعلق ہلاکت کی

بددعا کی۔مِنْ قَبْلُ (ان مذکورہ لوگوں سے پہلے) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ (ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (پس ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو نجات دی) ان کی اولاد میں سے جو ایمان والے تھے۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (سخت غم سے) یعنی طوفان سے اور سرکش لوگوں کی تکذیب کی کڑھن سے۔

بُری قوم کی ہلاکت:

۷۷: وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اور ہم نے اس کی مدد اس قوم کے خلاف کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) نصرنا منه کا معنی ہم نے ان کی ایذاء سے اس کی حفاظت کی یعنی بچایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (پس ہم نے ان تمام کو ڈبو دیا بیشک وہ بری قوم تھی) یعنی ان کے بڑے چھوٹے، مرد و عورتیں تمام کو۔

تذکرۂ سلیمان اور داؤد کی ایک کھیتی کا فیصلہ:

۷۸: وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (اور داؤد و سلیمان کا) انکا تذکرہ کرو۔اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ (جب کہ دونوں ایک کھیت کے متعلق مشورہ کرنے لگے) الحرث کھیتی کو کہتے ہیں یا انگور کی بیلیں۔

بَحْوٗ: اذ یہ داؤد و سلیمان سے بدل ہے۔اور يَحْكُمٰنِ کا ظرف ہے۔نَفَشَتْ (چر لینا) داخل ہونا۔فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (اس میں قوم کی بکریاں) رات کو داخل ہوئیں اور کھیت کو اجاڑ دیا۔النفش بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات کو چرنا۔وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ (اور ہم ان کے فیصلے سے) ضمیر ھم جمع ان دونوں اور فیصلہ کرانے والوں کو شامل فرما کر لائی گئی۔شٰهِدِيْنَ (واقف تھے) وہ معاملہ ہمارے علم میں تھا۔اور ہمارے سامنے تھا۔

۷۹: فَفَهَّمْنٰهَا (پس ہم نے سمجھا دیا) وہ فیصلہ یا فتویٰ سُلَيْمٰنَ (سلمان علیہ السلام کو)

دلیل: اس میں دلیل ہے کہ اس میں مصیب سلیمان علیہ السلام تھے۔

واقعہ: بکریوں نے ایک شخص کے کھیت کو رات کے وقت چرواہے کی عدم موجودگی میں چر کر برباد کر دیا۔فریقین حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ لائے۔آپ نے حکم دیا کہ بکریاں کھیت والوں کو دیدیں جائیں اس لئے کہ نقصان ان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا جبکہ ان کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔اس کے علاوہ دوسری بات فریقین کیلئے زیادہ مناسب ہے۔پس ان کو تاکید کی گئی کہ وہ ضروری فیصلہ کریں۔تو انہوں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بکریاں سردست کھیتی والوں کے سپرد ہوں وہ ان کے دودھ سے نفع اٹھائیں اور ان کے بچوں اور اون کو اپنے استعمال میں لائیں اور کھیتی بکریوں کے مالکوں کے حوالہ کی جائے وہ اس کی حفاظت اور آبیاری کرتے رہیں تآنکہ کھیتی اپنے جوبن کو پہنچ جائے۔پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی چیز لوٹا دیں۔اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا فیصلہ تمہارا صواب ہے جو تم نے کیا اور اس کو نافذ فرما دیا۔اور یہ ہر دو ہستیوں کا اجتہاد تھا۔اور یہ اس شریعت میں درست تھا۔

شریعتِ محمدیہ:

ہماری شرع میں امام ابوحنیفہؒ اوران کے حامی علماء کے ہاں جانوروں کا اس قسم کا نقصان خواہ رات کو ہو یا دن کو اس پر ضمان نہیں ہے جبکہ چرواہا ساتھ نہ ہو۔

جب سائق و چرواہا ساتھ ہو قائد لے جارہا ہو تو ایسی صورت میں ضمان آئے گا۔ یہ عمداً نقصان کرنے میں شمار ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو اس قسم میں ضمان لازم ہے۔ قول بحاص: انہوں نے ضمان کو لازم اس لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے ان کو کھلا چھوڑا تھا باڑہ میں بند نہ کیا تھا اب ضمان آپ ﷺ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔ العجماء جُبَارٌ۔

(احمد، بخاری، مسلم)

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

یہ فیصلہ صلح کی صورت میں تھا۔ اور داؤد علیہ السلام کا فعل وہ حکومتی فیصلہ تھا۔ اور صلح تو بہر حال بہتر ہے۔

وَكُلًّا (اور ہر ایک) داؤد وسلیمان میں سے اٰتَيْنَا حُكْمًا (اور ہر ایک کو ہم نے نبوت عنایت فرمائی) وَّ عِلْمًا (اور علم) حکم کے مناسب معرفت و پہچان وَّ سَخَّرْنَا (اور ہم نے تابع کر دیا) مطیع کر دیا۔ مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ (داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو وہ تسبیح کرتے تھے)۔

پہاڑوں اور پرند کی تسبیح:

نحو: يُسبحن یہ حال ہے اور مسبحات کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے کس طرح پہاڑوں کو ان کے تابع کیا؟ اور جواب فرمایا یسبحن۔ وَالطَّيْرَ (اور پرندوں کو) اس کا عطف الجبال پر ہے۔ نمبر۲۔ مفعول معہ ہے۔

سوال: پہاڑوں کو پرندوں پر مقدم کیونکر کیا گیا؟

جواب: کیونکہ ان کی تسبیح و تسخیر دونوں عجیب تر ہیں اور غریب تر ہے۔ اور معجزہ میں داخل ہے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔ روایت ہے جب داؤد علیہ السلام پہاڑوں کے پاس سے تسبیح کرتے ہوئے گزرتے تو پہاڑ تسبیح سے انکا جواب دیتے۔ دوسرا قول پہاڑ ان کے ساتھ چلتے جہاں جاتے وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (اور یہ ہم ہی کرنے والے تھے) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس طرح کے معاملات اگرچہ یہ تمہارے ہاں عجیب ہیں۔

۸۰: وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ (اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی جس میں تمہارا فائدہ تھا) یعنی لباس اور زرہیں بنانا۔ لبوس، لباس کو ہی کہتے ہیں مراد یہاں زرہیں ہیں۔ لِتُحْصِنَكُمْ (تاکہ وہ تمہیں ایک دوسرے کی زد سے محفوظ رکھے)

قراءت: شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ بمعنی وہ صنعت تم کو محفوظ رکھے ابوبکر اور حماد نے نون سے پڑھا ہے تاکہ ہم تم کو محفوظ کریں یعنی اللہ تعالیٰ لتحصنکم دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے وہ لباس یا اللہ عزوجل تمہیں محفوظ کریں۔ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ (تمہاری لڑائی

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے آپ ارحم الراحمین ہیں

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی جو تکلیف تھی وہ دور کردی ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾

اور بھی دیا اپنی رحمت خاصہ کی وجہ سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے۔

سے)دشمن کی لڑائی سے فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ (کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے یعنی اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو۔

تسخیر ریح اور تسخیر شیاطین:

۸۱: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ (اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ریح کو) یعنی ہم نے ان کے لئے ریح کو مسخر کیا۔ عَاصِفَةً (تیز)۔

عَاصِفَةً : یہ حال ہے بہت تیز چلنا۔ دوسرے مقام پر اس کی صفت اَلرَّخَاء سے کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ ہوا آپ کے اختیار سے چلتی تھی۔ کسی وقت تیز اور دوسرے وقت نرم۔ آندھی کی طرح نہ ہوتی تھی بلکہ نرم وخوشگوار۔

تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ (وہ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی) ہٗ کی ضمیر سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا (اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی ہے) برکت نہروں کی کثرت، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے۔ اس سے مراد شام کی سرزمین ہے اور آپ کی رہائش شام کی سرزمین میں تھی دیگر اطراف سلطنت سے ہوا آپ کے تخت کو اٹھا کر وہاں پہنچاتی تھی۔

وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ (اور ہم ہر چیز سے واقف تھے) ہر چیز کو ہمارا علم محیط ہے۔ اشیائے مختلفہ ہمارے تقاضائے علمی کے مطابق ہی چلتی ہیں۔

۸۲: وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ (اور کچھ شیاطین ایسے تھے) اور ہم نے بعض سرکش شیاطین کو آپ کے تابع کر دیا۔ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ (جو آپ کے لئے غوطہ لگاتے) سمندروں میں تا کہ ان میں سے آپ کے حکم کے مطابق موتی نکالیں اور دیگر جو اشیاء سمندر کی تہہ میں ہوتی ہیں ان کو نکال لائیں۔ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ (اور اس کے علاوہ دیگر کام بھی کرتے تھے) غوطہ خوری کے علاوہ جن کا تذکرہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مثلاً قلعے، بے جان مورتیاں، محلات، بڑی بڑی دیگیں، اور لگن وغیرہ۔

وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ (اور ہم ہی ان کو سنبھالنے والے تھے) کہ وہ ان کے حکم سے ٹیڑھا پن اختیار کریں۔ نمبر ۲۔ اس حکم کو تبدیل کریں نمبر ۲۔ جس کام کیلئے ان کو مسخر کیا گیا اس میں ان کی طرف سے بگاڑ پایا جائے۔

واقعۂ ایوب علیہ السلام:

۸۳: وَاَیُّوْبَ (اورتم ایوب کا تذکرہ کرو) یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ (جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے) انہوں نے دعا کی کہ مجھے مَسَّنِیَ الضُّرُّ ۔(تکلیف نے چھولیا ہے۔) الضُر: جان میں مرض کے اثرات الضرّ: چیز میں تکلیف کے اثرات (نقصان مال واولاد، بیماری وغیرہ) یاالضُر بمعنی کمزوری۔وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اورآپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔) سوال میں نرمی کا ایسا انداز اختیار کیا جس سے رحمت الٰہی کو جوش آئے اور رب تعالیٰ کی صفت غایت رحمت سے یاد کیا اور اپنا مطلوب الفاظ میں ذکر نہ کیا۔گویا اس طرح فرمایا آپ اس لائق ہیں کہ رحمت فرمائیں اور ایوب اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر رحمت کا باب کھولدیا جائے پس آپ رحمت فرمادیجئے اور اس سے اس تکلیف کا ازالہ فرمادیں جس نے اس کو چھولیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول: آپ نے اپنے ضعف کی اس وقت خبر دی جب نماز کیلئے اٹھنے سے عاجز ہوئے۔مگر شکوہ نہیں کیا وہ کیونکر شکوہ کرسکتا ہے جس کے متعلق اعلان الٰہی تھا۔اِنَّا وجدناہ صابراً نعم العبد[ص:۴۴]

دوسرا قول انہوں نے شکوہ سرگوشی میں تلذذ کے طور پر کیا۔اس کی طرف سے تضرر کے اظہار کیلئے نہیں کیا۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت تو انتہائی قرب کی علامت ہے جیسا کہ اس کے متعلق شکوہ اور کسی اور سے شکایت انتہائی دوری کی علامت ہے۔

قبولیتِ دُعا:

۸۴: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ (پس ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) ہم نے ان کی نداء کا جواب دیا۔فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ (پس ہم نے جو کچھ رکھا تھا اس کو دور کردیا) یعنی اس پر انعام کرتے ہوئے ان کی تکلیف کو کھول دیا۔وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کے بیوی بچے اور اتنے ہی اور بھی عطاء کردیئے)

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے۔آپ اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں اور تین ہزار اونٹ، سات ہزار بکریاں، پانچ سو بیلوں کی جوڑیاں جن کے پیچھے پانچ غلام ہر غلام کی بیوی بیٹے اور کھجور کے باغات تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انکا امتحان لیا۔ان کے بیٹے اور مال مرگئے اور اور بدن پر اٹھارہ سال بیماری کا حملہ رہا یا تیرہ سال یا تین سال ایک دن ان کو ان کی بیوی نے کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اچھا ہوتا؟ آپ نے فرمایا خوشحالی کا زمانہ کتنا تھا اس نے کہا اسّی سال۔آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے۔کہ میں اس تکلیف کے متعلق اس سے دعا کروں جبکہ ابھی میری آزمائش خوشحالی کی مدت کے برابر بھی نہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تکلیف کو دور فرمایا تو ان کے بیٹوں کو بعینہٖ زندہ کردیا اور اتنے بیٹے اور عنایت فرمادیئے۔

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (اپنی رحمت کی وجہ سے) رحمۃً یہ مفعول لہ ہے۔وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ (اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے) یعنی ایوب پر رحمت کی خاطر اور دوسرے عابدین کی نصیحت کرنے کیلئے تاکہ وہ ان کی طرح صبر کریں اور انہی کی طرح

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ

اور اسماعیل کو اورادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو ' یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے ' اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں

رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾

داخل کرلیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

ثواب پائیں۔

تذکرہ اسماعیل علیہ السلام وادریس علیہ السلام:

۸۵: وَاِسْمٰعِیْلَ (اور اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام) وَاِدْرِیْسَ (اور ادریس بن شیث بن آدم علیہم السلام) وَذَا الْكِفْلِ (اور ذوالکفل) یہ تمام اُذکر کے مفعول ہیں کہ انکا ذکر کرو۔ ذوالکفل یہ الیاس علیہ السلام ہیں۔ نمبر۲۔ زکریا۔ نمبر۳۔ یوشع بن نون۔ اوران کا نام یہ اسلئے رکھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب والے تھے۔ الکفل حصے اور نصیب کو کہتے ہیں كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ (تمام صبر کرنے والوں میں سے تھے) یہ جن کا تذکرہ ہوا یہ تمام صفتِ صبر سے متصف تھے۔

۸۶: وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) رحمت سے نبوت مراد ہے یا آخرت کی نعمت اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) یعنی یہ وہ لوگ تھے جن کی صلاح وفلاح میں فساد کی ملاوٹ نہ تھی۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي

اور مچھلی والے کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ ہو کر چل دیئے سو انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان کے ساتھ تنگی والا معاملہ نہ کریں گے' سو انہوں نے اندھیروں میں

الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

یوں پکارا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

مچھلی والا پیغمبر:

۸۷: وَذَاالنُّوْنِ (اور تم تذکرہ کرو مچھلی والے پیغمبر کا) النون مچھلی کو کہتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس لئے اسی کی طرف نسبت کردی۔ اِذْذَّهَبَ مُغَاضِبًا (جبکہ وہ انتہائی غصہ میں چلدیئے)

نحو: یہ حال ہے یعنی اپنی قوم کیلئے ناراض ہو کر۔ مطلب یہ کہ آپ نے ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کیا کیونکہ اس صورت میں ان پر عذاب اترنے کا خطرہ تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ اپنی قوم سے تنگ آ گئے کیونکہ آپ نے ان کو عرصہ دراز نصیحت کی مگر انہوں نے نصیحت پر کان نہ دھرا۔ بلکہ کفر پر قائم رہے۔ اس پر آپ غضبناک ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہو کر کیا ہے اور کفر اور کفار سے بغض کی بناء پر کیا ہے۔ ان پر لازم تھا کہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کے اذن کا انتظار کرتے۔ اس پر وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچا کر ابتلاء میں ڈال دیئے گئے۔ فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (پس انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ایک دن وہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے پاس گئے۔ اور کہا لقد ضربتنی امواج القرآن البارحة فغرقت فیها۔ گزشتہ رات مجھ تک قرآن کی امواج پہنچیں تو میں ان میں ڈوب گیا میں نے ان میں سے نکلنے کا راستہ تیرے علاوہ کوئی نہ پایا آپ نے کہا اے معاویہ وہ کیا ہے۔ چنانچہ معاویہ نے یہ آیت تلاوت کی اور کہا کیا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تقدیر الٰہی ہے قدرت بندہ نہیں ہے۔

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ (پس انہوں نے اندھیروں میں آواز دی) یعنی مچھلی کے پیٹ کی شدید ظلمت جیسا کہ فرمایا ذهب الله بنو رهم و ترکهم فی ظلمٰت [البقرہ:۱۷]

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑیئے اور آپ سب وارثوں سے بہتر وارث ہیں'

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی　اور انہیں یحییٰ عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا بلاشبہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی

فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ

کرتے تھے اور ہمیں رغبت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے خشوع سے رہتے تھے　اور اس عورت کو یاد کیجئے

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا　سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔

وقتِ مصیبت کی دعا:

نمبر۲۔ رات کا اندھیرا اور سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ (اَنْ ای بانهٗ اَنْ اصل میں اَنَّ ہے اور ہٗ ضمیر محذوف ہے) لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (یہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو) الا یہ ای کے معنی میں ہوسکتا ای سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں کہ آپ کی اجازت سے پہلے اپنی قوم سے نکل آیا۔) حدیث میں ہے کہ جو مصیبت زدہ اس دعا کو پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی، نسائی) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کو اس لئے نجات ملی کہ انہوں نے اپنے متعلق زیادتی کا اقرار کرلیا۔

۸۸: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبولیت عنایت فرمائی اور ان کو غم سے نجات دی) لغزش وحشت اور وحدت کا غم۔ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم مؤمنین کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں) جب وہ دعا کرتے ہیں اور ہم سے فریاد کرتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے جیم اور نون کے ادغام سے پڑھا ہے اور یہ بعض قراء کا مسلک ہے کیونکہ نون کا جیم میں ادغام نہیں ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ نُجّي النجاءُ من المؤمنين یاء کو تخفیف کیلئے ساکن کر دیا۔ اور فعل کا اسناد مصدر کی طرف کر دیا اور مؤمنین کو النجاء مصدر کی وجہ سے نصب دیا۔ لیکن اس میں مصدر کو فاعل کے قائم مقام لایا گیا ہے جبکہ مفعول موجود ہے اور یہ جائز نہیں اور یاء کا سکون پایا گیا ہے۔ مگر یہ ضرورت کا تقاضا ہے اسلئے جائز ہوگیا۔

ایک اور قول یہ ہے:

اس کی اصل ننجی' تنجیه میں سے ہے۔ دونون کے اجتماع سے دوسری نون کو حذف کر دیا جیسا کہ ایک تاء کو اس آیت

میں حذف کیا گیا ہے۔تنزل الملائکة ۔ [القدر : ٤]

زکریّا علیہ السلام کا تذکرہ:

۸۹: وَزَكَرِيَّآ اِذْنَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَاتَذَرْنِىْ فَرْدًا (اورزکریا کو یاد کرو جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو بیٹا عنایت فرمائے جو انکا وارث ہو۔اور بغیر وارث کے ان کو اکیلا نہ چھوڑیں۔پھر اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (سب وارثوں سے بہتر وارث آپ ہی ہیں) یعنی اگر آپ وارث نہ عنایت فرمائیں گے تو تب بھی کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

۹۰: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو یحییٰ بیٹا عنایت فرمایا) وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (اور ہم نے ان کی بیوی کو درست کر دیا) بانجھ پن کے بعد ولادت کے قابل بنا دیا نمبر۲۔خوبصورت بنا دیا وہ بدصورت تھیں۔اِنَّهُمْ (بیشک وہ) یہ انبیائے مذکورین۔

كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ (وہ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والے تھے) ان کی دعائیں اس لئے جلد قبول ہوئیں کیونکہ وہ ابوابِ خیر کی طرف جلدی کرنیوالے تھے اور خیر کے حصول میں مسارعت کرنے والے تھے۔وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (اور امید وخوف سے وہ ہمیں پکارتے تھے) رحمت کی طمع اور سزا کا خوف جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔یحذر الاخرة و یرجوا رحمة ربه[الزمر:۹]

نحو: رغبا و رهبا یہ دونوں مصدر ہیں اور موضعِ حال میں ہیں۔نمبر۲۔دونوں مفعول لہ ہیں۔مطلب یہ ہے ہماری رغبت کیلئے اور ہمارے ڈر سے۔وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (اور وہ ہمیں سے ڈرنے والے تھے) تواضع کرنے والے اور ہماری عظمت سے ڈرنے والے۔

تذکرۂ مریم علیہا السلام:

۹۱: وَالَّتِىْٓ (اور یاد کرو اس عورت کو) عبارت اس طرح ہے اذکر التی اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی) حلال وحرام ہر دو سے فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (پھر ہم نے پھونکا اس کے اندر اپنی روح کو) ہم نے اس میں روح مسیح کو جاری کر دیا۔نمبر۲۔ہم نے جبرئیل کو حکم دیا انہوں نے مریم کے گریبان میں پھونک ماری۔پھر اس پھونک سے عیسیٰ کو مریم کے بطن میں پیدا کر دیا۔اضافت روح کی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف کیلئے فرمائی ہے۔

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا) اٰيَةً یہ مفعول ثانی ہے۔یہاں جہان والوں کیلئے نشانی فرمایا یہ دونوں نشانیاں نہیں فرمایا۔جیسا کہ اس آیت میں ہے۔وجعلنا اللیل والنهار آیتین [الاسراء:۱۲] کیونکہ انکا مجموعی وجود قدرت کی ایک نشانی ہے اور وہ بغیر باپ ان کی پیدائش ہے۔

نمبر۲۔تقدیر عبارت اس طرح تھی: وجعلناها آیة وابنها کذلك کہ ہم نے مریم کو بھی نشانی بنایا اور اسی طرح ان کے بیٹے کو بھی پس آیۃً مفعول معطوف علیہ ہے۔اور اس کے لئے دلیل وہ قراءت ہے جس میں آیتین اس کو پڑھا گیا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ

بلاشبہ یہ تمہارا دین ہے جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو　　اور اپنے دین میں اختلاف کر کے لوگ ٹکڑے ٹکڑے

بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۶ ۱۸ ۶

ہو گئے　　سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔

۹۲: اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ (بیشک یہ تمہاری ملت ہے) الامۃ ملت کے معنی میں ہے۔ ھذہ کا مشار الیہ ملتِ اسلام ہے اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ملت ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک ہی ملت ہے) یہ حال ہے یعنی ایک ہی ملت ہے جس میں دوسروں کا اشتراک نہیں۔ اور اس میں عامل وہ ہے جس پر اسم اشارہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنی ملت اسلام ہی تمہاری وہ ملت ہے جس پر قائم رہنا تمہارے لئے ضروری ہے اور تم اس سے قطعاً انحراف اختیار نہ کرو اس بات کی طرف ایک حلت ہونا اور مختلف نہ ہونا اشارہ کر رہا ہے۔

وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو) میں نے اپنے اختیار سے تمہاری تربیت کی پس شکر یہ اور افتخار کے طور پر تم میری ہی عبادت کرو اور اس میں خطاب تمام لوگوں کیلئے ہے۔

۹۳: وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ (اور انہوں نے آپس میں اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اصل کلام اس طرح ہے تقطعتم تم نے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ البتہ کلام کا رخ مخاطب سے غائب کی طرف پھیرا گیا جیسا کہ التفات کا طریقہ ہے مطلب یہ ہے انہوں نے اپنے دین کے معاملے کو اپنے مابین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ اور جماعتیں بن گئیں پھر ان کو ڈرایا کہ یہ فرقے مختلف ہیں۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ (تمام ہماری طرف لوٹنے والے ہیں) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر بدلہ دیں گے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

اور جو شخص نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مومن ہو سو اس کی محنت کی راہ کی ناقدری نہیں اور بلاشبہ ہم اسے لکھ لیتے ہیں۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور یہ بات ضروری ہے کہ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا وہ رجوع نہیں کریں گے

۹۴: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (جو شخص بھی نیکیاں کرے) ذرا بھر وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو) جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (اس کی کوشش کی ناقدری نہ کی جائے گی) یعنی اس کی کوشش مقبول و منظور ہے۔ کفران یہ محرومی ثواب میں ایک مثال ہے۔ جیسا کہ شکر عطاء میں ایک حالت ہے بلاغت میں اضافہ کیلئے جنس کی نفی کی گئی ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ (اور بیشک ہم اس کے لئے) اس کوشش یعنی ہمارے حکم کی حفاظت و نگہبانی کو كٰتِبُوْنَ (لکھنے والے ہیں) اس کے صحیفہ عمل میں پس اس پر اس کو ثواب دیں گے۔

واپس لوٹنا ناممکن:

۹۵: وَحَرٰمٌ (اور ناممکن ہے)

قراءت: خلف اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے اس کو حِرمٌ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں جیسے وَحَلَالٌ اور یہ معنی کے لحاظ سے اس کی ضد میں۔ حرام سے یہاں مراد وہ جس کا وجود ممتنع ہو۔

عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (ان بستیوں کیلئے ان کو ہم نے فنا کر دیا کہ وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں) مطلب یہ ہے یہ بات ہلاک کئے ہوئے کیلئے ناممکن ہے کہ وہ بعث کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹے۔ نمبر۲۔ ناممکن ہے اس بستی کیلئے جس کو ہم نے تباہ کر دیا یعنی ہلاک کرنا مقرر کر دیا یا ہلاکت کا حکم کر دیا کہ وہ ان اعمال کی طرف لوٹ آئیں جن کا پہلی آیت میں عمل صالح اور مقبول کوشش کی صورت میں ذکر ہوا۔ وہ کفر سے اسلام کی طرف نہ لوٹیں گے۔

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ

یہاں تک کہ جب یاَجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے جلدی جلدی چلے آئیں گے ' اور سچا وعدہ

الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا

قریب آ جائے گا تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم اس کی طرف سے

فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

بے خبر تھے بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے ' بلاشبہ تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے

دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا

تھے سب دوزخ کا ایندھن ہو تم اس میں داخل ہوگے اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اس میں

وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیوں داخل ہوتے اور سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا دوزخ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں نہ سنیں گے۔

تذکرۂ یاجوج ماجوج:

۹۶: حَتّٰى (یہاں تک کہ) حتی کے بعد کلام بطور حکایت لایا جاتا ہے۔ اور کلام محکی ہے اور جملہ شرط و جزاء بنے گا۔ میری مراد اس سے اِذَا اور جو اس کے مابعد آرہا ہے وہ ہے۔ فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ (جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔) یعنی ان کے سامنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا۔ مضاف کو حذف کر دیا جیسا کہ مضاف کو قریۃ میں حذف کیا جاتا ہے۔

قراءت: شامی نے فتحت پڑھا ہے۔

یاجوج و ماجوج یہ جنس انسانی کے دو قبیلے ہیں کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے کل دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے یاجوج ماجوج ہیں۔ وَهُمْ (اور وہ) یہ ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو محشر کی طرف چلائے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ یاجوج و ماجوج کی طرف راجع ہے جبکہ سدّ کے کھل جانے پر وہ نکلیں گے۔ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ (بلند زمین میں) اونچی زمین يَّنْسِلُوْنَ (کھسکنے والے ہونگے) تیزی سے جانے والے ہونگے۔

قیامت اور اس کا منظر:

۹۷: وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ (اور سچا وعدہ قریب ہو جائے گا) الوعد سے قیامت مراد ہے۔

نحو: اور اذا کا جواب۔

فَاِذَا هِیَ ہے یہ اذا مفاجات کیلئے ہے اور جزاء پر فاء کی جگہ آتا رہتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں اذا هم يقنطون [الروم:۳۶] جب فاء بھی آ گیا تو جزاء کے شرط کے ساتھ متصل ہونے میں دونوں نے تعاون کیا پس مزید تاکید ہوگئی اگر اس طرح کہا جاتا: فهی شاخصة یا اذا هی شاخصة تو تب بھی درست ہوتا۔ هی یہ ضمیر مبہم ہے اس کی وضاحت الابصار کر رہا ہے۔

اور اس کی تفسیر شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ہے۔ کہ کافروں کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہونگی۔ یعنی پلکیں اونچی ہونگی اور جس مصیبت میں گرفتار ہونگے ان کی وجہ سے پلک جھپک نہ سکیں گے۔ یٰوَیْلَنَا (وہ کہیں گے ہائے کاش) یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے یقولون یاویلنا وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی۔

نحو: یقولون یہ الذین کفروا سے حال ہے۔

قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا (کہ ہم تو اس سے غفلت میں پڑے تھے) هٰذا سے مراد یوم ہے۔ بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ (بلکہ ہم ہی ظالم تھے) کیونکہ ہم نے عبادت کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھ دیا۔

۹۸: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بلاشبہ تم اور جس چیز کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو) یعنی اصنام اور ابلیس اور اس کے معاونین کیونکہ وہ ان کی طاعت میں بتوں کو پوجنے لگے اور ان کے پیچھے چل کر ان کی عبادت شروع کی۔ حَصَبُ (ایندھن)

قراءت: یہ حطب بھی پڑھا گیا ہے۔

جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ (ہیں جہنم کا اور تم اس میں اترنے والے ہو)۔ اس میں داخل ہوگے۔

۹۹: لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً (اگر یہ معبود ہوتے) جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ مَّا وَرَدُوْهَا (تو وہ جہنم میں نہ اترتے) داخل نہ ہوتے۔ وَ كُلٌّ (اور تمام) یعنی عابد و معبود فِیْهَا (اس آگ میں) خٰلِدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے ہیں)۔

۱۰۰: لَهُمْ (ان کے لئے) یعنی کفار کیلئے فِیْهَا زَفِیْرٌ (اس میں کراہٹ ہوگی) رونا۔ شور مچانا۔ چیخنا۔ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ (اور اس میں کوئی بات نہ سنیں گے) کوئی بات کیونکہ وہ بہرے ہو جائیں گے اور بات سننے میں انسیت کی ایک قسم ہے جو ان کو میسر نہ کی جائے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا

بلاشبہ جن کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ مقرر ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ

يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ

اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کو بڑی گھبراہٹ

الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

رنجیدہ نہ کریگی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا

وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے ہم نے جس طرح پہلی بار مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کی تھی

عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ

اسی طرح ہم اسے لوٹا دیں گے ہمارے ذمہ وعدہ ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ زمین کے وارث

يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۭ

میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ اس میں عبادت گزاروں کے لئے کافی مضمون ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

اطاعت والے جہنم سے محفوظ:

۱۰۱: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى (جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہوگی) الحسنیٰ جن میں مرتبہ والی خصلت وعادت۔ یہ احسن کی مؤنث ہے اور نمبر ا۔ سعادت کو کہتے ہیں نمبر ۲۔ ثواب کی بشارت نمبر ۳۔ اطاعت کی توفیق۔

شانِ نزول: یہ آیت ابن الزبعری کے اس قول کے جواب میں اتری جو اس نے آنحضرت ﷺ کی تلاوت جو صنادیدِ قریش کے سامنے کی گئی اس کو سنکر کہا انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم الى قوله خالدون ۔تو وہ کہنے لگا کیا یہود نے عزیر اور نصاریٰ نے مسیح اور نبو ملیح نے ملائکہ کی عبادت نہیں کی۔ اور ماتعبدون میں ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔ اس میں یہ عاقل شامل ہی نہیں مگر وہ معاندین تھے اس لئے ما کو عموم پر قرار دیکر اس میں شامل کرلیا۔ اُولٰٓئِكَ (وہ یعنی عزیر و مسیح اور ملائکہ) عَنْهَا

(اس سے) یعنی جہنم سے مُبْعَدُوْنَ (دور رکھے جائیں گے)۔ کیونکہ انہوں نے نہ عبادت کا حکم دیا اور نہ اس کو پسند کرتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنی سے مراد تمام مؤمن ہیں۔ اس لئے کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ اور فرمایا میں ان لوگوں میں سے ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان، ان میں سے ہیں۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ: شروع میں ہماری عنایت ان پر ہو چکی انتہاء میں ہماری ولایت ان پر ظاہر ہو جائے گی۔

۱۰۲: لَایَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا (وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے) حسیس سے وہ آواز مراد ہے جو حس سے معلوم ہو اور جہنم کی بھڑک کی حرکت۔ یہ درحقیقت جہنم سے ان کو دور ہونے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا یعنی وہ اس کے قریب بھی نہ ہونگے اس کی آواز ان کو سنائی دے اور اس کی لپٹوں کی آواز سنائی دے۔

وَھُمْ فِیْ مَا اشْتَھَتْ اَنْفُسُھُمْ (اور وہ اپنی اپنی من پسند نعمتوں میں) خٰلِدُوْنَ (ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ ان کی اقامت ان نعمتوں میں ہوگی۔

۱۰۳: لَایَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (ان کو بڑی گھبراہٹ غمگین نہ بنائے گی) مراد نفخہ اخیرہ ہے۔ وَتَتَلَقّٰھُمُ (اور ان کو ملیں گے) انکا استقبال کریں گے۔ الْمَلٰٓئِکَۃُ (فرشتے) جو جنت کے دروازوں پر ان کو مبارک بادیاں دیں گے اور کہیں گے۔ ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ لیا گیا) یہ تمہارے اس ثواب کا وقت ہے جس کا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے دنیا میں وعدہ فرمایا۔

آسمان کا لپٹنا:

۱۰۴: یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ (وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے)

نحو: اس میں عامل لا یحزنھم ہے۔ نمبر۲۔ اس میں عامل و تتلقاھم ہے۔

قراءت: تُطْوَی السَّمَآءُ یزید نے پڑھا ہے۔ طی السماء سے مراد اس کے ستاروں کا مٹنا اور بے نور ہونا۔ نمبر۲۔ یہ نشر کی ضد ہے جس کا معنی پھیلانا ہے یعنی اس کے ستاروں کو جمع کر دیں گے اور لپیٹ لیں گے۔ یہ ساری بساط لپیٹ لی جائے گی۔ کَطَیِّ السِّجِلِّ (جیسے صحفیہ کو لپیٹتے ہیں) لِلْکُتُبِ (لکھنے کیلئے) حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ ای للمکتوبات (یعنی اس میں معانی کثیرہ وغیرہ لکھے جائیں)۔ یعنی معنی یہ ہے مکتوبات کیلئے جیسے کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ للکتاب۔ ای کما یطوی الطو مار الکتابۃ (جس طرح کاغذوں کو لکھنے کیلئے لپیٹتے ہیں)۔ نمبر۳۔ للکتب اس کے لئے جو اس میں لکھا جائے۔ کیونکہ کتاب کا اصل مصدر ہے۔ جیسا کہ البناء پھر اس کا اطلاق مکتوب پر آنے لگا۔

دوسرا قول:

السجل یہ ایک فرشتہ ہے جو بنی آدم کے صحیفے لپیٹتا ہے جبکہ وہ اس کی طرف اٹھا کر لائے جائیں اس کے حوالہ کئے جائیں۔

تیسرا قول یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ اس صورت میں الکتاب وہ کاغذ جس میں لکھا جائے الطی کی اضافت فاعل کی طرف کی گئی

ہے۔اور پہلی صورتوں میں اضافت مفعول کی طرف ہے۔ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (جیسا ہم نے شروع میں ابتداء تخلیق کی تھی)اسی طرح آسانی سے ہم اس کو دوبارہ پیدا کریں گے۔

نحو : كما کا کاف فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر نعیدہ کر رہا ہے۔اور ما موصولہ ہے۔ای نعید مثل الذی بدأ ناہ نعیدہ اور اوّل یہ بدأنا کا ظرف ہے ای اول ما خلق اول جو پیدا کیا۔نمبر۲۔اس ضمیر موصول سے حال ہے جو لفظوں میں ساقط ہے۔اور معنی میں ثابت ہے۔

اول خلق سے اس کی ایجاد مراد ہے۔ای کما اوجدہ اوّلا یعیدہ ثانیا۔ کہ جس طرح اول مرتبہ اس کو وجود دیا دوسری مرتبہ اسی طرح اعادہ کرے گا۔اس میں اعادہ کو ابلاء سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ دونوں پر قدرت تو یکساں ہے پھر ایک کا اقرار دوسرے کا انکار چہ معنی دارد۔

خلق میں تنکیر اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ھو اول رجل جَاءَ نِیْ اس سے مراد اول الرجال ہوتی ہے لیکن واحد اور نکرہ لاکر ایک ایک آدمی کی تفصیل کا تم نے ارادہ کیا ہے پس اسی طرح یہاں معنی ہوگا۔ اول خلق بمعنی اول الخلق یعنی اول الخلائق تخلیق میں سب سے پہلا۔خلق مصدر ہے۔اس کی جمع نہیں آتی۔

وعدا : یہ مصدر موکد ہے کیونکہ نعیدہ میں اعادہ کا وعدہ ہے۔ عَلَيْنَا (ہمارے ذمہ ہے) یعنی ایسا وعدہ جو بہر صورت میں ہو کر رہے گا۔اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (بیشک ہم ہی کرنے والے ہیں) یہ سب یعنی اس وعدے کو سچ کر دکھائیں گے تم اس کی تیاری کرو اور صالح اعمال کو آگے بھیجو تا کہ ان خوفناک مقامات سے اپنے کو چھوڑ وا سکو۔

جنت ایمان والوں کو:

۱۰۵: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ (تحقیق ہم نے زبور میں لکھ دیا)۔زبور داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے۔مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ (ذکر کے بعد۔)ذکر سے یہاں تورات مراد ہے۔اَنَّ الْاَرْضَ (کہ زمین)اس سے مراد سرزمین شام ہے۔يَرِثُهَا عِبَادِيَ (اس کے وارث میرے بندے ہونگے۔)

قراءت: یاء کے سکون سے حمزہ نے پڑھا۔دیگر قراء نے یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔الصّٰلِحُوْنَ (نیک) مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ۔دوسرا قول الزبور کا معنی مزبور یعنی مکتوب لکھا ہوا۔انبیاء علیہم السلام پر اتاری جانے والی تمام کتب مراد ہیں۔الذکر سے ام الکتاب یعنی لوح محفوظ مراد ہے۔کیونکہ تمام کتب اسی سے لی گئی ہیں۔اس کی دلیل حمزہ،خلف کی قراءت الزُبُور زاء کے ضمہ سے ہے۔اس صورت میں الزبور کی جمع بمعنی مزبور ہے۔الارض سے ارضِ جنت مراد ہے۔

۱۰۶: اِنَّ فِيْ هٰذَا (بیشک اس میں) قرآن میں نمبر۲۔اس سورت میں جو اخبار،وعدے اور وعیدیں اور مواعظ مذکور ہوئیں ان تمام میں۔لَبَلٰغًا (البتہ پوری بات ہے) کفایت ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ بلاغ وہ ہے جس سے حاجت وضرورت پوری ہو جائے۔لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (عبادت گزار قوم کیلئے) توحید پرست اور وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ

آپ فرما دیجئے کہ میری طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو کیا تم بات ماننے والے ہو' سو اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں خوب صاف طریقہ پر اطلاع دے چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے'

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ

بلاشبہ بات ہے کہ اللہ زور کی کہی ہوئی بات کو جانتا ہے' اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو

لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ

اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا ہو' رسول نے کہا کہ اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور ہمارا رب رحمٰن ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد مانگی جاتی

عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۷ ۹ ۷ النصف

ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

رسولِ رحمت:

۱۰۷: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر) قول علیہ السلام انما انا رحمة مهداة (ابن سعد۔ کنز العمال) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ رحمت ہوں۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) کیونکہ آپ اس چیز کو لیکر آئے ہیں اگر وہ اسکی اتباع کرلیں تو وہ سعادت مند ہو جائیں اور جس نے نہ مانا اس نے گویا اپنے آپ کو ضائع کر دیا اور اپنا رحمت والا حصہ رکھ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے آپ ایمان والوں کیلئے دونوں جہان میں رحمت ہیں۔ اور کافروں کیلئے دنیا میں رحمت ہیں۔ کیونکہ آپ کی وجہ سے عذاب استیصال مؤخر ہے۔ اسی طرح مسخ اور خسف سے بچے ہوئے ہیں۔ ورحمة یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے ای ذا رحمة۔

۱۰۸: قُلْ اِنَّمَا (کہہ دیں بیشک) انما حکم کو ایک چیز میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ نمبر ۲۔ کسی چیز کو ایک میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے انما زید قائم اور انما یقول زیدٌ ۔ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (میری طرف وحی کی جاتی ہے) یوحی کا فاعل اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یوحیٰ الی وحدانیة اِلٰھی میرے معبود کی وحدانیت میری طرف وحی کی گئی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح ہو۔ ان الذین یوحی الی ۔ بیشک وہ جو میری طرف وحی کی گئی۔ اس صورت میں ما موصولہ ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پس کیا تم اطاعت کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے۔ ای اسلموا تم مسلمان ہو جاؤ۔

۱۰۹: فَاِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ منہ موڑ لیں) اسلام سے فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ (پس کہہ دیں کہ میں تمہیں صاف کہہ چکا) میں نے تمہیں جس بات کا حکم دیا وہ اچھی طرح بتلا دی۔ عَلٰي سَوَآءٍ (برابر اور ٹھیک طور پر) یہ حال ہے یعنی تم سب اعلان و اعلام میں برابر ہو ایک کی

دوسرے سے تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کی۔

دلیل: اس میں دلیل ہے کہ باطنیہ کا مذہب باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص ساتھیوں کو احکام شرع پوشیدہ سکھاتے اور دیواروں کو بھی کان ہوتے ہیں یا یہ کہ ہم اور تم اسی معاملہ میں برابر ہیں جو کچھ مجھے علم ملا اس سے واقف کر دیا کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔

وَاِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (اور مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور) یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ بہر صورت قیامت واقع ہوگی نمبر۲۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم پر عذاب کب اترے گا۔ اگر تم ایمان نہ لائے۔

۱۱۰: اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہاری پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات تم دل میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اس کا بھی علم ہے) یعنی وہ ذات ہر چیز کا علم رکھنے والی ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ جو تم ظاہر کر کے اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہو اور جس کو تم کینہ کی صورت میں اپنے دلوں میں چھپاتے ہو۔ وہ اس پر خود تم سے بدلہ لینے والا ہے۔

۱۱۱: وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ (اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تاخیرِ عذاب تمہارے حق میں امتحان و آزمائش ہو) اور مجھے معلوم نہیں کہ شاید تم سے دنیا میں عذاب کی تاخیر میں تمہارے لئے امتحان ہو تا کہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھے۔

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ (اور تمہارے لئے ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہو) اور مدت تک فائدہ حاصل کرنا ہو۔ تا کہ وہ تمہارے خلاف حجت و دلیل بن جائے۔

طلبِ فیصلہ:

۱۱۲: قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ (کہا رسول نے اے میرے رب تو حق کا فیصلہ فرما دے) ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ فرما دے۔ نمبر۲۔ جس کے وہ حقدار ہیں اس عذاب کو اتار کر فیصلہ فرما دے ان سے نرمی نہ فرما، ان پر سختی فرما۔ جیسا کہ آپ نے دعا میں فرمایا۔ اللھم اشد دو طاتك علی مضر۔ (رواہ البخاری، مسلم) اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے۔

قراءت: حفص نے قال رب پڑھا۔ قول رسول ﷺ کی حکایت کے طور پر اور یزید نے رب احکم پڑھا ہے۔ اور زید نے یعقوب سے رَبِّی اَحْكُمُ پڑھا ہے۔

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ (اور ہمارا رب رحمان ہے۔) وہ اپنی مخلوق پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ الْمُسْتَعَانُ (وہ مددگار ہے) اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (اس پر جو تم بیان کرتے ہو) یعنی تمہاری جھوٹے غلط بیان کے برخلاف کہ کافروں کو فتح ہوگی۔

قراءت: ابن ذکوان نے یاء سے پڑھا ہے۔ وہ حالات کو اس کے برخلاف بیان کرتے جس پر وہ چل رہے تھے۔ ان کی طمع و تمنا یہ تھی کہ شوکت و غلبہ ان کو حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمانوں کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیں گے اور اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائیں گے اور ایمان والوں کی نصرت و امداد کی جائے گی اور کافر ذلیل و رسوا ہونگے اور وہ اس کے خلاف مدد دینے پر قدرت رکھتا ہے جو کفار بیان کرتے ہیں۔

الحمد للہ ۲۹ انتیسویں شب رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ جمعرات اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے سورۂ انبیاء کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق دی۔

سُوْرَۃُ الْحَجِّ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٍ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّعَشْرُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ حج مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر ۷۸ آیات اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝۱ یَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی،

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۝۲ وَ

اور اے مخاطب تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ کی حالت میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب سخت چیز ہے،

مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۝۳ۙ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں

كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَیَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝۴

جس کے بارے میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو بھی کوئی شخص اس سے دوستی کرے گا تو وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے راستہ پر ڈال دے گا۔

۱: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو! بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے)۔

قیامت کی ہولنا کی:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو!) اس میں اولادِ آدم کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ کر کے اس کے لازم ہونے کا سبب بیان کیا۔ اور ہولناک انداز سے اس کا تعارف کرایا پھر فرمایا اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ تا کہ وہ اس حالت کا معائنہ کریں اور اپنی عقلوں سے اس کو تصور میں لائیں تا کہ اپنی بقاء و دوام کے پیش نظر ان نفوس پر رحم کھائیں اور تقویٰ کا لباس پہن کر اس دن کی سختی سے بچ جائیں کیونکہ تقویٰ ہی ایسی چیز ہے جو اس دن کی سختی سے ان کو بچا سکتی

ہے۔

الزلزلة زور سے ہلنا اور جھنجوڑنا۔ زلزلہ کو الساعۃ کی طرف مضاف کیا۔ یہ اضافة المصدر الی الفاعل کی قسم ہے گویا قیامت ہی نے زمین کو ہلایا ہے۔ اس کو مجاز حکمی کہا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ یہ اضافۃ المصدر الی الظرف کی قسم ہے کیونکہ وہ زلزلۃ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ بل مکر اللیل والنهار [سبا:۳۳] اور اس کا وقت قیامت کے دن ہوگا۔ نمبر۲۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس آیت میں معتزلہ کیلئے کوئی دلیل نہیں کہ معدوم چیز کو شئی کہہ دیا یہ اس کا نام ہے جس کا وجود خالی ہے۔

۲: يَوْمَ تَرَوْنَهَا (جس روز تم اس کو دیکھو گے) ھا کی ضمیر زلزلہ کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ قیامت کی طرف راجع ہے۔ يَوْمَ ترونها یہ تذهل کی وجہ سے منصوب ہے۔ تذْهَلُ غافل ہونا۔ الذھول غفلت کو کہتے ہیں۔ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (اور ہر دودھ پلانے والی عورت اس بچے سے غافل ہو جائے گی جس کو دودھ پلا رہی ہوگی) اس کے دودھ پلانے سے نمبر۲۔ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلاتی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے یہاں مرضعہ اس لئے کہا تا کہ یہ دلالت ہو کہ جب یہ خوف طاری ہوگا اور اس وقت بچے نے پستان منہ میں بھی ڈالا ہوا ہو تب بھی وہ پستان اس کے منہ سے کھینچ لے گی۔ اس دہشت کی وجہ سے جو اس پر طاری ہوئی کیونکہ مرضعہ وہی کہلاتی ہے جس کا پستان بچہ منہ میں ڈالنے والا ہو۔ المرضع وہ عورت جو دودھ پلانے کے لائق ہو۔ اگر چہ اسوقت وہ دودھ نہ پلانے والی ہو۔

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (اور ہر حاملہ اپنا حمل ساقط کر دیگی۔) ذات حمل اس سے مراد حاملہ ہے۔ حملھا تکمیل سے پہلے لڑکا۔

قول حسن رحمہ اللہ دودھ پلانے والی اپنے بیٹے سے بلا دودھ چھڑائے غافل ہو جائے گی۔ وَتَرَى النَّاسَ (اور تم لوگوں کو دیکھو گے) اے دیکھنے والے سُكٰرٰى (نشہ میں) بطور مشابہت فرمایا جبکہ وہ تجلیات عظمت وسلطنت جبروت اور کبریائی کے نظارے دیکھیں گے یہاں تک کہ ہر نبی نفسی نفسی پکاریں گے۔

وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے) حقیقت میں وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔) پس اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف نے ہی ان کی عقلوں کو اڑا دیا ہے۔ اور ان کو ایسے شخص کی حالت کی طرف لوٹا دیا ہے جس کی عقل نشہ سے جاتی رہی ہو۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ اور تم لوگوں کو خوف کی وجہ سے نشہ میں دیکھو گے حالانکہ انکا یہ نشہ شراب سے نہ ہوگا۔ قراءت: حمزہ و علی نے دونوں میں سکرٰی۔ امالہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ عطشی کی طرح ہے عطشان میں۔

شانِ نزول: روایت میں ہے کہ یہ دو روایات غزوۂ مصطلق بنو مصطلق کی رات کو اتریں۔ آپ ﷺ نے ان کو پڑھ کر سنایا اس رات سے بڑھ کر لوگوں کو روتا ہوا نہیں پایا۔ (الثعلبی کذا قال الحافظ)

بنو مصطلق:

۳: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑتے ہیں) فی اللہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑنا ہے۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے)

نحو: یہ حال ہے۔

یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔ وہ بڑا جھگڑالو تھا۔ وہ کہتا ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن مجید پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بوسیدہ ہڈیاں زندہ کرنے کی قدرت نہیں۔ نمبر۲۔ یہ آیت عام ہے ہر خواہش پرست جو دین کا مخالف ہو وہ مراد ہے۔ وَّ يَتَّبِعُ (اور وہ پیروی کرتا ہے) كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ (ہر سرکش شیطان کی) عادہ ایسا سرکش جو شر میں دوام واستمرار اختیار کرنے والا ہو۔ مَرِيْد پر وقف نہیں پڑھا جاسکتا کیونکہ مابعد اس کی صفت ہے۔

شیطان کے متعلق فیصلہ:

۴: كُتِبَ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ نے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے) یعنی شیطان کے متعلق فیصلہ ہو چکا۔ اَنَّهٗ (معاملہ وشان یہ ہے۔) یہ كُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔ مَنْ تَوَلَّاهُ (کہ جس نے اس سے دوستی اختیار کی) شیطان کی پیروی کی فَاَنَّهٗ (پس وہ اس کو) بیشک شیطان يُضِلُّهٗ (ضرور بھٹکا دے گا) سیدھے راستہ سے وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (اور اس کی راہنمائی دوزخ کے عذاب کی طرف کرے گا) عذاب سعیر یعنی آگ۔ قول زجاجؒ فَاَنَّه کی فاء عاطفہ ہے اور اَنَّ کو تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ مگر ابوعلی نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا اگر مَنْ شرط کیلئے ہے تو فاء اس کی جزاء کیلئے آئی ہے اور اگر مَنْ کو الَّذِیْ کے معنی میں مانا جائے تو پھر فاء مبتدا کی خبر پر داخل ہوئی ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے فَالْاَمْرُ اَنَّهٗ يُضِلُّهٗ اور عطف اور تاکید پہلے کی تکمیل کے بعد آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے اسی آدمی کا گمراہ کرنا جو اس سے دوستی اختیار کرے اور آگ کی طرف اس کی راہنمائی کرے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کی طرف سے شک میں ہو تو بلاشبہ ہم نے مٹی سے پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ

نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی بنی ہوئی صورت سے اور جو صورت ابھی نہ بنی ہو اس سے تمہیں پیدا کیا تاکہ ہم تمہیں

لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

بتائیں' اور ہم اپنی مشیت کے موافق مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر تمہیں اس حال میں نکالتے ہیں کہ تم بچہ کی صورت میں ہوتے ہو' پھر

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

تاکہ تم اپنی قوتوں کو پہنچ جاؤ' اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو اٹھا لئے جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی عمر کو پہنچ جاتے ہیں

لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا

تاکہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں' اور اے مخاطب تو زمین کو بھی سوکھی پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی

عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ

اتارتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور وہ بڑھ جاتی ہے اور ہر طرح کے خوشنما جوڑے اگا دیتی ہے یہ

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ

اس وجہ سے کہ اللہ حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں' اور بلاشبہ اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

منکرین بعث کے خلاف دلیل:

۵: پھر منکرین بعث پر حجت لازم کرتے ہوئے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ (اے لوگو! اگر تم کو دوبارہ اٹھائے جانے کا شک ہے) یعنی اگر بعث بعد الموت کے متعلق تمہیں شک ہے تو تمہارے شک کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم اپنی ابتدائی خلقت پر نگاہ ڈالو۔ کہ ابتداء میں تم مٹی اور پانی تھے اور تمہارے بعث کے انکار کا سبب بھی یہی انسانی وجود کا مٹی اور پانی

بن جانا ہے۔ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ (پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے آباء واجداد کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) پیدا کیے گئے مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ (ایک بوند سے پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے) جمے ہوئے خون کے ٹکڑے سے۔ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ (پھر بوٹی سے) چھوٹے گوشت کے ٹکڑے سے جو ایک دفعہ چبایا جا سکے۔ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (مکمل و نامکمل) المخلقة درست و ملائم جو نقص وعیب سے پاک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ مضغہ مختلف پیدا فرماتے ہیں۔ بعض مضغات ان میں کامل الخلقت اور عیوب سے مبرا ہوتے ہیں اور بعض ان میں سے اس کے برعکس ہوتے ہیں یہ فرق ہی انسانوں کی خلقت و بناوٹ، شکل وصورت، طول وقصر، تکمیل ونقص کا باعث ہے۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک خلقت سے دوسری میں منتقل کیا۔ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ (تاکہ ہم تمہارے سامنے واضح کر دیں) اس تدریج میں ہماری کمالِ قدرت اور کاملِ حکمت ہے۔ بیشک وہ ہستی جو انسانوں کو مٹی سے ابتدائی مرحلے میں پھر نطفہ سے دوسرے مرحلہ میں بناتی ہے حالانکہ پانی اور مٹی اور انسان میں کوئی مناسبت نہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ نطفہ کو علقہ اور علقہ کو مضغہ اور مضغہ کو ہڈیاں بنا دے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ جس طرح پہلی مرتبہ بنایا اسی طرح اعادہ کر دے۔ وَنُقِرُّ (اور ہم ٹھہراتے ہیں)

قرات، نَخْوَ: مفضل کے علاوہ تمام نے رفع سے پڑھا ہے۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے ای نحن نثبت فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ (ارحام میں جس طرح ہم چاہتے ہیں) اس کا ثبوت اور ٹھہراؤ کرتے ہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک وقت مقررہ تک) ولادت کے وقت تک اور جس کو ٹھہرانا نہیں چاہتے اس کو رحم سے گرا دیتے ہیں۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ (پھر تمہیں نکالتے ہیں) ارحام سے طِفْلًا (بچہ بنا کر)

نَخْوَ: یہ حال ہے اور اس سے مراد جنس ہے اسی لئے یہ جمع نہیں لایا گیا۔ نمبر۲۔ اس سے مراد یہ بھی لی جائے کہ ہم تم میں سے ہر ایک کو نکالتے ہیں طفل کی حالت میں۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا (پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ) پھر ہم تمہاری تربیت کرتے ہیں تاکہ تم پہنچ جاؤ۔ اَشُدَّكُمْ (اپنی جوانی کو) کمال عقل اور کمال قوت کو۔ قول مفسر: یہ جمع کے ان الفاظ میں سے ہے جن کا واحد مستعمل نہیں ہے۔

قول دیگر اشد، جمع شدت کی ہے جس طرح انعم جمع نعمت ہے فافہم وتدبر مترجم۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى (اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو وفات پا جاتے ہیں) بھرپور جوانی کے وقت یا اس سے قبل ہی یا اس کے بعد وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (اور بعض تم میں سے بالکل ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں) ارذل کا معنی اخس ہے یعنی انتہائی پیری اور سن خرافت لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا (تاکہ وہ جان چکنے کے بعد پھر بالکل نادان ہو جاتا ہے) یعنی وہ نادان ہو جائے اس کے بعد کہ وہ اس کو جانتا تھا یا تاکہ وہ علمی استفادہ نہ کر سکے اور جو پہلے جانتا تھا اس کو بھی بھول جائے پھر بعث کی ایک اور دلیل پیش کی اور فرمایا وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً (اور تو دیکھتا ہے زمین خشک پڑی ہے) مردہ، خشک، فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ (پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی اور پھولتی ہے) اِهْتَزَّتْ کا معنی نبات سے حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَتْ (اور بڑھتی ہے) پھولتی ہے۔

قراءت: یزید نے پورے قرآن میں ربت کو ربات پڑھا ہے اور اس کا معنی بلند ہونا۔

وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ (اور وہ اگاتی ہے ہر قسم کی نباتات) زوج صنف کے معنی میں ہے۔ بَهِيْجٍ (خوشنما) خوبصورت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ﴿٨﴾

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی ایسی کتاب کے جو روشنی دکھانے والی ہو اللہ کی ذات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں،

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ

یہ ایسا شخص ہے جو گردن کو موڑ کر چلا جاتا ہے تاکہ اللہ کے راستہ سے ہٹا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ہم اسے قیامت کے دن جلنے کا

الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع ١٠/٨

عذاب چکھائیں گے، یہ اس وجہ سے ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

جس کو دیکھ کر دیکھنے والا خوش ہو۔

٦: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ہے (یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) یہ تخلیق بنی آدم کا جو تذکرہ ہوا اور اسی طرح زمین کی آبادی اور اس سے حاصل ہونے والی قسما قسم کی حکمتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں یعنی انہی کا وجود حقیقی اور قائم رہنے والا ہے۔ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى (اور وہی مردوں کو زندہ کریں گے) جیسا کہ بنجر زمین کو آباد کر دیا۔ وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہی ہر چیز پر قادر ہے) قدرت والا ہے۔

٧: وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں (گو نا گوں تغیرات قیامت کا پیش خیمہ ہیں) اور یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا) یعنی وہ حکمت والا ہے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس نے قیامت و بعث کا وعدہ کیا ہے پس ضروری ہے کہ جو وعدہ اس نے کیا اس کو پورا کرے۔

بعض مجادلین:

٨: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ (اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ایسی صفات اس کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اس کے مناسب نہیں۔ یہ ابوجہل کے متعلق اتری۔

٨۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) علم سے بدیہی جو معرفت الٰہی تک پہنچائے۔ وَّلَا هُدًى (بغیر ہدایت و راہنمائی) اس سے استدلالی علم مراد ہے کیونکہ یہ معرفت کی طرف لے جانے والا ہے۔ وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (اور بغیر روشن کتاب کے) اس سے مراد وحی ہے انسانی علوم انہی تین طریقوں پر حاصل ہوتا ہے۔

٩: ثَانِيَ عِطْفِهٖ (وہ اپنے پہلو کو موڑنے والا ہے) یہ حال ہے یعنی وہ اپنی گردن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر و بڑھائی کی وجہ سے موڑنے والا ہے۔

قراءت: حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثانی عطفہ عین کے فتح سے پڑھا جائے گا۔ ای مانع تعطفه إلى غيره یعنی جو اس کو غیر کی طرف موڑنے والا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی شخص کنارہ پر ہو　پھر اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچ گئی تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گیا

وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ

اور اگر کچھ آزمائش آ گئی تو اپنے چہرہ کے بل پلٹ گیا　وہ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ ہو گیا۔ یہ

الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ

کھلی ہوئی تباہی ہے　یہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر دے اور نہ نفع دے۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ

یہ دور والی گمراہی ہے　وہ اسے پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے　واقعی

الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

وہ برا دوست ہے اور برا رفیق ہے۔

لِيُضِلَّ (تاکہ وہ گمراہ کرے) یہ مجادلہ کی علت ہے۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے لِيَضِلَّ پڑھا ہے۔

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اس کے دین سے لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) یوم بدر میں قتل ہونا۔ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ (اور ہم اس کو قیامت کے دن جلنے کا عذاب چکھائیں گے) ان کے لئے دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت کا عذاب جمع کر دیں گے۔

۱۰: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ (یہ تیرے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے) دونوں جہان میں عذاب کا باعث وہی کفر و تکذیب ہے جس کو وہ آگے کما کر روانہ کر چکا اور الید سے اس کی تعبیر اس لئے فرمائی کیونکہ ہاتھ ہی آلۂ الکسب ہے۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالکل ظلم کرنے والے نہیں) بغیر گناہ کسی کو نہ پکڑیں گے اور کسی کے گناہ کے بدلے دوسرے کو نہ پکڑیں گے۔ اس کا عطف بما پر ہے۔ ای و بِاَنَّ اللّٰه۔

الظلام مبالغہ کا صیغہ لایا گیا کیونکہ اس کے ساتھ ملکر جمع کا لفظ عبید آ رہا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی طرف سے قلیل ظلم بھی گناہ کی قباحت اور استغناء کے حاصل ہونے کے باوجود ہماری طرف کے ہونے والے ظلم کے مقابلے میں کثیر ہے۔

دین میں مضطرب لوگ:

۱۱: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ (اور بعض آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ کنارے پر

کھڑے ہیں) دین کے ایک کنارے پر نہ اس کے درمیان اور مرکز میں۔ یہ درحقیقت ایک مثال ہے کہ وہ اپنے دین کے متعلق قلق واضطراب کا شکار ہیں۔ سکون واطمینان میسر نہیں۔

عَلٰی حَرْفٍ: یہ حال ہے ای مضطربًا۔ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچ گئی) جسمانی صحت اور معیشت میں وسعت اِطْمَاَنَّ (تو اس نے قرار پالیا) قرار پکڑا اور پرسکون ہوا۔ بِهٖ (اس پر) اس بھلائی پر جو اس کو میسر ہوئی یا اس دین پر پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ (اور اگر اس کو کوئی آزمائش مصیبت آ گئی) برائی اور جسمانی تکلیف، بدحالی اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ (تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف چل دیتا ہے) اس کی جانب یعنی مرتد ہو کر کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے جس طرح وہ شخص جو لشکر کے ایک جانب پڑا ہوا گر لشکر کامیابی وغنیمت حاصل کرے تو مطمئن اور ثابت قدم رہتا ہے ورنہ فرار اختیار کر کے اپنی راہ لیتا ہے۔

قول مفسرین رحمہم اللہ یہ بعض بدوؤں کے متعلق اتری جو مدینہ میں مہاجر بن کر آئے۔ ان میں سے ایک کا جب بدن صحیح ہوتا اور اس کی گھوڑی شاندار بچھیرا جنتی اور اپنے گھر میں بھی بیٹا پیدا ہوتا اور مال وحیوانات میں اضافہ ہوتا تو کہتا میں نے تو اس دین میں برکت ہی برکت پائی ہے اور مطمئن ہوتا اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہوتا تو دین سے منہ پھیر لیتا۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ (وہ دنیا وآخرت کھو بیٹھا) یہ حال ہے اور قد مقدرہ ہے اس کی دلیل روح اور زید کی قراءت ہے۔

خاسر الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ خسرّان فی الدنیا سے قتل وغیرہ مراد ہے۔ اور آخرت کا خسارہ خلود فی النار ہے۔ ذٰلِكَ (یہ) دونوں جہان کا خسارہ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (وہ کھلا ہوا خسارہ ہے) ایسا ظاہر جو کسی پر مخفی نہ رہے گا۔

۱۲: یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کی عبادت کرتا ہے) مراد بت۔ وہ ارتداد کے بعد اس طرح کرتا ہے۔ مَالَا یَضُرُّهٗ (جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے) اگر وہ اس کی عبادت نہ کرے۔ وَمَالَا یَنْفَعُهٗ (اور جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے) اگر اس کی عبادت بھی کرے۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ (یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے) جو درستگی سے دور ہے۔

کافر جماد کا عابد:

۱۳: یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ (وہ پکارتا ہے اس کو جس کی عبادت کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب الوقوع ہے)

اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اصنام سے نفع وضرر کی نفی فرمائی اور اس آیت میں دونوں چیزیں ثابت کیں؟

حل: اگر معنی صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو یہ وہم خود دور ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی حماقت یہ بیان کی کہ وہ ایک جماد کی عبادت کرتا ہے جو ذرا بھر نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ حالانکہ کافر کا اعتقاد اس کے متعلق یہ ہے کہ وہ اس کا سفارشی بنے گا۔ پھر فرمایا قیامت کے دن یہ کافر بڑے زوردار انداز سے کہہ اٹھے گا جبکہ وہ بتوں کا نقصان ملاحظہ کرے گا۔ مگر شفاعت کا ذرا بھر اثر نہ دیکھے گا۔ جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے کہ یہ بہت برا مددگار ساتھی ہے۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی (ایسا کارساز بھی بہت برا) مددگار وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ (اور بہت برا رفیق ہے۔)

یدعوّ کا لفظ بار بار لایا گیا ہے گویا اسطرح فرمایا یدعو، یدعو من دون الله ما لا یضره وما لا ینفعه پھر فرمایا لمن

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي

گی بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول ﷺ کی مدد

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ

نہ کرے گا تو اسے چاہئے کہ آسمان تک ایک رسی تان لے پھر کاٹ دے پھر دیکھ لے آیا اس کی تدبیر اس کے

كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

غیظ کی چیز کو ختم کر سکتی ہے اور ہم نے اسی طرح کھلی ہوئی آیات نازل کیں اور بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ضرہ اس کے معبود ہونے سے نفع کی نسبت قریب تر ہے۔ جب کہ وہ سفارشی ہو۔

۱۴: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے) یہ وعدہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر حال میں کرنے والے ہوں ان کی طرح نہ ہوں جو ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں۔

کفار کا غصہ بے فائدہ ہے:

۱۵: مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی مدد دنیا و آخرت میں ہرگز نہ کریں گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول کا مددگار ہے آپ کے دشمنوں میں سے جو اس کے خلاف گمان رکھتا ہے۔ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ (پس اس کو چاہئے کہ وہ ایک رسّی تان لے) سبب کا معنی رسّی۔ اِلَى السَّمَآءِ (آسمان تک) گھر کی بلندی۔ ثُمَّ لْيَقْطَعْ (پھر وہ وحی کا سلسلہ کاٹ دے) پھر وہ چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یہاں گلا گھونٹنے کو قطعاً فرمایا ہے کیونکہ گلا گھونٹنے والا اپنی سانس کے راستوں کو روک کر سانس کو کاٹ دیتا ہے۔

قراءت: بصری و شامی نے لام کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ (پھر غور کرے کہ کیا اس کی تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو) ما الذی کے معنی میں ہے ای الذی یغیظہٗ جو اس کے غصہ دلاتی ہے یا مصدر یہ ہے اب مایغیظ سے غصہ کرنا مراد اس طرح ہوگا کہ اس کو یہ تصور دل میں لانا چاہئے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہٹ جائے گی جو اس کو غصہ دلا رہی ہے۔ ہرگز نہیں پھر

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور جو فرقہ صابئین ہے اور نصاریٰ ہیں اور جو مجوس ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شرک

اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

کیا یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے'

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر

الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ⑱ الحجدة

عذاب کا استحقاق ہو چکا ہے' اور اللہ جسے ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں' بلاشبہ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اس غصے کا کیا فائدہ؟ اس کے فعل کو بطور استہزاء کیدًا کہا کیونکہ اس نے یہ کید محسود کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنی ذات سے کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے غصہ دلانے والی چیز کا وہ ازالہ کر سکے۔

۱۶: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا ہے اس اتارنے کی طرح ہم نے سارا قرآن مجید اتارا ہے۔ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (واضح آیات) وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (اور بیشک اللہ اس کی راہنمائی کرتے ہیں جس کے متعلق ارادہ کرتے ہیں) یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ان لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ یہ ایمان لائیں گے یا ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم فرماتے ہیں۔ اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں اسی طرح ہم نے اس کو واضح اتارا ہے۔

حقیقی فیصلہ قیامت کو:

۱۷: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا (بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں یہودی اور صابی اور عیسائی، مجوسی اور مشرکین) ایک قول یہ ہے کہ ادیان پانچ ہیں۔ چار شیطان کیلئے اور ایک رحمان کیلئے۔ الصابئون یہ نصاریٰ کی ایک قسم ہے۔ پس چھ نہ بنے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے) احوال و اماکن کے اعتبار سے ایک ہی سزا نہ دیں گے۔ اور نہ ان کو ایک جگہ جمع کریں گے۔

نحو: ان الذین اٰمنوا کی خبر ان اللہ یفصل بینھم ہے جیسا کہتے ہیں ان زیداً ان اباہ قائم۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے) اس کو جاننے والا اور اس کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ پس ہر شخص کو اپنے عقیدہ، قول، فعل پر غور کرنا چاہیے۔ یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعید ہے۔

۱۸: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نہیں جانتے) کیا تم نہیں جانتے اے محمد ﷺ ایسا علم جو آنکھوں دیکھنے کی طرح ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ (کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں)۔

ایک قول:

تمام اس کو سجدہ کرتے ہیں مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں جیسا کہ ان کی تسبیح کی اطلاع نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔ **وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم** [الاسراء:۴۴]

دوسرا قول:

غیر مکلّف میں افعال کے اعتبار سے جو تبدیلیاں وارد ہوتی ہے اور اس کے حکموں کیلئے وہ مسخر ہیں جو کام ان کے ذمہ لگا دیا اسی کو سجود سے تعبیر کیا۔ مکلّف کے سجدہ کے ذریعہ اطاعت کرنے سے تشبیہ دیتے ہوئے کیونکہ مکلّف کیلئے سب سے بڑی عاجزی یہی ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ (اور بہت سے لوگ) یعنی بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو طاعت وعبادت کا سجدہ کرتے ہیں۔

نحو: یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور **ومن الناس** اس کی صفت ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور وہ مثابٌ ہے اس پر **كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ** دلالت کرتا ہے۔

وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا) یعنی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جن پر کفر کی وجہ سے عذاب ثابت ہو چکا اور سجدہ سے انکار کی وجہ سے عذاب لازم ہو چکا۔ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ (اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے) بدبختی کے ساتھ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (پس اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں) خوش بختی کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں) اکرام واہانت وغیر ذٰلك۔

ردِ معتزلہ:

کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو چاہا مگر کیا نہیں۔ ان دونوں آیات کا ظاہر دلالت کر رہا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے

مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ

جائیں گے ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا

وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ

اور کھالیں بھی گل جائیں گی ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے جب کبھی گھٹن کی وجہ سے دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں

غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۫ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾ ع ۲/۱۲/۹

گے وہ اس میں واپس کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو

کفار کا حال:

۱۹: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ (یہ دونوں فریق ہیں) آپس میں جھگڑنے والے فریق ہیں۔ یہاں فریق کو خصم سے جو کہ صفت ہے تعبیر کر دیا۔ اخْتَصَمُوْا (انہوں نے اختلاف کیا) معنی کا لحاظ کر کے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اور هذان لفظ کا لحاظ کر کے تثنیہ لایا گیا۔ مراد اس سے مؤمن اور کافر دو فریق ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

یہ ضمیر مذکورہ پانچوں اہل ادیان اور مؤمنوں کی طرف لوٹتی ہے مؤمن ایک فریق ہیں اور باقی پانچوں ایک فریق ہیں فِیْ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے متعلق) اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی صفات کے متعلق پھر ہر ایک کی جزاء ذکر کی۔ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پس وہ لوگ جو کافر ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان الله يفصل بينهم يوم القيامة [الحج:۱۷] میں جس فیصلے کا ذکر فرمایا اس کی تفصیل اسی آیت میں آرہی ہے۔ وہ یہ ہے قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ (ان کے لیے آگ کے کرتے کاٹے جائیں گے) گویا اللہ تعالیٰ ان کے اجسام کی مقدار سے آگ ان کے لئے مقرر کر دیں گے۔ جو ان پر چھانے والی ہوگی جیسا کہ لباس کے کپڑوں کو جسم پر پورا فٹ ماپا جاتا اور کاٹا جاتا ہے۔ یہاں ماضی کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ پس یہ ثابت شدہ حقیقت کی طرح ہے۔ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ (ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔)

قراءت: بصری نے رؤسِهِم کو ھا اور میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ حمزہ، علی اور خلف نے ھا اور میم کو ضمہ سے رؤسُهُم پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے ھا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا ہے۔ الْحَمِیْمُ (گرم پانی) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیکہ اگر اس میں سے نقطہ کے برابر پانی زمین کے پہاڑوں پر گر جائے تو وہ پگھل جائیں۔

۲۰: يُصْهَرُ (اس سے پگھل جائے گا) پگھلا دیا جائیگا۔ بِهٖ (اس گرم پانی کے ساتھ) مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (جو کچھ کہ ان کے پیٹوں اور چمڑوں میں ہوگا) یعنی وہ پانی ان کی انتڑیاں اور دیگر اندرونی اجزاء کو پگھلا ڈالے گا۔ جیسا کہ ان کے چمڑے پگھل جائیں گے۔ پس وہ پانی ظاہر اور اندرون مؤثر ہوگا۔

۲۱: وَلَهُمْ مَّقَامِعُ (اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہتھوڑے ہونگے) خاص قسم کے کوڑے مِنْ حَدِيْدٍ (لوہے کے) جس سے ان کو ماریں گے۔

۲۲: كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا (جب بھی وہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے) ھا کی ضمیر نار کی طرف ہے۔ مِنْ غَمٍّ (غم کی بناء پر) یہ منھا سے بدل الاشتمال ہے حرف جار کا اعادہ کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ پہلا من ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا من اجلیہ ہے مطلب یہ ہے جب بھی وہ آگ سے نکلنے کا ارادہ غم کی وجہ سے کریں گے جو غم کہ ان پر طاری ہوگا۔ تو بھی نکلنے نہ پائے ہونگے کہ اُعِيْدُوْا فِيْهَا (ان کو اس میں لوٹا دیا جائے گا) گرز مار کر۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ جہنم سے ان کے خروج کا مطلب یہ ہے کہ آگ کی لپٹیں اٹھا کر انہیں اوپر کی طرف پھینکیں گی۔ جب وہ اس کی بلندی میں پہنچیں گے تو ان کو گرز رسید کئے جائیں گے جن سے ستر خریف وہ جہنم میں نیچے جا گریں گے۔ اور بڑی آگ کی طرف لوٹانا مراد ہے نہ کہ آگ سے مکمل طور انکا جدا ہونا اور پھر لوٹنا۔

وَذُوْقُوْا (اور تم چکھو) یعنی ان کو کہا جائے گا تم جلنے کا عذاب چکھو۔ عَذَابَ الْحَرِيْقِ (جلنے کا عذاب) پھیلی ہوئی آگ کا سخت عذاب جو شدید ہلاک کن ہے۔ پھر دوسرے فریق کا بدلہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے انہیں اللہ ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

ہوں گی ، انہیں اس میں ایسے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا جو سونے اور موتیوں کے ہوں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا

حَرِيْرٌ ۲۳ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۲۴

ہوگا اور ان کو کلمہ طیبہ کی ہدایت دی گئی اور ان کو اس ذات کے راستے کی ہدایت دی گئی جو لائق حمد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ

بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَاۗءَۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ

لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں اور جو کوئی شخص اس میں ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے گا

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۲۵ ع

تو ہم اسے دردناک عذاب چکھا دیں گے۔

ع ۳ ۱۰

ایمان والوں کا حال:

۲۳: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور اس میں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے) اساورۃ یہ أسورۃ کی جمع ہے اور أسورۃ یہ سوارٌ کی جمع ہے مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا (سونے اور موتیوں کے)

قراءت: مدنی عاصم نے ویوتون لؤلؤا اصل مان کر نصب پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے من ذھب پر عطف کی بناء پر مجرور پڑھا ہے۔ جبکہ ابوبکر وحماد نے پورے قرآن مجید میں ہمزۂ اول کو ترک کر کے پڑھا ہے۔ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (اور انکا لباس اس میں ریشم کا ہوگا)

۲۴: وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (اور ان کی راہنمائی پاکیزہ بات کی طرف کی گئی اور مستحق حمد ذات کے راستہ پر چلنے کی ان کو توفیق مل گئی) ان لوگوں کی راہنمائی کلمہ توحید کی طرف کر دی گئی اور صراط الحمید یعنی اسلام کی

طرف کردی گئی یا آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی اوران کی زبان پر الحمدلله الذی صد قنا وعده جاری فرمادیا اور جنت کا راستہ ان کو دکھایا۔

الحمید اللہ تعالیٰ کی ذات جن کی تعریف ہر زبان پر ہے۔

۲۵: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بیشک جو کافر ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے (مسلمانوں کو) روکتے ہیں) اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

نحو: کفروا کی ضمیر فاعلی سے ویصدون حال ہے جیسا کہا جاتا ہے فلان یحسن الی الفقراء اس سے مراد اس کی طرف سے فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا حال واستقبال میں پایا جانا ہے۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اور مسجد حرام سے) وہ مسجد حرام اور اس میں داخلہ سے روکتے ہیں۔ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ (جس کو ہم نے تمام آدمیوں کیلئے مقرر کیا) اس میں شہری اور دیہاتی کے امتیاز کے بغیر داخلہ کی کھلی اجازت دی ہے۔

مراد مسجد حرام:

نمبر ا۔ مکہ مکرمہ مراد ہے۔ اس صورت میں اس آیت میں ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ نمبر ۲۔ اس سے مراد بیت اللہ ہے تو پھر مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کیلئے قبلہ ہے۔

سَوَآءً (برابر ہے) قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ ای جعلناه مستویا ہم نے اس کو برابر بنایا۔ الْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ (اس میں رہنے والا ہو اور باہر سے آنے والا ہو) البادی غیر مقیم کو کہتے ہیں۔

نحو: مکی نے البادی پڑھا ابوعمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی اور دیگر قراء نے رفع میں ان کی موافقت کی اور اس کو خبر قرار دیا اور اس کا مبتدا مؤخر ہے ای العاکف فیه والبادی سواء۔ اور جملہ مفعول دوم ہے جعلنا کا اور للناس حال ہے۔

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ (اور جو کوئی اس میں ارادہ کرے) یعنی مسجد حرام میں بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ (خلافِ دین کام کا ظلم کے ساتھ) یہ دونوں احوال مترادفہ ہیں اور یرد کا مفعول قصداً متروک ہے تاکہ ہر چیز کو شامل ہو جائے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے من یرد فیه مرادًا ماعادلاً من القصد ظالما۔ جو شخص اس میں کوئی بھی مقصد لیکر میانہ روی سے ہٹے گا وہ ظالم ہوگا۔ الالحاد میانہ روی سے پھر جانا۔ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے) آخرت میں۔

نحو: اِنَّ کی خبر محذوف ہے کیونکہ جواب شرط اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان الذین کفروا ویصدون عن المسجد الحرام نذیقهم من عذاب الیم وکل من ارتکب فیه ذنبا فهو کذلك۔ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور وہ جو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں ہم ان کو دردناک عذاب چکھائیں گے اور ہر ایسے شخص کو بھی جو اس میں کسی گناہ کا مرتکب ہو۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت کی جگہ بتا دی کہ تم میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو

لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ

طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا' اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو' وہ تمہارے پاس

رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ

پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر آئیں گے' یہ اونٹنیاں دور دراز راستوں سے آئیں گی تاکہ لوگ اپنے منافع کے لئے حاضر

لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ

ہوں' اور ایام مقررہ میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انہیں عطا

بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا

فرمائے ہوں ' تم ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ پھر اپنے میل کچیل کو

تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

دور کریں اور اپنی نذروں کو پوری کریں اور البیت العتیق کا طواف کریں۔

تذکرۂ ابراہیم علیہ السلام اور شعائر اللہ کا تذکرہ:

۲۶: وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (اور جب ہم نے ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی) اس وقت کو یاد کرواے محمد ﷺ جبکہ ہم نے مقرر کر دیا۔ لا براھیم مکان البیت (ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ) لوٹنے کی جگہ جس طرف وہ تعمیر وعبادت کیلئے رجوع کر سکیں۔ بیت اللہ کو ایام طوفان میں آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔ وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے اس جگہ کی نشان دہی ایک ہوا بھیج کر کی جس نے گھر والی جگہ کو صاف کر دیا جیسے جھاڑو دیکر صاف کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے قدیم بنیادوں پر دیواروں کو اٹھایا۔

اَنْ یہ قول مقدر کی تفسیر کیلئے آیا ہے ای قائلین له۔ یہ کہتے ہوئے کہ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ (کہ تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو پاک کرو) ظاہری گندگیوں اور باطنی گندگیوں بتوں وغیرہ سے۔

قراءت: بَيْتِيْ مدنی حفص نے فتحۂ یاء سے پڑھا، حمزہ کسائی، ابوعمرو، ابن عامر نے سکونِ یاء سے پڑھا ہے۔

لِلطَّآئِفِيْنَ (طواف کرنے والوں کیلئے) وَ الْقَآئِمِيْنَ (اور ان کے لئے جو قیام کرنے والے ہیں) ور جو مکہ میں اقامت

اختیار کرنے والے ہیں۔وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے) جمع راکع اور ساجد کی ہے مراد نماز ادا کرنے والے۔

۲۷:وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالحَجِّ (اور تم لوگوں میں حج کا اعلان کردو) ان میں آواز لگاؤ۔الحج خاص مقصد کیلئے خاص قصد کرنا۔

روایت میں ہے آپ جبل ابوقبیس پر چڑھے اور اس طرح اعلان فرمایا اے لوگو! اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔تو جن کی قسمت میں حج مقدر تھا انہوں نے اصلاب وارحام سے لبیك اللهم لبیك کہہ کر جواب دیا۔

قول حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے کہ آپ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرمادیں مگر پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور جواب امر یہ آیت ہے۔یَاْتُوْكَ رِجَالًا (تیرے پاس لوگ پیدل آئیں گے) رجال جمع راجل۔پیدل۔جیسا کہ قائم وقیام ہے۔وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ (اور ہر کمزور ولاغر اونٹیوں پر) اس کا عطف رجالا پر ہے گویا اس طرح کہا رجالا وركبانا۔ الضامر لاغر ودبلا اونٹ

مَسْئَلَة: رجال کو رکبان پر مقدم کرکے پیدل کی فضیلت ظاہر فرمائی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

یَّاْتِیْنَ (وہ آئیں گے) ضامر کی صفت ہے کیونکہ وہ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔

قراءت: عبداللہ نے یاتون پڑھا اور اس کو الرجال اور الرکبان کی صفت قرار دیا۔مِنْ كُلِّ فَجٍّ (ہر وادی سے) راستے سے عَمِیْقٍ (گہرے) دور۔محمد بن یاسین کا قول: طواف میں مجھے ایک شیخ نے کہا۔تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا خراسان سے اس نے سوال کیا تمہارے اور بیت اللہ کے مابین کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا دو ماہ کا فاصلہ یا تین ماہ کا اس نے کہا تم تو پھر بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔میں نے کہا تم کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اس نے کہا پانچ سال کی مسافت سے میں جب نکلا تو جوان تھا۔اب ادھیڑ عمر ہوگیا تو پہنچا۔میں نے کہا اللہ کی قسم یہ خوب بندگی ہے اور سچی محبت کا نشان ہے اس پر وہ ہنس کر کہنے لگا۔

زرمن هویت وان شطتْ بك الدار　　وحال من دونه حُجب واستار

محبوب کی ملاقات کرو خواہ اس کا گھر دور ہو۔اور اس کے راستہ میں رکاوٹیں اور پردے حائل ہوں۔

لایمنعنك بعدٌ عن زیارته　　ان المحب لمن یهواه زوّار

دوری تمہیں اس کی ملاقات سے رکاوٹ نہیں بننی چاہئے بیشک عاشق اپنے محبوب کی ملاقات کیا کرتا ہے۔

۲۸:لِّیَشْهَدُوْا (تاکہ وہ حاضر ہوں)

نحو: لام یاتوا ذن کے متعلق ہے یاتوك کے مَنَافِعَ لَهُمْ (اپنے منافع کیلئے۔)

نحو: منافع کو نکرہ لایا گیا کیونکہ مراد اس سے وہ منافع ہیں جو اس عبادت سے متعلق ہیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی۔

منافع حج:

وہ صرف اسی میں پائے جاتے ہیں دیگر کسی عبادت میں موجود نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت ابتلائے نفس کیلئے مشروع ہے۔مثلاً نماز، روزہ اور ابتلائے مال کیلئے مثلاً زکوۃ۔اور حج ان ہر دو کو شامل ہے۔نمبر۲۔اس کے ساتھ دیگر مشاق اور اھوال کو

برداشت کرنا، اسباب سے یکسو ہونا۔ دوست واحباب سے منقطع شہروں اور وطنوں سے دوری، اولاد سے الگ تھلک، دوستوں سے انفصال، نمبر۳۔ اور اس میں اس کی روزمرہ زندگی کے سلسلہ میں تنبیہ ہے کہ جب انسان دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف سدھارے گا۔ تو یہ کیفیت ہوگی۔

نمبر۴۔ پس حاجی جب جنگل میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اپنے زادِراہ پر ہی اکتفاء کرنا ہوتا ہے اور اس میں سے کھانے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ نمبر۵۔ بالکل ٹھیک اسی طرح جب آدمی زندگی کے کنارے سے نکلے گا۔ اور بحروفات میں اس کی کشتی داخل ہوگی اس خلوت میں اس کے وہی چیز فائدہ دے گی جو اس نے معاد کے گزراوقات کیلئے تیار کی ہوگی۔ اور اس کو انس وہ اوراد ہی مہیا کریں گے جن سے وہ دل لگاتا تھا۔

نمبر۶۔ مجرم کا غسل اور اس کی تیاری اور ان سلے کپڑے اور خوشبو میں بسنا۔ یہ آئینہ ہے کہ عنقریب اسے چارپائی پر رکھا جائیگا اور غسل تجہیز وتکفین کی جائے گی اور حنوط سے اس کو خوشبودار کیا جائے گا اور ان سلے کپڑے اس کو پہنا دیے جائیں گے۔ نمبر۷۔ پھر محرم تو آگے چل کر پراگندہ بال اور پراگندہ حال ہوجاتا ہے۔ اسی طرح حشر کی گھڑی قبر سے حیران نکلے گا۔ نمبر۸۔ یہ عرفات میں حُجاج کا وقوف رغبت وخوف سے آس لگانا اور خوف وطمع سے سوال کرنا جبکہ یہاں مقبول ومخذول دو قسم ہوتے ہیں۔ یہ عرصات حشر کی حاضری کی طرح ہی تو ہے۔ جبکہ **لا تکلم نفس الا باذنه فمنهم شقی وسعید** [ھود:۱۰۵] شقی وسعید کا مختلط اجتماع اور ہر ایک منہ پر گویا مہر لگی ہے۔

افاضہ عرفات:

نمبر۹۔ ادھر افاضہ عرفات جانب مزدلفہ پر نگاہ کرو۔ جبکہ سورج غروب ہو چکا ہے یہ قضاء کے فیصلہ کی خاطر چلنے کی طرح ہے۔ نمبر۱۰۔ اور منی کا موقف یہ گناہ گاروں کیلئے تمنائے شفاعت للشافعین کی طرح ہے۔ نمبر۱۱۔ اور سر منڈوانا اور صاف ستھرا ہوجانا۔ رحمت وتخفیف کے ساتھ گناہوں کے بوجھ سے نکلنے والے کی طرح ہے۔ نمبر۱۲۔ اور بیت الحرام جس کے اندر داخل ہونے والے کیلئے فرمایا **من دخله کان امنا** [آل عمران:۹۷] وہ داخل ہونے والا دنیاوی ایذاؤں، قتال سے بچنے والا، دارالسلام جنت میں داخل ہونے والے کا نمونہ ہے۔ کہ اس میں داخل ہونے والا فناء وزوال سے ہمیشہ کیلئے بچ گیا۔ البتہ جنت نفس کی ناپسند چیزوں سے ڈھانپی گئی ہے۔ جس طرح کہ کعبۃ اللہ کو راستوں کے مالوف جنگلوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہ آدمی بہت خوب ہے جو جنگلوں کے خوفناک اور مہلک مقامات سے گزر کر ہانک پکار کے دن کی ملاقات کے شوق میں آگے بڑھ گیا۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ (اور وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں) ذبح کے وقت **فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ** (مقررہ ایام میں) عشرہ ذی الحجہ عندالامام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آخری دن یوم نحر ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اکثر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایام نحر مراد ہیں یہ قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ **عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ** (وہ چوپائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں) ان کو ذبح کرتے وقت یہ صاحبین رحمہم اللہ کے قول کی تاکید ہے۔ البھیمۃ جنگل وخشکی کے جانوروں میں چار پاؤں والا اس کی وضاحت انعام کے لفظ سے کر دی گئی کہ وہ اونٹ،

گائے، بھیڑ، بکری ہے۔ فَكُلُوْا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) ان کے گوشت سے۔

مَنْسَكًا: یہاں امر اباحت کیلئے ہے نفلی ہدی میں سے کھانا درست ہے۔ اسی طرح متعہ اور قران کی ہدی میں سے بھی کیونکہ یہ فعلِ حج کا دم ہے۔ اس لئے قربانی کے مشابہ ہے۔ باقی ہدایا جو دم جبر وغیرہ ہیں ان میں سے دم دینے والے کو کھانا جائز نہیں فقراء کو درست ہے۔ وَاَطْعِمُوْا الْبَآئِسَ (اور تم کھلاؤ تنگ دست کو) وہ شخص جس کو بدحالی پہنچے یعنی تنگدستی۔ الْفَقِيْرَ (محتاج) جس کو تنگی نے کمزور کر دیا ہو۔

٢٩: ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (پھر وہ اپنی میل کچیل کو دور کریں) نمبر ١۔ اپنے اجسام سے میل کو دور کریں نفطویہ نحوی نے اسی طرح کہا دوسرا قول قضاء تفث، مونچھیں کاٹنے، ناخن اتارنے، بغل کے بال لینے، زیر ناف صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ التفث تو میل کو کہا جاتا ہے۔ اور یہاں مراد میل کے ازالہ کو پورا کرنا۔ ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ قضاء وتفث تمام مناسک حج کی ادائیگی کو کہتے ہیں۔

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (اور وہ اپنی نذور کو پورا کریں) یعنی حج کے واجبات۔ اور اہل عرب پر اس شخص کو جو اپنے فریضہ سے فارغ ہو کہتے ہیں وفّٰی بنذرہ خواہ اس نے کوئی نذر نہ مانی ہو۔ نمبر ٢۔ یا نیکی کے وہ اعمال جن کی اعمال حج کے سلسلہ میں وہ نذر مان لیتے ہیں۔

قراءت: ابوبکر نے ولْيوفّوا لام کے سکون اور تشدید فاء کے ساتھ پڑھا۔ وَلْيَطَّوَّفُوْا (اور وہ طواف کریں) طواف سے طواف زیارت مراد ہے جو کہ حج کا رکن ہے اور اس کی ادائیگی سے تکمیل تحلل من الاحرام ہو جاتی ہے۔ ليقضوا، ليوفوا، ليطوفوا میں قراءت یہ ہے کہ ابن عامر اور ابوعمرو، ابن کثیر، نافع وغیرہ نے تینوں لامات مکسور پڑھی ہیں البتہ دیگر قراء نے تینوں ساکنہ پڑھی ہیں۔

بیت اللہ العتیق:

بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (پرانے گھر کا) عتیق قدیم کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ان اول بیت وضع للناس [آل عمران: ٩٦] آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی پھر تجدید تعمیر ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں کرائی گئی۔ نمبر ٢۔ عتیق کا معنی معزز۔ اسی سے عتاق الخیل جوان گھوڑوں کو بولتے ہیں جو شاندار عمدہ ہوں اور عتاق الرقیق ان غلاموں کو کہتے ہیں جو غلامی سے نکل کر حریت کی عزت پالیں۔ نمبر ٣۔ یہ غرق سے بچا رہا کیونکہ زمانہ طوفان میں اس کو اٹھا لیا گیا۔ نمبر ٤۔ ظالموں کے ہاتھوں سے آزاد کیا ہوا ہے۔ کتنے ہی ظالم اس کو گرانے کیلئے چلے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ نمبر ٥۔ حکمرانوں کے ہاتھوں سے آزاد ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں ہوا۔ یہ زمین والوں کیلئے طواف گاہ ہے جیسا کہ عرش اہل سماء کیلئے مطاف کی جگہ ہے۔

طالب صادق کو جب خوشی ابھارتی اور طلب کی کششیں اپنی طرف کھینچتی ہیں تو وہ زمینی مسافتوں کو مرحلوں میں طے کرتا اور خطرناک راستوں کو عبور کرتا ہوا چلا آتا ہے۔ جونہی وہ بیت اللہ کو آنکھوں کے سامنے پاتا ہے اس کا شوق ہدی خوان بن جاتا ہے اور استلام حجر سے بھی اس کے دل کو تسلی نہیں ملتی بلکہ وہ چاہتا ہے۔

چوں برسی کوئے دلبر ☆ بسپار جان مضطر

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ

یہ بات ہو چکی اور جو شخص اللہ کی حرمات کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے　اور تمہارے لئے چوپائے حلال

الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا

کئے گئے سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں، سو تم گندگی سے یعنی بتوں سے بچو، اور جھوٹی

قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا

بات سے بچو، اس طرح سے کہ اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ

خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۚ

آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اسے ہوا نے اڑا کر کسی دور جگہ جا کر پٹک دیا۔　یہ بات ہو چکی،

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى

اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے سو یہ دلوں کے تقوی کی بات ہے۔　تمہارے لئے ان میں ایک مقررہ وقت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۸ ۱۱

منافع ہیں　پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔

کہ مبادا بار دیگر　☆　حاصل نہ شود ایں تمنا

جان کو قابو میں نہ پا کر دیوانہ وار وہ اس کے گرد چکر لگاتا ہے۔ جیسا پیاسا پرندہ منڈلاتا ہے۔

طواف زیارت حج کے تین فرائض میں سے آخری فریضہ ہے۔

اوّل احرام:

یہ حقیقت میں معاہدۂ التزام ہے۔ اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھامنے کا نام ہے۔ تاکہ حج کے ممنوعات کا ارتکاب کر کے اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور اس کا عقد مفسدات ومنافی کے ساتھ محض نام کا عقد نہ رہ جائے۔ جیسا کہ معاہدۂ اسلام کثرت گناہ سے ٹوٹتا نہیں۔ اور ایک توبہ سے ایک ہزار گناہ اُٹھ جاتے ہیں۔

دوسرا وقوف عرفات:

یہ درحقیقت گڑگڑانے اور رونے دھونے کا پہلا بہانہ ہے اور اپنے اعمال کے مراتب اور احوال کے مشاہدات پر بھروسہ سے سچی علیحدگی اور دست برداری اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پر بھروسہ کا نام ہے۔

تعظیم حرمات:

۳۰: ذٰلِكَ نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای الامر ذلك یا تقدیر عبارت یہ ہے لیفعلوا ذلك۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا) الحرمۃ جس کی بے عزتی کسی طور پر حلال نہ ہو۔وہ تمام احکام حج وغیرہ جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا وہ تمام اسی درجہ میں ہیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ تمام احکام تکلیفیہ مراد لئے جائیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ فقط احکام حج مراد ہوں۔ایک قول یہ ہے حرمات اللہ سے بیت اللہ شریف، مزدلفہ، مشعر حرام، مکہ مکرمہ اور مسجد حرام مراد ہے۔

فَهُوَ (پس وہ) تعظیم خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (بہت بہتر ہے اس کے رب کے ہاں) اور تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ ان کی رعایت لازم ہے۔اوران کی حفاظت اور نگہبانی کرنا ضروری ہے۔وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ (تمہارے لئے جو پائے حلال کئے گے) یعنی انکا کھانا اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ (مگر وہ جو تم پر پڑھا جائے گا) یہ آیتِ تحریم مراد ہے حرمت علیکم المیتة [المائدہ: ۳]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمام چوپاؤں کو حلال کیا سوائے ان کے جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں وضاحت کردی۔پس تم اس کے حدود کا لحاظ کرو۔اوراس کی حلال کردہ اشیاء میں سے کسی چیز کو حرام مت کرو۔جیسا کہ بعض لوگوں نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ حرام رکھے تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال مت کرو جیسا کہ بعض مردار اور موقوذہ وغیرہ کھا لیتے تھے۔جب اپنی حرمات کی تعظیم پر آمادہ کیا تو اس کے مابعد بتوں کی گندگی سے پرہیز کرنے اور جھوٹ سے بچنے کی تعلیم دی۔چنانچہ فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (تم بتوں کی گندگی سے پرہیز کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو) کیونکہ یہ عظیم ترین حرمات میں سے ہے اوران میں سب سے بڑھ کر ہے۔

نحو: من الاوثان یہ الرجس کا بیان ہے کیونکہ الرجس مبہم ہے اور اشیاء کو بھی شامل ہے گویا اس طرح فرمایا فاجتنبو الذی ھو الا و ثان۔تم اس گندگی سے بچو جو کہ خود بت ہیں۔اوثان کو رِجس بطور تشبیہ کے کہا یعنی تمہارے طبائع میں پلیدی سے نفرت تو پائی جاتی ہے پس تم پر لازم ہے کہ تم ان سے بھی نفرت کرو (کیونکہ وہ باطنی پلیدی ہے جو ظاہری پلیدی سے بڑھ کر ہے)

فائدہ: یہاں شرک اور جھوٹ کو ایک صف میں رکھ کر پیش کیا۔اس سے کذب و بہتان مراد ہے یا جھوٹی گواہی۔اور یہ الزور کا لفظ زار یزور زورًا سے لیا گیا ہے جس کا معنی انحراف آتا ہے کیونکہ شرک بھی باب زور سے ہے کیونکہ مشرک کا خیال ہے کہ بت اس کی عبادت کا مستحق ہے اور یہ حق سے انحراف ہے۔

۳۱: حُنَفَآءَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کیلئے دین کو خالص رکھنے والے) مسلمان بن کر غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہ بنو)

نحو: یہ حنفاء کی طرح حال ہے۔

شرک ومشرک کی تشبیہ:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرلیا گویا وہ گر پڑا) خرّ کا معنی سقط آتا ہے مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) زمین کی طرف فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ (پھر پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں) خطف جھپٹ لینے کو کہتے ہیں جلدی سے چھیننا۔

قراءت: مدنی نے تتخطفه پڑھا ہے۔

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ (یا ہوا اس کو پھینک دے) گرادے الھویٰ السقوط گرنا۔ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (دور جگہ میں) سحیق بعید کے معنی میں آتا ہے۔ ایک قول یہ بھی درست ہے کہ یہ تشبیہ مرکب ہو اور یہ بھی درست ہے کہ تشبیہ متفرق ہو اگر تشبیہ مرکب مانیں تو تقدیر کلام اس طرح بنے گی۔ **من اشرك بالله فقد اهلك نفسه اهلاكا ليس بعدهٗ بان صوّر حاله بصورة حال من خر من السماء فاختطفته الطير فتفرق قطعاً فی حواصلها او عصفت به الريح حتٰى هوت به فی بعض المهالك البعيد ة** جس نے شرک کیا اس نے تو اپنے آپ کو بالکل ہلاک ہی کر ڈالا۔ کہ جس کے بعد اب ساری صورت حال کو ایسے آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ جو آسمان سے گرا اسی گھڑی اس کو پرندوں نے اچک لیا پس وہ ان کے حواصل میں ٹکڑے ہو کر پہنچ گیا۔

تشبیہ مفرق:

مانیں تو ایمان کو بلندی میں آسمان سے تشبیہ دی اور شرک کرنے والے کو آسمان سے گرنے والے سے تشبیہ دی۔ ردی خواہشات کو مردار خور پرندوں سے۔ شیطان کو جو اس کو گمراہی میں ڈالتا ہے اس ہوا سے تشبیہ دی جو تیز چل کر ہر سامنے آنے والی چیز کو اٹھا کر ہلاک کن گہرے کھڈوں میں ڈال دے۔

۳۲: ذٰلِكَ ای الامر ذٰلك (معاملہ یہی ہے) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (کہ جو آدمی دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ کرتا ہے) تعظیم شعائر سے حج کے نشانات جیسے ہدایا وغیرہ مراد ہیں۔ ان کے متعلق کو خوب موٹا تازہ، بیش قیمت، خوبصورت خریدنے کا حکم دیا۔ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پس یہ دلوں کے تقویٰ سے) یعنی شعائر کی تعظیم ان آدمیوں کے افعال میں سے ہے جو دلوں میں تقویٰ رکھتے ہیں تقدیر عبارت یہ ہے: **فان تعظيمها من افعال ذوی تقویٰ القلوب** یہ تمام مضاف حذف کر کے فقط دلوں کا ذکر کر دیا کیونکہ وہ تقویٰ کے مراکز ہیں۔

۳۳: لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لیے ان میں منافع ہیں) مثلاً ضرورت کے وقت سواری، ضرورت کے وقت دودھ کا استعمال اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ وقت تک) ذبح ہونے تک ثُمَّ مَحِلُّهَآ (پھر انکا مقام ذبح) پھر ان کی قربانی کے واجب ہونے کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (قدیم گھر کی طرف) اس سے مراد اس کا ذبح کرنا حدود حرم میں ہے جس کا حکم بیت اللہ والا ہے کیونکہ حرم تو بیت اللہ کے حریم ہی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں **بلغت البلد** حالانکہ تم تو اس کی حدود میں پہنچے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کرنا مقرر کر دیا تاکہ وہ ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں اللہ کا نام ذکر

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ

کریں' سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کے فرمانبردار بنو' اور جو لوگ عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو جن کا یہ حال ہے

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى

کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں اور نمازیں قائم

الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

کرنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

دوسرا قول الشعائر سے تمام مناسک حج مراد ہیں۔ اور ان کی تعظیم سے مراد ان کی تکمیل ہے۔ مگر مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اس مفہوم کا انکار کرتا ہے۔

ہم نے منسک بنایا:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ (اور ہر ایک امت کیلئے ایک جماعت مؤمنہ ہے جو تم سے پہلے ہوئے۔ جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے ایک منسک بنایا)۔
قراءت: مَنسکا جہاں بھی آئے وہاں سین کے کسرہ کے ساتھ آئے گا۔ معنی موضع ہوگا۔ علی وحمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی قربانی کی جگہ اور دیگر نے مصدر کیوجہ سے مفتوح پڑھا مَنْسَكًا خون بہانا۔ قربانی کو ذبح کرنا۔ لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں) اور کسی کا نہ لیں۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں) ذبح اور نحر کرنے کے وقت فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پس تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے) ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔
مَنْسَكًا: اس میں دلیل ہے کہ ذبیحہ پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ذبح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کیلئے یہ مقرر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے قربانی کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے تقریب کیلئے ذبح کریں اور اس میں علتِ ذبح قربانی کی اس کے نام لینے کو قرار دیا اللہ تعالیٰ کے نام کتنے مقدس ہیں۔ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا (اور اسی کی فرمانبرداری اختیار کرو) اس کا خاص ذکر کرو اور اس ذکر کو ملاوٹ سے بچا کر رکھو۔ شراکت کی ملاوٹ اس میں نہ ملاؤ۔

مخبت کون؟

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (اور تم خشوع وخضوع برتنے والوں کو خوشخبری دے دو) الْمُخْبِتِيْنَ اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن نمبر ۲۔ تواضع اور

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا

اور قربانی کے اونٹ اور گائیں جن کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے تمہارے لئے ان میں خیر ہے سو تم ان پر

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

اللہ کا نام لو جب قطار میں کھڑے ہوں' سو وہ جب اپنی کروٹوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور جو صبر کئے ہوئے ہو اسے اور جو سوالی بن کر آ جائے

وَالْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ

اس کو کھلاؤ' اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے

لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

ان کے گوشت اور ان کے خون' لیکن اس کے پاس تمہارا تقوی پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ

تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ ع

بلاشبہ اللہ ایمان والوں سے رفع فرما دے گا بلاشبہ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

الثلثہ ۳۵

خشوع کرنے والے یہ الخبت سے نکلا ہے اچھی زرخیز زمین۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ جو ظلم نہیں کرتے جب ان پر ظلم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی تفسیر بعد والی آیت میں ہے۔

۳۵: اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں) ہیبت کی وجہ سے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰي مَآ اَصَابَهُمْ (اور وہ صبر کرنے والے ہیں ان تکالیف پر جو ان کو پہنچتی ہیں) مصائب و مشقتیں وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ (اور وہ نمازوں کو قائم کرنے والے ہیں) ان کے اوقات پر وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو رزق ہم نے دیا اس میں وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔

۳۶: وَالْبُدْنَ (اور قربانی کے جانور) یہ جمع بدنة کی ہے اس کو بڑی جسامت کی وجہ سے بدنہ کہتے ہیں شرع میں اونٹ اور گائے ہر دو کو شامل ہے۔

قراءت: رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور وہ اس ارشاد کی طرح ہے والقمر قدّرنٰه [یٰسٓ:۳۹]

جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ (ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے دین کے خاص نشانات میں سے بنایا ہے) اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نشانات میں سے۔

بُدْنَ: اسم اللہ کی طرف اضافت اس کی تعظیم وتکریم کیلئے ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ (تمہارے لئے اس میں خیر ہے) دنیا میں فائدہ اور آخرت میں اجر فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا (پس تم ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو) ذبح ونحر کے وقت صَوَآفَّ (جبکہ وہ صف بستہ ہوں) ھا ضمیر سے حال ہے ای قائمات قد صففن ایدیھن وارجلھن اس حال میں کہ کھڑے کر کے صف میں ان کے اگلے اور پچھلے پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا (جب ان کے پہلو زمین پر گر پڑیں) وجوب الجنوب زمین پر گرنے کو کہتے ہیں۔ یہ وجب الحائط وجبة سے لیا گیا ہے جبکہ وہ گر جائے۔ جبکہ نحر کے بعد ان کے پہلو زمین پر آرہیں اور حرکت ختم ہو جائے۔ فَكُلُوْا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) اگر تم چاہو۔ وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ (اور قناعت کرنے والے سائل کو کھلاؤ) مراد سائل ہے یہ قنعت الیہ جب کہ عاجزی کی جائے اور سوال کیا جائے۔ قنوعاً سوال کرنا۔ وَالْمُعْتَرَّ (اور سوال کرنے والے کو) جو اپنا آپ تمہارے سامنے ظاہر کرے اور سامنے تو آئے مگر سوال نہ کرے۔ ایک قول جو کچھ اس کے پاس ہو اس پر راضی وخوش ہو۔ اور جو بلا سوال مل جائے اس پر اکتفاء کرے یہ قَنِعت قَنْعًا وقناعةً سے ماخوذ ہے اور المعترّ جو سوال کیلئے دست درازی کرے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) جیسا کہ ہم نے ان کے ذبح کا حکم دیا اسی طرح ان کو تمہارے قابو میں دیا۔ نمبر۲۔ یہ ذٰلك من یعظم [الحج:۳۰] کی طرح ہے پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا سَخَّرْنَا هَا لَكُمْ یعنی ان کے عظیم الجثہ اور طاقتور ہونے کے باوجود ان کو تمہارے تابع کر دیا ہے۔ تاکہ تمہیں ان کے ذبح پر قدرت حاصل ہو۔ لعلکم تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکریہ ادا کرو) تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات جو تم پر کئے گئے ہیں شکریہ ادا کرو۔

فلسفۂ قربانی:

۳۷: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (ہرگز اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ گوشت وخون کو قبول نہیں کرتے بلکہ تقویٰ قبول کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ صدقہ کے گوشت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو نہیں پہنچتے۔ اور نہ ہی ذبح کے ذریعہ بہائے ہوئے خون۔ مراد یہ ہے کہ گوشت وخون والے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو گوشت وخون سے راضی نہیں کر سکتے جب تک وہ نیت کی نگہبانی اور اخلاص اور تقویٰ کی دیگر شروط کا لحاظ نہ کریں۔

ایک قول یہ ہے جب اہل جاہلیت اونٹوں کو ذبح کرتے تو خون بیت اللہ کے گرد انڈیلتے اور خون اس کی دیواروں پر لگاتے۔ جب مسلمانوں نے حج کیا تو اس کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) یعنی قربانی کے اونٹوں کو لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑھائی بیان کرو) ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ نمبر۲۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (جیسا اس نے تمہیں توفیق دی) اس کی طرح کشاں کشاں چلا دیا۔ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (اور مخلصوں کو خوشخبری دے دو) ثواب کے ساتھ

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا' اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے' یہ لوگ

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

اپنے گھروں سے ناحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے' اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض لوگوں کو

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا

بعض کے ذریعہ دفع فرماتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے

اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ

اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دیئے جاتے' اور یہ بات ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے' بلاشبہ اللہ قوی ہے غلبہ والا ہے' یہ ایسے لوگ ہیں کہ

مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ

اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں' اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے

الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

روکیں' اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس کے احکام کی تعمیل کرنے والے۔

مدافعت کا وعدہ:

۳۸: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہٹائے گا۔)

قراءت: مکی و بصری نے يَدْفَعُ پڑھا اور دیگر نے يدافع پڑھا۔ جس کا معنی مدافعت میں مبالغہ کرے گا۔

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ایمان والوں سے) یعنی مسلمانوں سے کفار کی دغابازی کو اور اس کی مثل دوسری آیت ہے انا لننصر رسلنا والذین امنوا [غافر:۵۱] پھر اس ارشاد میں اس کی تعلیل بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہر خائن سے) جو اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرنے والا ہو۔ كَفُوْرٍ (ناشکر گزار) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا کیونکہ وہ ان کے مخالف کو پسند نہیں کرتا اور وہ خائن کفار ہیں اور اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت برتنے والے اور اپنی امانات میں خیانت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر اور ناقدری کرنے والے ہیں۔

۳۹: اُذِنَ (ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی)

قراءت: مدنی، بصری، عاصم کی قراءت میں اسی طرح پڑھا گیا ہے۔
لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ (ان لوگوں کو جس سے لڑائی کی جاتی ہے)۔

اجازتِ قتال اور اس کے اسباب:

قراءت: تاء کے فتحہ کے ساتھ مدنی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے ان کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی۔ جس کی اجازت دی اس کو حذف کر دیا کیونکہ یقاتلون اس پر دلالت کر رہا ہے۔
بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کے مظلوم ہونے کی وجہ سے اور اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں۔ مشرکین ان کو بڑی ایذائیں دیتے تھے۔ وہ رسول ﷺ کی خدمت میں مضروب، زخمی سر، مظلومیت کی فریاد کرتے ہوئے آتے۔ آپ ﷺ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے صبر کرو۔
ابھی تک مجھے قتال کی اجازت نہیں ملی۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم ہوا۔ پھر یہ آیت اتری۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں قتال کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اس سے قبل ستر سے زائد آیات میں ممانعت کی گئی تھی۔ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ (اور بے شک اللہ تعالیٰ کو ان کی مدد پر قدرت حاصل ہے) ایمان والوں کی مدد پر لَقَدِيْرُ (البتہ قدرت والے ہیں) قادر مطلق ہیں۔ اس میں ایمان والوں کی نصرت و مدد کی بشارت دی گئی ہے اور یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ان الله يدافع عن الذين اٰمنوا [الحج:۳۸]
۴۰: اَلَّذِيْنَ (وہ لوگ)
نحو: یہ محل جر میں للذین سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ ھم مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (جن کو ان کے گھروں سے نکالا گیا) مکہ سے بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (ناحق سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) یعنی اور کوئی وجہ نہیں سوائے توحید کے جو کہ اس لائق ہے کہ ان کو پکا ٹھکانہ دیا جائے نہ کہ ان کو نکال باہر کیا جائے۔ اور دوسری آیت اسی کی مثل ہے۔ هل تنقمون منا الا ان اٰمنا بالله [المائدہ:۵۹]
نحو: ان یقولوا محلاً مجرور ہے کیونکہ حق سے بدل ہے مطلب یہ ہے ان کو ان کی بات کی وجہ سے گھروں سے نکالا گیا ہے۔
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ بعض کو دفع نہ کرتا)
قراءت: مدنی و یعقوب نے دفاع پڑھا ہے۔
النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ (بعض سے تو گرا دیئے جاتے)
قراءت: حجازی قراء نے هُدِّمَتْ کو تخفیفِ دال سے پڑھا ہے۔
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ (درویشوں کی خانقاہیں اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مساجد) یعنی اگر تسلیطِ مسلمین کفار پر جہاد کے ذریعہ نہ کیا جاتا تو مشرکین مختلف ادیان والے اپنے اپنے زمانہ میں عبادت گاہوں پر غلبہ پا کر ان کو گرا دیتے اور نہ کسی نصرانی کا گرجا بچتا اور نہ ان کے درویشوں کے گنبد باقی رہتے اور نہ ہی یہود کے تکیہ خانے اور کنائس چھوڑے جاتے بلکہ سب کو زمین بوس کر کے مٹا دیا جاتا۔

الکنیسۃ کو صلاۃ کہا کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔اور نہ مسلمانوں کی مساجد قائم رہ سکتیں۔نمبر۲۔امت محمد ﷺ میں مشرکین کو مسلمانوں پر غلبہ ملے گا اور ان اہل کتاب پر بھی جو ان کی ذمہ داری میں ہیں۔اور فریقین کے عبادت خانے گرائے جائیں گے۔(یہ گویا پیشینگوئی ہے) غیر مساجد کو مساجد سے مقدم اس لئے کیا گیا کیونکہ انکا زمانہ مقدم تھا نمبر۲۔انکا گرایا جانے کا زمانہ قریب تھا۔

یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا (ان میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے) مساجد میں نمبر۲۔تمام میں اپنے اپنے زمانہ میں جبکہ صحیح تعلیمات ان کے ہاں تھیں (ورنہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ذکر ونام کی کوئی چیز وہاں نہیں) وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کی امداد کریں گے جو اس کی مدد کرتے ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے فرمانبرداروں کی مدد کرنے والے ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ طاقت ور ہیں) اپنے اولیاء کی مدد پر عَزِیْزٌ (زبردست ہیں) اپنے دشمنوں سے انتقام کے سلسلہ میں۔

مہاجرین کو اقتصادی خوشخبری:

۴۱: اَلَّذِیْنَ　جَرّ : یہ من یَنْصُرُهٗ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔نمبر۲۔للذین اُخْرِجُوْا کا تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (وہ کہ جب ہم ان کو زمین میں اقتدار عطاء کریں گے تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے) اس آیت میں سیرتِ مہاجرین کے متعلق خبر دی کہ عنقریب ہم ان کو اقتدار دیں گے تو ان سے یہ امور وقوع پذیر ہونگے۔اور ان کے لئے دنیا کے خزانے کھول دیئے جائیں گے اور وہ دین کے امور کو کس کیفیت سے انجام دیں گے۔

خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت کی یہ دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمکین فی الارض عنایت فرمائی اور انہوں نے دین کو سیرت عادلہ کے ساتھ نافذ کیا۔قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اس سے مراد امت محمد ﷺ (پھر بھی صحابہ کرام جو مقدمۂ امت ہیں وہ اس کے اولین مصداق ہیں: مترجم) وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (اور تمام امور کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) اس کے حکم کی طرف لوٹتا ہے اور اس کی تقدیر پر اختتام پذیر ہوتا ہے اولیاء کو غلبہ دینے اور ان کی بات کے بلند کرنے کی تاکید مزید ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم ' اورعاد ' اور ثمود ' اور ابراہیم کی قوم'

وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ

اور لوط کی قوم' اور مدین والے جھٹلا چکے ہیں' اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

سو کیسا تھا میرا عذاب' سوکتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جو ظلم کرنے والی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری

عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ

پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بیکار ہیں' اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنائے ہوئے تھے' کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ انکے

قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

ایسے دل ہوتے جن کے ذریعہ سمجھتے اور ایسے کان ہوتے جن کے ذریعہ سنتے سو بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن

تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ

دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں' اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے

اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ

وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا' اور بلاشبہ آپ کے رب کے نزدیک ایک ایسا دن ہے جو تم لوگوں کے شمار کے مطابق ایک سال کے برابر ہوگا' اور کتنی ہی

قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع ۳

بستیاں تھیں جن کو میں نے مہلت دی اس حال میں کہ ظلم کرنے والے تھے پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

۴۲: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ کی مسلسل تکذیب پر تسلی دی یعنی آپ تکذیب میں اکیلے نہیں ہیں۔ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (پس جھٹلایا ان سے قبل) قریشِ مکہ سے قبل قَوْمُ نُوْحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّعَادٌ (قوم عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّ ثَمُوْدُ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو۔

سابقہ اقوام کے حالات سے عبرت پکڑو:

۴۳: وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ (اور قوم ابراہیم علیہ السلام نے) ابراہیم علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو

۴۴: وَ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ (اور اصحاب مدین نے) شعیب علیہ السلام کو وَ کُذِّبَ مُوْسٰی (اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا) ان کو فرعون اور قبطیوں نے جھٹلایا۔

سوال: یہاں قوم موسیٰ نہیں کہا؟

جواب: کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا قوم کے علاوہ دیگر قوم نے جھٹلایا۔ نمبر۲۔ گویا ہر قوم کی طرف سے تکذیب رسل کا ذکر کر کے فرمایا و کذب موسیٰ ایضًا مع وضوح ایاته واضح آیات کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا۔ اور ان کے معجزات ظاہر ہو چکے مگر وہ جھٹلانے سے باز نہ رہے۔ پس اور کے متعلق کیا کہو گے؟ خود سوچ لو۔ فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ (پس میں نے کفار کو مہلت دی) ان کی سزا کو مؤخر کیا اور ان کو مہلت دی۔ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ (پھر میں نے ان کو پکڑا) ان کے کفر پر ان کو سزا دی فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ (پس میرا انکار کیا رہا۔) یعنی میرا انکار اور میری تبدیلی جبکہ میں نے انعامات کی جگہ عذاب اتارے اور دنیا کی زندگی میں ہلاکت دے دی اور آبادی کی جگہ بربادی بدل دی۔

قراءت: یعقوب نے وصل ووقف میں یاء کے ساتھ نکیری پڑھا ہے۔

۴۵: فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (بہت سی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

قراءت: بصری نے اهلکتُها پڑھا ہے۔

وَهِیَ ظَالِمَةٌ (کیونکہ وہ ظالم تھیں)

نحو: یہ حال ہے یعنی ان بستیوں والے مشرک تھے۔ فَهِیَ خَاوِیَةٌ (پس وہ گرنے والی ہیں) یہ خوی النجم سے بنا ہے جبکہ ستارہ گرے۔ عَلٰی عُرُوْشِهَا (اپنے چھتوں پر) یہ خاویۃ کے متعلق ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی چھتوں پر گرنے والی ہیں۔ یعنی ان کی چھتیں زمین بوس ہوئیں پھر دیواریں گریں اور وہ چھتوں پر جا پڑیں۔

نحو: فهی خاویة اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ اس کا عطف اهلکنا ها پر ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔ یہ ترکیب اس وقت ہے جبکہ كَاَیِّنْ کو محلاً منصوب مانیں اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ کثیرًا من القریٰ اهلکنا ها ۔ بہت سی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ (اور بیکار کنوئیں) ڈول و رسّی نہ ڈالنے کی وجہ سے متروک ہو چکے اور ان کی مرمت وغیرہ ترک کر دی گئی۔ نمبر۲۔ ان میں پانی موجود اور آلات سقایہ بھی موجود ہیں مگر وہ معطل ہو چکے ان کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ ان کے آباد کار ہلاک ہو چکے۔ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ (اور مضبوط محلات) چونا گچ الشید چونے کو کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کی عمارات بلند ہوں۔ اس صورت میں یہ شاد البناء ای رفعه اس نے عمارت کو بلند کیا سے لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور کتنے کنویں بے کار کر دیے گئے اور کتنے مضبوط محلات ہیں جن کو ان کے باسیوں سے ہم نے خالی کروالیا۔ یعنی ہم نے ہلاکت میں شہری و دیہاتی کسی کو نہ چھوڑا۔ محلات اپنے سکان سے خالی اور کنوئیں اپنے گھاٹ پر اترنے والوں سے فارغ۔

قول فیصل یہاں قصر و بئر سے عام مراد لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کسی تخصیص کی چنداں حاجت نہیں۔

۴۶: اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں) اس میں سفر پر آمادہ کیا گیا تا کہ ان لوگوں کے بچھڑنے کے مقامات ملاحظہ ہوں جن کو کفر باللہ کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا اور یہ لوگ ان آثار کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کریں۔ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (پس ان کے دل ایسے ہوتے جن سے وہ ان امور کو سمجھتے یا ان کے کان ہوتے جن سے وہ سنتے) یعنی ان باتوں کو سمجھتے جن کو توحید وغیرہ میں سے سمجھنا ضروری ہے اور ان باتوں کو سنتے جن کا وحی میں سے سننا لازم ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (وہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ وہ دل کے نابینا ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں)

نحو: فانها میں ھا ضمیر قصہ ہے یا یہ ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر الابصار ہے۔ یعنی ماعميت ابصارهم عن الابصار بل قلوبهم عن الاعتبار۔ ان کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں بلکہ ان کے دل عبادت سے خالی ہیں۔ ہر انسان کی چار آنکھیں ہیں۔ نمبر ا۔ دو آنکھیں اس کے سر میں اور دو آنکھیں اس کے دل میں۔ جب وہ دل کی آنکھ سے دیکھتا اور سر والی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اگر سر والی آنکھ سے دیکھتا اور دل والی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

صدور کا ذکر اس بات کی وضاحت کیلئے ہے کہ علم کا محل قلب ہے اور تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ اس دل سے مراد اور کوئی عضو ہے جیسا کہتے ہیں القلب لبٌّ لكل شئی۔

۴۷: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (وہ آپ سے اس عذاب کا نزول جلد مانگتے ہیں) استہزاء کے طور پر مؤخر عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) گویا اس طرح فرمایا: لِمَ يستعجلونك به ؟ وہ آپ سے کیونکر جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں؟ گویا وہ اس عذاب کے فوت ہونے کے قائل نہیں اور یہ بات تو اس کے متعلق جائز ہو سکتی تھی جو میعاد کی خلاف ورزی کرنے والا ہو حالانکہ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) اور وہ عذاب جس کا اس نے ان سے وعدہ فرمالیا وہ ضرور ان کو پہنچے گا خواہ کچھ وقت کے بعد ہی آجائے۔

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور بیشک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہے تمہاری گنتی کے مطابق)

قراءت: مکی، کوفی سوائے عاصم کے یعدّون پڑھتے ہیں۔ یعنی وہ عذاب کس طرح جلد طلب کرتے ہیں۔ جس ذات کے ہاں دن ایام عذاب میں سے تمہارے سالوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے کیونکہ تکالیف کے ایام طویل ہوا کرتے ہیں۔

۴۸: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ (اور بہت سی بستیوں والوں کو میں نے مہلت دی اور وہ بے جا حرکات کرنے والے تھے) یعنی بہت سے بستیوں والے ایسے گزرے ہیں جو تمہاری طرح ظلم کرنے والے تھے میں نے ان کو ایک وقت تک مہلت دی۔ ثُمَّ اَخَذْتُهَا (پھر میں نے ان کو عذاب کے ساتھ پکڑا) وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ (اور میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے) یعنی لوٹنا

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۹ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہارے لئے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں ' سو جن لوگوں نے نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۵۰ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

کئے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے' اور جن لوگوں نے عاجز کرنے کے لئے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۵۱

یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

میری طرف ہی ہے مجھ سے کوئی چیز فوت نہ ہوگی۔

سوال: اس صورت میں وَكَاَيِّنْ واؤ کے ساتھ ذکر کیا جبکہ پہلی صورت میں فَكَاَيِّنْ فاء کے ساتھ ذکر کیا؟

جواب: کیونکہ پہلا کاین فکیف کان نکیر [الحج:۴۴] کا بدل تھا۔ اور یہ دوسرا پہلے دو جملوں کا حکم رکھتا ہے جن کا عطف واؤ سے کیا گیا ہے وہ جملے یہ ہیں ولن یخلف اللہ وعدہ اوان یوما عند ربك [الحج:۴۷] ہے۔

۴۹: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (کہہ دیں! اے لوگو! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈرانے والا ہوں) یہاں بشیر و نذیر نہیں فرمایا کیونکہ فریقین کا تذکرہ بعد میں آرہا ہے کیونکہ سیاق کلام مشرکین کی طرف ہے اور یایھا الناس کہہ کر انہی سے تخاطب ہے اور انہی کے متعلق کہا گیا افلم یسیروا اور استعجال کے ساتھ ان کے حالات بیان کیے۔ اور ایمان والوں کے تذکرے اور ان کے ثواب کو درمیان میں گھسا دیا تا کہ وہ برانگیختہ ہوں۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح مان لیں۔ نذیر مبین و بشیر۔ پھر خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا۔

۵۰: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے بخشش ہے) گناہوں کی وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور عمدہ روزی) اچھی شاندار۔ پھر ڈرایا فرمایا۔

طعن کے لئے دوڑ دھوپ:

۵۱: وَالَّذِيْنَ سَعَوْا (اور وہ لوگ جو کوشش کرتے رہتے ہیں) سعی فی امر فلان: کسی معاملے میں دوڑ دھوپ کرنا تا کہ وہ اس معاملے کو بگاڑ دے جب کہ وہ اس کی کوشش سے بگڑتا ہو۔ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (ہماری آیات کے متعلق) یعنی قرآن مجید کے متعلق مُعٰجِزِيْنَ (تا کہ وہ عاجز کر دیں ہرا دیں)۔

نحو: یہ حال ہے

قراءت: مکی، ابوعمرو نے معجزین پڑھا ہے۔ اور عاجزہ سے سبقت کرنا مراد ہے۔ گویا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ساتھ ملنے سے عاجز کرنے کا طلبگار ہے۔ جب ایک ان میں سے آگے بڑھ جاتا ہے تو کہتے ہیں اعجزہ، عجزہ، مطلب یہ ہے کہ وہ اسے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ

اور آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ ڈال

اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

دیا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ختم کر دیتا ہے پھر اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے' اور اللہ علیم ہے

حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

حکیم ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے

وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

اور جن کے دل سخت ہیں' اور بلاشبہ ظلم کرنے والے دور کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں' اور تاکہ وہ لوگ زیادہ یقین کرلیں

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ

جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے' پھر ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر ان کے دل اس کی طرف اور بھی جھک جائیں'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ

مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

برابر اس کی طرف سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے یا ان کے پاس کسی ایسے دن کا عذاب آجائے جس میں کوئی خیر نہ ہو'

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

اس روز بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہو گی وہ ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمت کے

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع ۷ ۹ ۱۴

باغوں میں ہوں گے' اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا سو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

معانی میں طعن و تشنیع کی خاطر بگھاڑنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ کبھی تو سحر کہتے ہیں اور کبھی شعر اور بار دیگر اساطیر کا نام دھرتے ہیں اور اپنے خیال میں اس اندازہ کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کی توقعات یہ ہیں کہ اسلام کے سلسلہ میں ان کی تدابیر کامیاب ہونگی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (یہ لوگ جہنمی ہیں) بھڑکتی آگ والے ہیں۔

تمنی قراءت کے معنی میں ہے:

۵۲: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ (اے محمد ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا) مِّن ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ مِّن رسول میں مِنْ زائدہ ہے۔ جو تاکید نفی کیلئے بڑھادیا گیا ہے۔ وَّلَا نَبِيٍّ (اور نہ کوئی نبی)

مَنْسِيَنَّلَهٗ: یہ آیت رسول اور نبی کے معنی میں تغایر کی دلیل ہے۔ بخلاف ان حضرات کے جو ان کو ایک کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مائة الف واربعة عشرون الفاً پھر سوال کیا گیا ان میں رسل کی تعداد کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا ثلاث مائة وثلاثة عشر [رواه ابن حبان: ۳۶۱۔ ابو نعیم فی الحلیه ۱/۱۶۶]

دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جس نے معجزہ اور کتاب منزل کو جمع کرلیا ہو۔ نبی وہ ہے جس پر کتاب نہ اترے۔ اس کو پہلی شریعت کی طرف دعوت دینے کا حکم ہو۔ ایک اور قول یہ ہے رسول شرع کا واضع ہوتا ہے اور نبی دوسری شریعت کا حافظ ونگران ہوتا ہے۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى (مگر جب اس نے پڑھا) تمنّٰی کا معنی قراءت حضرت حسان بن ثابت کے اس شعر میں ہے۔

تمنٰی کتاب الله اول لیلة ☆ تمنی داود الزبور علی رِسْلِ

وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو شروع رات میں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہے جیسے داؤد زبور کی تلاوت کرتے تھے۔

اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں مداخلت کی) امنیۃ سے تلاوت مراد ہے مفسرین کرام نے کہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو آواز دی تاکہ سورۃ النجم کی تلاوت ان کو سنائیں۔ جب آپ ومناة الثالثة الاخرى پر پہنچے تو زبان پر جاری ہوا۔ تلك الغرانيق العلى۔ وان شفاعتهن لترتجى [1]۔ مگر آپ کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عصمت نے آلیا اور اس پر متنبہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متنبہ کیا آپ کو اطلاع دی کہ یہ شیطان کی شرارت تھی۔ مگر یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ نے جان بوجھ کر یہ کلام کیا ہو اور یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ کفر ہے اور آپ کی بعثت بتوں کی مذمت کیلئے کی گئی نہ کہ ان کی تعریف کرنے والا بنا کر بھیجا۔ نمبر۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شیطان نے نبی اکرم ﷺ کی زبان پر جبراً جاری کردیا ہو کہ آپ اس کو نہ روک سکے ہوں اور یہ بھی ناممکن ہے شیطان جبراً کسی بات کو دوسرے کی زبان پر بھی جاری نہیں کرسکتا۔ ارشاد الٰہی ہے۔ ان عبادی ليس لك عليهم سلطان [الاسراء: ۶۵] تو آپ ﷺ کے حق میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

نمبر۳۔ تیسری صورت آپ کی زبان پر بھول وغفلت سے جاری ہوگئی ہو مگر یہ بھی مردود ہے کیونکہ اس قسم کی غفلت وبھول تبلیغِ وحی کے موقع پر آپ کے متعلق جائز نہیں ہے اگر اس کو جائز قرار دے دیا جائے تو آپ کی بات پر اعتماد باطل ہوجاتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق خود فرمایا لا یاتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه [فصلت: ۴۲] اور فرمایا انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون [الحجر: ۹]

جب یہ تمام وجوہ باطل ٹھہریں تو اب ایک صورت صرف باقی رہ گئی وہ یہ کہ آپ ﷺ و مناۃ الثالثۃ الاخری کہہ کر خاموش ہوگئے تو شیطان نے یہ کلمات نبی اکرم ﷺ کی قراءت سے متصلاً آواز ملا کر کہہ دیئے تو بعض کے خیال میں آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے (نعوذ باللہ) یہ کلمات کہے ہیں۔ پس یہ القاء فی قراءۃ النبی ﷺ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں شیطان کلام کرتا تھا اور اس کا کلام لوگ سنتے تھے روایت میں وارد ہے کہ شیطان نے احد کے دن آواز دی۔ الا ان محمدا قد قتل ۔ اور اسی طرح بدر کے دن مشرکین کو سراقہ کی شکل میں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لاغالب لکم الیوم من الناس و انی جارٌ لکم [الانفال:۴۸]

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ (اللہ تعالیٰ شیطان کے شبہات کو نابود کر دیتا ہے) ختم کر دیتا اور بے کار کر دیتا ہے اور اطلاع دے دیتا ہے یہ شیطان کی شرارت اور وسوسہ ہے۔ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (پھر آیات کو قائم رکھتا ہے) اور شیطان کی طرف سے اس میں اضافہ ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے) جو ان سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتاری ہوتی ہے اور جو شیطان کا مقصود ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس حقیقت کو منکشف کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور زائل کر کے ارادۂ شیطانی کو ناکام بنا دیتا ہے۔ پھر ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش وامتحان ہے فرمایا۔

۵۳: لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً (تا کہ شیطان کے شبہات کو اللہ تعالیٰ آزمائش بنا دے) آزمائش ومصیبت لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک ونفاق ہے۔ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (اور جن کے دل سخت ہیں) یعنی مشرک اور مکذب لوگ مراد ہیں۔ اس سے انکا شک اور ظلمت بڑھ جاتا ہے وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ (اور بلاشبہ ظالم) منافق ومشرک لوگ۔

نکتہ: یہ اصل میں اِنّھم تھا مگر ضمیر کی جگہ اسم ظاہر الظالمین لائے تا کہ ان کی ناحق کوشی کی صراحت ہو جائے اور ظالم ہونا پختہ ہو جائے لَفِيْ شِقَاقٍ (البتہ ضد میں ہیں) مخالفت بَعِيْدٍ (دور کی) جو حق سے بہت دور ہے۔

۵۴: وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور تا کہ علم والے جان لیں) جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین اور آیات کا علم ملا ہے۔ اَنَّهُ (کہ یہ) قرآن الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ (برحق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے پس وہ اس قرآن پر یقین کریں) فَتُخْبِتَ (پس عاجزی کریں) مطمئن ہو جائیں۔ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اس کے لئے ان کے دل اور بیشک اللہ ایمان والوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں سیدھے راستے کی طرف) پس وہ دین میں متشابہ آیات کی تاویلات صحیحہ کرتے ہیں اور جو ان پر اشکال پیدا کرے۔ اس کا صحیح محل تلاش کرتے ہیں۔ جس کا تقاضہ محکمات کے اصول کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کو کوئی حیرت بھی نہیں آئی اور نہ ان کو کوئی اشتباہ پیش آیا ہے۔

کفار کی ضد بازی:

۵۵: وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ (اور کافر ہمیشہ شک میں پڑے رہیں گے) مِّنْهُ (اس کے متعلق) قرآن مجید کے متعلق یا صراط مستقیم کے متعلق حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (یہاں تک کہ قیامت ان کے پاس اچانک آن پہنچے۔) اور اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ یا ان پر کسی بے برکت دن کا عذاب اتر پڑے) یعنی بدر کے دن، وہ عقیم اس لحاظ سے کہ کافروں کو اس میں کوئی

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کئے گئے یا طبعی موت سے وفات پا گئے اللہ انہیں ضرور ضرور اچھا رزق عطا

حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ

فرمائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ خیر الرازقین ہے' وہ انہیں ضرور ضرور ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

اور بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا ہے' بہت حلم والا ہے' یہ بات یوں ہی ہوگی اور جو شخص اس قدر بدلہ لے' جس قدر اسے تکلیف پہنچائی گئی

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

پھر اس پر زیادتی کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

کشادگی میسر نہیں ہوئی یا راحت نہیں پہنچی جیسا کہ الریح العقیم سے کوئی خیر فصلوں اور انسان کو نہیں ملتی۔ نمبر۳۔ عقیم کا معنی سخت دن تھا۔ اس میں رحمت نہ تھی۔ نمبر۴۔ معاملے کی شدت کی وجہ سے وہ دن بے مثل تھا۔ چونکہ ملائکہ بھی قتال میں شریک تھے۔ قول ضحاک رحمۃ اللہ علیہ: اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور السَّاعة سے اس صورت میں مقدمات قیامت مراد لیے جائیں گے۔

۵۶: اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ (بادشاہی اس دن) یعنی یوم سے قیامت کا دن مراد ہے اور تنوین اس کی جملہ کے عوض ہے ای یوم یومنون یایوم تنزول مریتھم اس دن یہ ایمان لائیں گے یا اس دن انکا شک دور ہوگا۔ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوگا۔) اس میں کوئی بھی منازعت کرنے والا نہ ہوگا۔ (ظاہر بادشاہتیں بھی نہ ہونگی) يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (وہ ان کے مابین فیصلے کرے گا) پھر ان میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس ارشاد میں ذکر فرمایا فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے وہ نعمتوں والی جنتوں میں ہونگے)

۵۷: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔)

ربط: پھر اللہ تعالیٰ نے فریق اول میں سے ایک فریق کو اپنے فضل سے خاص کیا اور فرمایا۔

بلا مثال پیدا کرنے والا بلا ملال دے گا:

۵۸: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی) وہ اپنے اوطان سے جہاد کرنے کیلئے نکلے ہیں۔ ثُمَّ قُتِلُوْا (پھر وہ قتل کر دیئے گئے) جہاد میں۔

قراءت: شامی نے قُتِّلُوْا پڑھا ہے۔ اَوْ مَاتُوْا (یا طبعی موت آگئی) لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا (اللہ تعالیٰ ضرور ان کو رزق

حسن سے نوازیں گے) ایک قول یہ ہے رزق حسن وہ ہے جو کبھی بھی منقطع نہ ہو۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق عنایت فرمانے والے ہیں) کیونکہ وہ بلا مثال مخلوق کو ایجاد کرنے والے ہیں۔اور تمام کے رزق کی بلا ملال کفالت کرنے والے ہیں۔

۵۹: لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا (ضرور وہ ان کو ایسے مقام میں داخل فرمائے گا)

قراءت: مدنی نے مَدْخَلاً پڑھا ہے اس سے مراد جنت ہے۔يَّرْضَوْنَهٗ (جس کو وہ پسند کرتے ہیں) کیونکہ اس میں وہ چیزیں ہیں جو نفس کو پسند ہیں اور جن سے آنکھیں لذت اندوز ہوتی ہے۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور جاننے والے ہیں) ان کے حالات کو جنہوں نے جہاد میں اپنا وقت پورا کیا اور وہ فوت ہونے والے جو آس لگائے بیٹھے تھے مگر زندگی نے وفاء نہ کی۔ حَلِيْمٌ (حوصلہ والے ہیں) اس کو بھی مہلت دیتے ہیں جو ان سے عناد کے ساتھ قتال کرتا ہے۔

شانِ نزول: روایت میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ لوگ جو شہید ہو گئے ان کے متعلق تو ہم جانتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا خیر ملے گی۔اور ہم آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہیں جیسے وہ شریک ہوتے تھے۔اگر ہم مر جائیں تو ہمیں کیا ملے گا۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیات اتار دیں۔

۶۰: ذٰلِكَ ای الامر ذٰلك (معاملہ یہی ہے۔) اس کے بعد والا جملہ مستانفہ ہے۔وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَاعُوْقِبَ بِهٖ (جو شخص دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی اس کو دی گئی) ابتدائے جزاء کو عقوبت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ عقوبت سے سبب کی نسبت سے ملی ہوئی ہے اور یہ اس کے نتیجے میں ہوا۔ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ (پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ضرور مدد دے گا) جس نے اتنی سزا دی جتنی زیادتی اس سے ہوئی۔پھر اس کے بعد اس پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق بن گیا کہ اس کی مدد کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ (بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں) وہ گناہوں کے آثار کو بھی مٹا دیتے ہیں۔غَفُوْرٌ (بخشنے والے ہیں) کہ متنوع اقسام کے گناہ وعیوب چھپاتے ہیں۔

آیت کے سیاق کے مطابق دو آیات میں تقریب اس طرح ہو سکتی ہے کہ معاقب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی طرح عقوبت اس ارشاد کے ساتھ **فمن عفا واصلح فاجره علی الله** [الشوریٰ:۴۰]

وان تعفوا اقرب للتقوٰی [البقرہ:۲۳۷] پس ان باتوں نے اس میں کوئی اثر نہ کیا اور اس نے بدلہ لیا تو وہ افضلیت کا تارک ہوگا۔وہ دوسری مرتبہ میں اپنی نصرت کا ضامن ہے۔جبکہ اس نے عفو کو ترک کیا اور باغی سے انتقام لیا اور اس کے باوجود اس پر جو بہتر ہے اس کو یہ دونوں صفات ذکر کر کے تعریض کی جائے گی۔نمبر۲۔عفو ومغفرت کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کہ اس کو سزا پر قدرت ہے عفو کی صفت اسی کیلئے ثابت اور بیان کی جا سکتی ہے جو اس کے عکس پر قدرت رکھتا ہو۔جیسا محاورہ ہے: **العفو عند۔**

[القدرة]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ

یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

دیکھنے والا اور سننے والا ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو دوسروں کو پکارتے ہیں وہ

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

باطل ہیں' اور اللہ برتر ہے بڑا ہے' اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾

پانی اتارا پھر زمین ہری بھری ہو گئی' بلاشبہ اللہ بہت مہربان ہے خبر رکھنے والا ہے'

نمونہ ہائے قدرت:

۶۱: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے اور دیکھنے والے ہیں) یعنی یہ مظلوم کی مدد اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کی آیاتِ قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی اس میں اس کا اضافہ کر دیتا ہے۔ اور اس کا اس میں اضافہ نمبر ۲۔ اس وجہ سے کہ وہ دن رات کا خالق ہے اور ان میں تصرف وہی کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین کے مابین بندوں کے ہاتھوں سے جو خیر و شر انجام پاتا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں اسی طرح انصاف و سرکشی بھی۔ اور بیشک وہ سمیع (سننے والا) ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کو کسی بات کا سننا دوسرے کی بات سے مشغول نہیں کر سکتا خواہ ان میں آوازیں اور فنون و اقسام السنہ بھی مختلف کیوں نہ ہو۔ بصیر (وہ دیکھنے والے ہیں) ان تمام افعال کو جو وہ کرتے ہیں۔ راتوں میں کی جانے والی کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ خواہ یہ در پردہ اندھیر کیوں نہ ہو۔

۶۲: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ (اور یہ نصرت اس سبب سے یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہیں اور جن چیزوں کی) مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (اللہ تعالیٰ کے سوا یہ عبادت کرتے ہیں وہ بالکل باطل و بے حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ عراقی قراء نے مایدعون پڑھا ہے۔ ذلک الوصف یہ وصف اس وجہ سے یقینی ہے کیونکہ اس نے رات دن کو پیدا کیا اور جو کچھ ان میں ہو رہا ہے اس کا وہ احاطہ کرنے والا ہے اور ان کے مابین مخلوق کے افعال و اقوال کا اسے ادارک ہے کیونکہ

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۷ ۱۵

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اس کا ہے اور بلاشبہ اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے'

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے وہ سب کچھ مسخر فرمادیا جو زمین میں ہے' اور کشتی کو مسخر فرمادیا وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے

وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ

اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے' مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے

رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

نہایت رحم فرمانے والا ہے' اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ فرمائے گا' بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ثابت وحقیقی ہے اور جن کو لوگ آلھہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں وہ تمام باطل ہیں اور شان کے اعتبار سے کوئی چیز اس سے اعلیٰ نہیں اور غلبہ کے اعتبار سے اس سے کوئی بڑا نہیں۔

۶۳: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی اوپر سے اتارتا ہے) یعنی بارش کی صورت میں فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً (جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے) نباتات کے ذریعہ اس کے بعد کہ وہ سیاہ خشک تھی۔

لطیفہ نحویہ: تصبح صیغہ مضارع ہے۔ ماضی نہیں لایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ بارش کا اثر زمانہ درزمانہ باقی رہتا ہے جیسا کہتے ہیں۔ انعم علی فلان فاروحُ واغدو شاکرًا لهٗ میں صبح وشام اس کا شکرگزار رہونگا۔ اگر تم یوں کہتے فرحت، وغدوت، یہ مفہوم ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ البتہ تصبح کا لفظ مرفوع لایا گیا۔ استفہام کے جواب میں منصوب آنا چاہیے تھا وہ نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر منصوب لاتے تو مقصد باطل ہو جاتا ہے۔

وہ اس طرح کہ اس کا مطلب اخضرار کو ثابت کرنا ہے۔ اگر نصب لاتے تو اخضرار کی نفی ہو جاتی ہے جیسا تم اپنے دوست کو کہو۔ الم ترانی انعمت علیك فتشکرُ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس شکریہ ادا کرتے رہو۔ اور اگر تم تشکر نصب سے پڑھو تو تم نے اس کے شکریے کی نفی کی اور شکریہ نہ کرنے کی کوتاہی پر تم اس کا شکوہ کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس تم شکریہ کیوں ادا نہیں کرتے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ (بیشک اللہ تعالیٰ لطف والے ہیں) اس کا عمل یا فضل ہر چیز تک پہنچنے والا ہے۔ خَبِیْرٌ (مطلع ہیں) اپنی مخلوقات کے مصالح اور منافع سے۔ نمبر۲۔ اللطیف کا معنی دقیق تدابیر کے ساتھ خاص ہیں۔ اور الخبیر ہر قلیل وکثیر کا احاطہ کرنے والے ہیں۔

٦٤ : لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) ملکیت اور حاکمیت کے لحاظ سے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات سے بے نیاز ہے) آسمانوں اور زمین کے مابین سب کچھ فناء ہو جانے کے بعد اپنی کمالِ قدرت کے ساتھ وہ بے نیاز ہے۔ الْحَمِیْدُ وہ (مستحق ستائش ہے) آسمانوں اور زمین میں جو موجود ہیں ان سے قبل وہ اپنے انعامات کے سبب ذاتی طور پر محمود ہے۔ خواہ کوئی حمد کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

قدرت کے مزید نمونے:

٦٥ : اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ کہ زمین میں ہے) خشکی میں چوپائے تمہاری سواریوں کیلئے مطیع کر دیے گئے۔ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ (اور سمندر میں کشتیاں اور جہاز اسی کے حکم سے چلتے ہیں) یعنی بعض سواریاں سمندر میں چلنے والی ہیں۔

نَحْوُ : الفلك کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ اس کا عطف ما پر ہے اور تجری اس کا حال ہے تقدیر کلام یہ ہے سخر لكم الفلك فی حال جريها اور اس نے کشتیوں کو چلنے کی حالت میں مطیع کر دیا۔ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ (اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے) یعنی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں اس سے کہ وہ زمین پر گرے۔ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (مگر اس کے اذن سے) اس کے حکم سے یا اس کی مشیت سے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہیں) کہ زمین کی تمام اشیاء اس کے کام میں لگا دیں۔ رَّحِیْمٌ (مہربان ہیں) آسمان کو روکنے میں تاکہ وہ زمین پر نہ گر پڑے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انعامات کو نام بنام شمار کیا تاکہ انسان انکا شکریہ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کو مختلف صفات سے یاد کریں۔

قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسم اعظم ان آٹھ آیات میں ہے جو ان کو پڑھے گا اس کی دعا یقیناً قبول ہوگی۔

٦٦ : وَهُوَ الَّذِیْ اَحْیَاكُمْ (اور وہی تو ہے جس نے تمہیں زندگی عطا کی) تمہاری ماؤں کے رحموں میں ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ (پھر وہ تمہیں موت دے گا) جب تمہاری اجل مقررہ ختم ہو جائے گی۔ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) تاکہ تمہارا بدلہ دے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (بیشک انسان البتہ ناشکرا ہے) اس لئے کہ بے شمار قسم کی نعمتوں کا جو اس پر کی گئی ہیں شدت سے انکار کرنے والا ہے۔ اور بے شمار اقسام کے عذاب اس سے ہٹا لئے وہ پھر مرغ کی ایک ٹانگ ہانک رہا ہے۔

نمبر ۲۔ یہ نعمتِ پیدائش کو نہیں پہچان رہا جو کہ اس کا ابتدائی وجود ہے اور نہ یہ فناء کو جان رہا ہے جو کہ وعدہ مقررہ سے اس کو قریب کرنے والا ہے اور نہ یہ دوبارہ زندگی کو پہچان رہا جو مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ

ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کئے ہیں جن کے مطابق وہ عبادت کرتے تھے' سو اس امر میں وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں' اور آپ ان کو اپنے رب کی

رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

طرف بلاتے رہیں بلاشبہ آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھا راستہ ہے　　اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو

تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾

خوب جانتا ہے'　اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان چیزوں میں فیصلے فرما دے گا جن میں اختلافات کیا کرتے تھے'

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ

اے مخاطب کیا تجھے معلوم نہیں جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے　بلاشبہ اللہ اس سب کو جانتا ہے سب کچھ کتاب میں لکھا ہے'　بلاشبہ

ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٧٠﴾

یہ اللہ پر آسان ہے۔

ہر امت کی ایک شریعت:

۶۷: لِكُلِّ أُمَّةٍ (اور ہر امت کیلئے) اہل دین کیلئے جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے عبادت کا ایک طریق مقرر فرمایا) اس کی وضاحت اسی سورت میں گزری ہے یہاں دوبارہ اس کو ان لوگوں کی تردید کرنے کیلئے لایا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذبح کرنا اللہ تعالیٰ نے شروع نہیں فرمایا حالانکہ یہ تو ہر اُمت کی شریعت میں ہے۔ هُمْ نَاسِكُوهُ (جس کو وہ اختیار کرنے والے تھے) عمل کرنے والے تھے۔ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ (پس ہرگز وہ تم سے مجادلہ نہ کریں) مطلب یہ ہے۔ ان کی بات کی طرف مت دھیان دیں اور نہ ان کو موقعہ دیں کہ آپ سے مجادلہ کریں۔ فِي الْأَمْرِ (اس معاملے میں) ذبائح کا معاملہ مراد ہے یا دین کا معاملہ۔

شانِ نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے مسلمانوں پر یہ کہہ کر طعنہ زنی کی کہ تم تو اپنا مارا کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا نہیں کھاتے؟ یعنی مردار وَادْعُ (اور تم دعوت دو) لوگوں کو إِلَىٰ رَبِّكَ (اپنے رب کی طرف) اپنے رب کی عبادت کی طرف إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ (بیشک آپ ہی ہدایت کے سیدھے راستہ پر ہیں) مضبوط راستے پر۔

نکتہ: یہاں لکل امة کے ساتھ واؤ نہیں لائے جبکہ پہلے ولکل امة واؤ لائی گئی ہے کیونکہ وہ ان آیات کے ساتھ آئی ہے جہاں احکام حج کا تذکرہ ہے اس لئے ان پر عطف مناسب ہے اور یہ آیت ایسے مقام پر واقع ہے جو عبادات کے احکام سے متعلق نہیں۔ اس لئے عطف کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واؤ نہ لائی گئی۔

۶۸ : وَاِنْ جَادَلُوْكَ (اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں) ضد وتعنت کی بناء پر آپ سے جھگڑا کریں۔ جیسا کہ حمقاء کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود کہ آپ ان سے کبھی تنازع کی صورت نہ پیدا فرماتے تو حکم دیا۔ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا بخوبی علم ہے) ان سے جھگڑا میں نہ پڑیں بلکہ یہ بات کہہ کر مدافعت کریں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی بخوبی خبر ہے اور جو بدلہ اس پر تمہیں ملنے والا ہے اس سے بھی واقف ہیں پس وہ خود تمہیں بدلہ دیں گے یہ درحقیقت وعید اور انذار ہے لیکن نرم ورقیق انداز میں۔

مَنْسَكًا: اس میں یہ ادب سکھایا کہ ضدی آدمی سے کس طرح نپٹنا چاہئے۔ سبحان من ادب نبیّه باحسن الآداب۔

۶۹ : اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمہارے مابین ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے جن میں تم اختلاف کرتے تھے) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین اور کفار کو خطاب کیا کہ ثواب وعقاب کا فیصلہ حقیقی قیامت کے دن ہوگا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ان تکالیف پر تسلی دی گئی جو کفار کی طرف سے روز پیش آتی تھیں۔

۷۰ : اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو آسمان اور زمین میں ہے جانتے ہیں) یعنی کس طرح تمہارے اعمال اس سے مخفی رہ سکتے ہیں۔ علماء کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ آسمان وزمین میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک وہ) جو ان دونوں میں موجود ہے۔ فِيْ كِتٰبٍ (لوح محفوظ میں) مندرج ہے۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان تمام کا جاننا اس پر گراں نہیں بلکہ آسان ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی' اور نہ ان کے پاس ان کی کوئی

عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ

دلیل ہے' اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں' اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو خوب واضح ہیں تو اے مخاطب تو کافروں کے

فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ

چہروں میں ناگواری کو پہچان لے گا' قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے

اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمُ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ

ہیں' آپ فرما دیجئے کیا میں اس سے زیادہ ناگوار چیز نہ بتا دوں؟ وہ دوزخ ہے! جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ

كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹ ۸ ۱۶

فرمایا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

۷۱: یہاں سے کفار کی اس جہالت کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کے حقدار ہی نہیں ہیں۔ فرمایا: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی معبودیت کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری)

قراءت: يُنَزِّلْ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔ سلطانا حجت و برہان کو کہتے ہیں۔

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ (اور نہ ان کے پاس ان کی عبادت کے متعلق علم ہے) (یعنی عقلی دلیل نہیں ہے) یعنی عبادت میں نہ تو کسی آسمانی وحی کی دلیل سے استدلال کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی عقلی دلیل کو پیش کر سکتے ہیں۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) اور نہ ہی ایسے ظلم کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کا کوئی مددگار ہے جو ان کے مذہب کی تصویب و توثیق کرے۔

تلاوت پر کفار کا غصہ:

۷۲: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن مجید تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ (تو تم کفار کے چہروں پر انکار کو پہچانو گے) انکار جو ترش روئی اور کراہت سے پہچانا جاتا ہے۔ المنکر مصدر میمی ہے انکار کرنا۔ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ (قریب ہے کہ وہ حملہ آور ہو جائیں) یسطون پکڑ لیں۔ السطو: (کودنا اور پکڑنا)۔ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں پر جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں) یتلون کی ضمیر سے مراد نبی اکرم ﷺ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اے لوگو! ایک مثل بیان کی گئی ہے سو تم اسے دھیان سے سن لو ' بلاشبہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا

کرتے ہیں وہ ہرگز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لئے وہ سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے

لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

تو اسے چھڑا نہیں سکتے ' طالب بھی کمزور اور مطلوب بھی کمزور ' لوگوں نے اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا

قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۷۴

حق ہے بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا ہے زبردست ہے۔

اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ (کہہ دیں کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناگوار بتلا دوں) تمہارے اس غصہ سے جو تمہیں تلاوت کرنے والوں پر آتا ہے۔ اور ان پر حملہ آور ہونے سے یا جو تمہیں کراہت پہنچی ہے اور ضجر و اکتاہٹ اس تلاوت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اَلنَّارُ (وہ آگ ہے) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے گویا کہ کوئی اس طرح کہہ رہا ہے کہ وہ ناگوار ترین چیز کیا ہے؟ تو جواب آیا آگ یعنی وہ آگ ہے۔ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

معبودانِ باطلہ کی تحقیر:

۷۳: جب انکا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شرکاء تو عجیب وغریب اور مشہور ہونے میں ضرب الامثال کی طرح مشہور ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ (اے لوگو! بیان کی جاتی ہے) واضح کی جاتی ہے۔ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (ایک مثال تم اس کو غور سے سنو!) ہم یہ مثال بیان کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ (بیشک وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔)

قراءت: یعقوب اور سہل نے یَدعون پڑھا ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) بطور معبود لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (وہ ہرگز مکھی پیدا نہ کر سکیں گے)

نحو، صرف: نفی وتاکیدِ مستقبل کیلئے لَن استعمال ہوتا ہے اور اس کی مزید تاکید اس طرح بھی ہے کہ تخلیقِ ذباب ان سے ناممکن ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے محال ان یخلقوا انکا مکھی پیدا کرنا ناممکن ہے۔

سوال: یہاں مکھی کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب: ان کی توہین، تذلیل اور ضعف و کمزوری اور انتہائی گندگی ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ جو ایسی حقیر ذلیل چیز پر قدرت نہیں رکھتے وہ بڑی اعلیٰ چیز کیا بنا سکیں گے پس وہ معبود بننے کے حقدار نہیں ذباب کو ذباب کہنے کی وجہ جب اس کی گندگی کی وجہ سے اس کو بھگایا جائے تو استکبار کرتے ہوئے یہ واپس لوٹ آتی ہے۔ وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (اگر چہ وہ تمام اس کے لئے جمع ہو جائیں) مکھی کو پیدا کرنے کیلئے۔ یہ جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ حال ہے گویا تقدیر کلام یہ ہے **مستحیل منهم ان یخلقوا الذباب مشروطًا علیهم اجتماعهم جمیعًا لخلقه و تعاونهم علیه** ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ مکھی کو پیدا کریں ان کے ذمہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کی پیدائش کیلئے تمام جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں تب بھی تعاون کے باوجود وہ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ آیت قریش کی تجہیل کیلئے انتہائی بلیغ ہے جب انہوں نے الوہیت کو تصاویر و تماثیل کے ساتھ موصوف کیا جن کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے قلیل ترین پر بھی قدرت نہیں اگر چہ وہ تمام جمع ہوں۔ (حالانکہ الوہیت کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام مقدورات پر اقتدار و قبضہ اور ان کے متعلق تمام معلومات کا احاطہ ضروری ہے) اسی لئے فرمایا وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا (اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے)

نحو: شیئًا یہ **یسلبهم** کا دوسرا مفعول ہے۔

لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (وہ اس سے چھڑوا نہیں سکتے) یعنی یہ چھوٹی اور حقیر مخلوق اگر ان سے کوئی چیز اچک کر لے جائے اور وہ تمام اس کے لئے جمع ہوں تا کہ اس سے وہ چیز واپس چھڑوائیں تو اس پر ان کو قدرت نہ حاصل ہوگی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ اپنے بتوں پر زعفران ملتے اور ان کے سروں پر شہد جب مکھی اس سے لے جاتی تو وہ اس کے لینے سے تمام مل کر بھی عاجز تھے۔ ضَعُفَ الطَّالِبُ (کمزور ہے چاہنے والا) یعنی بت کیونکہ اس سے وہ مانگا جاتا ہے جو اس سے چھین لیا گیا۔ وَالْمَطْلُوْبُ (اور مطلوب) مکھی اس چیز کو طلب کرتی ہے جو اس نے چھیننا ہے۔ یہ اس طرح فرمایا گویا کہ کمزوری میں وہ اور مکھی برابر ہیں۔ اور اگر تحقیق کی نگاہ ڈالی جائے تو طالب بہت ہی زیادہ کمزور ہے بلکہ کمزور ترین ہے۔ اس لئے کہ مکھی تو حیوان ہے۔ اور وہ جماد اور وہ مغلوب مکھی غالب ہے۔

عاجز و عزیز کا مقابل کیسے؟

۷۴: مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ کا اندازہ ویسا نہیں کیا جیسا کرنا چاہیے) انہوں نے اس کو اس طرح نہیں پہچانا جیسا پہچاننا چاہیے تھا۔ وہ اس طرح کہ اس کمزور بت کو اس طرح شریک بنا ڈالا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست قوت والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ غالب اور قادر مطلق ہیں پھر کس طرح عاجز و مغلوب کو اس کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ اپنے اولیاء کی نصرت کی طاقت رکھتے ہیں۔ عزیز یعنی وہ زبردست ہیں ان کے دشمنوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ ج

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی' بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

وہ جانتا ہے کہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے' اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔ اے

اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ ج

ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'

السجدة

اصطفائے الٰہی:

۷۵: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ (اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے) چناؤ کر لیتا ہے۔ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (ملائکہ میں سے رسولوں کا) جیسے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ وَّ مِنَ النَّاسِ (اور انسانوں میں سے) رسول جیسے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم الصلاۃ والسلام۔ یہ درحقیقت اس بات کی تردید ہے جس کا انہوں نے انکار کیا تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہوسکتا۔ اور اس میں یہ بھی بیان فرمایا کہ رسولوں کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر۱۔ فرشتے۔ نمبر۲۔ انسان

دوسرا قول یہ ہے کہ اسوقت نازل ہوئی جب کفار نے کہا اء **نزل عليه الذكر من بيننا** [ص:۸] اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والے ہیں۔) بَصِيْرٌ (دیکھنے والے ہیں) اس کو جس کو اس نے اپنے پیغامات کے لیے منتخب کرنا ہے۔ یا رسولوں کے اقوال کو سننے والے ہیں۔ جس کو عقلیں قبول کرتی ہیں۔ بصیر وہ دیکھنے والے ہیں امتوں کے حالات کو قبولیت وردّ کے سلسلہ میں۔

۷۶: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (وہ جانتے ہیں اس کو جو ان کے سامنے ہے) یعنی گزر چکا وَمَا خَلْفَهُمْ (اور جو ان کے پیچھے ہے) جو ابھی نہیں آیا۔ یا نمبر۲۔ جو اعمال وہ حال میں کر رہے ہیں۔ اور جو مستقبل میں کریں گے۔ نمبر۳۔ ان کی دنیا کے معاملے کو اور انکی آخرت کے متعلق وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں) یعنی اس کی طرف تمام امور کا لوٹنا ہے اور وہ ذات جس میں یہ صفات پائی جائیں **لا يسئل عما يفعل** [الانبیاء:۲۳] اس سے اس بات کا سوال نہیں کیا جا سکتا جو وہ کرے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں اور اس کی تدابیر اور اختیار رسل پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے' اس نے تمہیں چن لیا اور اس نے دین میں

فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬

تنگی نہیں رکھی ' اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو' اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا

مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

اس سے پہلے اور اس قرآن میں' تاکہ رسول تمہارے بارے میں گواہ بن جائے اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ

النَّاسِ ۛۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

بن جاؤ ' سو نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو ' اور اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو وہ تمہارا مولیٰ ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰ ۱۷

سو وہ خوب مولیٰ ہے اور خوب مددگار ہے۔

اصولِ کامیابی:

۷۷: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو) اپنی نمازوں میں جب پہلے پہلے اسلام لائے تو وہ بلا رکوع وسجود کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ رکوع وسجود کیا کریں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں۔ اور یہ سجدہ نماز کا ہے۔ سجدۂ تلاوت نہیں ہے۔

وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (اور تم اپنے رب کی عبادت کرو) تم اپنے رکوع وسجود سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد کرو۔ نہ کہ بتوں کا وَافْعَلُوا الْخَيْرَ (اور بھلائی کے کام کرو) ایک قول یہ ہے جبکہ ذکر کو دیگر طاعات پر مقام ومرتبہ حاصل ہے تو اولاً ایمان والوں کو نماز کی طرف بلایا کہ نماز خالص ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واقم الصلوۃ لذکری [طہ:۱۴] پھر نماز کے علاوہ عبادت کی طرف بلایا۔ مثلاً روزہ، حج وغیرہ۔ پھر تمام دیگر طاعات کی طرف دعوت دی۔ دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد صلہ رحمی اور مکارم اخلاق ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو) نمبر۱۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ نمبر۲۔ تم یہ تمام اعمال کرو اس حالت میں کہ تم فلاح کی امید رکھنے والے ہو۔ یقین کر کے نہ بیٹھ جانے والے ہو۔ اور نہ تم اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے بیٹھنے والے ہو۔

۷۸: وَجَاهِدُوْا (اور تم جہاد کرو) اس میں غزوہ کا حکم دیا۔ نمبر۲۔ نفس وخواہشات سے جہاد کرو اور یہ جہاد اکبر ہے۔ نمبر۳۔ سچی بات ظالم حکمران کے سامنے کرنا۔ فِی اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی خاطر) اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اور اسی کے سبب سے۔ حَقَّ جِهَادِهٖ جیسا جہاد کا حق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرا جائے محاورہ میں کہا جاتا

ہے هو حق عالم وجدّ عالم ای عالم حقًا وجدًا (وہ زبردست عالم ہے) حق جهادهٖ اسی سے ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا حق الجهاد فیه یاحق جهاد کم فیه۔ حقیقی جہاد تمہارا اس میں ہے۔ لیکن اضافت ادنیٰ ملامست کی وجہ سے کردی جاتی ہے۔ اور اختصاص کی وجہ سے کردی جاتی ہے۔ جبکہ جہاد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے کیا جانا خاص تھا اور اس کی وجہ سے تھا تو اس کی اضافت اس کی طرف درست ہوئی اور ظروف کے اندر وسعت ہے جیسا کہتے ہیں ویوم شهدناه سُلیمًا و عامرًا۔ جس دن کہ ہم اس میں سلیم وعامر کے ساتھ حاضر ہوئے۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ (اسی نے تمہیں چنا ہے) تمہیں اپنے دین اور اس کی مدد ونصرت کیلئے چنا ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (اور اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں مقرر کی) حرج کا معنی تنگی۔ بلکہ اس نے تمام مکلفہ امور میں سہولیات فراہم کی ہیں۔ جیسے کہ طہارت، نماز، روزہ، حج، تیمم، ایماء، قصر، افطار جو سفر ومرض سے ہو۔ اور سواری نہ ہونے کی حالتوں وغیرہ میں آسانیاں ہیں۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے) تم اس کی اتباع کرو اپنے باپ کی ملت کی۔ نمبر۲۔ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے اعنی بالدین ملة ابیکم۔ میرے دین سے مراد تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا اگرچہ وہ تمام امت کے باپ نہیں ہیں کیونکہ وہ رسول ﷺ کے جدامجد ہیں۔ اور آپ امت کے بمنزلہ باپ ہیں۔ کیونکہ امت رسول اولاد کے حکم میں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انما انا لکم مثل الوالد (احمد، نسائی، ابن ماجہ) میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے۔ اس کی دلیل ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے: الله سما کم۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) پہلی کتب میں وَفِيْ هٰذَا (اور اس میں) قرآن میں یعنی تمہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور تمہارا یہ معزز نام رکھا۔

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں) کہ انہوں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (اور تم لوگوں پر گواہ بنو) رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت تمہارے ساتھ مخصوص کی ہے۔ اور تمہیں سب پر ترجیح دی ہے۔ تو فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (تو تم نماز کو اس کے فرائض کے ساتھ ادا کرو)۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور زکوۃ کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرو۔) وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (اور مضبوطی سے اللہ تعالیٰ کو تھام لو) یعنی اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل کرو۔ نہ کہ نماز وزکوۃ پر۔ هُوَ مَوْلٰىكُمْ (وہی تمہارا کارساز ہے) تمہارا مالک ہے اور مددگار اور تمہارے معاملات کا والی ہے۔ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى (وہ خوب کارساز ہے) تمہارے گناہوں کے باوجود رزق کو بند نہیں کیا۔ فاء سببیہ ہے جب اس کا کارساز ہونا ثابت ہوا تو بس وہی سب سے اعلیٰ کارساز ہے۔ وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (اور خوب مددگار ہے) یعنی مددگار وہی ہے کہ تمہاری اطاعت پر وہ اعانت فرمائے گا۔ اور وہ آدمی یقیناً کامیاب ہے جس کا وہ مولیٰ اور ناصر ہو۔

الحمد للہ آج بروز جمعۃ المبارک ۸ شوال ۱۴۲۳ھ بوقت نماز مغرب ترجمۂ سورت حج تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیات ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ

تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے

اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

اعراض کرنے والے ہیں اور جو ادائیگی زکوٰۃ کا کام کرنے والے ہیں ' اور جو اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت

حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾

کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جن کے وہ مالک ہوں۔ سو بلاشبہ وہ ان میں اپنی شرم کی جگہوں کو استعمال کرنے پر ملامت کئے ہوئے نہیں ہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سو جس نے اس کے علاوہ کچھ تلاش کیا تو وہ لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں ' اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی

رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ

رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو میراث پانے والے ہیں۔ جو

يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے)

۲: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (تحقیق فلاح پائی ان مؤمنون نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں)

ایمان والوں کی متوقع بشارت:

قَدْ اَفْلَحَ میں قد لمّا کی نقیض ہے۔ یہ متوقع کو ثابت کرتا ہے جبکہ لمّا اس کی نفی کرتا ہے مؤمن اس قسم کی بشارات کی توقع

رکھتے تھے۔اس میں ان کے لئے کامیابی کے ثابت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔اس لئے جس بات کی وہ توقع رکھتے تھے اسی کے ثبوت پر دلالت کے انداز سے خطاب کیا گیا۔الفلاح مطلوب کو پالینا اور خطرات سے بچ جانا۔یعنی انہوں نے اپنے مطالبے کو پالیا اور جن چیزوں سے وہ خائف تھے ان سے نجات پالی۔الایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور المؤمن تصدیق کرنے والا۔

شرع میں ایمان:

ہر وہ شخص جو شہادتین کا زبان سے اس حالت میں اقرار کرلے کہ اس کا دل اس کی زبان سے موافقت کرنے والا ہو۔وہ مؤمن کہلاتا ہے۔

قول رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر کے فرمایا بات کرو تو جنت نے کہا قد افلح المؤمنون تین مرتبہ کہا مجھے ہر بخیل دکھلاوے والے پر حرام کر دیا گیا ہے [ابونعیم:۱۷] کیونکہ اس نے عبادات بدنیہ کو ریا کاری سے باطل کر دیا اور عبادت مالیہ تو پہلے ہی اس کی موجود نہیں ہے۔

۲: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ　خاشعون کا معنی دل سے ڈرنے والے ہیں اور ان کے جوارح پر سکون ہیں۔دوسرا قول خشوع فی الصلاۃ اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کو اس کے لئے جمع کرنا اور اس کے ماسوا سے اعراض کرنا اور نگاہ کا جائے نماز سے آگے نہ بڑھنا دائیں بائیں متوجہ نہ ہونا۔نہ کپڑوں سے کھیلنا نہ کپڑا لٹکانا۔نہ انگلیاں مٹکانا۔اور نہ کنکریوں کو الٹنا پلٹنا وغیر ذلک۔قول ابو الدرداء رضی اللہ عنہ: زبان کے اخلاص، مقام کی تعظیم اور کامل یقین اور مکمل یکسوئی کو خشوع کہا جاتا ہے۔خشوع نگاہ و آواز میں تواضع اور خضوع اعضائے بدن میں سکون۔

اضافتِ صلاۃ:

نماز کی اضافت نمازیوں کی طرف کی گئی مصلی لہ کی طرف نہیں کی گئی۔کیونکہ نمازی کو صرف اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس کا ذخیرہ اور زادِ سفر ہے باقی ذات باری تعالیٰ جس کے لیے نماز پڑھی جارہی ہے۔وہ اس سے غنی و بے نیاز ہے۔

۳: وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (اور وہ لوگ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں)

اللَّغْوِ ہر گری ہوئی بات جو بے کار ہونے کی مستحق ہو مثلاً جھوٹ، گالی، بکواس، مطلب یہ ہے ان کو ایسا وقار حاصل ہے جو ہزل سے ان کو مصروف کرنے والا ہے۔پچھلی آیت میں ان کی صفت خشوع فی الصلاۃ کی ذکر کی تو اس آیت میں ان کی دوسری صفت لغویات سے اعراض کی ذکر کردی۔تاکہ نفوس پر گراں گزرنے والی دو باتیں ان میں جمع ہو جائیں۔نمبر ا۔فعل خشوع اور ترک لغو اور یہی دونوں چیزیں تکلیف کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔

۴: وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کو ادا کرنیوالے ہیں) فاعلون کا معنی ادا کرنے والے ہیں۔فاعلون کے استعمال سے ان کی مداومت کو ثابت کیا۔مؤدون کا لفظ یہ مداومت نہیں رکھتا۔

ایک قول الزکوٰۃ کا لفظ مشترک ہے اس کا اطلاق اعیان پر ہوتا ہے تو اس سے وہ مالی مقدار مراد لی جائے گی جسے زکوٰۃ دینے

والا نصاب میں سے فقیر کے سپرد کرتا ہے اور اگر اس کا اطلاق معنی پر ہو تو پھر مراد اس سے تزکیہ کا فعل جو پاکیزگی والا انجام دیتا ہے۔

مفسر کی رائے:

یہاں یہی مراد ہے تزکیہ کرنے والوں کو فاعلین کہا کیونکہ فعل کا لفظ تمام افعال کو عام ہے جیسے الضرب ، القتل وغیرہ۔تم کہو گے فعل الضرب والقتل والتزکیة۔

البتہ یہ بھی جائز ہے یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ مال مراد لی جائے۔اس صورت میں مضاف کو مقدر مانا جائے گا۔اور وہ اداء کا لفظ ہوگا۔

نحو: لام کو مفعول کے مقدم ہونے کی وجہ سے اور اسم فاعل کے عمل کے ضعیف ہونے کی بناء پر لایا گیا ہے جیسے تم کہو گے هذا ضارب لزيدٍ مگر اس طرح نہیں کہتے۔ضَرَبَ لزید۔

۵: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)

الفرج یہ مرد وعورت دونوں کے مستورہ اعضاء کو شامل ہے۔

۶: اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ (مگر اپنی بیویوں پر)

نحو: یہ موضعِ حال میں ہے ای الا والین علی ازواجهم اس حال میں کہ وہ ولایت رکھنے والے ہیں اپنی ازواج پر نمبر۲۔ ان پر نگہبان ہیں (قوامین کے معنی میں ہے) اس صورت میں یہ اس قول سے ماخوذ ہوگا۔ كانه زيادعمل البصرة ۔ اى والیا عليها اس پر والی تھا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام احوال میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔مگر تزوج کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے یا باندی بنانے کی صورت۔نمبر۳۔علی کا تعلق محذوف سے ہے۔جس پر غیر ملومین دلالت کر رہا ہے۔گویا اس طرح فرمایا۔يلامون الا على ازواجهم یعنی يلامون على كل مباشرة الا ما اطلق لهم فانهم غير ملومين عليه ۔وہ ہر مباشرہ پر ملامت کے قابل ہیں۔مگر وہ جس میں ان کو آزاد چھوڑا گیا وہ قابلِ ملامت نہیں۔

فرّاء کا قول علیٰ مِنْ کے معنی میں ہے یعنی وہ حفاظت کرنیوالے ہیں اپنی شرمگاہوں کی مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی باندیاں۔یہاں مَن کی بجائے ما استعمال کیا گیا۔ حالانکہ وہ غیر ذوالعقول کیلئے ہے۔کیونکہ مملوک غیر عاقل کے قائم مقام ہے۔اسی لئے ان کو بہائم کی طرح فروخت کیا جاتا ہے۔ نیز عورتوں کو کم عقلی کی وجہ سے ما کے عموم میں داخل کیا گیا۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (وہ ان کے متعلق قابلِ ملامت نہیں ہونگے) یعنی اگر وہ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور باندیوں سے محفوظ کر کے نہ رکھیں تو وہ قابلِ ملامت نہ ہونگے۔

۷: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ (پھر جس نے تلاش کیا اس کے علاوہ اور راستہ) قضائے شہوت کیلئے ان دو کے علاوہ اور راستہ ڈھونڈا۔فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (پس وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں) عادون۔سرکشی میں کامل۔

مَسْئَلَة: اس میں متعہ اور استمناء بالکف کی حرمت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ یہ دونوں بارادۂ قضائے شہوت کیلئے کئے جاتے ہیں۔

۸: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ (اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا)

قراءت: مکی اور سہل نے لا مانتهم پڑھا ہے۔

آیت میں مؤتمن علیہ شئ اور معاھد علیہ کو امانت سے تعبیر کیا جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ان الله یامر کم ان تووا الامانات الی اهلها [النساء:۵۸] ادائیگی تو عیون کی ہوتی ہے معانی کی نہیں ہوتی۔ پس مراد اس سے وہ تمام امانتیں اور وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ یا مخلوق کی طرف سے کیے جائیں۔ رَاعُوْنَ (وہ حفاظت کرنے والے ہیں۔) الراعی وہ شخص جو کسی چیز کی حفاظت واصلاح کا ذمہ دار ہو۔ جیسا کہ چرواہا بکریوں کیلئے ہوتا ہے۔

۹: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ (اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی محافظت کرنے والے ہیں) صَلَاتِهِمْ ابو بکر کے علاوہ کوفیین نے واحد پڑھا ہے۔ يُحَافِظُوْنَ (ان کے اوقات میں مداومت کرنے والے ہیں۔)

وجہ اعادۂ صلاۃ:

اہمیت کی وجہ سے نماز کو دوبارہ لایا گیا اور اول آیت میں خشوعِ صلاۃ کا ذکر تھا اور اس میں محافظت کا تذکرہ فرمایا۔ پہلی آیت میں صلاۃ کو واحد لائے تاکہ جنس صلاۃ میں خشوع کا لازم ہونا ظاہر ہو اور پچھلی آیت میں صلوات جمع لائے تاکہ انواعِ صلاۃ فرائض واجبات، سنن ونوافل تمام کی محافظت ثابت ہونے کا فائدہ حاصل ہو۔

۱۰: اُولٰٓئِكَ (وہ جو ان صفات کے جامع ہیں۔) هُمُ الْوَارِثُوْنَ (وہی وارث ہیں) اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کو وارث کہا جائے اور کوئی اس کا حقدار نہیں۔ پھر وارثین کی اس ارشاد سے ترجمانی فرمائی۔

۱۱: الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ (وہ لوگ جو کہ وارث ہونگے) کفار کی متروکات سے۔ حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک کے دو مکان ہیں ایک آگ میں مکان اور ایک جنت میں مکان۔ اگر مر کر جنت میں گیا تو اہل نار کو اس کا دوزخی مکان مل جائے گا۔ اور اگر مر کر دوزخ میں گیا تو اہل جنت اس کے مکان کے وارث ہونگے [رواہ ابن ماجہ، ابن مردویہ، بیہقی فی البعث] الْفِرْدَوْسَ (فردوس کے) وہ وسیع باغ ہے جس میں پھلوں کی تمام اقسام ہیں۔

قطرب کا قول یہ ہے:

یہ جنتوں میں سے اعلیٰ جنت ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الفردوس کے لفظ کی طرف ھا کی ضمیر تاویل جنت کی بناء پر لوٹائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا

پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو

الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

گوشت پہنا دیا، پھر ہم نے اسکو دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا،سو بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سب صناعوں سے بہتر ہے، پھر بلاشبہ تم

بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

اسکے بعد ضرور ہی مرجانے والے ہو، پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

تخلیقِ آدم علیہ السلام:

۱۲: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (تحقیق ہم نے جنس انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ مِنْ سُلٰلَةٍ (خلاصہ سے)

نحو: مِنْ ابتدائیہ ہے۔ السلالة ۔خلاصۂ نچوڑ، کیونکہ اس کو گدلے پن میں سے نکالا جاتا ہے۔ ایک قول جس مٹی سے آدم علیہ السلام کو بنایا اسی کو سلالہ فرمایا کیونکہ وہ ہر مٹی کا جوہر تھا۔ مِّنْ طِيْنٍ (مٹی سے) من بیانیہ ہے۔ جیسا اس آیت میں من الاوثان [الحج:۳۰]

نسل کے مراحلِ تخلیق:

۱۳: ثُمَّ جَعَلْنٰهُ (پھر اس کو بنایا) یعنی اس کی نسل کو ۔

نحو: مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا کیونکہ آدم علیہ السلام کو نطفہ سے نہیں بنایا گیا۔ وہ اسی طرح ہے جیسے فرمایا وبدأ خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلالة من ماءٍ مهين [السجدہ:۷:۸]

ایک قول الانسان سے بنو آدم مراد ہیں اور السلالہ سے نطفہ اہل عرب نطفہ کو سلالۃ کہتے ہیں۔ ای ولقد خلقنا الانسان میں من سلالة یعنی ایسے نطفہ سے جو مٹی سے نکالا اور بنا ہوا ہے اور وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

نُطْفَةً (معمولی پانی) فِيْ قَرَارٍ (ایک قرارگاہ میں) یعنی رحم مَّكِيْنٍ (مضبوط۔)

۱۴: ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ (پھر ہم نے نطفہ کو بنایا۔)

نحو: یہاں خلق کو صیّر کے معنی میں لیا کیونکہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ اور اصل میں خلق ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ عَلَقَةً (خون کا لوتھڑا)۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے سفید نطفہ کو سرخ لوتھڑا بنایا۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً (پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا (پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی)

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا) ہڈیوں پر گوشت اُگا دیا۔ وہ ہڈیوں کا لباس سا بن گیا۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے **العظم** پڑھا ہے۔ زید نے یعقوب سے **العظام** اور ابوزید سے **العظم** واحد کو جمع کی جگہ لائے کیونکہ التباس کا خدشہ نہیں اور انسان بہت سی ہڈیوں والا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ (پھر اس کو بنایا) اس میں ضمیر انسان کی طرف لوٹتی ہے۔ نمبر۲۔ المذکور کی طرف لوٹتی ہے۔ خَلْقًا اٰخَرَ (دوسری مخلوق) یعنی ایسی تخلیق جو پہلی کے خلاف تھی۔ اولاً جماد تھا پھر حیوان بنا دیا۔ اور حیوان ناطق سمیع وبصیر بنایا۔ حالانکہ پہلے وہ اس کے برعکس تھا۔

قولِ احناف:

اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں اگر کسی نے ایک انڈا غصب کیا وہ بارآور تھا اس سے چوزا نکل آیا۔ اس پر انڈے کی ضمان لازم ہے۔ چوزا واپس نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ (خلق آخر) دوسری تخلیق ہے جو انڈے سے مختلف اور الگ ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑی شان والے ہیں) علم وقدرت میں اس کی شان بلند ہے۔

اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ: یہ خبر مبتدأ محذوف کی ہے۔ یا بدل ہے مگر صفت نہیں کیونکہ یہ نکرہ ہے خواہ مضاف ہے کیونکہ یہاں مضاف الیہ مَنْ کے عوض آیا ہے۔ الْخٰلِقِيْنَ (سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں) خالقین۔ مقدرین کے معنی میں ہے یعنی وہ اندازہ کرنے والوں میں سب سے بہتر انداز کرنے والے ہیں۔ تو ممیز کا ذکر الخالقین کی دلالت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

ایک قول:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نبی اکرم ﷺ کا کاتب تھا۔ اس نے یہ جملہ آپ کے لکھوانے سے پہلے بولا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ کہنے لگا۔ اگر محمد نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں اور مجھ پر بھی وحی آتی ہے پھر وہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا۔

دوسرا قول:

یہ حکایت جس کو سبیل الرشاد اور ثعلبی نے کلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ ارتداد کا واقعہ مدینہ کا ہے اور یہ سورۃ مکمل مکی ہے دوسرا کلبی مشہور دروغ گو راوی ہے۔ (فلیحذر) اور قول یہ ہے کہ یہ جملہ فاروق اعظم کی زبان سے نکلا (موافقات وحی میں سے ہے) یا معاذ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا ہے۔

۱۵: ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ (پھر تم اس کے بعد) اس کے بعد جو ہم نے تمہارا معاملہ ذکر کیا۔ لَمَيِّتُوْنَ (البتہ مرنے والے ہو) اپنی مدت عمر ختم ہونے پر۔

۱۶: ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (پھر بیشک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے) جزاء کیلئے زندہ کئے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر سات طرائق پیدا کیے ہیں اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ہم نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

خاص مقدار کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کرنے پر قادر ہیں

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۖ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے ان میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

تم کھاتے ہو، اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا جو طور سیناء سے تیل لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔

وقف لازم

آسمانی مہد کے تخلیقی نمونے:

۱۷: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ (یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنادیئے) طرائق جمع طریقۃ کی ہے اور مراد اس سے آسمان ہیں کیونکہ وہ ملائکہ کے راستے ہیں اور ان کے آنے جانے کی جگہیں ہیں۔ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ (اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے) خلق سے السمٰوت مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا: خلقنا ها فوقهم ۔ ہم نے ان کو اوپر بنایا اور ہم ان سے بے خبر اور ان کی حفاظت سے غافل نہیں۔

نمبر۲۔ الخلق سے لوگ مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو انسانوں کے اوپر اس لئے بنایا ہے تاکہ ان پر ارزاق و برکات کھول دیے جائیں اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بے خبر ہیں اور نہ ان کی مصالح سے غافل ہیں۔

۱۸: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) یعنی بارش بِقَدَرٍ (ایک مقدار سے) ایک اندازے سے تاکہ اس کے ساتھ مضرت سے محفوظ رہیں۔ اور منفعت کو پالیں یا اتنی مقدار سے جتنی ان کی ضروریات کے مطابق ہم نے جانی۔ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ (پس اس کو ہم نے زمین میں ٹھہرا دیا) جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا: فسلكه ينابيع فى الارض [الزمر:۲۱] ایک اور قول یہ ہے ہم نے اس کو زمین میں قائم رکھا زمین کا تمام پانی بارش ہی کا ہے۔ پھر ان سے شکریہ کا اس انداز سے مطالبہ کیا۔ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ (اور بیشک ہم اس کو معدوم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی جس طرح ہم اتارنے پر قادر ہیں اسی طرح لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں پس اس نعمت کو شکریے سے محفوظ کرو۔

۱۹: فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ (پس ہم نے تمہارے لئے اس سے پیدا کر دیا) یعنی پانی سے جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا (کھجور اور انگور کے باغات تمہارے فائدہ کے لئے ان میں) یعنی باغات میں فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ (بہت سے میوہ جات) کھجور انگور کے علاوہ

بھی ہیں۔وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اورانہی میں سے تم کھاتے ہو) ان باغات یعنی ان کے پھلوں سے۔اور یہ بھی درست ہے کہ یہ اس قول سے ماخوذ ہو فلان یاکل من حرفة یحترفها ومن صنعة یغتلّها یعنی اس کا وہ رزق ہے اور وہ ذریعہ ہے جس سے رزق کماتا ہے گویا اس طرح فرمایا کہ یہ باغات تمہارے ارزاق ومعیشت کے اسباب وذرائع ہیں انہی سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اورانہی سے تم گزراوقات کرتے ہو۔

۲۰: وَشَجَرَةً (اورہم نے ایک درخت پیدا کیا) اس کا عطف جناتٍ پر ہے اور وہ زیتون کا درخت ہے۔تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ (جوطور سیناء میں پیدا ہوتا ہے)

طُوْر: طور سیناء اور طور سینین میں یا تو طور کی اضافت بقعہ کی طرف ہو جس کا نام سیناء اور سینون ہو یا نمبر۲۔ پہاڑ کا نام جو مضاف، مضاف الیہ سے مرکب ہو جیسے امرئ القیس ۔ یہ فلسطین کا ایک پہاڑ ہے۔اور سیناء ہر حال میں غیر منصرف ہے اس کا سین مکسور ہے۔جیسا حجازی اور ابوعمرو نے سیناء پڑھا ہے اور دو وجہ تعریف اور عجمہ پائی جاتی ہیں۔یا یہ سَيْنَاء جیسا دیگر قراء کی قراءت ہے کیونکہ الف تانیث ہے جیسے صَحْرَاء یہ دو سبب کے قائم مقام ہے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ (جواگتا ہے تیل لیے ہوئے) زجاج کا قول: باء حال کیلئے لائے ای تنبت و معها الدهن گویا باء مع کے معنی میں ہے۔وہ اس حال میں اگتا ہے کہ اس کے ساتھ تیل ہوتا ہے۔

قراءت: تُنْبُتُ مکی اور ابوعمرو نے پڑھا خواہ اس وجہ سے کہ اَنْبَتَ بمعنی نَبَتَ آیا ہے۔جیسا کہتے ہیں حتی اذا انبت البقل اے نبت البقل: سبزہ اُگا۔یا اس کا مفعول محذوف ہے ای تنبت زیتونها و فیه الدهن۔وہ اپنے زیتون کو اُگاتا ہے جس میں تیل ہوتا ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ (اور کھانے والوں کیلئے سالن) یعنی وہ اس میں روٹی ڈبو کر یا چرب کر کے کھاتے ہیں۔

قول مقاتل:

اللہ تعالیٰ نے اس میں سالن اور تیل رکھ دیا۔الادام الزیتون کا اچار الدُّهن تیل۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ زمین پر پہلا درخت تھا جو طوفان کے بعد اُگا۔

وجہ تخصیص:

ان تین اقسام کو خاص اس لئے کیا کیونکہ یہ معزز اور افضل اور کثیر المنافع درخت ہے۔

چوپاؤں کا تذکرہ:

۲۱: وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ (اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں) انعام جمع نعم کی ہے اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ (البتہ عبرت ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں۔)

قراءت: شامی، نافع، ابوبکر نے نَسْقِيكم پڑھا ہے۔اور یہ سقی و اسقی کی طرح دو لغات ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں ان میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لیے ان میں بہت منافع ہیں

وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۱۱ ۱۲

اور ان میں سے تم کھاتے ہو، اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر اٹھائے جاتے ہو۔

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا (اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے) یعنی ہم ان کے پیٹوں سے تمہارے لئے خالص مزیدار دودھ نکالتے ہیں۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ (اور تمہارے لئے ان میں اور بہت فوائد ہیں) جو دودھ کے علاوہ ہیں۔ مثلاً اون، بال پشم، جن سے مختلف انسانی لباس بنتے ہیں۔ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو) یعنی ان کا گوشت۔

۲۲: وَعَلَيْهَا (اور ان پر) چوپایوں پر خشکی میں وَعَلَى الْفُلْكِ (اور کشتیوں پر) سمندروں میں تُحْمَلُوْنَ (لدے پھرتے ہو اپنے سفروں میں) اور اس میں اشارہ ہے کہ انعام سے مراد اونٹ ہے کیونکہ عادۃً انہی پر بوجھ لادا جاتا ہے اسی وجہ سے فلک کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ کیونکہ اونٹوں کو بھی سفائن البر یعنی خشکی کے جہاز نام دیا جاتا ہے جیسا ذوالرمہ شاعر کا قول ہے۔ سفینة برّ تحت خدّی زمامُها۔ خشکی کی کشتی کہ جس کی نکیل میری رخسار کے نیچے ہے۔ سفینہ سے یہاں اپنی اونٹنی مراد لے رہا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم

تَتَّقُوْنَ ۝۲۳ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ

ڈرتے نہیں ہو، سو ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ یہ شخص تمہارے ہی جیسا آدمی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم پر

يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۴

فضیلت والا بن کر رہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرما دیتا ہم نے تو یہ بات اپنے باپ دادوں میں نہیں سنی جو ہم سے پہلے تھے،

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ:

۲۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) یعنی اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ (تمہارے لئے اور کوئی معبود) الٰہ معبود کے معنی میں ہے۔ غَيْرُهٗ اس کے سوا۔

نحو: یہ محلاً مرفوع ہے اور لفظوں کے لحاظ سے مجرور ہے۔ اور جملہ مستانفہ ہے امر عبارت کی تعلیل کے طور پر لایا گیا ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پس کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو) یعنی کیا تمہیں اس کے عذاب کا ڈر نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ جو کہ تمہارا رب ہے اور تمہارا خالق ہے جبکہ تم دوسروں کی عبادت کرتے ہو جو عبادت کا ذرا بھر استحقاق نہیں رکھتا۔

قوم کے بڑے:

۲۴: فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) یعنی شرفاء و سرداروں نے عوام الناس کو کہا۔ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (یہ تم جیسا انسان ہے) جو کھاتا پیتا ہے۔ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (تم پر برتری چاہتا ہے) یعنی تم پر بزرگی اور سرداری کرنا چاہتا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے) کہ وہ اپنا رسول بھیجیں۔ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (تو وہ ضرور فرشتے اُتارتا) مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا (ہم نے یہ بات نہیں سنی) بشر کو رسول بنا کر بھیجنے والی بات یا وہ بات جس کا یہ ہمیں حکم دیتا ہے جیسے توحید، سب معبودان باطلہ وغیرہ۔

نکتہ: مزاج انسانی ملاحظہ ہو۔ پتھر کو اٹھا کر الوہیت کا مرتبہ دے دیا۔ مگر بشر کے لئے نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (اپنے پہلے آباء واجداد میں۔)

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا

اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے سو تم کچھ وقت تک اس کا انتظار کر لو۔ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

میری مدد فرمایئے سو ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا لو پھر جب ہمارا حکم پہنچے

وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

اور تنور سے پانی پھوٹ نکلے تو ہر جوڑے سے دو عدد یعنی ایک ایک نر ایک ایک مادہ کشتی میں داخل کر دینا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے اسکے جس پر

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا

ان میں سے پہلے بات طے ہو چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ غرق کئے جانے والے ہیں، سو جب

اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ

تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں ٹھیک طرح کشتی میں بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

نجات دی، اور تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب مجھے برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ اتارنے والوں میں سب سے بہتر ہیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں

وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور بلاشبہ ہم ضرور آزمانے والے ہیں۔

۲۵: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ (یہ صرف ایک ایسا آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے) جِنَّةٌ کا معنی جنون ہے فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ (پس اس کو برداشت کرو اور ایک وقت کا انتظار کرو) پس تم انتظار کرو اس کے متعلق ایک زمانہ تک صبر کرو یہاں تک کہ اس کا معاملہ کھل کر سامنے آجائے۔ پھر اگر تو جنون سے افاقہ ہو افبہا ورنہ اس کو قتل کر دینا۔

۲۶: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب چونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے اس لئے تو ان سے میرا بدلہ لے) جب نوح علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے انتقام کی دعا کی۔ مطلب یہ ہے میری تکذیب کرنے کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کی نصرت ان کے ہلاک کرنے سے ہی ہو سکتی تھی۔ یا نمبر ۲۔ اُنصرنی یہ ماکذبون کا بدل ہے جیسے تم کہو۔ هذا بذاك اى بدل ذاك۔ اس طرح معنی یہ ہوگا اے میرے رب ان کی تکذیب کے غم کو ان پر غلبہ کی تسلی سے بدل دے۔

کشتی سامنے بنانے کا مطلب:

۲۷: فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ (پس ہم نے ان کی طرف وحی کی) یعنی ان کی دعا کو قبولیت بخشی اور ان کی طرف یہ وحی بھیجی۔ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا (تم ہمارے سامنے کشتی تیار کرو) تم اس کو اس حالت میں بناؤ کہ تمہیں اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا یقین ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ تم اس کی نگاہ میں ہو یا ہماری حفاظت ونگرانی کا یقین اسقدر ہو گویا کہ تمہارے ساتھ ہمارے حفاظت کرنے والے ہیں جو اپنی آنکھوں سے تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں تا کہ کوئی تمہارے معاملے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے اور نہ کوئی مفسد تمہارے کام کو برباد کر سکے اہل عرب کا محاورہ ہے علیه من الله عين كالئة اس پر اللہ تعالیٰ کی نگرانی ہے۔ وَوَحْيِنَا (اور ہماری وحی سے) ہمارے حکم اور ہماری اس تعلیم سے جو اس کے بنانے کے سلسلے میں ہم نے دی ہے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ کشتی پرندے کے سینے کی مثال سامنے رکھ کر بنائیں۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا (پس جب ہمارا حکم آجائے) عذاب والا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ (اور تنور نے جوش مارا) یعنی پانی روٹی کے تنور سے جوش مارنے لگے۔

کرشمہ قدرت: دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ آگ جلنے کے مقام سے نکال دیا۔ تا کہ عبرت وانذار کے لیے زیادہ فائدہ دے۔

تفسیری روایت میں ہے نوح علیہ السلام سے کہا گیا کہ جب تم تنور میں سے پانی نکلتا دیکھو تو ایمان والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ جب تنور سے پانی اُبلا تو ان کی بیوی نے ہی آ کر اطلاع دی یہ تنور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا۔ یہ پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ البتہ اس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ کہاں واقع تھا ایک قول یہ ہیکہ مسجد کوفہ والی جگہ پر واقع تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شام میں تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا (پس اس میں داخل کر لینا) یعنی کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ (ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا) یعنی ایک نر ایک مادہ، مثلاً ایک اونٹ، ایک نافہ، ایک گھوڑا ایک گھوڑی، اثْنَيْنِ (دو واحد مل کر) ایک اونٹ، اونٹنی، گھوڑی، گھوڑا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھ بچہ جننے اور انڈے دینے والے جانور لئے۔

قراءت: من كلٍّ کسرہ کے ساتھ ابن عامر، حمزہ، نافع وغیرہ کی قراءت ہے۔ جبکہ حفص نے من كلٌّ پڑھا ہے۔ یعنی ہر جماعت سے زوجين اثنين ایک جوڑا۔ اثنين یہ تاکید اور زیادہ وضاحت کے لئے لایا گیا ہے۔ وَاَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو) عورتوں اور بچوں کو۔

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ۔ (مگر وہ جن کے متعلق پہلے ہی حکم نافذ ہو چکا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی ہلاکت کے متعلق اور وہ ان کا بیٹا اور ایک بیوی تھی۔

یہاں علیٰ کا لفظ لایا گیا اس کے باوجود کہ نقصان دہ چیز کا پہلے ذکر ہو چکا۔ جیسا کہ لام کو لایا گیا باوجود یکہ نافع کا تذکرہ ہو چکا اس ارشاد میں ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين [الصافات:۱۷۱] اور اسی طرح لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت

[البقرہ:۲۸۶]وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (اور ظالموں کے متعلق ہم سے کلام نہ کرنا۔ بلاشبہ وہ غرق کئے جائیں گے) کافروں کے بچانے کا مجھ سے سوال نہ کرنا اس لئے کہ میں نے ان کو ڈبونا ہے۔

۲۸: فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ (جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکیں) جب تم اچھی طرح مطمئن ہو کر سوار ہو جاؤ۔ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (تو اس طرح کہو تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ظالم قوم سے ہمیں نجات دی) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت اور ان سے نجات پر حمد وثناء کا حکم دیا۔ یہاں قولوا نہیں کہا گیا اگر چہ فاذا استویت انت ومن معك معنی کے لحاظ سے اذا ستویتم کے معنی جمع دے رہا ہے کیونکہ وہ ان کے پیغمبر و مقتدی ہیں۔ اور آپ کا قول انہی کا قول ہے اور مقتدی کا کہنا مقتدیوں کا کہنا ہے۔

مُّنْزَلًا: اس میں نبوت کی فضیلت کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔

کشتی:

۲۹: وَقُلْ (اور کہو) جب تم کشتی پر سوار ہو یا جب اس سے نکلو۔ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا (اے میرے رب تو مجھے اتارنا برکت کے ساتھ) مُنْزَلًا مصدر مانیں تو انزالاً کے معنی میں۔ نمبر۲۔ اترنے کی جگہ۔

وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (اور آپ سب سے بہتر اتارنے والے ہیں) کشتی کی برکت کا مطلب اس میں بیٹھ کر طوفان سے نجات پانا۔ نکلنے میں برکت کا مطلب نسل کا بڑھنا اور پے در پے مال و دولت کا حاصل ہونا ہے۔

۳۰: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بے شک اس میں) جو نوح علیہ السلام اور قوم نوح کے ساتھ کیا گیا۔ لَاٰیٰتٍ (البتہ نشانیاں ہیں) البتہ عبرتیں اور نصائح ہیں۔ وَّاِنْ (اور بیشک) یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اس کو اور نافیہ کو جدا کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے اِنَّ الشان والقصة شان اور قصہ یہ ہے۔ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ (ہم ضرور آزمانے والے تھے) قوم نوح کو سخت سزا اور بڑا عذاب دینے والے ہیں یا ان آیات سے اپنے بندوں کو آزمانے والے ہیں تا کہ ہم دیکھیں کہ کون عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا ولقد ترکنها ایةً فهل من مدّكرٍ [القمر:۱۵]

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا　　پھر ہم نے ان میں سے رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ع ۲

کرو اسکے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم نہیں ڈرتے ہو۔　　اس رسول کی قوم کے چودھری جنہوں نے کفر اختیار کیا

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا میں عیش کی زندگی دی تھی انہوں نے کہا یہ تو تمہارے جیسا ہی آدمی ہے　　اسی میں سے یہ

مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ

کھاتا ہے جس سے تم کھاتے ہو اور اسی میں سے پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو،　　اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی بات مان لی تو بلاشبہ تم

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

ضرور ہی نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے،　　کیا یہ شخص تمہیں یہ بتاتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے

قوم عاد کو دعوت کا تذکرہ:

۳۱: ثُمَّ اَنْشَاْنَا (پھر ہم نے پیدا کئے) مِنْۢ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (ایک اور قوم کو) وہ عاد ہے جو کہ ہود علیہ السلام کی قوم تھی جس کے لئے ہود علیہ السلام کا قول گواہی دیتا ہے واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح [الاعراف:۶۹] اور قصۂ نوح کے بعد اعراف میں ہود کا قصہ لایا گیا اور اسی طرح سورتِ ہود اور شعراء میں۔

۳۲: فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ (پس انہیں بھیجے) ارسال کا لفظ اِلٰی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے فِی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہاں اور اس قول میں کذلك ارسلناك فی امة [الرعد:۳۰] اور وما ارسلنا فی قرية [الاعراف:۹۴] فی کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے لیکن امۃ اور قریہ کو ارسال کی جگہ اور ظرف قرار دیا جیسا رؤبہ کا قول ہے۔

ارسلت فيها مُصعبًا ذا اء قحام

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام عرب میں اس کا استعمال پہلے پایا جاتا ہے۔ باقی قرآن مجید کو دیکھ کر تمام نحو وصرف ایجاد ہوئی ہے۔ رَسُوْلًا (ایک رسول) ہود علیہ السلام مِّنْهُمْ (انہی میں سے) ان کی قوم میں سے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ پس کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے) اَنْ یہ ارسلنا کی تفسیر کر رہا ہے ای قلنا لهم على لسان الرسول اعبدوا الله ہم نے ان کو پیغمبر کی زبان سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

۳۳: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ (ان کی قوم کے سرداروں نے کہا)

واؤ کو مقدم کرنے کی وجہ:

اعراف وہود میں قوم ہود کی بات بغیر واؤ ذکر کیا۔ کیونکہ وہ وہاں سائل کے سوال کو مقدر مان کر جواب میں لایا گیا قال فما قال قومه؟ ان کی قوم نے کیا جواب دیا تو جواب دیا گیا انہوں نے یہ یہ کہا۔ اور یہاں واؤ کے ساتھ لائے کیونکہ اس کا عطف اس پر ہے جو انہوں نے اسوقت کہا جب ان کو رسول نے کہا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس حق اور باطل کے حصول میں جمع ہو گئے۔ اور نبی ﷺ کا جواب ان کے کلام سے متصل نہیں اور فاء سے بھی نہیں لائے۔ البتہ فاء کے ساتھ قصۂ نوح علیہ السلام میں لائے۔ کیونکہ یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جو اس کے متصل آرہا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) یہ الملأ کی صفت ہے یا لقومہ کی صفت ہے۔ وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ (اور انہوں نے آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) یعنی اس میں پیش آنے والے حساب اور ثواب اور عقاب وغیرہ کا انکار کیا۔

نبی بھی تمہاری مثل بشر ہیں:

وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور ہم نے ان کو نعمتیں دیں دنیا کی زندگی میں) کثرت اموال واولاد مَاهٰذَآ (نہیں ہے یہ) نبی اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ (مگر یہ تم جیسا انسان ہے وہ کھاتا ہے وہی جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو) ای تشربون منه ۔منہ کو ماقبل کی دلالت سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہاں سے نبوت کا دعویدار بن بیٹھا جبکہ وہ تم جیسا ہے؟

۳۴: وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ (اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت کی) ان باتوں میں جن کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے اور جن سے تمہیں روکتا ہے۔ اِنَّكُمْ اِذًا (بیشک تم اس وقت) ان یہ جزاء شرط کے موقعہ میں ہے اور ان کا جواب جنہوں نے قوم میں سے یہ بات کہی تھی لخاسرون ہے۔ لَّخٰسِرُوْنَ (ضرور نقصان میں پڑنے والے ہو)۔ اس لئے کہ تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت اختیار کر لی۔

کفار کی حمایت:

اپنے جیسے انسان کی اتباع کا انکار کیا اور اپنے سے عاجز تر چیزوں کی عبادت کرنے لگے۔

۳۵: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ (کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے)

قراءت: نافع، حمزہ، علی، حفص نے میم کے کسرہ سے اور دیگر قراء نے مُتُّم ضمۂ میم سے پڑھا ہے۔ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (اور تم خاک اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے نکالے جاؤ گے) سوال کیلئے اٹھائے جاؤ گے اور حساب، کتاب اور ثواب وعذاب ہوگا۔

نحو: انکم کو دو مرتبہ تاکید کیلئے لائے اور ظرف کے ساتھ دونوں کا فاصلہ بہت خوب ہے اور مخرجون اول کی خبر ہے۔ اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ایعدکم انکم مخرجون اذامتم و کنتم ترابا و عظامًا۔ أیعد کا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں چاہیے یا سوال تقریری ہے یہ ضرور ایسا کہہ رہا ہے۔ یا مقولہ سابقہ کی علت ہے تم گھاٹہ اسلئے پاؤ گے کہ یہ قیامت کا قائل ہے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا

دور ہے دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یہ تو بس دنیا والی ہی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ کچھ نہیں بس یہ صرف ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

نہیں ہیں۔ اس پیغمبر نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا میری مدد فرمایئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پشیمان ہونگے

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

سو ان لوگوں کو سچے وعدہ کے موافق سخت چیخ نے پکڑ لیا، پھر ہم نے انہیں خس وخاشاک کر دیا۔ سو دوری ہے ظالم قوم کے لیے۔

دنیا کے عیش میں خلل ڈالنا چاہتا ہے۔

کفار کا استبعادِ قیامت:

۳۶: هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (بہت ہی بعید ہے اور بہت بعید جو بات تم سے کہی جارہی ہے)

قراءت: یزید نے هيهات تاء کے کسرہ اور تنوین سے پڑھا ہے اور کسائی نے ہاء پر وقف کیا جبکہ دیگر نے تاء پر وقف کیا۔

نحو: هيهات یہ اسم فعل ہے بعد کا معنی دیتا ہے اس کی فاعل مضمر ہے۔ ای بَعُدَالتصديق يابَعُد الوقوع ۔ قیامت کی تصدیق بہت بعید ہے یا وقوع بہت بعید ہے۔ ماتوعدون سے عذاب مراد ہے۔ یا اس کا فاعل ماتوعدون ہے اور لما کی لام زائدہ ہے ای بعد ماتوعدون من البعث بہت دور ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی بعث۔

۳۷: اِنْ هِيَ (نہیں ہے وہ)

نحو: هِيَ یہ ایک ایسی ضمیر ہے جس کا مقصد اس کے بعد آنے والی وضاحت کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ اصل اس طرح کلام ہے ان الحياة الاحياتنا الدنيا۔ نہیں زندگی مگر فقط ہماری دنیا ہی زندگی۔ پھر هِيَ ضمیر کو الحياة کی جگہ لائے کیونکہ خبر اس پر دلالت کر رہی ہے اور اس کی وضاحت کر رہی ہے۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (مگر ہماری دنیا ہی کی زندگی) اب معنی اس طرح ہے لا حياة الاهذه الحياة التى نحن فيها ودنت منّا کوئی زندگی نہیں مگر یہی زندگی جس کو ہم گزار رہے ہیں اور جو ہمارے قریب ہے۔

وجہ عجیبہ:

اس کی یہ ہے اِنْ نافیہ کو هِيَ پر داخل کیا اور وہ هِيَ الحياة کے معنی میں ہے جو کہ جنس پر دلالت کر رہی ہے پس اس کی نفی کی اور لا کے وزن میں بن گیا جو نفی جنس کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں) یعنی بعض پر موت آتی ہے اور بعض پیدا ہوتے ہیں ایک زمانہ والے سمٹ جاتے ہیں تو دوسرے اہل زمانہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یا اس میں تقدیم وتاخیر ہے ای نحیا و نموت اور یہ ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (اور اٹھائے نہ جائیں گے) موت کے بعد۔

پیغمبر پر دروغ گوئی کا الزام:

۳۸: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (وہ ایک جھوٹا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کی ہے) یہ اپنے بارے میں نبوت کا جو دعویٰ کرتا ہے اس میں یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والا ہے اور جو ہم سے بعث کا وعدہ کرتا ہے اس میں بھی جھوٹا ہے۔ وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم تو اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں) مؤمنین بمعنی مصدقین ہے تصدیق کرنے والے۔

۳۹: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (پیغمبر نے کہا اے میرے رب کافروں نے میری تکذیب کی ہے تو میری مدد فرما) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

۴۰: قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ ہی وقت کے بعد)

نحو: ما زائدہ ہے یا ما شئی کے معنی میں ہے یا ما زمنٌ کے معنی میں ہے اور قلیل یہ ما کا بدل ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے۔ لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ (یہ لوگ ضرور پشیمان ہوں گے) جب یہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جو عذاب ان پر اترے گا۔

چیخ کے ہلاکت:

۴۱: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے آ پکڑا) یعنی جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس نے تمام کو تہس نہس کر دیا۔ بِالْحَقِّ (حق کے موافق) اللہ تعالیٰ کے عدل کے مطابق۔ محاورہ میں کہتے ہیں: فلان يقضي بالحق اى بالعدل فلاں عدل سے فیصلے کرتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً (پس ہم نے ان کو خس وخاشاک کر دیا) ان کی ہلاکت وتباہی کو غثاء سے تعبیر فرمایا۔ الغثآء اس کوڑا کرکٹ کو کہا جاتا ہے جو سیلاب کی رو بہا کر لاتی ہے اور وہ پرانے پتے اور بوسیدہ ٹہنیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فَبُعْدًا (پس دوری ہے) ہلاکت ہے محاورہ میں کہا۔ نحو: بَعِدَ وَبَعَدَ و بُعدًا اى هلك یہ ایسے مصادر ہیں جو اپنے افعال سے منصوب ہوتے ہیں جن افعال کو ظاہر کرنا درست نہیں۔ لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (ظالم قوم کیلئے) یہ ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی۔ جیسا اس آیت میں هبت لك۔ [یوسف:۲۳]

نحو: بُعدًا مصدر قائم مقام اور للقوم الظالمين یہ قائم مقام فاعل ہے اور لام زائد ہے یا تاکید مصدر ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کیا کوئی امت اپنی اجل سے نہ آگے بڑھ سکتی تھی اور نہ وہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے، پھر ہم نے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم بعض کو بعض کے

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا

پیچھے وجود میں لاتے رہے اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا، سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے، پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی

مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

ہارون کو اپنی آیات اور کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ اونچے تھے، سو ان لوگوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور حال یہ ہے کہ ان کی قوم ہمارے زیر حکم

عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

ہے، سو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا لہٰذا وہ ہلاک کیے جانے والے لوگوں میں شامل کر دیئے گئے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ

تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں، اور ہم نے ابن مریم اور انکی والدہ کو ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلہ پر ٹھکانہ دیا جو ٹھہرنے کی

قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳ ۱۸ ۳

اور پانی جاری ہونے کی جگہ تھی۔

دیگر اقوام اور رسولوں کی آمد:

۴۲: ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اٹھایا ان کے بعد دوسرے زمانہ والوں کو) قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب وغیرہم۔

۴۳: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ (نہیں سبقت کرتی کوئی امت)

نحو: من صلہ ہے ای ماتسبق امۃٌ۔

اَجَلَهَا (اپنے وقت مقررہ سے) وہ وقت جو اس کی ہلاکت کا مقرر ہے اور لکھا جا چکا ہے۔ وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (اور نہ مقررہ میعاد سے پیچھے رہ سکتی ہے) اس سے وہ موخر نہیں ہو سکتی۔

۴۴: ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (پھر ہم نے اپنے رسولوں کو مسلسل بھیجا) تَتْرَا یہ فعلیٰ کا وزن ہے۔ الف تانیث کی ہے جیسے سَكْرَىٰ کیونکہ رسل جماعت ہے اس لئے اس پر تنوین نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف ہے۔

قرات: مکی اور ابو عمرو اور یزید نے تترًی تنوین سے پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ الف الحاقی ہے جیسے ارطیٰ میں ہے۔

نحو: دونوں قراءتوں میں نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ ای متتابعًا واحدًا بعد واحدٍ اس میں کہ وہ پے در پے یکے بعد دیگرے آنے والے تھے۔ اس میں (تترا) تاء واؤ کے بدلہ میں آئی ہے یہ اصل میں وتری ہے جو وتر سے لیا گیا ہے جو فرد کو کہتے ہیں شفع کا بالمقابل ہے واؤ کو تاء سے بدل دیا جیسا کہ تراث میں ورث ہے۔ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ (جب بھی کسی امت کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا)

وجہ اضافت:

رسول کا تعلق اور ملابست مرسل اور مرسل الیہ دونوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے دونوں کی طرف اضافت کی جا سکتی ہے اور یہ اضافت ملابست کی وجہ سے ہے۔

قاعدہ: رسول کے ساتھ ارسال کا ذکر ہو تو بھیجنے والے کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ مثلاً ارسلنا رسلنا۔ اللہ کا رسول اور اگر رسول کے ساتھ آنے اور پہنچنے کا ذکر ہو جن کی طرف رسول بھیجا تو لوگوں کی طرف نسبت ہو گئی جیسے جاء امة رسولُهَا قوم ثمود کا رسول۔

ہلاکت میں نمبر لگا دیا:

فَاَتْبَعْنَا (پس ہم نے بھی ہلاکت میں نمبر لگا دیا) احمقوں اور اہل زمانہ کا۔ بَعْضَهُمْ بَعْضًا (ایک کے بعد ایک کا) ہلاکت میں وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ (اور ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا) رات کو لوگ ان کے قصے سناتے ہیں اور ان سے تعجب کرتے ہیں۔

نحو: الاحادیث یہ حدیث کا اسم جمع ہے۔ اور اسی سے یہ استعمال ہے احادیث النبی ﷺ، احادیث الرسول ﷺ اور یہ احدوثة کی جمع بھی آتی ہے اور احدوثہ اس بات کو کہتے ہیں جس کو لوگ بطور دل بہلانے کے بیان کریں اور تعجبًا ذکر کریں۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (پس ایمان نہ لانے والی قوم پر خدا کی مار)۔

نحو: یہ جملہ انشائیہ ہے یا خبر یہ ہے لام زائدہ ہے۔

بعثتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

۴۵: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ (پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو بھیجا)۔

نحو: ہارون یہ اخاہ سے بدل ہے۔

بِاٰیٰتِنَا (اپنی آیات دے کر) نو آیات معجزات مراد ہیں۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (اور وہ دلائل) غالب آنے والے دلائل یا عصا۔

۴۶: اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا) بڑائی کی وجہ سے ایمان کو قبول کرنے سے باز رہے۔ وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ (اور وہ لوگ تھے ہی متکبر و مغرور)۔

۴۷: فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا (یہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لائیں)۔

نحو: البشر کا لفظ واحد اور جمع دونوں آتا ہے۔ اور مثل اور غیر کا لفظ تثنیہ اور جمع اور مذکر و مؤنث دونوں کی صفت بن سکتے ہیں۔

وَقَوْمُهُمَا (اور ان کی قوم) مراد بنی اسرائیل لَنَا عٰبِدُوْنَ (ہمارے خدمت گار ہیں) مطیع اور حکم بردار ہیں۔

اطلاقِ عرب: اہل عرب کے ہاں ہر وہ شخص جو کسی بادشاہ کا خدمت گزار و مطیع ہو اس کو عابد کہتے ہیں۔

۴۸: فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ (پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا نتیجتاً وہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں سے ہو گئے) غرق سے ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۴۹: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دی) یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام کو الْكِتٰبَ (کتاب) تورات لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ (تاکہ وہ ہدایت پائیں) اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اس کے مواعظ سے نصیحت پکڑیں۔

مریم اور ابن مریم علیہما السلام کا تذکرہ اور ان کا ٹھکانہ:

۵۰: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰیَةً (اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنایا) جو ہماری قدرت تامہ پر دلالت کرنے والی ہے کہ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں کیونکہ وہ بلا نطفہ پیدا کئے گئے۔ اٰیۃٌ کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ اعجوبہ دونوں میں ایک ہی ہے۔ یا مراد یہ ہے وجعلنا ابن مریم ایۃً ومہٗ ایۃً اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانیہ کی دلالت اس پر موجود ہے۔ وَّاٰوَیْنٰهُمَآ (اور ہم نے ان کو پناہ دی) ان کو ٹھکانہ دیا اِلٰی رَبْوَةٍ (ایک بلند زمین پر)۔

قراءت: شامی و عاصم نے رَبوۃٍ پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے رُبوۃٍ پڑھا۔

ربوۃ بلند زمین، نمبر ۱۔ وہ بیت المقدس ہے نمبر ۲ دمشق نمبر ۳۔ رملہ یا نمبر ۴۔ مصر۔

ذَاتِ قَرَارٍ (قرار والی) ہموار زمین جس پر بسنے والے ٹھہر سکیں۔ نمبر ۲۔ پانی اور پھلوں والی یعنی پھلوں کی وجہ سے لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ وَّمَعِیْنٍ (اور جاری چشمے) ایسا پانی جو سطح زمین پر چلنے والا ہو۔

صرف: یہ مفعول کا صیغہ ہے۔ یعنی جس کے جاری ہونے کا آنکھ ادراک کرے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔ یہ عانۃ سے لیا گیا جبکہ آنکھ سے اس کا معائنہ کرے۔ نمبر ۲۔ یہ فعیل کا وزن ہے کیونکہ یہ اپنے چلنے کی وجہ اور ظاہر ہونے کی بناء پر فائدہ پہنچانے والا ہے۔ اس لئے یہ الماعون سے ماخوذ ہوگا اور وہ منفعت کو کہتے ہیں۔ یا مَعَنَ سے ہے جس کا معنی جاری ہونا ہے اس صورت میں میم اصلیہ ہے اور یہ صحیح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو بلاشبہ میں ان کاموں کو جانتا ہوں جنہیں تم کرتے ہو،

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

اور بلاشبہ یہ تمہارا طریقہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو سو ان لوگوں نے الگ الگ طریقہ اختیار کر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ

ہو گئے ہر جماعت کے لوگ اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے سو آپ انہیں ایک وقت تک ان کی جہالت میں چھوڑ دیں کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں

اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶

کہ ہم جو ان کو مال اور بیٹے دیئے جاتے ہیں ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شعور نہیں رکھتے

ہر رسول کو خطاب:

۵۱: يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ (اے رسولو حلال چیزیں کھاؤ) یہ نداء اور خطاب دونوں اپنے ظاہر پر نہیں ہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہائے نبوت مختلف ہیں۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ہر رسول کو اس کے زمانہ میں یہ بات کہی گئی اور اس کی اس نے وصیت و نصیحت فرمائی تا کہ سامع معتقد ہو کہ یہ ایسا حکم ہے جس کی تمام انبیاء کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے اس کی وصیت کی پس ایسی بات قبولیت کے خاص طور پر لائق و مناسب ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

نمبر۲۔ یا یہ حضرت محمد ﷺ کو خطاب ہے کیونکہ آپ اپنے زمانہ میں تمام کے قائم مقام ہیں اور قیامت تک نبوت آپ کی ہی ہے۔ اور آپ ہی غنائم کو استعمال میں لانے والے ہیں۔ جو پاکیزہ ترین مال ہے۔ یا نمبر۳۔ یا متصل آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ وہی مراد ہیں اور وہ والدہ کے سوت کاتنے کی کمائی پر گزارہ کرتے اور کسب ید یہ پاکیزہ روزی ہے۔ اور طیبات سے مراد ہے جو حلال ہو۔ اور امر تکلیف کیلئے ہے یعنی مکلّف ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ حلال جو میسر ہو کھاؤ۔ نمبر۴۔ عمدہ اور لذیذ چیزوں کو طیبات سے مراد لیا جائے تو امر اباحت اور سہولت کیلئے ہے کہ رہبانیت میں مزید چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ بقدر ہمت مگر انہی میں مشغولی نہ ہو۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (اور تم نیک اعمال کرو) جو شریعت کے موافق ہوں۔ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (بیشک میں تمہارے اعمال کو جانتا ہوں) پس تمہارے اعمال پر بدلہ دونگا۔

۵۲: وَاِنَّ هٰذِهٖٓ (بیشک یہ)۔

قراءت: کوفی قراء نے استیناف کی بناء پر اِنَّ پڑھا اور حجازی نے اَنَّ اور بصری ان کو بمعنی وَلِاَنَّ کے تسلیم کیا۔

یعنی فاتقون لان هذہٖ یا ما قبل پر معطوف ہے ای بما تعملون علیمٌ و بأنَّ هٰذه یا تقدیر اس طرح مانیں و اعلموا ان هذہٖ اُمَّتُکُمْ (تمہارا طریقہ) یعنی تمہاری ملت و شریعت جس پر تم قائم ہو۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک طریقہ ہے) وہ شریعت اسلام ہے۔ امۃً منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ دین ایک ہے اور وہ اسلام ہے اور اس کی مثل دوسری آیت ہے ان الدین عند الله الاسلام [آل عمران:۱۹] وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو) مجھ اکیلے سے۔ میرے حکم کی مخالفت میں میرے عذاب سے ڈرو۔

لوگوں کا کتابوں سے سلوک:

۵۳: فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ (پس لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا) تقطع بمعنی قطع ہے اپنے دین کے معاملے کو قطع کیا۔ زُبُرًا (ٹکڑے ٹکڑے) یہ زبور کی جمع ہے۔ مختلف کتابیں یعنی انہوں نے اپنے دین کو کئی دین بنا دیا۔ ایک قول وہ اپنے دین میں کئی فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ ایک کتاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مختلف ٹکڑوں میں کاٹ دیا اور اس کی تحریف کر ڈالی۔

قراءت: زُبُرًا جمع زُبْرَۃ پڑھا جاتا ہے ٹکڑا۔ کُلُّ حِزْبٍ (ہر گروہ) دین کو کاٹ کر جدا کرنے والوں میں سے ہر گروہ۔ بِمَا لَدَیْهِمْ (جو کچھ ان کے پاس ہے) یعنی کتاب اور دین یا خواہش و رائے۔ فَرِحُوْنَ (وہ اس پر خوش ہے) وہ خوش ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

۵۴: فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ (ان کو آپ اسی جہالت میں چھوڑ دیں) غمرۃ جہالت و غفلت کو کہتے ہیں حَتّٰی حِیْنٍ (ایک وقت تک) یہاں تک کہ وہ قتل کئے جائیں یا موت ان کو دبوچ لے۔

۵۵،۵۶: اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ (کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان کو جو مال و اولاد دیتے جاتے ہیں) ما الذی کے معنی میں ہے اَنَّ کی خبر نسارع لهم فی الخیرات ہے۔ اور خبر سے اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای نسایِ عُ لهم بهٖ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ مطلب یہ ہے کہ یہ امداد باوجود معاصی کے صرف استدراج ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو جلد از جلد امداد مل رہی ہے اور ان کی عمدہ کارکردگی پر ہم ان کو ثواب کا پیشگی بدلہ دے رہے ہیں۔

استدلالِ آیت:

معتزلہ کے عقیدہ کی تردید ہے کہ اصلح فی الدین الله پر لازم ہے اس آیت میں خبر دی کہ یہ بات ان کے لئے دینی اعتبار سے خیر نہیں اور نہ ہی اصلح۔ بلکہ اضرر ہے۔ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (بلکہ ان کو شعور نہیں) بَلْ یہ ایحسبون سے استدراک کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حیوانات کی طرح ہیں ان میں شعور نہیں جب تک کہ اس بات پر غور نہ کریں کہ یہ استدراج ہے یا بھلائی میں مسارعت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان

یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ

رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جولوگ کچھ دیتے ہیں تو اس حال میں دیتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا

کہ ان کے دل اس بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں ہم کسی جان کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ ہے بیان کر دے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اولیاء کی صفات کا دوبارہ تذکرہ:

۵۷: پھر اپنے اولیاء کا وضاحت سے تذکرہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے ڈر سے ہیبت زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۵۸: وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لانے والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر۔ وہ ان کتابوں میں ایمان کے لحاظ سے تفریق کرنے والے نہیں ان لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور وہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔

۵۹: وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہیں) جیسا کہ مشرکینِ عرب کرتے تھے۔

۶۰: وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں) یعنی جو دینے والی چیزیں زکوٰۃ و صدقات وغیرہ دیتے ہیں۔

قراءت: یأتون ما اتوا قصر کے ساتھ پڑھا گیا اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ یفعلون مافعلوا وہ جو کرنا ہوتا ہے کرتے ہیں۔ وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (اس حال میں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں) اس بات سے خائف ہوتے ہیں کہ ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے کہیں یہ نامقبول نہ ہو۔ اَنَّهُمْ لَهَا اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (بیشک وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں) جمہور کے نزدیک اس کی تقدیر عبارت یہ ہے لا نهم الى ربهم راجعون اور ان الذین کی خبر اولئك يسارعون فى الخيرات ہے۔

۶۱: اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (وہی لوگ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنیوالے ہیں) وہ طاعات کی رغبت رکھتے ہیں

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

بلکہ ان کے دل اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اوراسکے علاوہ اور بھی ان کے اعمال ہیں جنہیں وہ کرتے ہیں

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ

یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب کے ساتھ پکڑ لیں گے تو وہ چلائیں گے، آج مت چلاؤ، بلاشبہ آج ہماری طرف سے

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم پر میری آیات تلاوت کی جاتی تھیں سو تم تکبر کرتے ہوئے قرآن کو مشغلہ بناتے ہوئے بے ہودہ

اوران کو جلد انجام دیتے ہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (اور وہ ان کی طرف تیزی سے جانے والے ہیں) یعنی نیک کاموں کی وجہ سے جنتوں کی طرف تیزی سے رواں دواں ہیں۔ یا ان بھلائیوں کی وجہ سے وہ لوگ نیکی میں آگے بڑھ گئے۔

۶۲: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اور کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کا حکم نہیں دیتے) وسعت کا معنی طاقت، مقدور، صالحین کی جو صفات مذکور ہوئیں یہ طاقت سے زائد نہیں۔ اسی طرح ہر وہ کام جس کا بندے کو مکلّف بنایا گیا وہ بھی بندوں کی طاقت کے دائرے میں ہیں۔ اس میں تردید اس گروہ کی ہے جو انسانی تکالیف کو تکلیف مالا یطاق قرار دیتے ہیں۔ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ (ہمارے پاس ایک کتاب ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے یا اعمال نامہ مراد ہے۔

يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (جو ٹھیک ٹھیک بتادے گا اور کسی پر ذرا بھر ظلم نہ ہوگا) اس سے وہی پڑھیں گے جو صدق وعدل ہوگا۔ اس میں نہ کمی اور نہ اضافہ اور نہ ہی کسی کو زیادہ سزا دیکر ظلم کیا جائے گا۔ یا ثواب کا نقصان نہ ہوگا۔ یا ایسی تکلیف جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

کفار شکار غفلت:

۶۳: بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا (بلکہ ان کے دل اس دین کے متعلق شک میں پڑے ہیں) بلکہ کفار کے قلوب ایسی غفلت کا شکار ہیں جو ان کو اس چیز سے ڈھانپنے والی ہے جس پر یہ ایمان والے قائم ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (اور ان کے اس کے علاوہ بھی اعمال ہیں) ان کے مخفی اعمال تو اس بات سے تجاوز کرنے والے ہیں جس سے مؤمن موصوف ہیں۔ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (اور وہ ان کو کئے جا رہے ہیں) اور اس پر قائم رہنے والے ہیں اور ان کو اسوقت تک چھوڑنے کیلئے تیار نہیں یہاں تک کہ ان کو عذاب آ پکڑے۔

۶۴: حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ (یہاں تک کہ جب ہم ان کے مالداروں کو پکڑیں گے) خوشحال لوگوں کو بالْعَذَابِ (دنیا کے عذاب میں) اور وہ سات سال کا قحط ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بددعا سے مسلط فرمایا یا بدر کے دن قتل ہونا۔ حَتّٰى ابتدائیہ اور جملہ شرطیہ ہے اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ (اسی وقت چیخنے لگیں گے) فریاد کرتے ہوئے چیخیں گے۔ الجؤار مدد کیلئے پکارنا۔ اس کے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ

باتیں کرتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے کیاان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یاان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جوان سے پہلے ان کے بڑوں کے

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

پاس نہیں آئی یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا سو وہ اس کے منکر ہو رہے ہیں یا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس کو دیوانگی ہے،

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق لیکر آیا ہے اوران میں اکثر وہ ہیں جوحق کومکروہ جانتے ہیں۔

جواب میں ان کوکہا جائے گا۔

۶۵: لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ (مت چیخو) چیخنا تمہارے لئے فائدہ مند نہیں۔اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ کی جائیگی) ہماری جانب سے تمہیں کوئی نصرت یا اعانت نہ ملے گی۔

۶۶: قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں) یعنی قرآن فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (تم اپنی ایڑیوں کے بل مڑتے تھے) تم الٹے قدموں لوٹتے النکوص: الٹے پاؤں مڑنا۔ یہ سب سے بدترین چال ہے کیونکہ وہ اپنے پیچھے دیکھتا نہیں۔

۶۷: مُسْتَكْبِرِيْنَ (تکبر کرتے ہوئے) مسلمان پر بڑھائی ظاہر کرتے ہوئے۔

نحو: یہ تنکصون سے حال ہے۔

بِهٖ (بیت اللہ پر یا حرم پر۔) کفار یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔اس لئے ہم پر کوئی غالب نہ آئے گا۔ یہ مفہوم اس قول کے مطابق ہے۔جنہوں نے ضمیر کا مرجع بیت کوقرار دیکر استکبار بالبیت مراد لیا۔نمبر۲۔ہٖ کا مرجع آیات قرار دیا۔انہوں نے آیات کو کتاب کے معنی میں لیا اور استکبار بالقرآن کا مطلب تکذیب ہے۔

نحو: مستکبرین میں ضمنا مکذبین کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے اس کے متعدی بنانے کیلئے کذب فعل والا حرف تعدیہ استعمال کرلیا گیا ہے۔

نمبر۳۔یاسامرًا سے متعلق ہے ای تسمرون بذکر القرآن و بالطعن فیه سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (مشغلہ بناتے ہوئے) وہ بیت اللہ کے گرد رات قصہ گوئی کرتے اوران کی عمومی قصہ گوئی قرآن کے متعلق ہوتی وہ کبھی قصہ کہانی کہتے اور کبھی سحر وشعر کا نام دیتے۔سامر کا لفظ حاضر کی طرح واحد وجمع پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

قراءت: اس کو سمّارًا بھی پڑھا گیا ہے۔

نمبر۴۔یاتھجرون سے متعلق ہے اور یہ الھُجر سے مشتق ہے جس کا معنی ہذیان آتا ہے۔(ہجر کا معنی کٹ جانا، کترا جانا،

بیہودہ بکواس کرنا آتا ہے)

قراءت: نافع نے تھجِرون پڑھا ہے اس صورت میں یہ اھجر فی منطقه ای افحش اس نے اپنی گفتگو میں فحش طریق اختیار کیا۔

کفار کا انکار چہ معنی دارد وہ ذاتی غیرت کی وجہ سے نہیں مانتے:

۶۸: اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ (کیا انہوں نے کلام الٰہی میں غور نہیں کیا) کیا انہوں نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا تا کہ ان کو علم ہوتا کہ وہ کھلا ہوا حق ہے پس وہ اس کی تصدیق کرتے اور اس کو سچا جانتے جو وہ لے کر آئے ہیں۔ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ (یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے بڑوں کے پاس نہیں آئی) اَم بل کے معنی میں ہے اور استفہام انکاری ہے مطلب اس طرح ہے بلکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کے اولین آباء کے پاس نہ آئی ہوئی ہو بلکہ وہی چیز آئی ہے پھر ان کا انکار اور اس کو اوپر اقرار دینا چہ معنی دارد۔

۶۹: اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ (یہ لوگ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے) محمد الصادق الامین کو اور یہ ان کے وفورِ عقل اور صحتِ نسب اور حسنِ اخلاق سے واقف نہیں۔ یعنی وہ ان صفات سے ان کو پہچانتے ہیں۔ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (پھر انہی کے منکر ہیں) کیا وجہ ہے سوائے ضد اور حسد کے اور تو کچھ نہیں۔

۷۰: اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول کو جنون ہے) جِنَّة کا معنی جنون ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ اس میں عقلی اعتبار سے سب سے بڑھ کر پختہ اور ذہنی لحاظ سے سب سے روشن ذہن والے ہیں۔ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں) واضح حق، صراط مستقیم اور وہ چیز جو ان کی شہوات، خواہشات کے خلاف ہے اور وہ توحید اور اسلام ہے اب انہوں نے اس کا کوئی جواب اور دفاع موجود نہ پا کر اس کو مجنون کہنا شروع کر دیا۔

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (اور ان کی اکثریت حق سے نفرت کرنے والی ہے) مَسْئَلَة: اس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان میں سے قلیل تعداد حق کو ناپسند نہیں کرتی تھی بلکہ ایمان کو ذاتی غیرت اور اپنی قوم کی ناپسندیگی اور حقارت کی خاطر چھوڑنے والی تھی کہ قوم کے لوگ ان کو صابی کہہ کر طعن زنی کریں گے اور آباء واجداد کے دین کو چھوڑنے کے طعنے ماریں گے جیسے خواجہ ابوطالب وغیرہ کہ ان کو دین سے عناد نہ تھا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہیں سب تباہ ہو جائے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی

بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ ع

نصیحت بھیجی ہے سو وہ اپنی نصیحت سے روگردانی کر رہے ہیں، کیا آپ ان سے کچھ آمدنی کا سوال کرتے ہیں سو آپ کے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ الربع وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

سب دینے والوں سے بہتر ہے، اور بلاشبہ آپ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا

لاتے، وہ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی کریں اور وہ جس تکلیف میں ہیں اسے دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں بھٹکے

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا

ہوئے اصرار کرتے رہیں گے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا سو وہ اپنے رب کے سامنے نہ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَاعَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع ۴ ۲۷ ۴

جھکے اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے، تو اچانک وہ اس میں حیرت زدہ ہو کر رہ جائیں گے۔

۷۱: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ (اور اگر بالفرض دین ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا) ابن جریج وغیرہ نے الحق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے۔ اَهْوَآءَهُمْ سے مراد کئی الٰہ کا اعتقاد رکھنا ہے۔ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (تو آسمان و زمین تباہ ہو جاتے) جیسا کہ فرمایا: لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا [الانبیاء:۲۲] وَمَنْ فِيْهِنَّ (اور جو کچھ ان میں ہے) عقلاء کو من کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ غیر عقلاء ان کے تابع ہیں۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ (بلکہ ہم نے تو ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی) یعنی اس کتاب کو بھیجا ہے جو ان کے لئے نصیحت یا ان کے لئے باعثِ شرف ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں سے ہیں اور قرآن انہی کی لغت میں سے ہے۔ یا وہی ذکر ہے جس کی یہ تمنا کرتے تھے اور کہا کرتا تھے لو اَنَّ عندنا ذكرًا من الاولين [الصافات:۱۶۸]

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (پس وہ لوگ اپنی نصیحت کی بات سے روگردانی کرنے والے ہیں) اپنے برے اختیار اور چناؤ کی وجہ سے۔

۷۲: اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ (یا تم ان سے کسی آمدنی کے خواستگار ہو تو آپ کے رب کی عطاء کردہ سب سے

بہتر ہے)۔

قراءت: حجازی، بصری، عاصم نے فَخراجُ پڑھا ہے۔شامی نے خرجًا ....فَخَرْجُ پڑھا۔علی،حمزہ نے خَراجا..... فَخَراج پڑھا۔

خراج زمین کی زکوٰۃ جوامام کودی جاتی ہےاور ہر عامل کواس کی جواجرت اورانعام دیا جاتا ہےالخرج کالفظ الخراج سے خاص ہے۔ جیسا کہتے ہیں خراج القریة ۔خرجَ الکُردةِلفظ کااضافہ معنی میں اضافہ کوظاہر کرتا ہےاسی لئے پہلی قراءت سب سے اولیٰ ہے۔یعنی ام تسأ لهم على هدايتك لهم قليلًامن عطاء الخلق فالكثير من الخالق خيرٌ۔کیا آپ ان سے ہدایت پر مخلوق سے قلیل عطیہ مانگتے ہیں۔خالق کی طرف سے ملنے والاکثیراجرسب سے بہتر ہے۔(یہ استفہام بھی انکاری ہے کہ آپ ان سے کسی چیز کے خواستگارنہیں)وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ(اوروہ سب سے بہتررزق دینے والے ہیں۔)

۷۳: وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اور بیشک آپ توان کوسیدھےراستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں)اور وہ دین اسلام ہےپس زیادہ مناسب ہے کہ وہ آپ کی بات کومان لیں۔

۷۴: وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ (اور بیشک وہ لوگ جوآخرت پرایمان نہیں رکھتے وہ راستہ سے ہٹنے والے ہیں)وہ اس مذکورہ راستہ سے عدول کرنے والے ہیں۔اورحالانکہ وہ صراط مستقیم ہے۔

کفار کی ضد کا حال:

۷۵: وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَامَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ (اگرہم ان پرمہربانی کردیتےاوران کی تکلیف کودورکردیتے)جب اللہ تعالیٰ نے کفارکوقحط کے ساتھ پکڑاتو خون اوراون سے تیارشدہ کھانا ان کوکھانا پڑاابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیااورعرض کیا کہ میں آپ کواللہ تعالیٰ کی قسم اوررحم کاواسطہ دیتاہوں۔کیاتمہاراخیال نہیں کہ تم جہان والوں کیلئے رحمت بنا کربھیجے گئے ہوآپ نے فرمایا کیوں نہیں اس نے کہا۔تم نے آباءکوتلوار سے قتل کیااوراولادکوبھوک سے؟پس یہ آیت اتری(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول) مطلب یہ ہے اگراللہ تعالیٰ یہ تکلیف ان سے دورکردے الضُر سے وہ قحط مراد ہے جس نے ان کوآلیا تھااوروہ آپ کی رحمت سے ان کو پہنچا تھااوروہ خوشحالی پالیں۔لَلَجُّوْا (توضرور جمے رہیں۔)فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ(اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں گے)متردد رہیں گے۔یعنی تو دوبارہ یہ تکبر،عداوتِ رسول ﷺ وعداوتِ مؤمنین کرنے لگیں گےاور یہ چاپلوسی وقتی ختم ہوجائے گی۔

۷۶: وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ (اورہم نے ان کوگرفتارِعذاب بھی کیاتب بھی انہوں نے اپنے رب کے سامنے نہ عاجزی اختیارکی نہ گڑگڑائے)اس سے اس بات پہ استشہاد پیش کیا کہ ہم نے اولاً ان کوتلواروں سے پکڑا۔اور بدر کے دن جوان کے صنادید کے ساتھ قتل وقید کی صورت میں پیش آیا۔مگراس سب کے باوجودان کی طرف سے رجوع اورتوبہ نہیں پائی گئی۔وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ(اورنہ وہ گڑگڑائے)یہ ان کی دوامی حالت کی تعبیر ہے کہ وہ توابھی تک سابقہ روش پر ہیں۔اسی لیے ماتضرعوا نہیں کہا بلکہ مضارع استعمال فرمایا گیا۔استکان یہ استفعل کے وزن پرکون مصدر سے بنایا گیا ہے۔ای انتقل من

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ

اور ا وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم کم شکر ادا کرتے ہو، اور وہی ہے

الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ

جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے،

وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور اسی کے اختیار میں ہے رات دن کا یکے بعد دیگرے آنا جانا، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ بلکہ انہوں نے وہ بات کہی جو ان سے پہلے لوگوں نے کہی۔

کون الی کون۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوا جیسا کہ کہا جاتا ہے **استحال اذا نتقل من حال الی حال** وہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوا۔

۷۷: حَتّٰٓی اِذَا فَتَحْنَا (یہاں تک کہ جب ہم نے سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا)۔

قراءت: یزید نے فَتَّحْنَا پڑھا ہے۔

قحط سے پکڑ:

عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ عذاب شدید سے بھوک مراد ہے جو کہ قید وقتل سے سخت تر ہے۔ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ (تو اسی وقت وہ حیران مایوس ہوگئے) متحیر اور ہر خیر سے مایوس ہونے لگے اور ان میں سے سب سے سرکش اور متمرد شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا اور رحم کی اپیل کی یا ہم نے ان کا امتحان ہر قسم کے امتحان قتل و بھوک سے لیا مگر ان میں نرمی اور زاری پیدا نہیں ہوئی اور وہ اس طرح رہیں گے یہاں تک کہ جب جہنم کی آگ سے ان کو عذاب دیا جائے گا تو تب مایوس ہونگے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا **یوم تقوم الساعة یبلس المجرمون** [الروم:۱۲]

انعامات سے یاددہانی:

۷۸: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (اور اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا کئے) تین حواس کا خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ عموماً انہی سے دینی اور دنیوی فوائد زیادہ تر متعلق ہیں دیگر حواس سے اتنے نہیں۔ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) تم تھوڑا شکریہ ادا کرتے ہو۔ ما تاکید کیلئے زائد کیا گیا ہے اور حقاً کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہوا تم نے ان انعامات کی عظمت نہیں پہچانی اور تم نے ان کو بے محل استعمال کیا۔ تم نے آنکھوں اور کانوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات اور افعال کے سلسلہ میں کام نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دلوں سے استدلال کیا۔ کہ تم منعم کو پہچان کر کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا

انہوں نے کہا کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے

هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ

ہمارے باپ دادوں سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یہ بات پرانے لوگوں سے نقل ہوتی آئی ہے، آپ فرما دیجئے کس کے لئے ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

اگر تم جانتے ہو اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے لئے، آپ فرمایئے پھر کیوں غور نہیں کرتے، آپ فرما دیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا

السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ

اور عرش عظیم کا رب کون ہے، وہ جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ فرمایئے کہ وہ کون ہے

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

جس کے قبضے میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

وہ جواب دیں گے کہ یہ صفات اللہ ہی کی ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کہاں ہو جادو کئے ہوئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق بھیجا ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔

۷۹: وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا) اور تناسل وتوالد کے ذریعہ زمین میں پھیلا دیا۔ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور اسی کی بارگاہ میں تمہیں جمع کیا جائے گا) تم قیامت کے دن پراگندہ ہونے کے بعد تم اکھٹے کئے جاؤ گے۔

۸۰: وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (اور وہی ذات ہے جو زندگی اور موت دیتی ہے) وہ اجسام کو پیدا کر کے زندہ کرتا اور فناء کر کے موت دیتا ہے۔ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ (اور اسی کیلئے رات اور دن کا مختلف ہونا ہے) کہ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا ہے۔ اور روشنی اور اندھیرے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا۔ یا بڑھنے اور کم ہونے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا اور یہ خاص اسی کے قبضہ واختیار میں ہے ان میں تصرف کا کسی اور کو اختیار نہیں اور نہ قدرت ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ تم اٹھائے جانے پر ہماری قدرت کو پہچانو۔ یا صنعت سے صانع پر استدلال کر سکو اور پھر ایمان لے آؤ۔

پرانی اَڑ پر قائم:

۸۱: بَلْ قَالُوْا (بلکہ انہوں نے کہا یعنی اہل مکہ نے) مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ (اس کی مثل کہتے ہیں جو اگلے کافروں نے کہی) الاولون سے مراد وہ کفار ہیں جو ان سے پہلے ہوئے۔ پھر وضاحت کی جو انہوں نے کہا فرمایا

۸۲: قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے تو کیا زندہ کر کے ہم اٹھائے جائیں گے)

قراءت: مِتْنَا نافع، حمزہ، علی، حفص نے پڑھا ہے۔

۸۳: لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا (اس کا ہم سے اور ہمارے آباء واجداد سے وعدہ ہوا) هٰذا کا مشار الیہ البعث ہے مِنْ قَبْلُ (اس سے قبل) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں)۔

نحو: اساطیر جمع اسطار، اسطار جمع سطر، وہ کہانی جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ اور اسطورۃ کی جمع قرار دینا زیادہ مناسب ہے پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ مشرکین پر اتمام حجت کریں چنانچہ فرمایا۔

اعتراض ودلائل:

۸۴، ۸۵: قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آپ ان سے کہہ دیں کہ زمین اور جو بھی زمین میں ہے یہ کس کے ہیں۔ اگر تم جانتے ہو) یہ لوگ عنقریب کہیں گے۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (عنقریب یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے) کیونکہ ان کو اس بات کا تو اقرار ہے کہ وہ خالق ہے۔ جب وہ اعترافِ خالقیت کرلیں تو آپ فرمائیں۔

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے) پھر تمہیں یہ جان لینا ہوگا کہ جس نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں تمام اشیاء بنائیں وہ مخلوق کو دوبارہ لوٹانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کی مخلوق کو اس کی ربوبیت میں شریک نہ کیا جائے۔

قراءت: افلاتذکرون تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی اور حفص نے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

۸۶، ۸۷: قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔: سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ (آپ ان سے یہ کہیں کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ وہ عنقریب کہیں گے اللہ تعالیٰ آپ فرمادیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے) پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے کیونکر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یا تم اس کی قدرت دوبارہ اٹھائے جانے کے سلسلہ میں کیوں نہیں مانتے حالانکہ تم ان تمام اشیاء کی تخلیق کے قائل ہو۔

۸۸: قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے) ملکوت، الملک ایک معنی میں ہیں۔ واؤ اور تاء مبالغہ کیلئے ہیں جو اس کی بادشاہت کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ) عرب کا محاورہ ہے اجرت فلانًا علی فلان جب اس سے بچانے کیلئے تم اس کی فریاد رسی کرو اور اس کا دفاع کرو۔ مطلب یہ ہے وہ جس کی چاہتا ہے فریاد رسی کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے اور کوئی اس کے ضرر سے بچانے کیلئے اس کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا۔

۸۹: سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (وہ عنقریب کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہہ دیں پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے) تُسحرون کا

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتا، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں پوشیدہ اور آشکارا ہر چیز کا جاننے والا ہے

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

سو وہ ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

معنی تخدعون ہے۔ نمبرا۔ تخدعون عن الحق کا مطلب یہ ہے کہ کس فریب میں پڑ کر حق وہدایت سے روگرداں ہو رہے ہو۔ نمبر۲۔ تم پھر حق کو باطل کس طرح خیال کرتے ہو۔ نمبر۳۔ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کے متعلق کیوں دھوکہ میں مبتلا ہو۔ دھوکہ باز شیطان اور خواہشات ہیں۔ من اوّل کا جواب تو للہ سے درست ہے کیونکہ مَن کے ساتھ بھی لام آیا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے من کا جواب اہل بصرہ کے علاوہ دیگر علماء کے ہاں درست ہے کیونکہ اس کا معنی جب تم کہو من رب هذا؟ تو مطلب یہ ہے لمن هذا؟ تو جواب میں لفلان کہا جائے گا۔ جیسا شاعر کا قول

اذا قيل من رب المزالف بالقرىٰ ورب الجياد الجرد ؟ قيل لخالد۔

مطلب یہ ہے کہ مزالف کس کے ہیں؟ تو جواب ملا خالد کے ہیں۔

دوسرا قول:

جنہوں نے حذف سے پڑھا تو انہوں نے ظاہر پر رکھا۔ کیونکہ جب اس طرح کہیں گے من رب هذا؟ تو اس کے جواب میں کہتے ہیں فلان۔

۹۰: بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ (بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے) کیونکہ اس کی طرف بیٹے کی نسبت ناممکن ہے اور شرک باطل ہے وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور بیشک وہ جھوٹے ہیں) اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا اور شریک تجویز کر لئے پھر ان کا جھوٹ اور کھول دیا فرمایا۔

اللہ اولاد سے پاک ہے:

۹۱: مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا) کیونکہ وہ نوع وجنسیت سے پاک ہے اور آدمی کا بیٹا اس کی جنس سے ہوا کرتا ہے۔ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (اور اس کے ساتھ کوئی شریک بھی نہیں) جو الوہیت میں اس کا ساجھی ہو۔ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ (ہر الہ اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا) ہر معبود اپنی مخلوق لے کر منفرد ہو جاتا اور اپنی مخلوق

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر وہ آپ مجھے دکھادیں تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ فرمایئے

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ

اور بلاشبہ ان سے ہم جو وعدہ کررہے ہیں ہمیں اس پر قدرت ہے کہ اسے آپ کو دکھادیں، آپ اس طریقے پر ان کی بدمعاملگی کو دفع کیجئے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہے،

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

میں تصرف کرنے سے دوسرے کو روک کر خود مختار ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی بادشاہی دوسرے سے ممتاز ہو۔

وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اور وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے) اور بعض دوسروں پر غالب آجاتے۔ جیسا کہ تم دنیا کے حکمرانوں کو دیکھ رہے ہو کہ ہر ایک ملک دوسرے سے ممتاز اور الگ ہے اور وہ ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے کوشاں ہیں۔ جب یہاں کوئی معمولی سا اثر بھی ممالک کے باہمی امتیاز اور ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے دوڑ دھوپ کا آج تک پایا نہیں گیا تو یقین کرلو کہ وہ ایک ہی معبود ہے جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔

اور یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اذا تو اس کلام میں داخل ہوتا ہے جس میں جزاء اور جواب پایا جائے حالانکہ یہاں لذھب جزاء اور جواب ہے مگر اس سے قبل شرط موجود نہیں اور نہ ہی کسی سائل کا سوال موجود ہے۔ کیونکہ شرط محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ ولو کان معه الهة اس پر ما کان معه من الهٍ دلالت کر رہا ہے۔ اور یہ درحقیقت حجت باز مشرکین کا جواب ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک ہے ان سب باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں) مثلاً شریک اور اولاد وغیرہ۔

۹۲: عٰلِمِ (وہ جاننے والا ہے)

نَحْوُ: مجرور ہو تو یہ اللہ کی صفت ہے اور رفع کی صورت میں یہ ھو مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

قراءت: جر حفص کی قراءت ہے اور مدنی اور کوفی قراء علاوہ حفص کے رفع پڑھتے ہیں۔

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پوشیدہ اور ظاہر کا) مخفی اور اعلانیہ کا فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ بلند و برتر ہے ان تمام سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں) بت وغیرہ۔

الموں کو عذاب دیتے وقت اپنے میں رکھنا:

۹۳: قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ (کہہ دیں اے میرے رب اگر وہ عذاب تو مجھے دکھادے جس کا ان کافروں سے وعدہ کیا

جاتا ہے۔) ما اور نون دونوں تاکید کیلئے ہیں۔ یعنی اگر ضروری ہے کہ تو ان سے وعدہ کیا جانے والا عذاب دنیا میں مجھے دکھائے یا آخرت میں۔

۹۴: رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ کرنا) یعنی مجھے ان کا ہمراہی نہ بنانا اور ان کو دیئے جانے والا عذاب مجھے نہ دینا۔ قول حسن: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت پر ناراضی کی سزا واقع ہوگی مگر یہ اطلاع نہیں دی کہ کب وہ عذاب اترے گا۔ پس اپنے پیغمبر ﷺ کو یہ دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ نبی معصوم ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا جس کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ عنقریب وہ کرنے والے ہیں اور اس سے پناہ طلب کر رہے ہوں جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے یہ بطور اظہار عبودیت کے ہو۔ اور بطور تواضع ہو چنانچہ آپ ﷺ کا استغفار ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ وہ اسی بناء پر تھا۔

نحو: فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے۔ اور ربّ والا جملہ معترضہ ہے جو جزاء و شرط کے درمیان آیا ہے۔

۹۵: وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ (اور بیشک ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں وہ آپ کو دکھا دیں) کفار مکہ عذاب کا انکار کرتے اور اس کا مضحکہ اڑاتے تھے اس پر انہیں کہا گیا اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر تم غور کرو۔ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں؟ (کیونکہ دلائل قدرت تو شاہد ہیں)

درگزر و احسان سے کام لیں:

۹۶: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ (آپ ان کی برائی کا دفعیہ ایسی خصلت سے کر دیا کریں) هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (جو کہ بہت ہی خوب ہو) یہ انداز بالحسنة السیئة کہنے کی بنسبت زیادہ بلیغ اور اوقع فی القلب ہے اس لئے کہ اس میں اسم تفضیل ہے۔ گویا اس طرح فرمایا ادفع بالحسنی السیئة مگر اس انسانی عبارت کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی زیادتیوں کے مقابلہ میں درگزر اور احسان سے حتی الامکان کام لیا جائے۔ قول ابن عباسؓ کہ احسن لا الہ الا اللہ ہے اور السیئہ شرک ہے یا سلام میں فحش انداز یا موعظہ کو غلط انداز سے کرنا۔ نمبر۲۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔ نمبر۳۔ محکم آیت ہے۔ مدارات کا تو اس وقت تک حکم ہے جب تک اس سے دین میں نقصان نہ ہوتا ہو۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (ہم بخوبی ان باتوں سے واقف ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں) شرکیات وغیرہ یا آپ کے متعلق طعن و تشنیع پس ہم ان کو خود سزا دیں گے۔

۹۷: وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ (اور کہہ دیں اے میرے رب میں شیاطین کے وساوس سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں) یعنی ان کے وساوس اور طعنہ زنیوں سے۔

الھمز: چبھونا، الھمزات یہ جمع ہے جو مرۃ اور ایک بار کا معنی دیتی ہے اور اس سے مھماز الرائض۔ سدھارنے والے کا کیلا۔ مطلب یہ ہے شیاطین لوگوں کو گناہ پر ابھارتے ہیں جس طرح سدھارنے والے جانوروں کو چال پر چلانے کیلئے ابھارتے ہیں۔

۹۸: وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (اور اے میرے رب میں شیطان کے اپنے پاس حاضر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) نمبر۱۔ شیاطین کے چوکوں سے دعائیہ انداز میں پناہ مانگنے کا حکم دیا پہلے تو وساوس سے پناہ مانگی اور دوسری مرتبہ بالکل ان کے پاس بھٹکنے سے پناہ کا حکم دیا۔ (کیونکہ جب وہ پاس آئیں گے تو ضرور وسوسہ ڈالیں گے)۔ نمبر۲۔ یہ فقط تلاوتِ قرآن کے وقت حکم دیا

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا

یہاں تک کہ جب اس کے پاس موت آپہنچے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس کیجئے تا کہ میں جس کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں

تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

نیک عمل کروں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ بات ہے جس کا وہ کہنے والا ہے اور ان کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک برزخ ہے،

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ

سو جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز ان میں باہمی رشتے نہ رہیں گے اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پوچھیں گے، سو جس کے وزن بھاری

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا

ہونگے تو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان

اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

کر لیا، ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے،

گیا ہے جیسا دوسری آیات اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله) نمبر۳۔فزع کے وقت۔

قیامت کے وقت حسرت وندامت کا کلمہ:

۹۹: حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے) نمبر۱۔ یہ یصفون سے متعلق ہے ای لا یزالون یشرکون الی وقت مجئی الموت کہ وہ شرک پر جمے رہیں یہاں تک کہ ان پر موت آئے۔ نمبر۲۔ وہ اس میں برے تذکرہ پر اس وقت تک قائم رہیں گے درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور ان سے چشم پوشی کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے شیطان کے خلاف مدد مانگتا رہے تا کہ وہ کہیں ان کو خوابوں میں نہ اتار دے اور ان سے بدلہ لینے پر نہ ابھارے۔

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں واپس کر دے) یعنی واپس لوٹا دو مجھے دنیا کی طرف۔ ارجعوا جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے بطور تعظیم لایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں سے تعظیمی الفاظ سے خطاب ہوتا ہے۔

۱۰۰: لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ (شاید کہ میں اعمال صالحہ کروں اس دنیا میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں) اس جگہ میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اور وہ دنیا ہے کیونکہ اس نے دنیا کو چھوڑا اور آخرت میں پہنچ گیا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اہل وعیال اور خاندان کی طرف لوٹنے کی تمنا نہیں کی بلکہ یہ تمنا کی جو دنیا میں برے کام ہوئے ان کا تدارک کرنے

کیلئے اسے لوٹا دیا جائے۔ لَعَلِّی (شاید کہ میں) قراءت: لَعَلِّیْ یائے ساکنہ کے ساتھ کوفی، سہل، یعقوب نے پڑھا ہے۔ یاء کے فتحہ کے ساتھ نافع ابن کثیر، ابوعمرو نے پڑھا ہے یعنی لَعَلِّیَ۔ کَلَّا (ہرگز نہیں) رجوع کے مطالبہ کو مسترد کیا اور اس سے انکار کیا اور اس سے استبعاد کا اظہار کیا ہے کہ ایسا ہونا بہت بعید تر ہے۔

کَلَّا: یہ کلمۂ وعید ہے کبھی بمعنی حقا بھی آجاتا ہے۔

اِنَّهَا كَلِمَةٌ (اس کی یہ بات ہی بات ہے) کلمہ سے مراد کلام کا ایک ایسا مجموعہ جو ایک دوسرے سے مربوط ہو اور وہ اس کا مقولہ ہے (رب ارجعون لعلی اعمل صالحًا فیما ترکت) هُوَ قَآئِلُهَا (جو وہ کہے جارہا ہے) اور کہتا جائے گا اس کو نہ چھوڑے گا اور نہ اس سے خاموشی اختیار کرے گا۔ کیونکہ حسرت وندامت کا اس پر غلبہ ہوگا۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ (اور ان کے آگے) هُمْ کی ضمیر جماعت کی طرف ہے۔ بَرْزَخٌ (پردہ ہے) جو ان کے اور دنیا کی طرف واپس لوٹنے کے درمیان حائل کر دیا گیا ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (اس دن تک جب کہ ان کو اٹھایا جائے گا) یہ مراد نہیں کہ وہ بعث سے واپس لوٹیں گے بلکہ یہ کلی طور پر ناامید ہے اس لئے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ بعث کے بعد تو آخرت ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

نفخ صور اور قیامت کا منظر:

۱۰۱: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ (جب صور میں پھونک ماردی جائے گی) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نفخہ ثانیہ یعنی نفخۂ بعث ہے یہی صحیح ہے فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ (پس ان کے درمیان باہمی رشتہ داریاں اس دن نہ رہیں گی)

قراءت: یومئذ یہ ادغام کے ساتھ ابوبکر نے پڑھا ہے۔ کیونکہ اجتماع مثلین ہے۔ اگرچہ یہ دو کلمے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے درمیان انقطاع اسی وقت ہی واقع ہو جائے گا جبکہ ان کی دو جماعتیں نمبر ۱۔ ثواب والے نمبر ۲۔ سزا والے ہو جائیں گی اور ان کے درمیان صرف نسبی تعلق سے ملاپ کی صورت رہ جائے گی جبکہ وہ یوم یفر المرءُ من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه [عبس: ۳۴،۳۶] وہ صرف اعمال کی بنیادی پر رہ جائے گی۔

وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے) یعنی رشتہ داری اور خاندان کا سوال نہ کریں گے جیسا کہ وہ دنیا میں سوال کرتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنی حالت میں اس قدر مگن ہوگا کہ ساتھی کے متعلق پوچھنے سے بے نیاز ہوگا۔

ایک حل:

اس آیت میں لا یتساء لون آرہا ہے۔ اور دوسری آیت واقبل بعضهم علی بعض یتساء لون [الصافات: ۲۷] میں سوال کا تذکرہ موجود ہے۔ حقیقت میں ان کے مابین کوئی تناقض نہیں کیونکہ قیامت کے طویل دن میں بہت سے مواقع پیش آئیں گے۔ بعض مقامات پر خوف شدید ہونے کی وجہ سے باہمی سوال نہ کرسکیں گے۔ اور بعض مواقع میں افاقہ پا کر ایک دوسرے سے پوچھ لیں گے۔

۱۰۲: وَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ (پس جس کے میزان بھاری ہونگے) موازین جمع موزون کی ہے۔ اور یہ تولے جانے والے اعمال صالحہ ہونگے جن کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں پائی جاتی ہے اور کافروں کے متعلق تو فرمایا فلا نقیم لهم یوم القیامة

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

کیا تمہارے پاس میری آیتیں نہیں آئی جو تمہارے اوپر تلاوت کی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے، وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر

شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اور اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے،

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تم اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو، بلاشبہ بات یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی، جو یوں دعا کرتے تھے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا

کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو آپ ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم فرمانے والے ہیں، سو تم نے ان کو مذاق بنالیا

حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنستے تھے بلاشبہ آج میں نے انہیں ان کے صبر کرنے کی وجہ سے یہ بدلہ دیا

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کہ وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

وزنا [الکہف:۱۰۵] فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پس وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

خسارے والوں کا ذکر اور انکارِ اعتراف:

۱۰۳: فَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جن کے میزان ہلکے ہونگے) گناہوں کی وجہ سے۔ اس سے مراد کفار ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (پس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کو نقصان میں ڈالا) گھاٹے میں مبتلا کیا۔ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔)

نحو: یہ خسروا انفسھم سے بدل ہے اور بدل اور مبدل منہ کا کوئی محلِ اعراب نہیں ہے کیونکہ صلہ کا کوئی محل نہیں ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ دوسری خبر ہے اولئک کیلئے۔ نمبر۳۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۱۰۴: تَلْفَحُ (جھلسا دے گی) جلا دے گی۔ وَجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس آگ میں بدشکل ہونگے) ترش رو ہونگے۔ پس انہیں کہا جائے گا۔

۱۰۵: اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (کیا تم کو میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئیں یعنی قرآن) دنیا میں فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ

(پھر تم ان کو جھوٹا قرار دیتے تھے) اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔

۱۰۶: قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر غالب آ گئی) ہمیں گھیر لیا شِقْوَتُنَا (ہماری بدبختی نے)

قراءت: حمزہ وعلی نے شقاوتنا پڑھا ہے اور یہ دونوں مصدر ہیں۔ مطلب یہ ہے ہم اپنے برے اعمال سے بد بخت ہو گئے جو ہم نے کیے۔

اہلِ تاویل کا قول:

ہم پر غالب آ گئی وہ بدبختی جو ہمارے لیے لکھی تھی۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ وہ لکھا جاتا ہے جو کہ بندہ کرتا اور جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ اسی کا چناؤ کرے گا اور نہیں لکھا جاتا اس کے علاوہ کہ جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کے اختیار کرے گا۔ پس بندہ مغلوب ومضطر فعل میں نہ ہوا۔

اہل جہنم یہ بات بطور معذرت کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہونگے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بڑی کوتاہی کی ہے پس اس موقعہ پر یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے قصور کے سلسلے میں اپنے نفوس کیلئے معافی طلب کریں اور اسی لئے بطور اعتراف کہیں گے۔

وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (اور ہم راستہ کو گم کرنے والے لوگ تھے) حق وصواب سے گم گشتہ تھے۔

۱۰۷: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا (اے ہمارے رب! تو ہمیں اس سے نکال دے) ھا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ فَاِنْ عُدْنَا (پس اگر ہم دوبارہ ایسا کریں) یعنی کفر کی طرف لوٹیں اور تکذیب اختیار کریں۔ فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (پس بیشک ہم ظالم وقصور وار ہونگے) ہم اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہونگے۔

آخری کلام:

۱۰۸: قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس میں راندے ہوئے پڑے رہو) ذلت ورسوائی کے ساتھ بالکل خاموشی اختیار کرو۔ وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (اور مجھ سے بات نہ کرو) اپنے سے عذاب کو دور کرنے کے سلسلہ میں اس لئے کہ عذاب نہ ہٹایا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔

ایک قول یہ ہے یہ آخری کلام ہوگی جو جہنمی کر پائیں گے پھر کلام نہ ہوگا ہینگنے کی زوردار اور ہلکی آوازیں فقط نکلیں گی۔ (لهم فيها زفير و شهيق)

قراءت: ان يحضرونی اور ارجعو نی ولا تكلمونی وصل ووقف دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھے گئے ہیں۔ البتہ یعقوب وغیرہ نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

نیکوں سے تمسخر کا نتیجہ:

۱۰۹،۱۱۰: اِنَّهٗ (بیشک معاملہ اور شان یہ ہے) یہ ضمیر شان ہے۔ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا (کہ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو کہا کرتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے

پس تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے پس تم نے انکا مذاق اڑایا)

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم برسوں کی گنتی کے اعتبار سے زمین میں کتنے دن رہے وہ کہیں گے کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم رہے

فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

سو آپ گننے والوں سے سوال فرما لیجئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے اگر تم جانتے ہو،

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

کہ کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم نے تمہیں بطور عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔ سو برتر ہے اللہ جو بادشاہ ہے

الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ

حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے، اور جو کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے

لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ

جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہونگے، اور آپ یوں دعا کیجئے

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

کہ اے میرے رب بخش دیجئے اور رحم فرمایئے بلاشبہ آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم فرمانے والے ہیں۔

نحو: سِخْرِيًّا یہ مفعول ثانی ہے (باتوں میں مذاق اڑانا، استہزاء کرنا جب سین کے کسرہ سے ہو کذا قال الفراء)

قراءت: سِخْرِيًّا مدنی، حمزہ، علی نے پڑھا (کسی کو غلام بنانا اور تحقیر کرنا) دراصل یہ دونوں مصدر ہیں السخر اور السخر۔ البتہ یائے نسبت لگ جانے سے معنی میں مبالغہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ دوسرا قول خصوصاً اصحاب صفہ مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تم نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے ساتھ تمسخر نے تمہیں ہر چیز سے بے خبر کر دیا۔ حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ (یہاں تک کہ اس بات نے تمہیں میری یاد بھلا دی) ایمان والوں کو ہنسی کے مشغلہ نے ذِكْرِيْ (میری یاد کو تم نے چھوڑ دیا۔)

مطلب یہ ہے کہ ان میں مشغولیت میری یاد کے بھلانے کا سبب بنی۔ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے)

۱۱۱: اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا (میں نے آج ان کو ان کے صبر کے باعث بدلہ دیا) ان کے صبر کے سبب۔ اَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (وہی ہیں کامیاب)

نحو: جائز ہے کہ یہ مفعول ثانی ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی جزیتھم الیوم فوزھم میں نے ان کو کامیابی کا بدلہ دیا۔ کیونکہ

جزاء کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا **وجزٰىهم بما صبروا جنة**[الانسان:۱۲]

قراءت: اِنہم کسرہ کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا ہے **ای انهم هم الفائزون الا انتم** بیشک وہ وہی کامیاب ہیں نہ کہ تم۔

۱۱۲: **قٰلَ** (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) یا جو فرشتہ ان کے سوال و جواب پر مقرر کیا گیا ہوگا۔

قراءت: **قٰلَ** مکی، حمزہ، علی نے پڑھا ہے مالک فرشتہ کو حکم ہوگا کہ ان سے سوال کرے۔ **كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ** (تم زمین یعنی دنیا میں کتنا عرصہ ٹھہرے) **عَدَدَ سِنِيْنَ** (گنتی کے سال) یعنی تمہارے ٹھہرنے کے سالوں کی گنتی کتنی ہے۔

نحو: **كم** یہ **لبثتم** کی وجہ سے منصوب ہے اور **عدد** یہ تمیز ہے۔

دنیا کی قلیل مدت:

۱۱۳: **قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ** (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا بعض حصہ ٹھہرے ہیں) انہوں نے دنیا کی اس مدت کو خلود کے مقابلہ میں قلیل قرار دیا اور اس لئے بھی کہ وہ عذاب میں مبتلا ہیں اور عذاب میں پڑا ہوا تکلیف کے دنوں کو طویل قرار دیتا ہے اور خوش بختی کے ایام کو قلیل قرار دیتا ہے۔ **فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ** (تم گنتی کرنے والوں سے دریافت کرو) عادین حساب کرنے والے یا وہ ملائکہ جو انسانوں کی عمروں اور اعمال کی گنتی پر مقرر ہیں۔

قراءت: مکی و علی نے **فَسَلْ** بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

۱۱۴: **قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا** (ارشاد ہوگا تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا تھوڑا۔ **لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** (لیکن کیا خوب ہوتا ہے کہ تم سمجھتے ہوتے) دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کی غفلت پر ان کو متنبہ کیا۔

قراءت: حمزہ و علی نے **قُلْ اِنْ** پڑھا ہے۔

اپنے کو بیکار سمجھنا:

۱۱۵: **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا** (پس کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو محض بیکار پیدا کیا ہے)

نحو: **عبثا** یہ حال ہے اس حال میں کہ تم بیکار قرار دینے والے تھے۔ نمبر۲۔ مفعول لہ یعنی للعبث ہم نے تم کو بیکاری کیلئے پیدا کیا ہے۔ **وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ** (اور تم ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لائے جاؤ گے)

قرات: حمزہ و علی و یعقوب نے تاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف **انما خلقنا کم** پر ہے یا **عبثا** پر ہے۔ یعنی بیکاری کیلئے اور اس لئے تا کہ ہم تمہیں بغیر لوٹائے چھوڑ دیں گے؟ بلکہ ہم نے تمہیں مکلّف بنایا تا کہ پھر تکلیف کے مقام سے دارالجزاء کی طرف لوٹا کر محسن کو ثواب اور گناہ گار کو سزا دیں۔

وہ جس کی مملکت کو زوال نہیں:

۱۱۶: **فَتَعٰلَى اللّٰهُ** (پس بہت عالی شان ہے) اس سے کہ بے کار پیدا کرے۔ **الْمَلِكُ الْحَقُّ** (سچا بادشاہ) وہ ذات جس کو بادشاہی لائق ہے کیونکہ ہر چیز اسی نے بنائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ نمبر۳۔ وہ قائم رہنے والی ذات ہے کہ جس پر زوال

نہیں اور نہ اس کی مملکت کو زوال ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بزرگی والے عرش کا مالک ہے) عرش کی صفت کرم سے فرمائی گئی ہے کیونکہ رحمت الٰہی اسی سے زمین پر اترتی ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ اس عرش کی نسبت اس ذات کی طرف ہے جو اکرم الاکرمین ہے۔

قراءت: شاذہ میں الکریم کو ضمہ سے پڑھا گیا ہے اور رب کی صفت بنائی ہے۔

باطل کی سرے سے دلیل ہی نہیں:

۱۱۷: وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ (واللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے کہ جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہیں)

برھان کا معنی حجت ہے لَهٗ بِهٖ یہ جملہ معترضہ ہے جو شرط و جزاء کے درمیان واقع ہے جیسا کہتے ہیں من احسن الی زید۔ لاأحق بالا حسان منه فان الله مثيبه۔ جو زید پر احسان کرے پس اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دینے والے ہیں کیونکہ زید سے بڑھ کر احسان کا کوئی حقدار نہیں۔ نمبر۲۔ یہ صفت لازمہ ہے جس کو تاکید کیلئے لایا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا یطير بجنا حيه [الانعام:۳۸] پرندے نے تو اڑنا ہی پروں سے ہے جناحین کا ذکر تاکید کیلئے فرمایا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ الٰہ میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے کوئی دلیلِ الوہیت ہوسکتی ہے (بلکہ دوسروں کی عبادت جب باطل ہے تو باطل کی سرے سے دلیل ہوتی ہی نہیں) فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ (پس بیشک اس کا حساب) یعنی اس کی جزاء اور یہ شرط کی جزاء ہے۔ عِنْدَ رَبِّهٖ (اپنے رب کے ہاں) یعنی پس وہ اس کو بہر صورت سزا دیگا۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (بیشک کافروں کو کبھی کامیابی نہ ہوگی)

آغاز وانتہائے سورت:

سورت کے آغاز کو ایمان والوں کی فلاح سے شروع کیا قد افلح المؤمنون اور اس کا اختتام ایمان کی ضد کفر کو اختیار کرنے والوں کے انجام پر فرمایا۔ ابتداء وانتہاء میں کتنا فاصلہ ہے کہ ناکام ایمان نہ لانے والے ہیں پھر ہمیں مغفرت ورحمت کا سوال آخر میں سکھایا تاکہ انجام کفر سے بچیں اور بچا سکیں۔

انجام بد سے بچانے کے لئے رحمت ومغفرت کا سوال:

۱۱۸: وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (کہہ دیں اے میرے رب تو بخشش فرما اور رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے) بخشش ورحمت طلب کرنے کے بعد پھر فرمایا آپ تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں کیونکہ اس کی رحمت جب بندے کو پالے تو کسی دوسرے کی رحمت کی ضرورت نہیں رہتی اور دوسروں کی رحمت ومہربانی اس کی رحمت سے مستغنی نہیں کرسکتی۔ اللهم اغننی برحمتك يا أرحم الرحمين

الحمد لله حمدًا لاغناء عن رحمته سورۃ المؤمنون کا تفسیری ترجمہ آج نماز عشاء کے بعد بروز منگل ۱۴۲۳ھ ۱۳ شوال مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو۔　زنا کرنے والی

وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

عورت اور زنا کرنے والا مردان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو　اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہیں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

رحمت نہ پکڑے　اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر　اور ان کی سزا کے وقت مومنین کی

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ایک جماعت حاضر رہے۔

۱: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (یہ ایسی سورۃ ہے کہ جو ہم نے نازل کی ہے اور اس کو فرض کیا اور اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو)۔

سُوْرَةٌ بِخَبَرٍ : یہ مبتدأ محذوف ھذہ کی خبر ہے۔

اَنْزَلْنٰهَا (ہم نے اس کو اتارا ہے) یہ سورۃ کی صفت ہے۔

قراءت: طلحہ کی قراءت میں سورۃ پڑھا گیا ہے اس صورت میں ترکیب زیدا ضربتهُ کے انداز سے ہوگی اے انزل سورۃ انزلنها نمبر۲۔ اتل سورۃ ۔ فعل محذوف کا مفعول بنے گی۔ السورۃ ایسا مجموعہ کلام جو کئی جملوں پر مشتمل ہو جس کی ابتداء بھی ہو اور اختتام بھی۔ یہ سور المدینۃ کے محاورہ سے اخذ کی گئی ہے۔ وَفَرَضْنٰهَا (اور اس کو فرض کر دیا) یعنی اس کے ان احکامات کو جن پر وہ سورۃ مشتمل ہے ہم نے فرض کر دیا۔ الفرض کا اصل معنی کاٹنا ہے اور ہم نے اس سورت کو احکام میں الگ الگ بیان کیا ہوا کر دیا۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے فرّضنٰها تشدید کے ساتھ پڑھا۔ ایجاب و تاکید میں اس سے اضافہ ہو جاتا ہے نمبر۲۔ کیونکہ اس میں

مختلف فرائض ہیں۔نمبر۳۔سلف اوران کے بعد جولوگ گزرے ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داریاں زیادہ تھیں۔

وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (اورہم نے اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں) یعنی واضح دلائل لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم نصیحت قبول کرو) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

قراءت: حمزہ،علی وخلف وحفص نے تذکرون ذال کی تخفیف سے پڑھا ہے۔پھراس کے احکامات کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا:

زانی کی سزا:

۲:اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ (زانی مرد،زانی عورت) ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہیں اورخبر محذوف ہے۔یعنی زانیہ اورزانی کے سلسلہ میں تم پرفرض ہے یعنی ان دونوں کوکوڑے لگانا۔نمبر۲۔خبر فاجلدوا ہے الف لام الذی کے معنی میں ہے جس میں شرط کا معنی متضمن ہے اس وجہ سے خبر پرفاء داخل کی گئی ہے تقدیرکلام یہ ہے وہ عورت جوزنا کرے اوروہ مرد جوزنا کا مرتکب ہوپس ان دونوں کوکوڑے لگاؤ اس کی مثال دوسرے ارشاد میں ہے والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم [النور:۴]

قراءت: عیسیٰ بن عمر نے نصب سے پڑھا ہے۔اس فعل کومضمر مانا ہے۔جس کی ظاہر تفسیر کررہا ہے اور یہ سورة انزلناها سے زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ امر ہے۔

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (تم ان میں سے ہرایک کوکوڑے مارو) الجلد بدن پر مارنا۔

مَسْئَلَة: اس میں اشارہ ہے کہ کوڑا مارنے میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے گا۔کہ تکلیف گوشت تک پہنچے اور خطاب حکام کو کیا گیا ہے کیونکہ حد کی اقامت دین میں سے ہے اوراس کی ذمہ داری تمام لوگوں پر ہے اورتمام کا اجتماع ممکن نہیں پس امام ان کے قائم مقام ہوا اور یہ اس آزاد کا حکم ہے جو شادی شدہ نہ ہو کیونکہ شادی شدہ کی سزا تو سنگ ساری ہے۔

شرائطِ احصان:

رجم کیلئے یہ ہیں۔نمبر۱۔آزادی،نمبر۲۔عقل نمبر۳۔بلوغ نمبر۴۔اسلام۔نمبر۵۔صحیح نکاح سے شادی نمبر۶۔قربت۔

مَسْئَلَة: یہ دلیل ہے کہ تغریب حد شرعی میں داخل نہیں اس لئے کہ فاء شرط کی جزاء پر داخل ہوتی ہے اور جزاء اس چیز کو کہتے ہیں جو کفایت کرنے والی ہو۔جس روایات میں تغریب کا تذکرہ ہے وہ آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ حبس اور ایذاء اس قول میں منسوخ ہے فامسکوهن فی البیوت [النساء:۱۵] اور فاذوهما [النساء:۱۶] اس آیت کے ذریعہ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ (اورتم لوگوں کو ان دونوں پراللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرارحم نہ آنا چاہیے) رأفہ بمعنی رحمت ہے۔

قراءت: مکی کی قراءت میں رافۃ،راء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

ایک قول: ناپسند کودفع کرنا رأفت کہلاتا ہے پسندیدہ چیز کا پہنچانا رحمت کہلاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پورا کرنے میں مسلمانوں کوپختگی سے کام لینا چاہیے اوراس کی حدود کے پورا کرنے میں نرمی ہرگز نہ برتنی چاہیے کہ جس سے حدود

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۪ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجززانیہ یامشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا

اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۳

مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

معطل ہوں یا ضرب میں تخفیف کریں فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے دین میں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا اس کے حکم میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے) اس میں ابھارا گیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی خاطر غیرت کو برانگیختہ کیا گیا ہے۔

نحو: یہ شرط ہے اور اس کا جواب مضمر ہے۔ فاجلدوا و لاتعطّلوا الحسد ،

سزا کے وقت لوگوں کی موجودگی:

وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا (اور ان کی سزا کے وقت میں حاضر ہو) ان کو حد لگنے کے مقام پر موجود ہو۔ عذاب سے حد کو تعبیر کر کے بتلا دیا کہ وہ سزا ہے۔ طائفة (ایک گروہ، جماعت) ممکن ہے کہ وہ حلقہ بنالیں تا کہ وہ عبرت پکڑیں اور اس کو ڈانٹ پڑے۔ ان کی کم سے کم تعداد تین یا چار ہے۔ یہ طائفہ صفت غالبہ ہے گویا ایسی جماعت ہو جو کسی چیز کے گرد گھیرنے والی ہو۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: چار سے چالیس آدمی ہوں۔ من المؤمنین (اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والوں میں سے۔)

شفاعت میں اضافہ کے لئے قرین مشرک بنانا:

۳: اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (زنا کرنے والا نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والی سے یا شرک کرنیوالی سے اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک) یعنی وہ خبیث شخص جس کا کام زنا والا ہے وہ صالحہ عورتوں سے نکاح کی رغبت نہیں رکھتا وہ تو اپنے جیسی خبیثہ کی طرف ہی رغبت رکھتا ہے۔ یا مشرکہ کی طرف راغب ہے۔

الخبیثة یعنی زانیہ وغیرہ اسی طرح اپنے نکاح کیلئے نیک لوگوں کی طرف رغبت نہیں رکھتی وہ نکاح کی رغبت فساق و فجار اور مشرکین سے رکھتی ہے جو اسی طرز و طریق والے ہوتے ہیں۔

حاصل آیت یہ ہے زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح سے زہد اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا قباحت و شناعت میں شرک کا معادل ہے اور ایمان اور پاکدامنی چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں اس کی نظیر دوسرے ارشاد میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین [النور:۲۶] ایک قول یہ ہے زانیہ عورت سے نکاح ابتدائے اسلام میں حرام تھا۔ پھر اس آیت سے منسوخ ہوا و انکحوا الایامٰی منکم [النور:۳۲] (یہ سعید بن مسیّب کا قول ہے گویا اس آیت سے بے شوہر عورتوں سے بلا تخصیص نکاح کی اجازت ہوگئی)

قول دیگر یہ ہے نکاح سے وطی مراد ہے کیونکہ غیر زانی، زانیہ عورت کو گندا سمجھتا ہے اور اس کی خواہش نہیں رکھتا یہ بات تو صحیح

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے

جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

مارو،اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں توبلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے مگر یہ اس قول کی طرف پہنچانے والی ہے الزانی لا یزنی الا بزانیۃ والزانیۃ لا یزنی بھا الا زان کہ زانی تو زانیہ سے ہی زنا کرتا ہے اور زانیہ زانی کے ساتھ ہی زنا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے کسی عورت سے زنا کیا ہو۔ پھر اس سے شادی کرلے تو فرمایا اس کی ابتداء تو زنا ہے اور انتہاء نکاح ہے۔ (کنز العمال) اول جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانی کی حالت یہ ہے کہ وہ پاکدامن عورتوں کی طرف رغبت نہیں رکھتا۔ لیکن زانیہ عورتوں کی طرف راغب ہے۔ دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانیہ عورت کی حالت تو یہ ہے کہ وہ پاکدامن مردوں کی طرف رغبت تو نہیں رکھتی لیکن زانیوں کی طرف رغبت رکھتی ہے۔ یہ دو معانی مختلف ہیں۔

نکتہ: الزانیہ کو الزانی سے پہلے لایا گیا۔ کیونکہ یہ آیت دونوں کی حرکت پر حد کیلئے اتری اور عورت ہی تو مادۂ جنابت ہے کیونکہ اگر وہ مرد کو طمع نہ دلاتی اور نہ بھڑکاتی اور اس کو اپنے اوپر قابو نہ دیتی تو وہ اس کی طمع نہ کرسکتا تھا اور نہ ہی اس پر قابو پا سکتا تھا۔ جب وہ اس میں اصل اور بنیاد ٹھہری تو تشنیع کیلئے اولاً اس کا تذکرہ کردیا گیا۔ اور دوسری آیت تذکرۂ نکاح کیلئے لائی گئی ہے اور اس میں مرد اصل ہے۔ کیونکہ پیغام نکاح دینے والا وہی ہے۔ اور طلب کی ابتداء اسی کی طرف سے ہوئی۔

قراءت: لا یَنْکِحُ نہی قرار دیکر جزم سے پڑھا گیا اور مرفوع پڑھنے میں بھی معنی نہی کا پایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بلیغ و مؤکد ہے۔ ایک قول یہ ہیکہ یہ خبر محض بھی ہوسکتی ہے اس کا معنی یہ ہوگا ان کی عادت اسی طریقہ سے چلی آرہی ہے پس مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو اس عادت کے تحت داخل کرے اور وہ اس سے اپنے کو بچا کر رکھے۔

تحریم کا معنی:

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (اور حرام کی گئی یہ ایمان والوں پر) یعنی زنا یا زانیہ سے ان کی کمائی کھانے کی غرض سے نکاح کرنا یا اس میں فساق سے مشابہت اور مواقع تہمت میں اپنے آپ کو پیش کرنا ہے اور اپنے متعلق بری بات کا سبب پیدا کرنا اور غیبت میں مبتلا کرنا، غلط مجالس کا اختیار کرنا بلکہ ارتکابِ گناہ کے کتنے ہی مواقع مہیا کرنا ہے؟ پھر زانیہ اور قحبہ خانے کی عورتوں سے نکاح تو مرکزِ گناہ کیونکر نہ ہو؟

تہمت لگانے والوں کا حکم:

۴:وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصِنٰتِ (اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں)

قراءت:علی نے مُحصِنَات پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے وہ زنا کی تہمت، آزاد، پاکدامن مسلمہ مکلفہ پر لگاتے ہیں۔القذف تہمتِ زنا اور دیگر تہمتوں کیلئے بھی آتا ہے یہاں مراد زنا کی تہمت ہے کہ اس طرح کہے یا زانیۃ۔نمبرا۔کیونکہ زانیہ عورتوں کے بعد پاکدامنہ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔نمبر۲۔ اس لئے بھی کہ چار گواہ اس کے لیے شرط نہیں اس ارشاد کی بناء پر ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (پھر وہ چار گواہ نہ لائے) وہ چار گواہ نہیں لائے جو زنا کی گواہی دیں کیونکہ قذف بغیر زنا یہ ہے کہ کہے یافاسق یا آکل الربا۔اس میں دو گواہ کافی ہیں اور اس پر تعزیر ہوگی۔

شروط احصان القذف:

نمبرا۔حریت نمبر۲۔عقل۔نمبر۳۔بلوغ نمبر۴۔اسلام،نمبر۵۔زنا سے پاک ہونا۔محصن اور محصنہ وجوب حد قذف میں برابر ہیں۔

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً (ان کو اسّی کوڑے مارو) اگر (قاذف) تہمت لگانے والا آزاد ہو۔

نحو: ثمانین اسی طرح منصوب ہے جیسے مصدر منصوب ہوتے ہیں جیسا کہ مائۃ جلدۃ منصوب ہے اور جلدۃ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (اور تم ہرگز ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو) شہادت کا لفظ نکرہ تحت النفی ہے جو کہ ہر شہادت کو عام ہے۔احناف کے نزدیک حد کی شہادت رد کردی جائے گی اور اس کا تعلق استیفائے حد یا بعض حد سے ہے جیسا کہ معروف ہے۔

عندالشافعی رحمہ اللہ اس کی شہادت کا مسترد کرنا نفس قذف سے ہے۔عندنا رمی کی سزا کوڑے ہیں اور شہادت کا رد کرنا مدت حیات تک ہوگا۔وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور یہ لوگ فاسق ہیں۔) یہ جملہ مستانفہ ہے۔شرط کی جزاء کی حدود میں داخل نہیں ہے جملہ شرطیہ کے اختتام پر گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تہمت لگانے والوں کی حکایت حال ذکر کی گئی اور اس کا فرمانا:

۵:اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کرلی) تہمت سے وَ اَصْلَحُوْا (اور درستگی کرلی) اپنے حالات کی۔

نحو: یہ الفاسقون سے استثناء ہے اور اس پر یہ ارشاد دلالت کررہا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ گناہوں کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔عندنا مستثنیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ منصوب ہو کیونکہ وہ کلام موجب سے استثناء ہے۔دوسرا قول جنہوں نے استثناء کو جملہ ثانیہ سے متعلق قرار دیا ان کے ہاں مجرور ہے اور لھم میں ھم سے بدل ہے۔ربط: پہلے اجنبی عورتوں کے قذف کا ذکر تھا۔اب ازواج کے قذف کا ذکر فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کی اپنی جانوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو یہ تہمت لگانے والا

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ

اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ بلاشبہ وہ سچوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت

عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ

ہو اگر میں جھوٹا ہوں، اور عورت کی سزا اس طرح ٹل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ

کہے کہ بلاشبہ یہ جھوٹوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچوں میں

الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع

سے ہو، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

بیوی پر تہمت کا حکم لعان:

۶: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ (اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں) یعنی اپنی بیویوں پر تہمتِ زنا لگاتے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ (اور ان کے پاس گواہ بھی نہیں) اور ان کے پاس ان کی بات کی تصدیق کرنے والا کوئی نہیں جو گواہی دے۔ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ (مگر صرف اپنی ذات) یہ شہداء سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ (تو ان میں سے ایک کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار)۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے رفع پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ یہ شهاده احدهم مبتدأ کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے نصب پڑھا ہے کیونکہ یہ اس مصدر کے حکم میں ہے جو مصدر کی طرف مضاف ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی فواجب شهادة احدهم اربع۔ چار مرتبہ اس کا شہادت دینا ضروری ہے۔ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ میں سچا ہوں) اس زنا کی تہمت میں جو میں نے لگائی ہے۔

۷: وَالْخَامِسَةُ (اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے) الخامسۃ کے مرفوع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے والشهادة الخاصة۔ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

نحو: یہ مبتدأ اور خبر ہے

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اگر وہ جھوٹا ہو) اس الزام میں جو اس نے اس عورت پر لگایا ہے۔

۸: وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ (اوراس سے سزا کوروک دے گا) جس کواس سے روک دے گا۔ یدرأ کا فاعل ان تشهد الاية ہے۔ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ (وہ عورت گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر کہ) اس کا خاوند لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (پرلے درجہ کا جھوٹا ہے) اس الزام میں جو زنا کا اس نے میرے ذمہ لگایا ہے۔

۹: وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ (اور پانچویں مرتبہ وہ اس طرح کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر ہو اس کا) خاوند۔ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سچوں میں سے) اس بات میں جو اس نے زنا کی تہمت مجھ پر لگائی ہے۔

قراءت: الخامسة کو حفص نے اربع پر عطف کرتے ہوئے پڑھا اور اس کو منصوب قرار دیا جبکہ دیگر قراء نے ابتداء کی وجہ سے رفع دیا ہے اور اَنَّ غَضَبَ اللّٰه اس کی خبر ہے اور نافع نے اَنْ لَعْنَةَ اللّٰهِ اور اَنْ غَضِبَ اللّٰه کے اَنْ کو تخفیف کے ساتھ اور غَضِب کی ضاد کو کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں اَنْ مثقلہ کے حکم میں ہیں۔ اور اَنْ غَضَبُ اللّٰه سھل اور یعقوب نے پڑھا ہے۔

وجہِ تخصیص:

عورت والی جانب خاص طور پر غضب اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ قضیہ تو طرفین کا ایک ہی قسم سے ہے کیونکہ عورتیں اپنی کلام میں لعنت کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ زبان پر کثرت سے جاری ہونے کی وجہ سے اس موقعہ پر بے پرواہ ہوکر لعنت کا لفظ زبان پر کہہ گزریں اور معاملہ کی اہمیت ان کے سامنے نہ رہے بلکہ گر جائے تو عورتوں کی جانب غضب کا لفظ استعمال کردیا تاکہ وہ قسم سے باز رہیں اور کسی شدید مجبوری پر ہی اٹھائیں۔

الاصل:

اصل بات یہ ہے کہ لعان ہمارے نزدیک گواہیاں ہیں جو قسم کے ساتھ مؤکد ہیں اور لعنت ان کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہیں اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت کہا ہے۔ جب خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ دونوں اہل شہادت میں سے ہوں۔ تو لعان ان کے درمیان صحیح ہے اور جب دونوں نے لعان کر لی جیسا کہ ''النہر'' کتاب میں بیان کیا گیا تو اس وقت تک فرقت واقع نہ ہوگی جب تک قاضی ان کے مابین تفریق نہ کرے۔ عند زفر لعان سے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ یہ فُرقت طلاق بائنہ ہے۔ عند ابی یوسف، زفر، والشافعیؒ ابدی حرمت ہے۔

شانِ نزول: آیت لعان ھلال یا عویمر عجلانی کے متعلق اتری جبکہ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پیٹ پر جس کا نام خولہ ہے شریک بن سحماء کو پایا عورت نے اس کی تکذیب کردی آپ ﷺ نے ان پر لعان کو جاری فرمایا۔ (ابوداؤد)

۱۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا) عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ (تم پر اور اس کی رحمت) نعمتیں وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ (اور بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں) لو لا کا جواب محذوف ہے ای لفضحكم ضرور تمہیں رسوا کردیتا۔ نمبر۲۔ سزا جلد دیتا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ

بلاشبہ جو لوگ تہمت لے کر آئے یہ تم میں سے ایک جماعت ہے،تم اسے اپنے لئے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے،

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ

ان میں سے ہر شخص کے لئے گناہ کا وہ حصہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے جس شخص نے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب

عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا

ہے، جب تم نے اس کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ اچھا گمان کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا

هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُو عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ

کہ یہ صریح تہمت ہے، وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، سو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہ

عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات میں تم لگے رہے اس کی

فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم

وجہ سے تم پر بڑا عذاب واقع ہو جاتا، جب تم اس بات کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے مونہوں سے

مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں ہے،اور تم اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے، اور جب تم نے اس کو سنا

قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ

تو یوں کیوں نہ کہا کہ یہ بات اس لائق نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے منہ سے نکالیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

کہ پھر کبھی بھی تم ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو، اور اللہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ

حکمت والا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک

أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ ع

ہوتی اور یہ بات کہ اللہ بڑا مہربان ہے بڑی رحمت والا ہے تو تم بھی نہ بچتے۔

النصف ۲۰۴۶

واقعۂ افک:

۱۱: اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ (بیشک جولوگ طوفان لائے وہ تمہاری ہی ایک جماعت ہے) افک انتہائی درجہ کا جھوٹ وافتراء۔ افک کی اصل الٹ دینا، موڑ دینا ہے کیونکہ یہ بات اپنی اصل سے پلٹی ہوئی ہے۔اور یہاں اس سے وہ بہتان مراد ہے جو حضرت عائشہؓ پر باندھا گیا حضرت عائشہؓ کی زبان سے سنیں۔ میں نے غزوہ بنومصطلق سے واپسی پر ایک ہار گم پایا۔ پس میں لشکر سے پیچھے رہ گئی اور جسامت کے ہلکا ہونے کی بناء پر ہودج باندھنے، اٹھانے والوں کو معلوم نہ ہوسکا۔ جب وہ کوچ کر چکے تو صفوان بن معطل نے میرے لئے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور لے کر چل دیئے یہاں تک کہ قافلے کے اترنے کے بعد قافلے کے ساتھ ملا دیا۔ پس میرے متعلق ہلاک ہوئے جو ہلاک ہوئے۔ میں تو ایک ماہ بیمار پڑ گئی۔ آپ ﷺ پوچھتے تیرا کیا حال ہے؟ مجھے آپ کی طرف سے شفقت کا وہ انداز نظر نہ آیا جو پہلے تھا۔ یہاں تک کہ میرے والد کی خالہ ام مسطح کا پاؤں ایک دن کسی چیز سے اٹک کر لڑکھڑا گیا۔ تو ان کی زبان سے نکلا تعس مسطح میں نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا تو اس نے مجھے بہتان کی اطلاع دی۔ جب میں نے سنا تو میری بیماری میں اضافہ ہوگیا اور اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت لے لی۔ میرے آنسو تھمتے نہ تھے۔ آنکھوں میں نیند نہ آتی تھی۔ میرے ماں باپ کا خیال تھا کہ یہ آنسو میرے جگر کو پھاڑ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ابشری یا حمیراء اے حمیرا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت اتار دی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے نہ کہ آپ کی مہربانی سے۔ (رواہ احمد، البخاری، مسلم)

عُصْبَةٌ (ایک جماعت) جس کی تعداد دس سے چالیس تک ہو۔ اعصوصبوا کا معنی جمع ہونا آتا ہے وہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور زید بن رقاعہ حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اور ان کے معاونین تھے۔ مِّنْكُمْ (تم میں سے) مسلمانوں کی جماعت میں سے ہیں۔ حالانکہ خاندانِ صدیقؓ کا خیال یہ تھا کہ افک کفار کی طرف سے پیش آیا ہے ایمان والوں کا اس میں فعل نہیں۔ لَا تَحْسَبُوْهُ (تم نہ گمان کرو) اس افک کو شَرًّا لَّكُمْ (کہ وہ تمہارے لئے برا ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔ اور اس بہتان سے براءت کیلئے اٹھارہ آیات اتاریں ہیں۔ اس خطاب میں رسول اقدس ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل اور وہ ایمان والے جن کو تکلیف پہنچی تھی۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ (ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا) یعنی جماعت میں سے ہر شخص کی سزا اتنی ہی ہے جتنا اس نے گناہ میں حصہ لیا ہے۔ بعض صرف سن کر ہنس دیے اور بعض نے خاموشی اختیار کی اور بعض نے اس کے متعلق گفتگو بھی کی۔ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (اور وہ شخص جس نے اس طوفان میں بڑا حصہ لیا) کبرہ معنی بڑا حصہ۔ مراد عبداللہ بن ابی ہے۔ مِنْهُمْ (اس گروہ میں سے) لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اس کے لئے بڑا عذاب ہے) اس سے مراد جہنم ہے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ صفوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج لے کر گزرے جبکہ عبداللہ بن ابی اپنی قوم کے گروہ میں بیٹھا تھا۔ تو اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا عائشہ ہیں اس نے کہا اللہ کی قسم نہ یہ اس سے بچی اور نہ وہ اس سے بچا۔

مقولۂ عمر رضی اللہ عنہ:

۱۲: پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں حصہ لینے والوں کو توبیخ کی۔ فرمایا لَوْلَآ (کیوں نہ ایسا ہوا۔) اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ (جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی) یعنی افک و بہتان ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ (تو مؤمن مردوں اور مؤمنہ عورتوں نے اپنے متعلق

نیک گمان کیوں نہیں کیا) یعنی ان لوگوں کے متعلق جو انہی میں سے تھے پس مسلمان ایک جان کی طرح ہیں اور یہ اس ارشاد الٰہی کی طرح ہے ولا تلمزوا انفسکم [الحجرات:۱۱] خَيْرًا (یعنی پاکدامنی اور بھلائی) اور یہ اسی طرح ہے جو روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے عرض کیا میں قطعی طور پر اس کو منافقین کا کذب قرار دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکھی سے آپ کی ظاہر جلد کو جب محفوظ رکھا ہوا ہے کیونکہ مکھی بخارات پر بیٹھ کر اس سے لت پت ہو جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس ظاہر گندگی سے آپ کو بچایا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی عورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھیں جو اس قسم کے فحش کام میں لت پت ہو۔

بقول حضرت عثمانؓ، اللہ تعالیٰ نے آپکا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تا کہ اس پر کوئی انسان قدم رکھے جب آپ کے سایہ پر قدم رکھنا ممکن نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی عزت کو کوئی پامال کرے۔ حضرت علیؓ جبرئیلؑ نے آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے نعلین میں گندگی اور جوتا اپنے پاؤں سے اتارنے کا حکم دیا۔ اس گندگی کی بناء پر جو اس سے چمٹ گئی تھی پھر وہ اس کو نکالنے کا کیوں حکم نہ دے گا۔ بالفرض والتقدیر اگر اس نے فواحش سے اپنے آپ کو ملوث کیا ہے؟ ابوایوب انصاریؓ نے اپنی بیوی کو کہا کیا تم دیکھ رہی ہو جو کچھ کہا جا رہا ہے تو انکی بیوی نے کہا اگر تو صفوان کی جگہ ہوتا تو حرم رسولؐ کے متعلق بدگمانی کر سکتا تھا؟ ابوایوب نے کہا نہیں۔ اس پر ام ایوب کہنے لگیں اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں بھی رسول اللہؐ کی خیانت نہ کرتی۔ عائشہ تو مجھ سے بہت بہتر ہے اور صفوان تجھ سے بہتر ہے۔

حسن ادب:

صیغہ خطاب سے غائب کی طرف پھیرا گیا۔ اور ضمیر کی بجائے ظاہر لائے اور اس طرح نہیں کہا ظننتم بانفسکم خیرًا وقلتم تا کہ بطریق التفات توبیخ میں مبالغہ ہو اور لفظ ایمان کی تصریح دلالت کرے کہ ایمان میں اشتراک اس بات کا متقاضی ہے کہ کوئی مؤمن ومؤمنہ دوسرے مؤمن ومؤمنہ کے متعلق کسی غائب اور طعنہ زن کی بات کا اعتبار نہ کرے۔ اور یہ بہترین تادیب ہے جس کا بہت کم لوگ لحاظ کرنے والے ورکم لوگ اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں کاش تم بھی ایسا شخص پالیتے جو بات سنے اور خاموش رہے اور دوسروں میں اس کو پھیلائے۔ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (اور وہ اس طرح کہے یہ کھلا ہوا افتراء ہے) یہ کھلا جھوٹ ہے اور ان دونوں کے مناسب نہیں۔

۱۳: لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (اور وہ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ) اس تہمت پر اگر وہ سچے تھے۔ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ (پس جب وہ گواہ نہیں لائے) چار فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس کی شریعت وحکم میں هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (وہ وہی جھوٹے ہیں) یعنی تہمت لگانے والے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سچے اور جھوٹے الزام میں چار گواہوں کی گواہی کو سچ وجھوٹ کے مابین فیصلہ کرنے والی قرار دیا۔ اور اس کے انتفاء کو الزام کی نفی قرار دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہ تھی پس وہ جھوٹے تھے۔

۱۴: وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اگر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتی تو جس حرکت میں تم پڑ گئے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا) لولا یہ شئی کے

امتناع کیلئے ہے دوسری چیز کے وجود کے سبب۔ بخلاف اس کے جو پہلے گزرا ہے مطلب یہ ہوا کہ اگر میں نے تم پر دنیا میں قسم قسم کی نعمتوں کو عنایت کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ ہم مجرمین کو مہلت دیتے ہیں تا کہ توبہ کی طرف لوٹ آئیں اور آخرت میں ہم عفو و مغفرت کر دیں۔ تو جس افک والی بات میں تم مبتلا ہو گئے تھے اس پر جلد عذاب تم پر نازل ہوتا۔ محاورۂ عرب ہے افاض فی الحدیث وفاض واندفع کسی بات میں گھس جانا۔

۱۵: اِذْ (یہ) مَسَّكُمْ کا ظرف ہے یا افضتم کا ظرف ہے تَلَقَّوْنَهٗ (نقل در نقل کرنا) ایک دوسرے سے لے کر نقل کرتے تھے کہا جاتا ہے تلقی القول وتلقنه وتلقّفهٗ بات کو اچک کر نقل کرنا۔ بِاَلْسِنَتِكُمْ (اپنی زبانوں سے) یعنی تم ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے۔ کیا تمہیں عائشہ کی بات پہنچی ہے؟ یہاں تک کہ یہ بات پھیل گئی اور منتشر ہو گئی کوئی گھر اور مجلس ایسی نہ رہی جس میں یہ بات نہ اڑی ہو۔

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ (اور تم اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا) اس کو افواہ سے مقید فرمایا حالانکہ بات تو ہوتی ہی منہ سے ہے کیونکہ معلوم چیز کا علم دل میں ہوتا ہے پھر زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اور یہ افک محض بات ہی ہے جو تمہارے مونہوں میں گھوم رہی ہے دل میں اس کا علم نہیں کہ جس کی ترجمانی زبانیں کر رہی ہوں۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم [آل عمران:۱۶۷]

وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ (اور تم اس کو گمان کر رہے تھے) یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات کے نقل کرنے کو تم گمان کر رہے تھے کہ هَيِّنًا (آسان ہے) چھوٹی بات ہے وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات ہے) بڑی ہے بعض لوگوں نے موت کے وقت گھبراہٹ ظاہر کی تو ان کو اس سلسلہ میں کہا گیا مجھے اس گناہ کا خطرہ ہے کہ جس کی مجھے پرواہ نہ تھی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا ہے۔

۱۶: وَلَوْلَآ (اور کیوں نہ ایسا ہوا) اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا (جب تم نے یہ بہتان سنا تھا تو تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لئے یہ بات کہنی جائز نہیں)

نحو: لولا اور قلتم کے درمیان ظرف سے فاصلہ ہے کیونکہ ظروف کا معاملہ الگ ہی ہے کہ اشیاء کیلئے ان کی ذات کے قائم مقام آتے ہیں کیوں اشیاء انہی کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور یہ اشیاء سے الگ نہیں ہوتے اس لئے ظروف میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں۔

فائدہ تقدیمِ ظرف :

ان پر لازم تھا کہ جونہی انہوں نے افک کو سنا تھا اس کے متعلق گفتگو نہ کرنے کا فائدہ اٹھاتے۔ جب وقت کو ذکر کر دیا تو مزید اہمیت والی بات ہو گئی مطلب یہ ہوا جب تم نے افک کو سنا تو اس طرح کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے درست نہیں کہ ہم اس کے متعلق کلام بھی کریں۔ سُبْحٰنَكَ (پاک ہیں آپ) معاملے کی بڑھائی پر تعجب کیلئے لایا گیا ہے۔

تعجب فی التسبیح کا مطلب:

کہ اصل تو یہ ہے کہ کسی عجیب صنعت کو دیکھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے۔ پھر اس کا استعمال کثرت سے ہونے لگا یہاں تک کہ ہر عجیب کیلئے استعمال کرنے لگے۔ یا سبحانک اس لئے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے نبی کی بیوی فاجرہ ہو۔ البتہ یہ درست ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ ہو جیسے نوح ولوط علیہما السلام کی بیوی تھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ فاحشہ ہو کیونکہ پیغمبر کی بعثت ان کو دعوت الی الایمان کیلئے ہے پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسی بات نہ ہو جو ان کو متنفر کرے۔ اور کفر نفرت دلانے والا نہیں۔ دیوثی و بے غیرتی ضرور متنفر کرنے والی ہے۔

هٰذَا بُهْتَانٌ (یہ بہتان ہے) یہ ایسا جھوٹ ہے جو سننے والے کو متحیر کر دیتا ہے۔ عَظِيْمٌ (بہت بڑا) جیسا کہ پہلے فرمایا هذا افك مبين [النور:۱۲] یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں کا مسلمانوں کو اس لئے حکم دیا ہوتا کہ براءت عائشہ میں مبالغہ ہو۔

۱۷: يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا (اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی حرکت دوبارہ پھر کبھی نہ کرنا) یہ فی ان تعودوا کے معنی میں ہے۔ لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اس جیسی تہمت والی بات یا اس جیسی بات کو سننا جب تک تمہاری زندگی ہو اور تم مکلّف رہو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اس نصیحت حاصل کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ یاد دلایا گیا کہ اس کا اعادہ نہ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ سچا ایمان ہے جو کہ ہر برائی سے بچانے والا ہے۔

وعظ: خوف دلانے والی بازداشت نمبر۲۔ خیر کو رقت کے ساتھ یاد دلانا۔ (خلیل رحمہ اللہ)

۱۸: وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اور اللہ تعالیٰ آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) واضح دلالتیں شرائع کے احکامات اور عمدہ آداب وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے اعمال کو جاننے والے ہیں) یا ان کی پاکیزگی کی صداقت کا علم ہے اور براءت کی حکمت وہ جانتے ہیں۔

برائی کی اشاعت کرنے والوں کی سزا:

۱۹: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی ایمان والوں میں پھیل جائے) فاحشہ انتہائی قبیح کو کہا جاتا ہے۔ (زنا وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ برائی کی اشاعت اور برائی کی محبت کی وجہ سے برائی کو پھیلاتے ہیں۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا (ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے) دنیا میں ان پر حد جاری ہوگی۔ ابن ابی اور حسان اور مسطح کو حد لگائی گئی۔ وَالْاٰخِرَةِ (آخرت میں) آگ کے ساتھ۔ اس کا وعدہ کیا اگر توبہ کے بغیر مر گئے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) تمہارے معاملات کے اندرون اور تمہارے دلوں کی مخفی باتیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) یعنی وہ جانتے ہیں کہ برائی کو پھیلانے کے ساتھ کس قدر ان کی محبت ہے اس کے مطابق وہ ان کو سزا دیں گے۔

۲۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے) تو وہ تمہیں جلد سزا دیتے اس نے جلد عذاب نہ دیکر بار دیگر احسان فرمایا ہے۔ اور جواب کو اس لئے حذف کر دیا تا کہ احسان میں مبالغہ ظاہر ہو اور توبیخ کا فائدہ بھی حاصل ہو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے) کہ جس پر تہمت لگی اس کی براءت واضح فرمائی اور ان کو اجر سے نوازا۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنیوالے ہیں) تہمت لگانے والا اگر توبہ کرے تو اس کی جنایت و گناہ کو بخشنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو، اور جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلتا ہے

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

سو وہ بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ وَلَا يَاْتَلِ

کوئی شخص پاک نہ ہوتا،لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، اور جو لوگ تم میں سے

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

بڑے درجے والے اور وسعت والے ہیں وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

مال نہ دینے کی قسم نہ کھالیں اورمعاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے اللہ تمہیں بخش دے،اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي

بخشنے والا مہربان ہے، بلاشبہ جو لوگ بے خبر مومن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ

لعنت کر دی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ، جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اوران کے

وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۴ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ

پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کیا کرتے تھے، اس دن اللہ ان کو پوری سزا دے دے گا جو ان کی واقعی سزا ہوگی اور وہ لوگ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝۲۵ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

حق ہے اور ظاہر فرمانے والا ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں

وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۲۶ ع ۳ ۶ ۹

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں، یہ لوگ اس سے بری ہیں جو تہمت لگانے والے کہتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے۔

۲۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم نہ چلو) خطوات سے قدموں کے نشانات اور وساوس شیطانی مراد ہیں ان کی اتباع یہ ہے کہ افک کی طرف کان لگائے اور زبان سے گفتگو کرے۔ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ (اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا وہ تو ہمیشہ) ہٗ کا مرجع شیطان ہے یعنی شیطان یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (وہ فحشاء کا حکم دیتا ہے) فحشاء اس کو کہتے ہیں جو انتہائی قبیح ہو۔ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر کا) جس کو نفوس ناپسند کریں اور اس سے نفرت کریں اور نامعقول قرار دیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا (اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو اس گناہ سے تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا) اگر خالص توبہ کا احسان نہ فرمایا ہوتا تو افک کے گناہ سے ابدالاباد تک کیلئے تم میں سے کوئی پاک نہ ہوسکتا۔ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے) وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر کے ان کو پاک کرتا ہے جبکہ وہ مخلصانہ طور پر توبہ کریں۔ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) ان کی بات کو عَلِیْمٌ (جاننے والے ہیں) ان کے ضمائر و سرائر اور ان کے اخلاص کو۔

فضل کے مستحقین پر احسان میں کمی نہ کریں:

۲۲: وَلَا یَاْتَلِ (اور نہ قسم کھائیں) نمبر۱۔ ائتلی اذحلف یہ الألیّة سے باب افتعال ہے قسم کھانے کے معنی میں آتا ہے۔ نمبر۲۔ الالوٌ سے لیا جائے تو کمی نہ کریں معنی ہوگا۔ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ (تم میں سے دینی فضیلت والے) وَالسَّعَةِ (وسعت والے) مال میں اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (کہ نہ دیں گے قرابت والوں کو مساکین اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو) مطلب یہ ہے کہ وہ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ مستحقین پر احسان نہ کریں گے۔

نمبر۲۔ ان پر احسان کرنے میں وہ کمی نہ کریں خواہ ان کے مابین رنجش ہو کسی ایسے جرم کی وجہ سے جو مساکین نے کیا ہو۔

مسئلہ: معلوم ہوا کہ مسکین بحیثیت مسکین قابل رحم ہے اگرچہ گناہ گار ہو۔

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا (اور ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں) عفو (پردہ پوشی) صفح (اعراض کرنا) مطلب یہ ہوا کہ جفاء سے تجاوز کریں اور عقوبت سے اعراض کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے) پس تم وہی سلوک ان سے کرو اگرچہ ان کی غلطیاں زیادہ ہیں جو سلوک تم اپنے متعلق اپنے رب کی بارگاہ سے چاہتے ہو۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ کے آداب سے ادب حاصل کرو۔ بخشش کرو اور رحم کرو۔

شانِ نزول: یہ آیت صدیق اکبرؓ کے متعلق اتری جب انہوں نے قسم اٹھالی کہ وہ مسطح پر کچھ بھی خرچ نہ کریں گے کیونکہ مسطح نے اس طوفان میں براہ راست حصہ لیا تھا۔ یہ مسطح ان کے بھانجے لگتے تھے مسکین تھے مہاجر بھی تھے اور غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی تو وہ فوراً پکار اٹھے کیوں نہیں۔ میں پسند کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔اور مسطح کا خرچہ جاری کر دیا۔ بلکہ بعض روایت میں دوگنا کر دیا۔

پاکدامن پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں:

۲۳: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (بیشک جولوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں) محصنات سے پاکدامن مراد ہیں۔الغٰفِلٰتِ (بے خبر)۔صحیح سالم سینہ والیاں۔پاکیزہ دل ایسی کہ ان میں چالبازی اور فریب کا نام نہیں کیونکہ ان کو کسی بات کا تجربہ نہیں الْمُؤْمِنٰتِ (مؤمنہ) جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔قول ابن عباسؓ: اس سے مراد آپ کی ازواجِ مطہراتؓ ہیں۔ایک قول: اس سے مراد تمام مؤمنہ عورتیں ہیں۔

فَائِدَہ: کیونکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے۔سبب خاص کا لحاظ نہیں۔

ایک قول اس سے مراد اکیلی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔اب رہا یہ سوال کہ صیغہ جمع کا لایا گیا تو اس کا حل یہ ہے کہ جو شخص ازواج مطہراتؓ میں سے کسی ایک پر بھی تہمت زنی کرتا ہے وہ تمام پر تہمت لگاتا ہے۔لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (ان پر دنیا میں لعنت کی گئی اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)۔تہمت لگانے والوں کو ملعون قرار دیا اس دنیا میں اور آخرت دونوں جہانوں میں اور ان کو آخرت کے بہت بڑے عذاب سے ڈرایا اگر ان کی موت اسی حالت پر آ گئی۔

۲۴: یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ (جس روز کہ ان پر گواہی دیں گی) یَوْمَ کا عامل یعذبون ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یاء سے پڑھا ہے۔

اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے رہے) یعنی جو طوفان انہوں نے اٹھایا یا جو بہتان باندھا۔

۲۵: یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ (اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا) یومئذ نصب کی صورت میں دِیْن کی صفت ہے۔اور دین کا معنی جزاء یعنی عوض ہے اور الحق وہ واجب ولازم جس کے وہ مستحق ہیں۔

قراءت: مجاہد نے رفع کے ساتھ پڑھا اور لفظ اللہ کی صفت قرار دیا۔جیسا کہ قراءت میں یہ بھی جائز ہے کہ الحق کو اللہ کی صفت بنائیں اور مدح کی بناء پر منصوب پڑھیں۔وَیَعْلَمُوْنَ (اور وہ جان لیں گے) اس وقت اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ (کہ اللہ تعالیٰ ہی بات کو ٹھیک کھول دینے والے اور ٹھیک فیصلہ کرنے والے ہیں) شکوک کے ازالہ اور علم ضروری کے حصول کیلئے۔

معاملۂ افک:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی معصیت کے سلسلہ میں اتنی تغلیظ وشدت نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں فرمائی کبھی اختصار، کبھی اشباع، کبھی تفصیل اور کبھی اجمال اور کبھی تاکید اور پھر بار بار بیان کی اور یہ بات اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر اختیار کی گئی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس نے کوئی گناہ کیا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول کر لی گئی مگر وہ کہ جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا

کے معاملہ میں حصہ لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملۂ افک کی عظمت میں اور مبالغہ کے پیش نظر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے چار کو چار گواہوں سے بریٔ کیا نمبرا۔ یوسف علیہ السلام کو عورت کے خاندان کے ایک گواہ سے بریٔ الذمہ قرار دیا۔ نمبر۲۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہود کے الزام سے اس پتھر کے ذریعہ بریٔ کیا جو آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہو۔ نمبر۳۔ مریم صدیقہ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں گویا کر کے بریٔ الذمہ ٹھہرایا۔

براءتِ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن سے:

نمبر۴۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کتاب معجز نما کی ان آیات کو اتار کر بریٔ الذمہ قرار دیا۔ یہ آیت اپنے مبالغانہ انداز سے رہتی دنیا تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ ذرا توجہ تو کرو! کس قدر واضح کیا اور ان کی براءت کو کس شان سے بیان کیا؟ اور یہ تمام باتیں اپنے رسول کے مرتبہ عالی کو ظاہر کرنے اور آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے مقام کی نزاکت پر متنبہ کرنے کیلئے ہیں۔

۲۶: اَلْخَبِيْثٰتُ (خبیث باتیں) لِلْخَبِيْثِيْنَ (وہ خبیث مردوں اور عورتوں کیلئے ہیں) وَالْخَبِيْثُوْنَ (اور ان میں سے جو گندے ہیں وہ میلان رکھتے ہیں) لِلْخَبِيْثٰتِ (خبیث باتوں کی طرف) اور اسی طرح وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ (اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ انسانوں کے لئے اور پاکیزہ انسان پاکیزہ باتوں کیلئے ہیں وہ لوگ بریٔ الذمہ ہیں ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے ہیں) ان کے متعلق اولئک کا مشار الیہ الطیبین ہے۔ اور وہ ان خبیث کلمات سے بریٔ الذمہ ہیں جو یہ خبیث لوگ کہتے ہیں اور یہ کلام بطور تمثیل کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بیان فرمائی ہے کہ جو الزام بازی ان کے متعلق کی گئی ہے وہ ان کی نزاہت و پاکیزگی والی حالت کے مناسب نہیں ہے۔

نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اشارہ اہل بیت کی طرف ہو کہ وہ افک والوں کے اقوال سے بریٔ الذمہ ہیں۔ اور الخبیثات اور الطیبات سے وہ عورتیں مراد ہوں کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں سے شادی کرتی ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ اس طرح پاکیزگی والی عورتیں پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان کے لئے بخشش ہے) نمبرا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور شاندار رزق ہے) جنت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مرض الموت میں داخل ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی سے ڈر رہیں تھیں۔ تو ابن عباس کہنے لگے مت گھبراؤ تم نے تو مغفرت اور رزق پر ہی پہنچنا ہے اور یہ آیت تلاوت کی اس پر خوشی سے یہ تلاوت سن کر بیہوش ہو گئیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو فضیلتیں:

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: مجھے نو ایسی فضیلتیں میسر آئیں جو کسی زوجہ کو میسر نہ آئیں۔ نمبرا۔ جبرئیل امین میری تصویر لائے جب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى

اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ انسیت حاصل نہ کرلو اور ان گھروں کے رہنے والوں کو سلام

اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا

نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کر لو۔ سو اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک ان میں داخل نہ ہو

حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے سو اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے خوب زیادہ پاکیزگی کی چیز ہے، جو کچھ تم کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۲۸ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ

اسے اللہ جاننے والا ہے۔ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں کوئی رہتا نہیں ان میں تمہارے استعمال کرنے کی کوئی چیز ہو۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۲۹

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

آپ کو میرے ساتھ نکاح کا حکم ہوا۔ نمبر۲۔ میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے آپ نے شادی نہ کی۔ نمبر۳۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کا سر میری گود میں تھا۔ نمبر۴۔ آپ کا مدفن میرا حجرہ بنا۔ نمبر۵۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول اس حالت میں بھی ہو جاتا کہ میں آپ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتی۔ نمبر۶۔ میری پاک دامنی کی صراحت آسمانوں سے نازل ہوگئی۔ نمبر۷۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی صاحبزادی ہیں اور آپ کے دوست کی صاحبزادی ہیں۔ نمبر۸۔ میں طیّب کے ہاں طیّبہ پیدا ہوئی۔ نمبر۹۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

قول حسان رضی اللہ عنہ جو ان کے حق میں معذرت ظاہر کر رہا ہے۔

نمبر۱۔ وہ بڑی پاک دامن اور بڑی باوقار ہیں کسی شبہ کی بات سے متہم نہیں کی جاسکتیں ان کا پیٹ بے خبر بھولی عورتوں کے گوشت سے خالی رہتا ہے۔ (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتیں) نمبر۲۔ وہ ان کی زوجہ محترمہ ہیں جو لوگوں میں دین و منصب کے اعتبار سے سب سے بہتر ہیں۔ وہ ہدایت و عظمت اور فضیلتوں والے پیغمبر ہیں۔ نمبر۳۔ وہ لوی بن غالب کے قبیلہ کی چنی ہوئی عقل مند عورت ہیں جو سخی خاندان ہے۔ ان کی بزرگی زائل ہونیوالی نہیں۔ نمبر۴۔ وہ تہذیب والی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طبعیت و عادات کو پاکیزہ بنایا ہے اور ان کو ہر عیب اور بری بات سے پاک رکھا ہے۔

گھروں میں داخلے کے احکامات:

۲۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے کے گھر میں داخل

نہ ہو) یعنی ان گھروں میں جن کے تم مالک نہیں ہو۔ اور نہ ان میں تمہاری رہائش ہو۔ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا (یہاں تک کہ تم ان سے اجازت نہ حاصل کرلو) ان سے اجازت طلب کرلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسی طرح پڑھا۔ الاستیناس اصل میں اطلاع طلب کرنا، ظہورِ طلب کرنا۔ یہ آنس سے باب استفعال ہے۔ آنس الشیٔ اس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز کو ظاہراً کھلا ہوا دیکھے یہاں تک کہ تم معلوم کرلو کہ آیا تمہیں داخلہ کی اجازت ہے یا نہیں اور اس کا طریقہ زور سے سبحان اللہ کہنا یا اللہ اکبر کہنا یا الحمد للہ کہنا یا کھنکھارنا۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (اور تم گھر والوں کو سلام نہ کرلو) سلام یہ ہے کہ اس طرح کہے السلام علیکم۔ اَاَدخل کیا میں آجاؤں تین مرتبہ کہے (جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی کی روایت میں ہے) اگر اجازت مل گئی فبہا ورنہ واپس لوٹ جائے۔ ایک قول یہ ہے اگر دونوں ملیں تو سلام پہلے کیا جائے ورنہ اجازت طلب کی جائے۔ ذٰلِكُمْ (وہ اجازت وسلام تمہارے لئے) خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) جاہلیت کے سلام یا بلا اجازت داخلہ سے۔ زمانۂ جاہلیت میں اگر کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو جاتا تو کہتا حییتم صباحًا وحییتم مساء پھر داخل ہو جاتا۔ بعض اوقات وہ اس آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ ایک لحاف میں پالیتا۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم نصیحت قبول کرو) یعنی تمہیں اس لئے کہا گیا تاکہ یاد رکھو اور نصیحت حاصل کرو۔ اور استیذان کے سلسلہ میں جو تمہیں حکم ملا ہے اس پر عمل پیرا ہو۔

۲۸: فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ (اگر تم ان میں نہ پاؤ) یعنی گھروں میں اَحَدًا (کسی کو) اجازت دینے والوں میں سے فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ (تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے) یہاں تک کہ تم اجازت دینے والے کو پالو۔ یا نمبر۲۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ اور تمہیں داخل ہونے کی ضرورت ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔ جب تک گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ مل جائے کیونکہ غیر کی ملک پر تصرف بلا اجازت درست نہیں ہے۔

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا (اور اگر تمہیں لوٹنے کو کہا جائے) یعنی جب وہاں کچھ لوگ موجود ہوں اور وہ کہیں کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس آجاؤ۔ اور اذن عام کیلئے اصرار نہ کرو۔ اور پردے کی آسانی کیلئے بہانہ مت تلاش کرو اور دروازوں پر مت کھڑے ہو کیونکہ اس سے ناپسندیدگی جنم لیتی ہے جب اس بات سے منع کردیا جو ناپسندیدگی پیدا کرتی ہو تو ہر ایسی بات سے باز رہنا ضروری ہوگیا جو اس کی طرف لے جانے والی ہو۔ مثلاً زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا اور گھر والے کو چیخ کر آواز دینا وغیرہ۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ آج تک کبھی نہیں کھٹکھٹایا۔ فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ (اور تم لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے) یعنی لوٹ جانا زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے کیونکہ اس میں سینہ کی صفائی اور اشتباہ سے دوری ہے۔ نمبر۲۔ زیادہ نفع بخش اور بھلائی کو بڑھانے والا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے) اس میں مخاطبین کیلئے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں وہ ان پر پورا پورا بدلہ دینے والے ہیں۔

غیر رہائشی مکانات کا حکم:

۲۹: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا (تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم داخل ہو) تمہارے داخل ہونے میں بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ (ایسے گھروں میں جہاں کسی کی سکونت نہ ہو) اجازت داخلہ سے ان گھروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا جن میں رہائش نہ ہو مثلاً ہوٹل، سرائیں، منڈیاں۔ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ (ان میں تمہارے لئے سامان نفع ہو)۔ اس میں فائدہ ہو مثلاً گرمی، سردی سے بچنے کا سامان، کجاوے اور ہتھیاروں اور ان کی خرید و فروخت کے مقامات۔ ایک قول ویران جنگل جو قضائے حاجت کیلئے استعمال ہوتے ہیں المتاع سے مراد بول و براز کیلئے جانا۔ یہ قول عطاء ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو) اس میں ان مشکوک لوگوں کیلئے وعید ہے جو ویرانوں اور گھروں میں فساد کی غرض سے داخل ہوتے ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، بلاشبہ اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، اور مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے، اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر، یا اپنے شوہروں کے باپوں پر، یا اپنے بیٹوں پر، یا اپنے شوہروں کے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ

بیٹوں پر، یا اپنے بھائیوں پر، یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر، یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوکہ

اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

باندیوں پر، یا ایسے مردوں پر جو طفیلی بن کر رہ رہے ہیں جنہیں کوئی حاجت نہیں، یا ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے

عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا

واقف نہیں ہوئے، اور مومن عورتیں زور سے اپنے پاؤں نہ ماریں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اور اے مومنو!

اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

غضِ بصر کا حکم:

۳۰: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (ایمان والوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں)۔

نحو: مِنْ یہاں تبعضیہ ہے یہاں مراد نامحرم سے نگاہ کا نیچا رکھنا ہے اور اس پر اکتفائے نظر کرنا جن کو دیکھنا حلال ہے۔

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)۔ زنا سے۔

نکتہ: یہاں مِنْ نہیں لایا گیا۔ کیونکہ زنا کی کسی طور پر بھی رخصت نہیں۔ البتہ بعض حالات مخصوصہ میں اجنبیہ کے چہرے پر نظر

درست ہے اسی طرح اس کے ہاتھوں اور قدمین کا بھی حکم ہے۔ایک روایت اور محارم کے سر، سینہ، پنڈلیاں اور عضوین پر ضرورت کے وقت نظر درست ہے۔ذٰلِكَ (یہ) یعنی نگاہ کا نیچا کرنا اور شرمگاہ کی حفاظت اَزْكٰى لَهُمْ (ان کے لئے زیادہ ستھرائی کی بات ہے) یعنی گناہ کی میل سے زیادہ صفائی و پاکیزگی کی بات ہے۔اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں)اس میں ترغیب وترہیب دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال وافعال کی اطلاع ہے اور ان کی نگاہوں کی خیانت سے بھی واقف ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔یعلم خائنة الاعين وما تخفى الصدور [غافر:۱۹] پس ان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اس بات کو پہچانتے ہیں ہر حرکت وسکون میں محتاط رہیں اور تقویٰ کو سامنے رکھیں۔

غض بصر کا حکم عورتوں کو:

۳۱: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)۔عورتوں کو غضِ بصر کا حکم دیا گیا ہے عورت کو جائز نہیں کہ اجنبی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نچلے حصہ پر نگاہ ڈالے اور اگر دل کے اندر خواہش پیدا ہو تو سرے سے عورت اپنی نگاہ کو بند کر لے۔اور عورت اجنبی مرد کے اس جسمانی حصہ پر نگاہ ڈال سکتی ہے۔جتنے حصہ پر اجنبی مرد دوسرے مرد کے جسم پر ڈال سکتا ہے۔اجنبیوں سے نگاہ کا نیچا کر لینا ہی اولیٰ ہے۔تا کہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔آیت میں غضِ ابصار کو حفاظتِ فروج پر مقدم کیا کیونکہ نگاہ تو زنا کا قاصد ہے اور برائی کا مقدمۃ الجیش ہے۔محبت کا بیج بدنظری ہے۔

اظہارِ زینت کی ممانعت:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (اور وہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں) الزینۃ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو عورت تزین کیلئے استعمال کرتی ہے۔مثلاً زیورات، یا سرمہ یا خضاب وغیرہ۔مطلب یہ ہے کہ زینت کے مقامات کو عورتیں ظاہر نہ کریں اس لئے کہ بعینہٖ زینت کا اظہار اور وہ زیورات وغیرہ ہیں تو جائز ہے پس مراد اس سے مقامات زینت ہی ہیں۔نمبر۳۔ان زیورات کا اظہار جبکہ وہ اپنے مقامات پر سجے ہوں تا کہ وہ مقامات ظاہر ہوں نہ یہ کہ بعینہٖ زیورات ظاہر ہوں۔مقاماتِ زینت سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کلائیں، پنڈلیاں اور ان کے زیورات تاج، بالی، ہار، بازو بند، جڑاؤ پیٹ، کنگن، پازیب اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو) مگر وہ حصہ جس کے متعلق عادت وطبیعت ظاہر کرنے کی ہو۔اور وہ چہرہ، ہتھیلیاں، دونوں قدم۔ان کو چھپانے میں واضح تنگی ہے۔عورت کیلئے اس سے کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی ہے اور چہرے کو کھولنا خصوصاً فیصلوں اور گواہیوں اور نکاح میں مجبوری ہے اور راستوں پر آنے جانے کیلئے قدموں کا ظاہر ہونا ضروری ہے خاص طور پر وہ عورتیں جو ان میں سے فقیر ومحتاج ہیں۔وَلْيَضْرِبْنَ (اور وہ ڈال لیں) اور وہ رکھ لیں اہل عرب کہتے ہیں ضربت بيدى على الحائط۔جبکہ ہاتھ کو دیوار پر رکھا جائے۔بِخُمُرِهِنَّ (اپنی اوڑھنیاں)خمر جمع خمار کی ہے۔عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (اپنے گریبانوں پر)

قراءت: مدنی، بصری، عاصم نے خمر جیم سے پڑھا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کے رواج میں ان کے گریبان کھلے ہوتے تھے جس سے سینہ اور اس کے اردگرد کا حصہ نظر

آتا تھا۔اور عورتیں اوڑھنیاں پچھلی جانب کو لٹکا دیتی تھیں جس سے سینہ کھلا رہ جاتا اسلام نے آکر ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اگلی جانب لٹکائیں تا کہ سینہ ڈھانپ جائے۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں)۔یعنی مقاماتِ زینت جو کہ چھپے ہوئے ہوں۔مثلاً سینہ پنڈلی، سر وغیرہ۔اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ (مگر اپنے خاندوں کیلئے) بعول جمع بعل کی ہے۔اَوْ اٰبَآئِهِنَّ (یا اپنے باپوں کیلئے) اس میں اجداد بھی داخل ہیں۔اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (یا اپنے خاندوں کے باپ) اس لئے کہ وہ محارم بن چکے۔اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ (یا اپنے بیٹوں کیلئے) اس میں پوتے اور نواسے سب شامل ہیں۔

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (یا اپنے خاوندوں کے بیٹے) اس لئے کہ وہ بھی محارم بن چکے۔اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (یا اپنے بھائیوں کیلئے یا اپنے بھتیجوں کیلئے یا اپنے بھانجوں کیلئے) اس میں ان کی اولاد در اولاد اور تمام محارم مثلاً چچا، ماموں وغیرہ دلالت النص سے شامل ہیں۔اَوْ نِسَآئِهِنَّ (یا اپنی عورتوں کیلئے) یعنی آزاد عورتیں نساء کا لفظ مطلقاً حرائر پر بولا جاتا ہے۔اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوں) یعنی باندیاں لیکن عورت کے غلام کیلئے جائز نہیں وہ اپنی مالکہ کے ان مواضع پر نظر ڈالے۔خواہ وہ غلام خصی ہو یا عنین یا فحل۔

قول سعید بن مسیّب سورۂ نور کی آیت سے دھوکا میں نہ پڑ جانا وہ لونڈیوں کے متعلق ہے غلاموں کے متعلق نہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے غلام کیلئے اپنی آقا کے ان مقامات پر نظر ڈالنا درست قرار دیا ہے۔اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو)

قراءت: شامی اور یزید اور ابوبکر نے استثناء کی وجہ سے نصب پڑھا ہے یا حال کی بناء پر منصوب قرار دیا اور دیگر قراء نے بدل کی وجہ سے جر پڑھا ہے یا وصفیت کی وجہ سے مجرور قرار دیا ہے۔اولی الاربہ سے مراد جن کو عورتوں کی طرف حاجت نہ ہو۔

ایک قول :

یہ ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گھروں میں اس لئے رہتے ہیں تا کہ بچا کھچا کھانا کھائیں اور ان کو عورتوں کی طرف میلان نہیں رہا ہے۔خواہ کم عقل ہونے کی وجہ سے عورتوں کے کسی معاملے کو نہیں جانتے یا نیک صالح بوڑھے ہیں یا نامرد یا خصی یا ہجڑے ہیں۔ایک اثر یہ ہے کہ اس سے مراد مقطوع الذکر ہیں۔مگر قول اول ہی درست ہے۔

نحو: من الرجال یہ حال ہے۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ (یا وہ بچے) الطفل جنس ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد جمع لی جائے۔لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ناواقف ہوں) ان کو شہوت نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کے بھید کی اطلاع نہ ہو۔ظهر على الشئى سے لیا گیا جبکہ وہ مطلع ہو۔یا ابھی تک وطی پر قدرت کا زمانہ نہ آیا ہو۔اس صورت میں یہ ظهر على فلان سے ہوگا جبکہ اس پر قوت حاصل ہو جائے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور معلوم ہو

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور تم میں سے جو بے نکاح ہو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو نیک ہو ان کا نکاح کر دیا کرو،اگر وہ تنگدست ہوں

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی فرمادے گا،اور اللہ وسعت والا ہے جاننے والا ہے۔

جائے)عورت چلتے ہوئے زمین پر پاؤں مارتی تا کہ اس کے پازیب کی آواز سنائی دے۔اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ پازیب پہننے والی ہے۔ چنانچہ عورتوں کو اس بات سے روک دیا گیا کیونکہ زینت والی چیز کی آواز کا سننا خود اس کے ظاہر کرنے کی طرح ہے۔اسی لئے زیورات کی آواز کو وسواس کہتے ہیں۔وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اے مسلمانو!تم سب کے سب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو)

قراءت: شامی نے یاء کی اتباع میں ہٗ کو بھی ضمہ سے پڑھا اور الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرایا ہے دیگر قراء نے فتحہ پڑھا ہے کیونکہ اس کے بعد اصل کے لحاظ سے الف ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی تعمیل میں کوئی بندہ سہو وتقصیر سے پاک نہیں خواہ اس کے لئے وہ کتنی ہی کوشش کرے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو توبہ کا حکم فرمایا اور جب توبہ کرلیں تو کامیابی کی امید لگائیں کہا گیا ہے کہ سب سے زیادہ توبہ کی اس کو ضرورت ہے جس کے وہم میں یہ بات ہے کہ اس کو توبہ کی ضرورت نہیں۔

مَسْئَلَة: آیت کے ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے کہ گناہ ایمان کے منافی نہیں۔

رانڈوں کے نکاح کا حکم:

۳۲: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (اور تم نکاح کرو اپنے میں سے رانڈوں کا) الایامی جمع ایم کی ہے۔جس کی بیوی نہ ہو یا جس عورت کا خاوند نہ ہو۔خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یہ اصل میں ایائم تھا قلب سے ایامیٰ ہو گیا۔وَالصّٰلِحِيْنَ (نیک وصالح) پسندیدہ یا مؤمن مطلب یہ ہے جو آزاد رانڈ ہو جائے یا جو عورت بیوہ ہو جائے اور اس میں بھلائی ہو۔مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے) یعنی تمہارے غلاموں میں سے اور تمہاری باندیوں میں سے۔امر ندب واستحباب کیلئے ہے کیونکہ نکاح مستحب ہے۔

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ (اگر وہ تنگدست ہونگے) مالی لحاظ سے يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے مستغنی کردے گا) کفایت وقناعت سے یا دور زق جمع ہو جانے سے۔حدیث میں ہے:((التمسوا الرزق بالنكاح)) ۔(دیلمی)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) غنی ہیں،وسعت والے ہیں مخلوق کا غناء اس کو عیب دار نہیں کرسکتا۔عَلِيْمٌ (علم والے ہیں) يبسط الرزق لمن يشاء يُقدر [الرعد:۲۶]۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور جو لوگ نکاح کی قدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مال دار کر دے　اور

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ

تمہاری ملکیت میں جو لوگ ہیں ان میں سے جو مکاتب ہونے کی خواہش رکھتے ہوں انہیں مکاتب بنا دو اگر تم ان میں بہتری پاؤ۔　اور تم انہیں اللہ کے

مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ

مال میں سے دے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے،　اور اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں تا کہ تم کو دنیاوی زندگی کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

کوئی مال مل جائے۔　اور جو شخص ان پر زبردستی کرے تو اللہ انہیں مجبور کرنے کے بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے،　اور ہم نے تمہاری طرف

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۸ ۱۰

کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کی بعض حکایات اور متقیوں کے لئے نصیحت نازل کی ہیں۔

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں و رانڈوں کی شادی اولیاء کے ذمہ ہے۔ جیسا کہ غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح موالی کے ذمہ ہے؟

نکاح کی توفیق نہ ہو تو پاکدامنی کو تھامے رکھیں:

جواب: آدمی کو رانڈ پر ولایت اس کے اذن سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عورت پر ولایت بھی اس کے اذن سے ہوگی کیونکہ ایم کا لفظ اس کو بھی شامل ہے۔ بالاتفاق بالغ مردوں کو اپنے نکاح کا اختیار ہے پس استدلال درست نہ رہا۔

۳۳: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ (چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں وہ لوگ) پاکدامنی کی خوب کوشش کریں گویا کہ مستعف خود عفاف و پاکدامنی کا طالب ہے۔ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا (جو نکاح نہیں پاتے) مہر کے ساتھ شادی کی وسعت نہیں رکھتے اور خرچہ کی طاقت نہیں رکھتے حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مہر و نفقہ کی قدرت عنایت فرمائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے **یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیزو ج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء**۔ [بخاری، مسلم، احمد] اے نوجوانو! جو تم میں سے وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح نگاہ و شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے۔ روزہ اس کے لئے شہوت شکن ہو جائے گا۔

اوامر کی عجیب ترتیب:

ان ارشادات پر نگاہ ڈالو۔ کس طرح اوامر کو مرتب فرمایا گیا نمبرا۔ اولاً ایسی چیز کا حکم دیا جو فتنے سے بچائے اور معصیت کے مواقع سے دور رکھے اور وہ نگاہ کا نیچا رکھنا ہے۔ پھر۲۔ پاکدامنی والا نکاح جو دین کیلئے ہو جو حرام سے بے نیاز کرنے والا ہے۔ نمبر۳۔ عزت نفس کے ذریعہ وہ نفس جو برائیوں کی طرف جھک پڑنے والا ہے تاکہ نفس شہوات کی طرف جھکاؤ نہ اختیار کرے جب تک کہ نکاح سے عاجز ہو یہاں تک کہ اس میں نکاح کی قدرت پیدا ہو جائے۔ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (تمہارے وہ مملوک اور باندیاں جو مکاتب بنائے جانے کی درخواست کریں) یعنی ایسے غلام جو تم سے مکاتبت کا مطالبہ کریں۔

نحو: الذین ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے یا ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس فعل کی تفسیر فکاتبو ھم کر رہا ہے۔ فَكَاتِبُوْهُمْ (تم ان کو مکاتب بنا لو) اس میں امر ندب کیلئے ہے۔ اور فاء اس لئے لائے کیونکہ امر میں شرط کا معنی متضمن ہے۔ الکتاب المکاتبة یہ عتاب اور معاتبہ کی طرح ہیں۔ مکاتبت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کہے کاتبتك علی الف درھم اب اگر غلام نے ایک ہزار درہم ادا کر دیئے تو وہ آزاد ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے اپنے نفس پر یہ چیز لکھ لی ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے اگر تم مال کو ادا کر دو اور تم نے اپنے اوپر یہ لکھ لیا ہے کہ تو مال کی ادائیگی میں پورا اترے گا۔

یا میں نے تم پر مال کو دینا لازم کیا اور تم نے مجھ پر آزادی کو لازم کیا۔ مال کی ادائیگی اسی وقت بھی درست ہے اور ایک مدت مقررہ کے بعد بھی اور قسط وار اور یک مشقت مہر کی طرح کیوں کہ امر مطلق ہے۔ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (اور اگر تم ان کے متعلق کوئی بھلائی جانو) خیر سے یہاں قدرت علی الکسب مراد ہے۔ یا امانت و دیانت اور امر کی ندبیت اس شرط سے متعلق ہے۔ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (اور تم ان کو اس مال سے دو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے) اس میں عامۃ المسلمین کو حکم دیا کہ وہ مکاتبین کی اعانت کریں اور ان کو زکوٰۃ کا حصہ دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وفی الرقاب [البقرہ:۱۷۷] قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بدل کتابت میں سے چوتھائی ختم کر دو اور یہ ہمارے نزدیک تو بطور ندب ہے۔ مگر صبیح نے اپنے آقا سے مکاتبت کا مطالبہ کیا تو ان کے آقا حویطب نے انکار کیا اس پر یہ آیت اتری۔

غلاموں کی اقسام:

غلاموں کی چار اقسام ہیں نمبرا۔ غلام خدمت نمبر۲۔ غلام ماذون فی التجارۃ۔ نمبر۳۔ مکاتب، نمبر۴۔ بھاگنے والے غلام۔

اوّل کی مثال:

وہ ولی عزلت نشین ہے جس کو عزلت اس لئے ملی ہے۔ کہ اس نے خلوت کو ترجیح دی اور میل جول کو ترک کر دیا۔ دوسرا ولی العشرۃ ہے اس کو حضرت میں سرگوشی میسر ہے لوگوں سے اس کا میل ملاپ امتحان و تجربہ کیلئے ہے لوگوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کو غیرت کے ساتھ حکم دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے حق وصول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات سمجھتا ہے

اور خدا لگتی بات کہتا ہے۔ یہ دنیا تو اس کیلئے تجارت آخرت کا بازار ہے اور عقل اس کا حقیقی سامان ہے۔ غصہ میں دامن عدل کو وہ تھامنے والا ہے اور رضا مندی الٰہی اس کا میزان ہے۔ فقر وغناء میں میانہ روی اس کا طرۂ امتیاز ہے اور علم اس کی پناہ گاہ اور نجات کا مقام ہے۔ اور قرآن مجید اس کے آقا کا خط ہے جو اس کے لئے اجازت نامہ ہے۔ اگر چہ اپنے ظواہر سے لوگوں میں ملا جلا ہے۔ مگر اپنے سرائر کے اعتبار سے ان سے جدا ہے۔ اس نیک لوگوں کو اپنے حقوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطن میں تعلق کی وجہ سے چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر جو لوگوں کے ظاہر احقوق اس کے ذمہ بنتے تھے۔ ان کی ادائیگی کیلئے لوگوں سے میل جول اختیار کیا۔ بقول شاعر اس کا حال یہ ہے۔

وَمَا هُوَ مِنْهُمْ بِالْعَيْشِ فِيْهِمْ ☆ ولكن معدن الذّهب الرّغام

ظاہری زندگی گزرانے میں تو وہ ان میں سے رہ رہا ہے مگر حقیقت میں وہ ان میں سے نہیں۔ بلکہ وہ مٹی میں سونے کی کان کی طرح ہے۔ وہ اگر چہ وہی کھاتا ہے جو وہ کھاتے اور وہی پیتا ہے جو وہ پیتے ہیں اور انہیں کیا معلوم کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے وہ خیال کرتا ہے گویا آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم رہنے والے ہیں گویا اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ اگر تو لوگوں کی موافقت کرے اس حال میں کہ تو ان میں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہے مشک بھی تو ہرن کے خون کا ایک حصہ ہی ہے۔ ولی عزلت کا حال تو زیادہ صفائی والا اور زیادہ شاندار ہے۔ مگر ولی عشرت کا حال تو زیادہ اعلیٰ واوفی ہے رحمان کی بارگاہ احدیت میں اول کا مرتبہ دوسرے کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ بادشاہ کے درباری وزیر کا ہم نشین۔ رہے نبی کریم ﷺ تو وہ دونوں طرفوں کے اعتبار سے معزز ہیں۔ موتیوں اور سونے کے ٹکڑوں کا معدن ہیں۔ دونوں حالتوں کے جامع ہیں۔ دونوں میٹھے چشموں کا منبع ہیں۔ آپ کے احوال کا باطن ولی عزلت کیلئے ہدایت کا مینار ہے اور آپ کے ظاہر اعمال ولی عشرت کیلئے سنگ میل ہیں۔

اور نمبر ۳۔ تیسرا مجاہد، محاسبہ کرنے والا، عمل کرنے والا دن اور رات میں پانچ قسطوں سے اپنے مقاصد پورے کرنے والا ہے جیسا کہ مکاتب اپنی اقساط پوری کرتا ہے۔ دوسو میں پانچ کی قسط (زکاۃ مراد ہے) اور سال میں ایک مہینہ کی قسط (روزے) اور عمر میں ایک ملاقات، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے ہاتھ ان اقساط مرتبہ پر بیچ ڈالا ہے۔ وہ اپنی گردن کو آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے غلامی کا پٹہ اس کی گردن سے نکل جائے اور وہ آزادی کے میدان اور وسعت کی طمع رکھتا ہے۔ تاکہ جنت کے باغ میں وہ چر سکے۔ اور اپنی تمنا کو وہ پاس کے اور اپنی مرضی اور خواہش کو پورا کرے۔ نمبر ۴۔ بھاگنے والا غلام۔ یہ تو بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک ظالم قاضی اور عالم بے عمل دکھلاوے کی خاطر قراءت کرنے والا۔ اور قول وفعل میں تضاد والا واعظ اور اس کے اکثر اقوال فضولیات ہوتے ہیں اور ہر ایسے آدمی پر جن کو تیروں کے پیکان بھی فائدہ نہیں دیتے چہ جائیکہ چور، زانی، غاصب کو اس سے فائدہ ہو۔ انہی کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی مدد ایسے لوگوں کے ساتھ بھی فرمادے گا جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (رواہ احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

وقتی سبب بتا کر ڈانٹ پلائی:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر) ابن ابی کی چھ لونڈیاں۔ معاذہ، مسیلہ،

امیمہ،عمرہ،اروی،قتیلہ بے حیائی کو ناپسند کرتی تھیں اس نے ان پر ٹیکس لگا رکھا تھا دو نے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت اتری۔الفتی اور الفتاۃ کا لفظ غلام ولونڈی دونوں کے متعلق بولا جاتا ہے البغاء کا لفظ عورتوں کیلئے زنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ البغی کا مصدر ہے۔

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ کریں) زنا سے بچنے کا یہ شرط اس لئے لگائی گئی کیونکہ اکراہ ہوتا ہی تب ہے جبکہ انکا اپنا ارادہ پاکدامنی اختیار کرنے کا ہو۔زنا پر اپنی مرضی سے آمادہ کو مکرہ نہیں کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو حکم دینا اکراہ کہلاتا ہے۔ نمبر۲۔یہ آیت ایک سبب کے پیش نظر اتری۔پس نہی بھی اسی سبب کو پیش نظر رکھ کر وارد ہوئی۔اس میں حقیقۃً ان آقاؤں کو توبیخ کی گئی ہے یعنی وہ ضعیف العقل ہو کر پاکدامنی اختیار کرنا چاہتی ہیں تم تو مکمل عقل والے ہو کر پاک دامنی اختیار کرنے کروانے کے زیادہ حقدار ہو۔

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہو) یعنی ان کو زنا پر مجبور کر کے تم ان کی کمائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔اوران سے اولاد بھی چاہتے ہو۔وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور جس نے ان کو مجبور کیا پس اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کرنے کے بعد بخشنے والے مہربان ہیں۔) اکراھھن اے اکراہ لھن اور مصحف ابن مسعود میں اسی طرح ہے۔حسن رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے لھنّ ہے اللہ کی قسم۔شاید کہ اکراہ اس کے علاوہ صورت میں ہو جس کو شریعت نے اکراہ کہا ہے اور وہ اکراہ تو وہی ہے جس سے ہلاکت کا خدشہ ہو پس وہ گناہ گار ٹھہری۔پس ہم ان کو بخشنے والے ہیں جبکہ وہ توبہ کریں۔

۳۴:وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (تحقیق ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اتاریں)۔

قراءت: حجازی اور بصری اور ابو بکر اور حماد نے مبیّنَاتٍ پڑھا ہے۔یاء کے فتحہ کے ساتھ۔آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں واضح کر دی گئی۔احکام وحدود کے معانی میں ان کو کھول دیا گیا۔

نحو: یہ بھی درست ہے کہ مبیَّنًا ہو اور ظرف میں وسعت ہے۔

دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔یعنی احکام وحدود ہی وضاحت شدہ ہیں اور فعل کو اس کا مجاز قرار دیا۔بین بمعنی تبین ہے۔ مثال مشہور ہے قدبین الصبح لذی عینین وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (اور مثال ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہو گزرے) تمہارے ہم مثل۔یعنی عجیب واقعہ جیسا کہ یوسف ومریم علیہما السلام کا واقعہ یعنی قصۂ عائشہ رضی اللہ عنہا وَمَوْعِظَةً (نصیحت) وہ امثال وآیات جن سے نصیحت کی گئی ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ولاتاخذ کم بھما رافة فی دین اللہ [النور:۲] لولااذ سمعتموہ [النور:۱۲] ولولا اذسمعتموہ [النور:۱۶] یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا [النور:۱۷] لِّلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ حاصل کرنیوالے ہیں اگرچہ نصیحت تو تمام کیلئے ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ

اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے،　　اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک

زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا

شیشہ کے قندیل میں ہے　　وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو وہ چراغ بابرکت درخت سے روشن کیا جاتا ہو جو زیتون ہے یہ درخت

شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ

نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف،　　قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے نور علی نور ہے،

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، اور لوگوں کے لئے اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے　　اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

نورِ ایمان یا نورِ وجود:

۳۵: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) اللہ نور الایۃ کی نظیر بمع اس کے ارشاد مثل نورہٖ ویھدی اللہ لنورہٖ ۔تمہارا یہ قول ہے زید کرم وجود۔ پھر تم کہو ینعش الناس بکرمہٖ وجودہٖ زید تو نری سخاوت ہے لوگ اس کی سخاوت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے ذو نور السمٰوٰت نمبرا۔آسمانوں کے نور والا ہے۔اور آسمان وزمین کا نور حق ہے جس کو ظہور و بیان میں نور سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور [البقرۃ:۲۵۷] یعنی باطل سے حق کی طرف نکال لاتے ہیں۔آسمان وزمین کی طرف نور کی اضافت وسعت چمک اور روشنی کے پھیلنے کی وجہ سے ہے۔یہاں تک کہ اس سے آسمان وزمین روشن ہیں۔نمبر۲۔اور یہ جائز ہے کہ اس سے مراد اھل السمٰوٰت والارض مراد لئے جائیں کیونکہ وہ اس روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔مَثَلُ نُوْرِهٖ (اور اس کے نور کی مثال) جو اپنی روشنی میں عجیب طرح کا ہے۔قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نورہٖ اس کے نور کی مثال یعنی وہ نور جس سے مسلمان کو ہدایت بخشی ہے۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مثل نورہ فی قلب المؤمن کمشکاۃٍ اور ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں مثل نورہ المؤمن ہے۔

كَمِشْكٰوةٍ (ایک طاقچہ کی طرح ہے) طاقچہ جیسی حالت ہے اور وہ دیوار میں ایسا روشندان جو باہر کو نہ کھلے۔فِيْهَا مِصْبَاحٌ (اس میں دِیا ہو) بہت بڑا دِیا چمکدار دِیا۔اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ (دِیا شیشے میں ہو) یعنی فی قندیل من زجاج۔شیشے کے چراغ دان میں ہو۔

قراءت: شامی نے زاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (شیشے کا فانوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک موتی جیسا تارا ہے) دری بمعنی روشن۔ یاء کی تشدید اور دال کی ضم سے پڑھا گیا اور در کی طرف نسبت کی گئی ہے اس کی روشنی کی صفائی اور زیادتی کی وجہ سے۔

قراءت: ابوبکر اور علی نے کسرہ اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی روشنی سے اندھیرے کو بھگاتا ہے۔ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ ابوبکر و حمزہ نے پڑھا۔ انہوں نے آب و تاب میں روشن ستاروں میں سے ایک سے تشبیہ دی ہے مثلاً مشتری، زہرہ، وغیرہ۔

يُّوْقَدُ (روشن ہوتا ہے)

قراءت: تُوْقَدُ تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی، ابوبکر نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ چراغ (الزجاجۃ) اور یوقد تخفیف کے ساتھ شامی اور نافع، حفص نے پڑھا ہے۔ تَوَقَّدَ مکی اور بصری نے پڑھا ہے یعنی یہ دیا (المصباح) مِنْ شَجَرَةٍ (درخت سے) یعنی اس کے جلنے کی ابتداء زیتون کے درخت سے ہے یعنی اس کی بتی کو زیتون کے تیل سے سیراب کیا جاتا ہے۔ مُّبٰرَكَةٍ (مبارک سے) جو بہت زیادہ منفعت بخش یا اس لئے کہ وہ ایسی زمین میں اگتا ہے جس میں جہان والوں کیلئے برکت دی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس میں برکت اس طرح دی کہ ستر پیغمبر معبوث فرمائے جن میں ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

زَيْتُوْنَةٍ (یعنی زیتون کا) یہ شجرۃ سے بدل ہے اس کی صفت لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ہے (نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی) اس کے اُگنے کا مقام شام ہے۔ یعنی نہ وہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں بلکہ دونوں کے وسط میں ہے اور ملک شام ہے اور بہترین و عمدہ زیتون شام کا ہے۔

ایک قول یہ ہے وہ ایسے مقام پر زیتون واقع ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت ہی اس پر شعاعیں نہیں پڑتی اور نہ ہی غروب کے وقت بلکہ صبح شام کے تمام اوقات میں اس پر شعاعیں پڑتی ہیں پس وہ درخت مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی۔ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ (قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے) یعنی اس کا تیل وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے) اس میں تیل کی تعریف صفائی اور سفیدی میں فرمائی کہ وہ اپنی چمک کی وجہ سے بغیر آگ کے روشن ہوا چاہتا ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (وہ نور بالائے نور ہے) یعنی یہ نور جس کے ساتھ حق کو تشبیہ دی ہے یہ کئی گنا بڑھنے والا نور ہے۔ اور اس اضافہ میں طاقچہ، فانوس اور دیا اور زیتون کا تیل ایک دوسرے کے معاون بنے ہیں یہاں تک کہ ذرہ بھر کسر اس نور کے قوی ہونے میں باقی نہیں رہی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیا جب ایک طاقچہ کی طرح تنگ مقام میں ہو تو اس کی روشنی مجتمع ہو جاتی ہے اور کھلے مقام پر دیا پڑا ہو تو روشنی پھیل کر مدہم پڑ جاتی ہے اور روشنی کے اضافہ میں سب سے بڑھ کر معاون چیز فانوس ہے اسی طرح زیتون کا صاف و شفاف تیل بھی روشنی میں معاون ہے۔

ایک محسوس مثال:

مثال ایک محسوس، جانی پہچانی، جسم دار چیز کی پیش کی گئی نہ کسی بلند اور مشاہدہ اور معاینہ میں نہ آنے والی چیز کی ابوتمام صاحب الحماسہ نے جب مامون الرشید کی مدح میں کہا۔ عمرو کا اقدام اور حاتم کی سخاوت، احنف کا حلم اور ایاس کی ذکاوت جناب میں جمع ہے۔ اس کو لوگوں نے کہا جن لوگوں سے تو نے خلیفہ کو تشبیہ دی ہے خلیفہ تو ان سے بڑھ کر ہیں تو اس نے فی البدیہ کہا۔ کم

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

ایسے گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ایسے لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ

ہیں جنہیں اللہ کی یاد سے،اور نماز پڑھنے سے،اور زکوۃ دینے سے،سوداگری اور خریدوفروخت کرنا غفلت میں نہیں ڈالتا، وہ اس دن سے

يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ ۙ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ

ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی، تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں

مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اور بھی زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بلاحساب رزق دیتا ہے۔

مرتبہ لوگوں کے ساتھ خلیفہ کی مثال دینے پر تعجب مت کرو۔ سخاوت اور شجاعت کی منتشر مثالیں جو میں نے دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال ایک اقل چیز طاقچہ اور بتی سے دی ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے نور کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کر دیتا ہے) اس چمکدار نور کی طرف مَنْ يَّشَاۗءُ (جس کی وہ چاہتا ہے) اپنے بندوں میں سے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو پالینے کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے الہام فرماتا ہے۔ یا دلیل میں غور کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے) بات کو ان کے فہموں کے قریب تر کرنے کیلئے تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے ایمان لائیں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) وہ ہر چیز کو کھول کر بیان کرتے ہیں جس چیز کا انسانوں کے علم میں آنا ممکن ہو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نوری نور اللہ الذی ھدی بہ المؤمن میرے نور کی مثال اللہ تعالیٰ کا وہ نور جس سے مؤمن کی راہنمائی فرمائی۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثل نورہ فیقلب المؤمن کمشکاۃ۔ وقرأ اُبَیّ مثل نور المؤمن۔

فی بیوت کا تعلق مشکاۃ سے ہے:

۳۶: فِيْ بُيُوْتٍ (ایسے گھروں میں) یہ مشکوٰۃ سے متعلق ہے یعنی جیسا کہ طاقچہ جو کسی مسجد میں ہو۔ گویا اس طرح فرمایا مثل نورہٖ کمشکاۃ فی المسجد نور المشکاۃ التی من صفتھا کیت و کیت اس کے نور کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ تم مسجد میں اس طاقچے کی روشنی دیکھتے ہو جو طاقچہ ان ان صفات سے متصف ہے۔ یا نمبر ۲۔ توقد سے متعلق ہے ای توقد فی بیوت وہ دیا گھروں میں جلایا جاتا ہے۔

نمبر۳۔یسبح سے متعلق ہے ای یسبح له رجال فی بیوت اس کی تسبیح کچھ لوگ کرتے ہیں ایسے گھروں میں اور نمبر۱۔فیھا کا لفظ بار دیگر لایا گیا ہے اس سے تاکید مقصود ہے۔مثلاً زید فی الدار جالس فیھا۔ نمبر۲۔محذوف سے متعلق ہے ای سَبِّحُوْا فی بیوت تم ایسے گھروں میں تسبیح کرو۔اَذِنَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے حکم دیا)اَنْ تُرْفَعَ (کہ ان کو بنایا جائے۔) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:واذیرفع ابراھیم القواعد [البقرہ:۱۲۷] نمبر۲۔تعظیم کرنے کا حکم دیا اس صورت میں یہ الرفعۃ سے لیا جائے گا۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:اللہ تعالیٰ نے تعمیر میں بلندی کا حکم نہیں دیا بلکہ تعظیم میں بلندی کا حکم دیا۔وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (ان میں ذکر کیا جائے اس کے نام)اس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔نمبر۲۔ہر ذکر کیلئے یہ عام ہے۔

صالحین کی صفات کا تذکرہ:

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (صبح وشام ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں)یعنی اس کے لئے اس میں صبح کے وقت نماز فجر اور شام کو ظہر،عصر اور مغرب وعشاء پڑھتے ہیں۔

نکتہ:غدوٌ کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ اسوقت میں پڑھی جانے والی نماز ایک ہے اور اٰصال میں کئی نمازیں ہیں اور اصال جمع اُصُل کی ہے اور اُصُل جمع اصیل کی ہے اور پچھلے پہر کو کہا جاتا ہے۔

۳۷:رِجَالٌ (ایسے مرد) یہ یسبح کا فاعل ہے۔

قراءت:شامی،ابوبکر نے یُسَبَّحُ پڑھا ہے،اور اس کا اسناد تینوں ظروف میں سے کسی ایک کی طرف کیا جاتا ہے میری مراد لہ،فیھا بالغدو ہے اور رجال مرفوع ہے۔اس بناء پر جس پر تسبیح دلالت کرتا ہے ای یسبح له۔لَّا تُلْهِيْهِمْ (ان کو غافل نہیں کرتی) تِجَارَةٌ (کوئی تجارت) حالت سفر میں وَّلَا بَيْعٌ (اور خرید وفروخت) گھر موجودگی میں۔ایک قول التجارۃ اسم جنس ہے مطلقاً خرید نا مراد ہے خواہ کسی نوع کا ہو۔ایک اور قول بیع کو تجارت کے بعد خاص طور پر ذکر کیا حالانکہ تجارت میں یہ شامل ہے کیونکہ بیع شراء کی نسبت غفلت میں زیادہ مبتلا کرنیوالی ہے۔اس لئے کہ نفع بخش بیع میں نفع یقینی ہے اور شراء تو گمان نفع کا ہے۔

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) خواہ دل کے ساتھ ہو خواہ زبان سے وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ (اور نماز کے قائم کرنے سے) نماز کی اقامت سے۔اقامۃ میں تاء اس الف کے عوض میں ہے جو تعلیل کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے یہ اصل میں اقواما تھا۔جب واؤ کو الف سے بدلا تو دو الف جمع ہوئے ایک التقائے ساکنین کی وجہ سے گرادیا پس اقاما باقی رہا محذوف کے بدلے تاء کو لائے۔جب مضاف کیا تو اضافت کو قائم مقام تاء کے لائے اور تاء کو ساقط کردیا۔

وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ (زکوٰۃ کی ادائیگی سے) ای عن ایتاء الزکاۃ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی تجارت نہیں کہ جو ان کو غافل کردے جیسا اولیائے عزلت۔نمبر۲۔خرید وفروخت کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو بوجھ محسوس کرنے کے بغیر فوراً کھڑے ہوجاتے ہیں جیسا کہ اولیائے عشرت ہیں۔

يَخَافُوْنَ يَوْمًا (وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں)یعنی قیامت کا دن۔

نحو:یہ تلھیھم کی ضمیر سے حال ہے یا نمبر۲۔رجالٌ کی صفت ثانی ہے۔تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ (جس میں بہت سے دل اور

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ رہا ہو، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا

لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ

تو اس کو کچھ بھی نہ پایا۔اور اس نے وہاں اللہ کی قضاء کو پا لیا سو اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے یا

كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا

جیسے کسی گہرے سمندر کے اندرونی حصہ میں اندھیریاں ہوں جسے موج نے ڈھانک رکھا ہو۔اس کے اوپر ایک موج ہو اس کے اوپر بادل ہو۔اندھیریاں ہیں ان میں سے بعض

فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

بعض کے اوپر ہیں۔ جب اپنے ہاتھ کو نکالے تو اسے نہ دیکھ پائے۔اور جس کے لئے اللہ نور مقرر نہ فرمائے سو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

ع ۱۱

آنکھیں پلٹ جائیں گی) اس وجہ سے کہ دل حلق کو پہنچ جائیں گے۔ وَالْاَبْصَارُ (اور آنکھیں) پتھرانے کی وجہ سے یا نیلگوئی کے سبب نمبر۲۔ دل ایمان کی طرف پلٹ آئیں گے حالانکہ وہ پہلے کفر کرتے تھے۔ اور آنکھیں کھلے طور پر معائنہ کریں گی اس کے باوجود کہ وہ پہلے سرکشی کی وجہ سے انکاری ہونگی جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے **فكشفنا عنك غطائك فبصرك اليوم حديد** [ق:۲۲]

۳۸: لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (تا کہ اللہ تعالیٰ ان کا بہترین بدلہ عنایت کرے اور اپنے فضل سے اس سے زائد بھی عنایت فرمائے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور ڈرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے یعنی تا کہ ان کو دوگنا ثواب سے بدلہ دے۔ ویزیدھم (اور اس میں اضافہ فرمائے) عمل پر مقررہ ثواب پر بطور فضل اضافہ فرمائے۔ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب رزق دیتے ہیں) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایسا ثواب دیتے ہیں جو دیگر مخلوق کے حساب میں داخل نہیں ہوتا یہ تو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہدایت یافتہ کی صفات ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے گمراہی کو وطیرہ بنالیا انکا تذکرہ اگلی آیت میں فرمایا ہے۔

کفار کے اعمال کی دو مثالیں:

۳۹: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں) سراب دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت جو پانی کا سیلاب معلوم ہوتا ہے۔ بِقِيْعَةٍ یہ قاع یا بقاع کی جمع ہے ہموار میدان جیسا کہ جیرۃ وجار۔ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ (گمان کرتا ہے اس کو پیاسا) مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ (پانی یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے) یعنی وہ اس کی طرف آیا جس کو اس نے پانی خیال کیا۔ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا (اس نے کچھ بھی نہ پایا) جیسا اس نے گمان کیا وَّوَجَدَ اللّٰهَ (اور اس نے اللہ تعالیٰ کو پایا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے بدلے کو پایا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا یجد الله

غفورًا رحیمًا [النساء:۱۱] یعنی وہ اس کی مغفرت اور رحمت کو پائے گا۔ عِنْدَہٗ (اپنے پاس) ہٗ کا مرجع کافر ہے (کافر کے پاس) فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ (پس اس نے پورا پورا دے دیا اس کا حساب) اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا۔

سوال: والذین کفروا میں جمع لائے اور یہاں ضمائر واحد ذکر کیں؟

جواب: ہر ہر کافر کا لحاظ کر کے ضمیر واحد لائے۔

وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (اور اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کو شمار و حساب کی محتاجی نہیں اور ایک حساب اس کو دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا حساب قریب ہے کیونکہ ہر آنے والا قریب ہے۔

حاصلِ آیت:

اس آیت میں اس شخص کے اعمال کو جو ایمان نہ رکھتا ہو اور نہ اعمال صالحہ میں طریق حق کی پیروی کرتا ہو مگر ان اعمال صالح پہ خوش گمانی رکھتا ہو کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کام دیں گے اور اس کے عذاب سے نجات کا باعث ہونگے پھر آخرت میں اس کی امید بھر نہ آئے بلکہ اس کے اندازے کے خلاف واقع ہو۔ سراب سے تشبیہ دی جس کو کافر میدانِ حشر میں دیکھے گا۔ اور قیامت کے دن کی پیاس اس پر چھا چکی ہوگی وہ اس کو پانی سمجھ کر اس کی طرف جائے گا۔ تو وہاں اپنی امید کو بار آور نہ پائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو وہاں پائے گا۔ جو اسے پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔ اور گرم پانی اور غساق پلائیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا۔ عاملة ناصبة [الغاشیۃ:۳] دوسری آیت میں وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا [الکہف:۱۰۴]

ایک قول: یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے متعلق اتری۔ اس نے زمانۂ جاہلیت میں دین حق کی تلاش میں رہبانیت اختیار کر لی تھی جب اسلام آیا تو اس نے انکار کر دیا۔

۴۰: اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ (یا ان کے اعمال اندھیروں کی طرح ہیں جو سمندر میں ہوں) یہاں اَوْ کا لفظ اسی طرح ہے جیسا کہ: او کصیب [البقرہ:۱۹] میں ہے۔ لُّجِّیٍ (جو گہرا ہو) بہت زیادہ پانی والا گہرا۔ یہ اللُّجّ سے اسم منسوب ہے۔ لُجّ پانی کا وہ حصہ جہاں پانی زیادہ ہو۔ یَّغْشٰہُ (ڈھانپے اس کو) یعنی سمندر کو ڈھانپے یا اس شخص کو ڈھانپے اور اس پر غالب آجائے اور اس پر چھا جائے۔ مَوْجٌ (موج) پانی کی اٹھنے والی لہر مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ (اس موج کے اوپر موج ہو) مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ (اور اس کے اوپر پانی ہو) اوپر والی موج پر بادل ہو ظُلُمٰتٌ (اندھیرے) یعنی یہ اندھیرے ہیں۔ نمبرا۔ بادل کا اندھیرا نمبر۲۔ موج کا اندھیرا نمبر۳۔ سمندر کا اندھیرا۔ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ (جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں) لہر کا اندھیرا سمندر کے اندھیرے پر اور لہر کا اندھیرا دوسری لہر پر اور پھر بادل کا اندھیرا موج پر چھایا ہوا ہے۔

اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ (جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے) وہ شخص جو سمندر میں گرنے والا ہے۔ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا (وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے کے قریب بھی نہیں) یہ نہ دیکھنے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھنا تو درکنار دیکھنے کے قریب بھی نہیں۔

فائدہ: ان کے اعمال کو اولاً نفع کے حاصل نہ ہونے بلکہ نقصان دہ ہونے کو سراب سے تشبیہ دی۔ اس کو وہ شخص قطعًا کام نہ آئے گا جس نے اس کو دور سے دھوکا دیا اور نہ ہی وہ اس کی رسوائی و ناکامی کیلئے کافی ہوگا۔ اگرچہ دوسرے کو جس طرح سراب سے کوئی

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک نے

عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے۔ اور جن کاموں کو لوگ کرتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے۔ پھر بادلوں کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہہ بہ تہہ بنا دیتا ہے۔ پھر اے مخاطب

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ

تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے۔ اور بادل سے یعنی بادل کے بڑے بڑے ٹکڑوں میں سے جو پہاڑ کی طرح ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ ؕ

چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو ختم کر دے۔

فائدہ نہ ہوا اس کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس نے زبانیہ کو وہاں پالیا جو اس کو کھینچ کر آگ کی طرف لے جائیں گے۔ دوسری مرتبہ اس کے اعمال کو اندھیرے اور سیاہی میں تشبیہ دی۔ کیونکہ وہ اعمال باطل ہیں۔ اور نور حق سے خالی ہونے کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ ایسے اندھیرے جو تہ بہ تہ ہوں جیسے موج بحر کا اندھیرا۔ امواج وسحاب کے اندھیرے۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ نے روشنی عنایت نہ فرمائی ہو اس کو روشنی نہیں مل سکتی) جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیں وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

حدیث میں ہے کہ: خلق الله الخلق فی ظلمة ثم رش عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدى ومن اخطاه ضل۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر اپنا کچھ نور اس پر ڈال دیا پس جس پر اس نور کا کوئی چھینٹا پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہو گیا۔ اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

۴۱: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کیا تمہیں معلوم نہیں اے محمد ﷺ ایسا علم جو معائنہ کی طرح یقینی ہو۔ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ (کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی اس حال میں کہ وہ اپنے پر پھیلائے ہوتے ہوں)

نحو: الطيرُ کا عطف مَن پر ہے۔ اور صافات یہ الطیر سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ ہوا میں اپنے پر پھیلائے ہوں۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ (ان میں سے ہرایک اپنی دعااور تسبیح سے واقف ہے) علم میں ضمیر کل کی طرف راجع ہے۔یا اللہ کی طرف راجع ہے۔اسی طرح صلاۃ اور تسبیحہ کی ضمیروں کے دونوں مرجع بن سکتے ہیں۔

الصلاۃ بمعنی دعا۔اس میں کوئی بعید بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ پرندوں کو ان کی دعا و تسبیح الہام کرتا ہو جیسا کہ ان کو دیگر دقیق علوم الہام کرتا ہے جن کو عقلاء کی عقل بھی دریافت نہیں کرسکتی۔وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کو جاننے والے ہیں) اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

۴۲: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمان وزمین) کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اور کسی چیز پر تملیک یہ مالکیت ہی کا اثر ہے۔وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام نے لوٹنا ہے۔)

۴۳: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہنکاتا ہے) وہ چلا کر بھیجتا ہے جہاں وہ ارادہ فرماتا ہے۔

نحو: سحابًا یہ جمع سحابۃ کی ہے اس کی دلیل ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ (پھر ان کو جوڑتا ہے) ثم یولف بینہٗ میں ہٗ کی ضمیر کو لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لایا گیا ہے یعنی ان کو ایک دوسرے سے ملا کر یکجا کرتا ہے۔ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا (پھر اس کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے) تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر فَتَرَى الْوَدْقَ (پھر تم بارش کو دیکھتے ہو) يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (اس کے شگافوں سے نکلتی ہے) اس کے پھٹے ہوئے اور نکلنے کے مقامات سے۔یہ خلل کی جمع ہے جیسے جبال جمع جبل کی ہے وَيُنَزِّلُ (اور وہ اتارتا ہے)۔

قراءت: يُنَزِّلُ مکی وبصری نے پڑھا ہے۔

مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے)

نحو: مِن ابتدائے غایت کیلئے ہے۔کیونکہ اتارنے کی ابتداء آسمان سے ہوتی ہے۔مِنْ جِبَالٍ (پہاڑوں سے)

نحو: مِن تبعیضیہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو آسمان کے بعض پہاڑوں سے اتارتے ہیں۔

فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ (ان میں جو اولے ہیں) یہ مِن بیانیہ ہے۔نمبر۲۔اول دونوں مِن ابتدائیہ اور یہ من تبعیض کیلئے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔بیشک وہ اللہ تعالیٰ اولے اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں سے جو اس آسمان میں سے ہیں۔اول صورت میں يُنَزِّلُ کا مفعول من جبال ہے۔یعنی بعض پہاڑ اور معنی یہ ہوگا بعض پہاڑ جن میں اولے ہیں آسمان میں اولوں کے پہاڑ قدرت کیلئے بعید ومشکل نہیں جیسے کہ زمین میں پتھر کے پہاڑ۔

نمبر۳۔یہاڑوں کے تذکرہ سے کثرت مراد ہے جیسا کہا جاتا ہے فلان يملك جبا لاً من ذهب کہ فلاں کثیر دولت کا مالک ہے۔یعنی آسمان سے کثرت سے اولے برساتا ہے۔فَيُصِيْبُ بِهٖ (پس وہ اولے پہنچا دیتا ہے) یعنی وہ اولے مَنْ يَّشَآءُ (جس کو وہ چاہتا ہے) جس انسان اور اس کی کھیتی پر گرانا چاہتا ہے۔وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ (اور جس سے چاہتا ہے پھیر لیتا ہے) پس وہ اس پر نہیں گراتا۔نمبر۲ جس کو چاہتا ہے وہ سزا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اس سے اسکو سزا نہیں دیتا۔يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ (قریب ہے کہ اسکی بجلی کی چمک) سنا روشنی کو کہتے ہیں۔يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (آنکھوں کو جھپٹ لے) اچک لے اسکے ذریعہ۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

اور اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے اس میں ضرور عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے، اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو

دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ

پانی سے پیدا فرمایا پھر ان میں بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قراءت: یزید نے یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ یَذْھب۔

۴۴: يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اللہ تعالیٰ دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہے) لمبائی اور چھوٹائی کے مختلف ہونے کے ساتھ پھیرتا ہے ایک دوسرے کے پیچھے آنا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) بادلوں کے اس ملنے اور بارش اور سردی کے اتارنے، دن اور رات کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں۔

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (البتہ عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے) عقل مندوں کیلئے۔

آیات کا ربط:

ربوبیتِ باری تعالیٰ پر دلائل ذکر فرمائے۔ نمبر۱۔ آسمان وزمین میں ان کی تسبیح کا ذکر کیا۔ نمبر۲۔ جو ان کے مابین اڑنے والے ہیں ان کا تسبیح کرنا اور اس سے دعا کرنا مذکور ہوا۔ نمبر۳۔ بادلوں کو مسخر کرنا الی آخرہٖ یہ وجود باری تعالیٰ پر واضح دلائل ہیں اور غور وتدبیر کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی صفات کو واضح کرنے والے نشانات ہیں۔ پھر ایک اور دلیل اس انداز سے ذکر فرمائی۔

۴۵: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ (اور اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا)

قراءت: حمزہ وعلی نے خالق کل پڑھا ہے۔

دابہ کی مراد:

دَآبَّةٍ (ہر حیوان کو جو زمین پر رینگتا ہے) مِّنْ مَّآءٍ (پانی سے) نمبر۱۔ ایک خاص نوع کے پانی سے جو اس دابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نمبر۲۔ ماء مخصوص یعنی نطفہ ہے۔ پھر نطفہ سے تخلیقات میں بعض کو کیڑے مکوڑے اور بعض کو چوپائے اور بعض کو انسان بنا دیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا یسقیٰ بماءٍ واحدٍ ونفضل بعضها على بعض فى الاكل [الرعد:۴]

طریقِ استدلال:

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کوئی خالق ومدبر ہے ورنہ ایک اصل سے یہ مختلف کیسے بن گئے۔

وجہ فرق: اس آیت میں ماء کو نکرہ لائے جبکہ دوسری آیت وجعلنا من الماء کل شیئ حیّ [الانبیاء:۳۰] میں الماء معرفہ لایا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ اس جگہ مقصود یہ تھا کہ حیوانات کی تمام اجناس کو جنس ماء سے پیدا فرمایا گیا ہے اور وہی ان کی اصل ہے اگرچہ ان کے درمیان بہت سے وسائط ہیں۔

قول بعض علماء:

نمبرا۔ اولاً اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا فرمایا پھر اس سے آگ پیدا فرمائی اور ہوا اور مٹی۔ پھر نار سے جنات کو پیدا فرمایا۔ اور ریح سے ملائکہ اور مٹی سے آدم اور دیگر دوائب الارض کو پیدا فرمایا۔ جب دابہ کا لفظ ممیّز اور غیر ممیّز تمام کو شامل ہے پھر تمیز والوں کو غلبہ دیکر بقیہ پر وہی حکم لگا دیا۔ گویا تمام دواب تمیز والے ہیں اسی لئے فرمایا۔

پیٹ پر چلنے والے جاندار:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں) جیسے سانپ، مچھلی، نمبرا۔ اس میں پیٹ کے بل رینگنے کو استعارۃً مشی سے تعبیر فرمایا جیسا کہ امر مستمر میں کہا جاتا ہے قدمشی هذاالامر ۔نمبر۲۔ بطریق مشاکلت فرمایا کیونکہ زاحف کو ماشی کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں) مثلاً انسان، پرندے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔) مثلاً بہائم ۔

ترتیبِ عجیب:

اولاً ان کو لائے جو قدرت میں زیادہ فائق ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جو آلۂ مشی کے بغیر چلتے ہیں مثلاً ٹانگیں وغیرہ پھر دوسرے نمبر پر دو ٹانگوں پر چلنے والے پھر چار ٹانگوں پر چلنے والے۔ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں) جس طرح چاہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) کوئی چیز اس پر مشکل نہیں۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

واقعی بات یہ ہے کہ ہم نے ایسی آیات نازل کی ہیں جو بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور وہ لوگ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ

کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرماں بردار ہیں پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے، اور یہ لوگ

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

مومن نہیں ہے، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو ان میں کا ایک فریق

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ

اسی وقت پہلو تہی کر لیتا ہے، اور اگر ان کا کوئی حق ہو تو اس کی طرف فرمانبردار بنے ہوئے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا

ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

انہیں شک ہے یا انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ یہی لوگ ظالم ہیں۔

الثلثۃ ۳ ع ۲

۴۶: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (تحقیق ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں) اپنی مہربانی اور مشیت سے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستہ کی طرف) دین اسلام کی طرف جو کہ جنت کی طرف پہنچانے والا ہے۔ پس یہ آیات تو اس کی حجت و دلیل کو لازم کرنے کیلئے ہیں۔

تین گروہ:

۴۷: جب آیات کے اتارنے کا ذکر ہو چکا اب اس کے بعد لوگوں کے تین گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر کیا۔ نمبر ۱۔ ایک جماعت نے ظاہراً ان آیات کی تصدیق اور باطناً تکذیب کی یہ منافق کہلائے دوسری جماعت نے ظاہر و باطن سے تصدیق کی یہ مخلصین کی جماعت ہے نمبر ۳۔ تیسرا گروہ اس نے ظاہر و باطن میں تکذیب کی یہ کافر ہیں۔ اسی ترتیب سے تذکرہ آرہا ہے ارشاد فرمایا۔ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ (وہ اپنی زبانوں سے آمنا باللہ وبالرسول کہتے ہیں۔) وَاَطَعْنَا (اور ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی) ثُمَّ يَتَوَلّٰى (پھر ایک جماعت اللہ تعالیٰ اس کے رسول کے حکم کو ماننے سے گریزاں ہے۔) فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (اس اقرار کے بعد) امنا باللہ وبالرسول واطعنا۔ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں) یعنی مخلص نہیں اس کہنے والوں کے قول امنا اطعنا کی طرف اشارہ ہے فقط اس فریق کی طرف اشارہ نہیں جو معرض ہے اس میں اس بات کی اطلاع دی گئی ہے کہ ان تمام کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کا سبب ان کا غلط اعتقاد اور اعراض ہے۔ اگرچہ اعراض والی حرکت بعض سے سرزد ہوتی ہے مگر اعراض پر پورا طبقہ راضی اور خوش ہوتا ہے (اور رضاء بالکفر بھی کفر ہے۔)

۴۸: وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے) رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ اعجبنی زیدٌ و کرمه مراد اس سے کرم زید ہے مجھے زید کی سخاوت پسند ہے۔ لِيَحْكُمَ (تاکہ وہ فیصلہ کریں۔) رسول ﷺ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (ان کے مابین تو اسی وقت ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی ہے) اچانک ایک گروہ اعراض کر جاتا ہے۔

شانِ نزول: یہ بشر منافق اور اس کے مخالف یہودی کے متعلق نازل ہوئی جبکہ دونوں کا ایک قطعۂ زمین پر جھگڑا ہوا۔ یہودی اس کو رسول ﷺ کی خدمت میں لے جانے کی کوشش کر رہا تھا اور منافق کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ اور کہتا محمد (ﷺ) ہم پر ظلم کریں گے (نعوذ باللہ)

۴۹: وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ (اور اگر واقعی ان کا حق ہوتا) جب ان کا حق دوسرے پر لازم ہوتا۔ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ (تو رسول (ﷺ) کی طرف آتے۔) مُذْعِنِيْنَ (دوڑتے ہوئے)۔

نحو: یہ حال ہے۔ اور اطاعت میں جلدی کرتے ہوئے تاکہ اپنا حق طلب کریں اس لئے نہیں کہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوں۔

قول زجاج: الاذعان تیزی جس میں طاعت ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ تو خالص حق اور ترا عدل قائم فرمائیں گے۔ اس لئے آپ سے فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ انہیں حق قبول کرنا پڑے گا۔ اور آپ ان کے مخالف کا حق ان سے چھین کر حقدار کے حوالے کریں گے۔ اور جب ان کا اپنا حق بنتا ہو اور مخالف ناحق پر ہو تو جلدی سے آپ کی طرف آتے ہیں۔ اور آپ کے فیصلہ میں سے ان کو اتنی بات پسند ہے کہ ان کا حق آپ ان کے مخالف سے لے کر انہیں دلائیں بس۔

اعراض کی تین وجوہ:

۵۰: اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ (کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں) یا وہ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ (یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی کرے گا) آپ کے فیصلہ سے اعراض کے معاملہ کو تقسیم کیا اور تین وجوہ بیان فرمائے۔ نمبر۱۔ جبکہ فیصلہ ان کے خلاف جاتا ہو۔ کہ اولاً تو ان کے دل بیمار ہیں۔ ان میں منافقت بھری ہے۔ نمبر۲۔ یا آپ کے معاملۂ نبوت میں شک کرنے والے ہیں۔ نمبر۳۔ یا پھر آپ کی طرف سے حق تلفی کا خدشہ ہے۔ پھر اس تیسری صورت کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں) یعنی ان کو یہ خطرہ نہیں کہ ان کی حق تلفی ہوگی کیونکہ وہ آپ کی حالت سے واقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ظالم ہیں اور صاحب حق کا حق مار کر ظلم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں یہ کرایا نہیں جا سکتا اسی وجہ سے آپ کے ہاں فیصلہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا

جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ

کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں،　　اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے

وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور اس کی نافرمانی سے بچے، سو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔

۵۱: اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (　مسلمانوں کا قول) قول حسن رحمۃ اللہ: نَحْوُ :قول کا لفظ رفع سے پڑھا جائے گا۔مگر نصب زیادہ قوی ہے کیونکہ دونوں اسموں میں سے پہلا تعریف میں دوسرے کی نسبت زیادہ مشغول ہونا چاہیے یہاں ان یقولوا جو کہ دوسرا اسم ہے وہ زیادہ مشغول ہے۔قول المؤمنین کی بجائے۔ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ (جبکہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف کسی فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے) تا کہ نبی اکرم ﷺ فرمائیں۔

قراءت: یزید نے لیُحکم پڑھا ہے تا کہ ان کا فیصلہ کیا جائے۔بَيْنَهُمْ (ان کے مابین) اس فیصلہ کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتارا ہے۔اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا (بس یہ ہوتا ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں) ہم نے آپ کا ارشاد سنا۔وَاَطَعْنَا (اور آپ کا حکم مانا) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہ وہی کامیاب ہیں)۔مفلح کا معنی فائز ہے۔

۵۲: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ (　جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے) اپنے فرائض میں وَرَسُوْلَهٗ (اور اس کے رسول کی) ان کے طرق میں وَيَخْشَ اللّٰهَ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے) اپنے گزشتہ گناہوں کے سلسلہ میں وَيَتَّقْهِ (اور وہ تقویٰ اختیار کرے) زمان مستقبل میں۔فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ　(وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے پوچھا کہ قرآن مجید میں کافیہ آیت کونسی ہے تو جواباً ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔واقع میں یہ آیت کامیابی کے تمام اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔

قراءت: وَيَتَّقْهِ ہاء کے سکون سے پڑھنا ابوعمرو، ابوبکر نے بنسبت وقف درست قرار دیا ہے اور حفص نے قاف کے سکون، کسرۂ ہاء سے اور قاف اور ہاء کے کسرہ سے دوسروں نے پڑھا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اور انہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ قسم کھائی کہ اگر آپ انہیں حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ قسم نہ کھاؤ فرماں برداری

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

پہچانی ہوئی ہے۔ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ

سو اگر تم روگردانی کرو گے تو رسولؐ کے ذمہ وہ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا، اور اگر تم نے ان کی فرماں برداری کی تو ہدایت پانے والے بن

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

جاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۵۳: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں) منافقین نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں اٹھائیں ان کو جھد اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش ان میں صَرف کردی۔ جهد يمينه کو جهد نفسه کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ جبکہ وہ اس میں اپنی پوری وسعت وکوشش صرف کردے اور یہ اسی وقت ہے جب وہ قسم میں مبالغہ کرے اور اس کی پختگی وتاکید میں انتہاء کردے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس شخص نے اپنی قسم کے ساتھ باللہ کہا اس نے اپنی قسم کو انتہائی مضبوط کردیا۔ اور اصل کلام اس طرح ہے اقسم جهد اليمين اے اقسم يجهد اليمين جهدًا فعل کو حذف کر کے مصدر کو مقدم کردیا اور اس کی جگہ رکھ کر مفعول کی طرف مضاف کردیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے فضرب الرقاب [محمد:۴] اس منصوب کا حکم حال والا ہے گویا اس طرح کہا گیا جاهدين ايمانهم اس حال میں کہ وہ اپنی قسموں میں کوشش کرنے والے ہیں۔

لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ (اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل کھڑے ہونگے) یعنی اگر ہمیں محمد ﷺ غزوہ کی طرف نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور جائیں گے یا اگر ہمیں ہمارے گھروں سے نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل جائیں گے۔ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا (آپ ان سے کہہ دیں تم قسمیں مت اٹھاؤ) جھوٹی قسمیں نہ اٹھاؤ کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہیں۔ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ (تمہاری فرمانبرداری معلوم ہے) اس جھوٹے ایمان سے کھلی خالص اطاعت زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

نحو: یہ مبتدأ ہے اس کی خبر محذوف ہے نمبر۲۔ یہ خبر ہے اور اس کا مبتدأ محذوف ہے یعنی جو تم سے مطلوب ہے وہ معروف طاعت ہے جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور نہ شک کیا جاسکے جیسا کہ مخلص مسلمانوں کی طاعت ہے وہ ایمان معتبر نہیں جس کی تم اپنے منہ سے

قسمیں اٹھاتے ہو۔حالانکہ تمہارے دل اس کے مخالف ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے) جو تمہارے ضمائر میں ہے اس کو بھی جانتے ہیں۔ اور تمہارے مخفی راز اس کے سامنے ہیں وہ تمہیں رسوا کرے گا۔اور تمہارے نفاق پر بدلہ دے گا۔

انکی طاعت سے اعراض پر آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا:

۵۴: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (کہہ دیجئے! تم اللہ اور رسول کی طاعت کرو) التفات کی خاطر خطاب سے غائب کی طرف کلام کو موڑ دیا یہ ان کے روندنے کیلئے بلیغ انداز ہے۔فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (اگر تم منہ موڑ لو تو رسول پر وہ لازم ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا) مراد یہ ہے کہ اگر تم طاعت سے اعراض کرو گے تو ان کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا بلکہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا۔رسول کی ذمہ داری اتنی ہے جتنی اس پر ڈالی گئی اور ادائے رسالت کا ان کو مکلف بنایا گیا۔جب انہوں نے پیغام کو پہنچا دیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے نکل گیا۔باقی تم پر ذمہ داری اس کی بات کو قبول کرنے اور یقین کرنے کی رہ گئی اگر تم نے وہ ادا نہ کی اور منہ موڑ لیا تو تم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کے حوالے کر دیا اور اس کے عذاب پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (اگر تم اس کی طاعت کرو گے تو راہ پا جاؤ گے) یعنی اگر تم نے اطاعت کی ان تمام باتوں کی جن کا وہ تمہیں حکم دیتے اور منع کرتے ہیں تو ہدایت کا حصہ تم نے پالیا۔نفع و نقصان بہر صورت ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔

آپ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور رسول کے ذمہ تو فقط ان احکامات کا کھول کر پہنچا دینا ہے) رسول ﷺ کے ذمہ تو ان احکام کا پہنچا دینا ہے تمہارے قبول کر لینے میں ان کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی تمہارے اعراض سے ان کو کوئی نقصان پہنچے گا۔البلاغ کا معنی تبلیغ ہے۔جیسا کہ الاداء بمعنی التادیۃ آتا ہے۔المبین ظاہر۔یہ اس لئے کہا کیونکہ وہ احکام آیات و معجزات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

ربط: پھر مخلصین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا

اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ

اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لئے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے خوف کے بعد

مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

ضرور ضرور امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو۔اور زکوٰۃ ادا کرو۔اور رسول کی فرماں برداری

الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ

کرو،تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے مخاطب ان کے بارے میں یہ ہرگز خیال نہ کر کہ روئے زمین میں عاجز کرنے والے ہیں،

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷ ع ۷ ۱۴

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور البتہ وہ بری جگہ ہے۔

آیت تمکین فی الارض:

۵۵: وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وعدہ فرمایا) اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ منکم یہ بیان وضاحت کیلئے ایک قول یہ ہے اس سے مراد مہاجرین ہیں اور مِنْ تبعیض کیلئے ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (ضرور بضرور ان کو زمین میں خلافت عنایت فرمائیں گے) ارض سے ارضِ کفار مراد ہے ایک قول ارضِ مدینہ مراد ہے۔

صحیح قول: یہ ہے کہ یہ عام ہے اس لئے کہ علیہ السلام کا ارشاد ہے **ليد خلن هذا الدين على مادخل عليه الليل** ۔اس دین کو اللہ تعالیٰ وہاں تک داخل کرے گا۔ جہاں تک رات چھائی ہے۔ كَمَا اسْتَخْلَفَ جیسے اس نے خلیفہ بنایا۔

قراءت: ابوبکر نے اسْتُخْلِفَ پڑھا ہے۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ (ان لوگوں کو جو ان سے پہلے ہوئے اور ضرور بضرور تمکین عنایت فرمائے گا اس دین کو جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ضرور بضرور بدل دے گا)۔

قراءت :لیُبد لنّھم کوتخفیف سے مکی اورابوبکر نے پڑھا ہے۔

مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (ان کے خوف کوامن سے)اس میں نمبرا۔اللہ تعالیٰ نے اسلام کوکفر پرغلبہ کاوعدہ فرمایا ہےاوران کو زمین پروارث اورخلفاء بنائے گا۔وعدہ کیا ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا جبکہ ان کومصروشام عنایت فرمائے اوروہاں پرقابض جبابرہ کوہلاک کردیا۔نمبر۲۔اوریہ بھی وعدہ فرمایا کہ پسندیدہ دین کوتمکین عنایت فرمائے گا اوریہ دینِ اسلام ہی ہے۔تمکین سے مضبوطی وپختگی مراد ہے۔نمبر۳۔ان کا قبیلہ ایمان لے آئے گا۔اورموجودہ خوف کی حالت زائل ہوجائے گی۔اوریہ اسی طرح ہوا کہ رسول ﷺ اورآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دس سال تک مکہ میں خوف کی حالت میں اقامت پذیر رہے جب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے توصبح وشام ہتھیار بندرہتے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کی زبان سے نکلا کیا ہم پرکوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم ہتھیار رکھیں گے تو یہ آیت اتری اس پرعلیہ السلام نے فرمایا تم پرزیادہ زمانہ نہ گزرے گا یہاں تک کہ تم میں ہرآدمی بڑے گروہوں میں اجتباء کے ساتھ بیٹھے گا اوراس وقت اس کے ساتھ ذرا سا ہتھیار بھی نہ ہوگا۔(ابن جریرفی تفسیرہ)اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوجزیرۂ عرب پرغلبہ دیا اوراورانہوں نے مشرق ومغرب کے دورعلاقے بھی فتح کرلیے قیصروکسری کے ممالک کوچیرکر پارہ پارہ کردیا اوران کے خزانوں کے مالک بنے اوردنیا میں غالب رہے۔

لیستخلفنھم میں قسم جولام اورنون سے متصل تھی اس کوحذف کردیا تقدیرکلام اس طرح ہے۔وعدھم اللہ واقسم اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا اورقسم اٹھائی یستخلِفنّھم۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کے وعدہ کووقوع کے لحاظ سے قسم کی جگہ لایا گیا اور لوازمات قسم کوذکرکردیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کرفرمایالیستخلفنّھم ۔

یَعْبُدُوْنَنِیْ (وہ میری عبادت کرتے ہونگے)اگرتم اس کو جملہ مستانفہ بنالوتو پھراس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا کلام اس طرح ہے مالھم یستخلفون ویؤمنون؟ پھرفرمایایعبدوننی اگراس کوتم وعدہ اللّٰہ سے حال بناؤ یعنی وعد ھم اللہ فی حال عبادتھم کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ اس حالت میں فرمایا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہونگے اس صورت میں یہ محل نصب میں ہے۔لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (وہ میرے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراتے ہونگے)۔

نحو : یہ یعبدون کے فاعل سے حال ہے یعنی یعبد وننی موحدین وہ میری عبادت ایسی حالت میں کریں گے کہ توحید پرست ہونگے۔نمبر۲۔اوریہ بھی درست ہے کہ یہ حال پہلے حال سے بدل ہو۔

منکرینِ نعمتِ خلافت کوفاسق کہا:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ (اوراس کے بعد جولوگ کفرکریں گے)یعنی اس وعدہ کے بعد۔یہاں مراد کفر سے کفرانِ نعمت ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایافکفرت بانعم اللہ [النحل:۱۱۲]

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پس وہی لوگ فاسق ہیں)یعنی فسق میں کمال کوپہنچنے والے ہیں اس لئے کہ وہ اس عظیم الشان نعمت کے منکر ہیں اوراس نعمت کوحقیر قرار دینے کی جسارت کی۔علماء کہتے ہیں کہ اس نعمت کی سب سے اول ناشکری کرنے والے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔انہوں نے اس کے بعد کہ وہ آپس میں بھائی بھائی تھےاورامت کے امن کوخوف سے بدلا۔

واضح استدلال:

یہ آیت واضح دلیل ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق تھی کیونکہ جن ایمان والوں اور اعمال صالحہ والوں کے متعلق قسم اٹھائی گئی ہے وہ وہی ہیں۔

۵۶: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اورتم نماز کو قائم کرو۔)

نحو: اس کا عطف اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول پر ہے۔اور فاصلہ خواہ زیادہ ہو اس سے عطف میں فرق نہیں پڑتا۔

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (اورتم زکوٰۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو) جس کی طرف وہ بلاتے ہیں اطاعت رسول کو واجب ہونے کی بناء پر دوبارہ لایا گیا تاکہ مزید تاکید ہو جائے۔لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تاکہ تم پر رحم ہو) تاکہ تم پر رحم کیا جائے اس لئے کہ یہ اعمال رحمت کو کھینچ کر لانے والے ہیں۔

ربط: اب ان کے بالمقابل کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۷: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ (ہرگز کافر لوگ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں ہمیں تھکا دیں گے) وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قابو نہ ہو۔

نحو: اس میں تاء خطاب کیلئے ہے جو نبی اکرم ﷺ کو کیا جا رہا ہے اور وہی فاعل ہے اور دو مفعول نمبرا۔ الذین کفروا اور نمبر۲۔ معجزین ہیں۔

قراءت: شامی اور حمزہ نے یاء سے پڑھا ہے۔ فاعل نبی اکرم ﷺ ہی ہیں کیونکہ پہلے آپ کا تذکرہ ہوا اور الذین کفروا مفعول اول ہے جبکہ معجزین مفعول دوم ہے۔

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ (اوران کا ٹھکانہ آگ ہے)

نحو: اس کا عطف لا تحسبن الذین کفروا معجزین پر ہے۔گویا کلام اس طرح ہے۔الذین کفروا لا یفوتون اللہ وما واھم النار ۔کافر لوگ اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہ سکیں گے اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔) المصیر کا معنی مرجع ہے اور وہ آگ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ

اے ایمان والو جو تمہارے مملوک ہیں اور تم میں سے وہ لڑکے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں

مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ

اجازت لیا کریں، نماز فجر سے پہلے، اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو،

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر کوئی گناہ

جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

نہیں ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اللہ اسی طرح تمہارے لئے احکام بیان

الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا

فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور تمہارے لڑکے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے

اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ان لوگوں نے اجازت لی جو ان سے پہلے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

تین آیات کے درجات:

۵۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (اے ایمان والو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ غلام یا خادم اور لونڈیاں اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ (اور تمہارے وہ لڑکے جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے) آزاد لڑکوں میں سے جو بچے ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے۔

قراءت: حُلُمَ اس کو سکون لام کے ساتھ تخفیف کے طور پر پڑھا گیا ہے۔

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ (تین مرتبہ) دن اور رات میں اور وہ اوقات یہ ہیں۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ (فجر کی نماز سے قبل) کیونکہ یہ خوابگاہوں سے بیداری کا وقت ہوتا ہے۔ اس میں نیند کے کپڑے اتارے اور بیداری کا لباس پہنا جاتا ہے۔ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ (اور جبکہ تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتارتے ہو) اور وہ دوپہر کا وقت ہے موسم گرما میں یہ بھی قیلولہ کیلئے زائد کپڑے اتارنے کا وقت ہے۔ اور نیند کے کپڑے زیب تن کئے جاتے ہیں۔

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ (عشاء کی نماز کے بعد) کیونکہ یہ وقت بھی بیداری کے کپڑے اتارنے اور خواب کے کپڑے پہننے کا ہوتا ہے۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے ہیں) یعنی یہ اوقات ثلاثہ پردے کے ہیں۔

نحو: مبتدا اور مضاف کو حذف کر دیا ہے تقدیر کلام یہ ہے ھی ثلاث عورات۔ نصب کی صورت میں کوفی قراء نے پڑھا۔ مگر حفص نے مرفوع ہی پڑھا ہے۔ کوفی قراء نے ثلاث مرات سے بدل قرار دیا ہے ای اوقات ثلاث عورات۔

ان اوقات میں سے ہر وقت کو عورۃ کے لفظ سے تعبیر فرمایا کیونکہ ان اوقات میں آدمی اپنے تستر کو کم کرتا اور اس میں رخنہ اور شگاف ڈالتا ہے۔ اور العورۃ کا معنی شگاف ہے اور اسی سے الاعور ہے جس کی آنکھ میں خلل ہو دوسرے مقام پر فرمایا ان بیوتنا عورۃ۔

شانِ نزول: ایک انصاری غلام مدتج بن عمرو دوپہر کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور آپ کا کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت میں بلا اذن داخل ہونے سے منع فرما دیں۔ وہ غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ربط: اگلی آیات میں ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں استیذ ان کی اجازت موقوف کی گئی۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ (ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں بغیر اجازت کے آنے میں تمہیں اور انہیں کوئی گناہ نہیں) یعنی نہ تو تم پر گناہ ہے اور نہ ہی ان مذکورین پر کوئی گناہ ہے کہ ان کے علاوہ اوقات میں اگر وہ بلا استیذ ان داخل ہو جایا کریں۔

عدم استیذ ان کی علت:

ربط: اب عدم استیذ ان کی علت واضح کی طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ (وہ تمہارے ہاں بار بار آنے والے ہیں) وہ گھریلو ضروریات میں بار بار آنے جانے والے ہیں۔ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ایک دوسرے پر) یہ مبتدأ خبر ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعضکم طائف علی بعض۔ طائف کو حذف کر دیا کیونکہ طوافون اس پر دلالت کر رہا ہے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ پورا جملہ ماقبل کا بدل ہو۔ نمبر۳۔ جملہ مبینہ مؤکدہ بھی بن سکتا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی ان بکم و بھم حاجۃ الی المخالطۃ والمداخلۃ یطوفون علیکم للخدمۃ وتطوفون علیھم للا ستخدام تمہیں اور انہیں میل جول اور آنے جانے کی بار بار ضرورت ہوگی۔ خدمت کیلئے اور تم ان سے خدمت لینے کیلئے بار بار آؤ جاؤ گے۔ پس اگر استیذ ان کو ہر وقت لازم کر دیا جائے تو اس سے تنگی پیدا ہوگی اور وہ نص کی وجہ سے شرعاً اٹھالی گئی ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر آیات کو کھول کر بیان فرماتے ہیں) جیسا کہ استیذ ان کا حکم کھول کر بیان کیا اسی طرح دیگر آیات کو وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ جن میں تمہیں بیان کی ضرورت ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کی مصلحتوں کو حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس کی مراد کو بیان کرنے میں۔

حکم بلوغت:

۵۹: وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ (اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں) مراد احرار ہیں غلام مراد نہیں۔ الْحُلُمَ (بلوغت)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ

اور جو عورتیں بیٹھ چکی ہیں جنہیں نکاح کرنے کی امید نہیں ہے سو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر

ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

رکھ دیں بشرطیکہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں، اور یہ بات کہ پرہیز کریں ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حلم بمعنی احتلام ہے یعنی بلوغت کو پالینا اور وہ بچے گھر میں داخل ہونا چاہیں۔ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا (پس چاہئے کہ وہ اجازت طلب کریں) تمام اوقات میں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے ان لوگوں نے اجازت طلب کی جو ان سے قبل ہوئے) یعنی وہ لوگ جو ان سے قبل بالغ ہوئے اور وہ مرد ہیں نمبر۲۔ وہ لوگ مراد ہیں جن کا تذکرہ ہوا پہلے اس ارشاد میں ہے: یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلمو اعلی اهلها [النور:۶۷]

تین اوقات کے علاوہ بچوں کا بلا آجازت داخلہ:

مطلب یہ ہے کہ بچوں کو بلا اجازت داخلے کی اجازت ہے سوائے ان تین اوقات کے ان میں ان کو بھی اجازت لے کر آنا ہوگا۔ جب وہ اس کے عادی ہو جائیں گے۔ پھر وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں گے یا احتلام کی علامت سے بالغ ہونگے۔ تو پھر ان سے بلا اذن داخل ہونے کی عادت چھوڑوانی ہوگی اور ان کو اس بات کا ذمہ دار بنایا جائے گا۔ کہ وہ بھی بڑوں کی طرح اجازت لے کر آیا کریں۔ حالانکہ لوگ اس بات سے غافل ہیں۔

قول ابن عباسؓ: تین آیات ہیں جن کا لوگوں نے زور سے انکار کر دیا ہے نمبر۱۔ تمام کا اجازت لینا نمبر۲۔ ان اکرمکم عند الله اتقاکم [الحجرات:۱۳] نمبر۳۔ اذا حضر القسمة [النساء:۸] سعید بن جبیر کا قول ہے کہ لوگ کہتے ہیں یہ منسوخ ہے اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) لوگوں کی مصلحتیں حَكِیْمٌ (حکمت والے ہیں)۔ (ان احکامات میں جن کو کھول کر بیان کیا)

۶۰: وَالْقَوَاعِدُ (اور بڑی بوڑھی عورتیں) یہ قاعد کی جمع ہے۔ یہ عورت کی مخصوص صفات میں سے ہے جیسے طالق اور خالص۔ مراد یہ ہے وہ عورتیں جو اولاد اور حیض سے زیادتی عمر کی وجہ سے بیٹھ جائیں۔ مِنَ النِّسَآءِ (عورتوں میں سے)

نحو: یہ حال ہے۔

الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا (وہ عورتیں جو نکاح کی طمع نہ رکھتی ہوں)

نحو: یہ محل رفع میں القواعد مبتدأ کی صفت ہے اور خبر فلیس علیهن جناح ہے۔

فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ (پس ان پر کوئی گناہ نہیں)

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ تو نابینا آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ مریض کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے،

اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے

خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ سب مل کر

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

کھاؤ یا الگ الگ ، سو جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے

عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع ۸ ۱۴

دعاء مانگنے کے طور پر، جو مبارک ہے پاکیزہ ہے، اللہ اسی طرح تمہیں اپنے احکام بتاتا ہے تا کہ تم سمجھ لو۔

نحو :الف لام کی وجہ سے مبتدا میں شرط کا معنی پایا جاتا تھا اس لئے شرط پر فاء لائی گئی۔

اَنْ يَّضَعْنَ کہ وہ (اپنے زائد کپڑے) اتار دیں اس بات میں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار دیں۔ثِيَابَهُنَّ (اپنے کپڑے) یعنی ظاہری کپڑے جیسے اوپر اوڑھنے والا کپڑا۔دوپٹے کے اوپر منہ پر ڈالنے والا جلباب۔غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے والی ہوں) وہ زینت کو (غیر مردوں) کے سامنے ظاہر کرنے والی نہ ہو۔الزینۃ سے مراد خفیہ چیزیں مثلاً بال، سینہ، پنڈلی، وغیرہ ان کے اتارنے سے تبرج مقصود نہ ہو۔ بلکہ کپڑوں کو ہلکا کرنا ہو۔

تبرج کی حقیقت:

جس کا چھپانا واجب ہو اس کے اظہار میں تکلف سے کام لینا۔وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ (اور اگر وہ اس سے اجتناب کریں) اگر وہ کپڑے اتارنے سے اجتناب کریں اور کپڑے پہنے رکھیں تو بہت بہتر ہے۔

نحو :وہ مبتداء ہے اور اس کی خبر خيرٌ لهن ہے۔

خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو سننے والے ہیں) جو وہ ظاہراً کہیں اور علیم یعنی (جاننے والے ہیں) ان کے مقصود کو۔

۶۱: لَّيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ مریض پر کوئی تنگی ہے)۔

معذورین کا حکم:

قول سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ہے کہ مسلمان جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں نکلتے تو اپنی چابیاں نابیناؤں، مریضوں اور لنگڑوں اور اپنے اقارب کو دے جاتے اور ان کو اپنے گھروں سے کھانے پینے کی اجازت دے جاتے۔ مگر یہ لوگ اس بات میں تنگدلی محسوس کرتے کہ شاید انہوں نے دل سے اجازت نہ دی ہو۔ پس یہ آیت اتری اور ان کی رخصت کا ذکر فرمایا۔

بلا تکلف کھانے کے مقامات:

وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (اور نہ تمہارے اپنے نفسوں پر کوئی حرج ہے)۔ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ (کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ)۔ یعنی اپنے اولاد کے گھروں سے کیونکہ آدمی کی اولاد اس کا بعض حصہ ہوتا ہے اور اس کا حکم اپنی ذات کا حکم رکھتا ہے اسی لئے اولاد کا ذکر آیت میں نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((انت و مالك لا بيك)) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) یا اپنی ازواج کے گھروں سے کیونکہ زوجین ایک نفس کی طرح ہیں پس عورت کا گھر مرد کا اپنا گھر ہے۔

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ (یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا بہنوں کے گھروں سے یا چچاؤں کے گھروں سے یا پھوپھیوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا خالاؤں کے گھروں سے۔) کیونکہ ان کی طرف سے دلالۃً اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ (یا جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو۔) مفاتح جمع مفتح کی ہے جس سے کسی بند چیز کو کھولا جائے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: آدمی کا وکیل اور زمین کا نگران، چوپایوں کا نگران مراد ہے وہ اس کی حفاظت اور اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایک قول: اس سے غلام کا گھر مراد ہے کیونکہ غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ تمام آقا کا ہے۔

اَوْ صَدِيْقِكُمْ (یا دوستوں کے گھروں سے) بیوت اصدقائکم (اپنے دوستوں کے گھروں سے۔)

صدیق: ایک بھی ہوسکتا ہے اور کئی بھی ہوسکتے ہیں۔ صدیق وہ ہے جو تیری محبت میں سچا ہو اور تو اس کے ساتھ دوستی میں مخلص ہو۔ گزشتہ زمانہ میں لوگ اپنے دوستوں کے گھروں میں داخل ہوکر اس کی غیر موجودگی میں اس کی لونڈی سے روپوں کی تھیلی مانگتے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیتے۔ جب وہ واپس لوٹتا تو خوشی سے لونڈی کو آزاد کر دیتا۔ مگر آج کل طبائع میں بخل کا غلبہ ہو چکا اس لئے بغیر اجازت کھانا جائز نہیں ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا (تم پر کوئی گناہ نہیں مل کر کھانے میں) اکٹھا اَوْ اَشْتَاتًا (یا متفرق)۔ اشتات جمع شتٌّ کی ہے۔

شانِ نزول: یہ بنی لیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی وہ الگ کھانے کو گناہ قرار دیتے۔ بعض اوقات انتظار میں صبح سے شام ہو جاتی۔ اگر کوئی بھی نہ ملتا تو اتنا کھا لیتے جو ضرورت کو پورا کرتا۔ یا بعض انصار کے متعلق اتری۔ کہ جب ان کے ہاں کوئی مہمان آتا تو

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ

ایمان والے وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے　　اور جب وہ رسولؐ کے ساتھ کسی ایسے کام کیلئے جمع ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا

لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

تو اس وقت تک نہیں جاتے جب تک ان سے اجازت نہ لیں،　　بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان

وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ

رکھتے ہیں،　　سو جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیدیں

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ

اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے،　　تم اپنے درمیان رسول اللہ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو

كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ

جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو　　بے شک اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسولؐ کے

الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾

حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے

وہ اپنے مہمان کے ساتھ مل کر کھاتے۔ یا کھانے پر اجتماع کو گناہ خیال کرتے تھے کیونکہ لوگوں کے طبائع کھانے میں مختلف ہیں۔ بعض کچھ لوگ زیادہ کھاتے ہیں دوسرے کم فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا (جب تم گھروں میں داخل ہو) یعنی ان مذکورہ گھروں میں کھانے کیلئے داخل ہو۔ فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ (تو اپنوں کو سلام کرو) تم گھر والوں کو سلام کرنے میں پہل کرو۔ جو دین وقرابت کے لحاظ سے تمہیں میں سے ہیں۔ بیوتاً سے خالی گھر مراد ہیں یا مساجد۔ تو تم اس طرح کہو السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین۔

تَحِيَّةً (بطور دعا) یہ سلموا کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ تسلیمًا کے معنی میں ہے جیسے قعدت جلوسًا۔ مِّنْ عِندِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جو کہ اس کے حکم سے ثابت ہے اور اس کی طرف سے مقرر ہوا ہے۔ یا سلام اور دعا طلب سلامتی کا نام ہے اور جس کو سلام کیا گیا اس کے لئے زندگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے۔ مُّبَارَكَةً طَيِّبَةً (مبارک پاکیزہ) اس کی تعریف برکت اور طیب کے الفاظ سے کی۔ کیونکہ یہ تو ایک مؤمن کی دوسرے مؤمن کے حق میں دعا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ اضافہ کا امیدوار ہے اور پاکیزہ رزق کا خواہش مند ہے۔

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تمہارے لئے احکامات کو بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو) تاکہ تم سمجھو اور عقل کرو۔

۶۲ : اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ (مؤمن حقیقت میں صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں) جامع سے ایسا کام جس کے لئے لوگوں کو مجتمع کیا گیا مثلاً جہاد، لڑائی کی تجاویز ومشورہ، جمعہ وعیدین بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جانے والا ہر اجتماع۔ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (وہ اس وقت تک وہاں سے نہیں جاتے جب تک اجازت نہیں لیتے) وہ اپنے لئے اجازت لیتے ہیں۔

عظیم جنایت:

مجلس رسول ﷺ سے بلا اذن چلے جانے کا سخت گناہ ہونا اس طرح بیان فرمایا کہ اولاً ایمان باللہ اور پھر ایمان بالرسول پھر تیسرے نمبر پر بلا اجازت نہ جانے کو ذکر کر کے پہلی دونوں باتوں کو اس کے لئے تشبیب قرار دیا۔ اور ان کے تذکرہ کو پھیلایا۔ اور اس کے ساتھ جملہ کو انما کلمۂ حصر کے ساتھ لائے اور المؤمنون کو مبتدأ لائے اور اسم موصول سے اس کی خبر ذکر کی جس کا صلہ ان دونوں قسموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ پھر تاکید وتشدید میں اضافہ کیلئے دوسرے اسلوب سے اسی کا اعادہ فرمایا۔

مجلس کے استیذ ان کے ساتھ جانا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے ضمن میں ایک اور چیز کا اضافہ فرمایا۔ استیذ ان کو دونوں ایمانوں کیلئے مصداق کے طور پر ذکر کیا۔ اور منافقین کے حال پر تعریض فرمائی اور ان کا مخفی طور پر کھسک جانا ذکر کیا۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْنَكَ (جب وہ آپ سے اجازت طلب کریں) واپس لوٹنے کی لبعض شانهم (اپنے کسی کام کی غرض سے) فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (تو تم جس کو چاہو اجازت دو ان میں سے) اس میں آنحضرت ﷺ کی عظیم شان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور ان کیلئے استغفار کرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہیں) اجازت طلب کرنے والوں کے ساتھ استغفار کا تذکرہ بتلا رہا ہے کہ افضل تو یہی ہے کہ وہ اجازت نہ لیں۔

قولِ علماء یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے علماء اور دین وعلم میں مقدم لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک رکھیں ان کے ساتھ معاونت کریں اور ان کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے یہ آیت خندق کے دن اتری۔ منافقین اپنے گھروں کو بلا اجازت لوٹ آتے تھے۔

۶۳ : لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو ایسا قرار نہ دو جیسا تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو) جب رسول اللہ ﷺ کو کسی اجتماعی معاملے کیلئے تمہاری ضرورت ہو اور وہ تمہیں بلائیں تو ان کے بلانے کو ایک دوسرے کے بعض امور کیلئے بلانے پر قیاس نہ کرو۔ اور بلا اذن مجمع سے لوٹنے کو اپنے مجمع کی طرح مت خیال کرو۔

آپ کا نام عظمۃً لو:

یا نمبر ۲۔ آپ ﷺ کا نام لے کر حضور علیہ السلام کو مت بلاؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اس کا وہ نام لیتے ہو جو اس کے والدین نے رکھا ہو تم یا محمد (ﷺ) کہہ کر مت آواز دو۔ بلکہ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ جیسے توقیر وعظمت کے الفاظ ہلکی باادب

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ

خبردار بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، بلاشبہ وہ جانتا ہے کہ تم کس حال پر ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف

اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹ ۱۵

لوٹائے جائیں گے وہ اس دن کو بھی جانتا ہے۔ پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو عمل انہوں نے کئے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آواز سے استعمال کرو۔ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تھوڑے تھوڑے کر کے کھسک جاتے ہیں) تھوڑے تھوڑے کر کے نکل جاتے ہیں۔ مِنْكُمْ لِوَاذًا (تم میں سے مخفی طور پر)

نحو: یہ حال ہے ای ملاوذین اور اللوا ذو الملاوذة وہ اس کی پناہ لے اور یہ اس کی پناہ لے یعنی وہ جماعت سے خفیہ طور پر ایک دوسرے کی اوٹ میں کھسک جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر نو دو گیارہ ہوتے ہیں۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ (پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے) یعنی وہ لوگ جو آپ کے حکم سے کتراتے ہیں مؤمنوں کر چھوڑ کو وہ منافق ہیں۔ محاورہ عرب یہ ہے خالفه الی الامر جب اس کی طرف جائے دوسروں سے کترا کر اور ان کو چھوڑ کر۔ اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔ وما ارید ان اخالفکم الی ما انها کم عنه۔ [ہود:۸۸]

خالفه عن الامر اس وقت بولتے ہیں جبکہ اس سے رک جائے دوسروں سے کترا کر۔

نحو: امرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے اس کی اطاعت سے اور اس کے دین سے۔ اور یحذر کا مفعول ان تصیبهم فتنة ہے۔ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ (کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے) فتنہ کا معنی دنیا میں عذاب یا قتل یا زلزلہ اور خوف یا ظالم حکمران کا تسلط یا دل کی سختی جو معرفتِ رب سے رکاوٹ بن جائے۔ یا بطور استدراج وسعت دنیا۔ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (یا ان کو دردناک عذاب) (آخرت میں) پہنچے گا۔

دلالت آیت: امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

مالک عالم الغیب وہی ہے اس سے کسی کی جہالت کیسے چھپ سکتی ہے:

۶۴: اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) الا یہ حرف تنبیہ ہے اس لئے لایا گیا تا کہ وہ اس ذات کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔ جو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ (تم جس حالت پر ہو وہی اس کو جانتا ہے) یہاں قد کو لائے تا کہ تاکید کر دی جائے کہ جس منافقت اور دین کی مخالفت پر وہ چل رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قطعی طور پر ہے۔ جب علم میں ہے تو انہیں پھر اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

مطلب یہ ہے آسمان و زمین کی ہر چیز تخلیق میں اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور مالک بھی وہی ہے اور ان کو جانتا بھی وہی ہے

پس منافقین کی حالت اس سے چھپی ہوئی کس طرح رہ سکتی ہے خواہ وہ چھپنے کی کتنی کوشش کریں۔ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ (اور جس روز لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے)

قراءت: يَرْجِعُوْن یعقوب نے یاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ اس دن کو بھی جانتا ہے جس دن وہ اس کی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹیں گے وہ قیامت ہی کا دن ہے۔

خطاب وغیبت:

قد یعلم ما انتم علیه و یوم یرجعون الیه میں خطاب وغیبت کے صیغے یہ بھی جائز ہے کہ تمام منافقین کیلئے ہوں بطور التفات۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ماانتم علیہ عام ہو اور یرجعون منافقین کیلئے ہو۔ فَيُنَبِّئُهُمْ (پس وہ ان کو مطلع فرمائیں گے) قیامت کے دن بِمَا عَمِلُوْا (اس پر جو انہوں نے عمل کئے) جو بداعمالیاں انہوں نے چھپائیں وہ ان کو ان پر واقعی سزا دیں گے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النور منبر پر حج کے ایام میں پڑھی۔ اور اس کی ایسے انداز سے تفسیر فرمائی کہ اگر اہل روم اس کو سن لیتے تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتے۔

الحمد لله حمدًا كما امر والصلوة والسلام على رسوله افضل الخلق والبشر امابعد سورۃ النور کی تفسیر کا ترجمہ آج لیلۃ الجمعہ ۲۲ شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ اختتام پذیر ہوا۔ الموافق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستتر آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کرنی والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے، اللہ کی وہ ذات ہے جس کے لئے ملک ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ

آسمانوں کے اور زمین کے اور اس نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا، اور حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ

کیا، پھر اس کا ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا، اور لوگوں نے اس کے علاوہ معبود بنا لئے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں، اور وہ

يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً

اپنی جانوں کے لئے کسی ضرر اور کسی نفع کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ کسی کی موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ حیات کا،

وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ

اور نہ کسی کو زندہ کر کے اٹھانے کا، اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے صرف ایک جھوٹ ہے جسے اپنے پاس سے بنا لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس

قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا

بارے میں اس کی مدد کی ہے، سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کو لیکر آئے، اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس نے لکھوا لیا ہے

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ

سو وہی صبح شام اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے آسمانوں میں ہوں

وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ

یا زمین میں، بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے، اور ان لوگوں نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے

وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰٓى

اور بازاروں میں چلتا ہے، اس پر کیوں نہیں نازل ہوا ایک فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف کوئی

اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتا، اور ظالموں نے کہا کہ تم ایسے ہی آدمی کا اتباع کرتے ہو جس پر

مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾

جادو کیا گیا ہے، آپ دیکھ لیجئے انہوں نے آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کی ہیں، سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

تبارک اور فرقان کا معنی:

۱: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (بڑی خیر والا ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندے پر تھوڑا تھوڑا) عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو)۔ تبارك یہ البرکۃ سے تفاعل کے وزن پر ہے۔ اور البرکت خیر کثیر اور اس کے اضافہ کو کہتے ہیں۔ تبارک اللہ کا معنی اس کی بھلائی بڑھنے والی ہے اور کثیر ہونے والی ہے۔ نمبر۲۔ ہر چیز سے بڑھنے والی ہے اور ہر چیز سے اپنی صفات وافعال میں بلند ہے۔ یہ تعظیمی کلمہ ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مجرد حَسِبَ باب سے آتی ہے (البتہ مزید کی گردان نہیں آتی کیونکہ یہ صفت باری کیلئے خاص ہے)

الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (وہ جس نے قرآن مجید کو اتارا) الفرقان مصدر ہے جو دو چیزوں کے مابین جدائی کیلئے آتا ہے قرآن کو فرقان کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ قرآن حق و باطل میں جدائی ڈالتا ہے حلال وحرام کو الگ کرتا ہے نمبر۲۔ اسلئے کہ اکٹھا نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اترنے میں جدا جدا اور تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ جیسا اس آیت میں مذکور ہے۔ وقرءانًا فرقنا ہُ لتقرأ علی الناس علی مکث ونزلنٰہ تنزیلا [الاسراء:۱۰۶]

عَلٰی عَبْدِهٖ (اپنے بندے پر) یعنی محمد ﷺ پر لِیَكُوْنَ (تاکہ ہو وہ) بندہ یا فرقان لِلْعٰلَمِیْنَ (جہان والوں کیلئے) جنات و انس کیلئے۔ رسالت کا عام ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ نَذِیْرًا (ڈرانے والا) نذیر منذر کے معنی میں ہے یا نذیر بمعنی انذار ہے جیسا نکیر بمعنی انکار ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یہی معنی ہے فکیف کان عذابی و نذرِ [القمر:۱۶]

۲: الَّذِیْ (وہ اللہ تعالیٰ)

نحو: نمبر۱۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر۲۔ یہ الذی نزل کا بدل ہے۔ اور بدل مبدل منہ میں لیکون کا فاصلہ جائز ہے کیونکہ مبدل منہ کا صلہ نزل ہے اور لیکون اس کی علت ہے گویا مبدل منہ اسی سے مکمل ہوا۔ نمبر۳۔ یہ منصوب علی المدح ہے۔

ہر چیز کا ایک موجد:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کا اقتدار آسمانوں اور زمین میں ہے) خالص وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (اور اس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے عزیر اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں خیال کیا۔ وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (اور نہ ہی حکومت میں اس کا کوئی حصہ دار ہے) جس طرح کہ ثنویہ اور مجوسیوں کا خیال ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ (اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا) یعنی ہر چیز کو اس اکیلے نے ہی ایجاد کیا اس طرح نہیں جیسا کہ مجوسی اور ثنویہ کہتے ہیں کہ نور سے یزداں کو اور ظلمت سے اہرن کو پیدا کیا۔ اس آدمی کے لیے اس شبہ میں کوئی گنجائش نہیں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شئی ہے اور نہ اس آدمی کیلئے جو یہ کہتا ہے قرآن مخلوق ہے کیونکہ فاعل اپنی تمام صفات کے ساتھ مفعول نہیں بن سکتا البتہ لفظ شئی کا بیان اس چیز کے لیے خاص ہے کہ جس کے لئے مخلوق ہونا صحیح ہے اور اس معنی کے لیے قرینہ خود آیت میں موجود ہے۔ وخلق یہ ہماری واضح دلیل ہے جس کو ہم معتزلہ کی تردید کے لیے پیش کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا (پھر اس نے ہر چیز کا الگ الگ اندازہ رکھا)

اس کو ایسی چیزیں مہیا فرمائیں جو بغیر کسی رکاوٹ کے اس کے لیے مناسب اور درست تھیں۔ جس طرح کہ اس نے انسان کو اس شکل میں بنایا جس کو اس کے لیے اتارا۔ پھر اس کے لیے دین و دنیا کی وہ مصلحتیں اور ذمہ داریاں ایک اندازہ کے مطابق مقرر فرمائیں۔ نمبر۲۔ ایک مقررہ قلیل مدت کے لئے اس کے باقی رہنے کا اندازہ کیا۔

عاجز بندوں کو اس کی ذات پر ترجیح دی:

۳: وَاتَّخَذُوْا (اور انہوں نے بنا لئے ہیں) اس میں ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ عالمین کے تحت وہ بھی شامل ہیں۔ نمبر۲۔ دلالت کی وجہ سے کیونکہ نذیر کا لفظ فرمایا گیا۔ پس منذر وہی ہیں یعنی ڈرائے ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے۔ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (اس کے سوا اور معبود) یعنی اصنام لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں) یعنی ان لوگوں نے اس ذات کی عبادت پر جو اپنی الوہیت، بادشاہی اور تخلیق میں منفرد ہے اور تقدیر میں اس کا کوئی ساجھی نہیں ایسے عاجز بندوں کو ترجیح دی جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت تو کیا رکھتے وہ خود مخلوق ہیں۔ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (وہ خود نہ اپنے ضرر پر قابو رکھتے ہیں اور نہ نفع پر) یعنی اپنے نفسوں سے ضرر کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اپنے نفسوں کو نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا (وہ موت پر قابو نہیں رکھتے) یعنی کسی پر موت مسلط کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وَّلَا حَيٰوةً (اور نہ زندگی پر) یعنی نہ ابتداءً زندگی دینے پر وَّلَا نُشُوْرًا (اور نہ اٹھانے پر) یعنی موت کے بعد اٹھانے پر اور یہاں بتوں کو عقلاء شمار کیا گیا کیونکہ ان کی عبادت کرنے والے ان کے متعلق یہی خیال کرتے تھے۔

کفار نے قرآن کو مفتری کہا:

۴: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ (اور کافروں نے کہا نہیں ہے یہ) یعنی قرآن اِلَّآ اِفْكٌ (مگر جھوٹ) افْتَرٰىهُ (جو اس نے گھڑ لیا ہے) یعنی اس کو محمد ﷺ نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا اور تراش لیا ہے۔ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ (اور اس کام میں کچھ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے یعنی ہود نے یا عداس نے یا یسار نے یا ابوفکیہ رومی نے یہ بات نضر بن حارث نے کہی فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (پس بلاشبہ انہوں نے بے جا بات کی اور جھوٹ کہا) یہ کفار کی تردید کے لئے اللہ کی طرف سے اطلاع دی گئی ہے۔ جاءُوا کی ضمیر کا مرجع کفار ہے اور جاء فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی صیغے سے متعدی ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ جار کو حذف کیا اور فعل کو ملا دیا یعنی جاء بظلم و جورٍ ان کا ظلم یہ تھا کہ ایک عربی کے متعلق یہ کہنے لگے کہ وہ ایک عجمی رومی سے عربی کلام حاصل کرتا ہے جس کلام کی فصاحت نے تمام فصحائے عرب کو عاجز کر دیا اور زور سے اس لحاظ سے کہا کہ یہ محض آپ پر بہتان تھا حالانکہ آپ تو اس سے بالکل بریٔ الذمہ تھے۔

بے سند باتیں قرار دیا:

۵: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی بے سند باتیں ہیں) یعنی پہلے لوگوں کی منقول شدہ باتیں یا

مکتوب شدہ باتیں ہیں۔ جیسے رستم اسفندیار وغیرہ (اساطیر) جمع اسطار یا اسطور جیسے احدوثۃ۔ اِکْتَتَبَهَا (جن کو اس نے اپنے لیے لکھ لیا ہے) فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (اور وہ اس پر اس لکھی ہوئی کتاب میں سے صبح وشام پڑھی جاتی ہے۔) بکرۃ دن کے پہلے حصہ کو کہتے ہیں اور اصیل دن کے آخری حصہ کو۔ یہ محمد ﷺ ان پڑھے جانے والے واقعات کو یاد کر کے ہمیں سنا دیتے ہیں۔

اس کو کائنات کے رازدان نے اُتارا:

۶: قُلْ (کہہ دیں محمد ﷺ) اَنْزَلَهُ (اس کو اتارا ہے) یعنی قرآن کو الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس ذات نے جو آسمان وزمین کی پوشیدہ باتیں جانتے ہیں) یعنی ہر وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہے یعنی قرآن مجید جب ایسی غیب کی اطلاعات پر مشتمل ہے جن کا عادۃً جان لینا بغیر تعلیم کے محمد ﷺ کے لیے محال ہے تو یہ اس بات کی خود دلیل بن گئی کہ قرآن علام الغیوب کی طرف سے ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے) اسی لیے ان کو مہلت دے رہا ہے اور جلدی سزا نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ انکارِ حق کی وجہ سے عذاب کے حقدار ہو چکے ہیں۔

رسالت پر اعتراض:

۷،۸: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (اور انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے) قرآن مجید میں ہاء کو لام سے الگ لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کا یہ رسم الخط سنت ہے اس کو تبدیل نہ کیا جائے گا کفار نے الرسول کا لفظ آپ ﷺ کے لئے بطور مذاق کے استعمال کیا گویا ان کی بات کا مطلب یہ تھا کہ اس اپنے آپ کو رسول کہنے والے کو کیا ہوا۔ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (وہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے)

نحو: یہ حال ہے اور اس کا عامل ھذا ہے۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (کیوں نہیں اس کے ساتھ فرشتہ بھیجا گیا کہ جو اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا)

اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس پر اپنا گزر اوقات کرتا) یعنی اگر اس کا رسول اللہ ہونا درست ہے تو پھر یہ ہماری طرح کھانا کیوں کھاتا ہے اور طلبِ معاش میں ہماری طرح بازاروں میں کیونکر آتا جاتا ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ پیغمبر فرشتہ ہونا چاہئے جو کھانے پینے اور معاش سے بے نیاز ہو۔ پھر انہوں نے اپنے اس موقف سے نیچے اتر کر کہا کہ چلو ہم نے مان لیا کہ وہ انسان ہو۔ مگر اس کے دعوائے نبوت کو ماننے کی شکل یہ ہے کہ ایک فرشتہ اس کی معیت میں ہو جو تخویف وانداز میں اس کا دست وبازو بنے۔ پھر اس سے نیچے اتر کر کہنے لگے چلو یہ نہیں تو کم از کم آسمان سے اس پر خزانہ اتارا جاتا جس کے ذریعہ اپنی پشت کو مضبوط کر کے کسب ومعاش سے تو مستغنی ہو جاتا ہے اگر یہ بھی نہیں تو پھر کم سے کم ایک باغ کا مالک ہوتا جس سے خوشحال لوگوں کی طرح اپنا گزر اوقات کر لیتا یا ہم اس سے کھاتے اور فائدہ اٹھاتے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تاکل پڑھا ہے۔

نحو: مضارع یلقی اور تکون کا انزل پر عطف بہت خوب ہے اگرچہ وہ ماضی ہے اور درمیان میں فیکون مضارع ہے اور اس پر فاء اس لئے کہ وہ لولا کے جواب میں آئی ہے اور یہ قراءۃ مشہورہ کے مطابق منصوب ہے لولا ھلا کے معنی میں ہے اور حکم استفہام

والا ہے۔

وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ (اور ظالموں نے کہا) ظالموں سے مراد خاص معینہ لوگ ہیں البتہ ضمیر کی جگہ ظاہر اسم لائے تا کہ ان کی بات کا ظالمانہ ہونا تحریر سے ثابت ہو جائے یہ لوگ کفار قریش ہی تھے۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (تم نہیں اتباع کرتے مگر ایک سحر کئے ہوئے آدمی کی) اس کو سحر کیا گیا جس سے جنون ہو گیا۔ نمبر ۲۔ یہ سحر والا ہے اور وہ جنات کے اثر کو کہا جاتا ہے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ انسان ہیں فرشتے نہیں۔

اجمالِ جواب:

۹: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا (غور تو کرو کس طرح یہ بیان کرتے ہیں) ضرب کا معنی یہاں بیان کرنا ہے۔ لَكَ الْاَمْثَالَ (تمہارے متعلق مثالیں) یعنی تمہارے متعلق یہ باتیں کہتے ہیں اور یہ بات تیرے بارے میں تجویز کی ہے یہ مفتری مسحور اور دوسروں سے لکھوالیتا ہے۔ فَضَلُّوْا (پس وہ گمراہ ہوئے) حق کے راستہ سے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (پس وہ راستے کی طاقت نہیں رکھتے) پس وہ حق کی راہ ہی نہیں پاتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے بہتر نعمتیں عطا فرما دے یعنی ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ

ہوں اور آپ کے لئے محل بنا دے، بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جو شخص قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے

بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَاۤ

دھکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غضبناک اور جوش وخروش والی آواز سنیں گے، اور جب

اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ

وہ اس میں ایسی حالت میں ڈالے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے، آج ایک

ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ

ہلاکت کو مت پکارو اور بہت سی ہلاکتوں کو پکارو، آپ فرما دیجئے کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی رہنے والی جنت بہتر ہے جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ كَانَ

متقیوں سے وعدہ کیا گیا جنت ان کے لئے بطور بدلہ عطا کی جائے گی اور ان کا ٹھکانہ ہوگی اور ان کے لئے اس میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ

عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

آپ کے رب کا وعدہ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کی درخواست کرنی چاہیے۔

مال والے اعتراض کا جواب:

۱۰: تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اگر چاہے تو آپ کیلئے اس سے بہتر دنیا ہی میں نعمتیں عنایت فرمادے ایسے باغ جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کیلئے محلات تیار کردے) مال کی وہ کثرت جس کو اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں آپ کو دینا چاہے تو اس سے کہیں بہتر دے سکتا ہے جو انہوں نے کہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کو عنایت فرمائے اسی طرح کے باغات ومحلات جن کا وعدہ اس نے آپ سے فرمایا ہے۔

نحو: جنات یہ خبر اُسے بدل ہے۔

قراءت: یجعلُ رفع کے ساتھ مکی، شامی اور ابوبکر نے پڑھا ہے کیونکہ شرط جب ماضی ہو تو جزاء میں مضارع پر جزم ورفع دونوں جائز ہیں۔

اصل قیامت کو جھٹلا دیا ہے:

۱۱: بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ (بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا) ان سے جو کچھ بیان کیا گیا یہ اس پر عطف ہے فرماتے ہیں بلکہ انہوں نے ان سب سے عجیب تر بات کہی ہے اور وہ قیامت کو جھٹلانے والی بات ہے۔

نمبر۲۔ یہ قریب سے متصل ومنسلک ہو۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اس لئے وہ اس جواب کی طرف کیسے توجہ دے سکتے ہیں؟ اور کس طرح وہ ان چیزوں کا جلد ملنا مان سکتے ہیں جن جیسی چیزوں کا وعدہ آخرت میں آپ سے کیا گیا جبکہ ان کو آخرت پر ایمان ہی نہیں۔ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا (اور ہم نے اس شخص کیلئے جس نے قیامت کو جھٹلایا بڑھکتی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے) ہم نے قیامت کے منکروں کیلئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

مناظر قیامت:

۱۲: اِذَا رَاَتْهُمْ (جب وہ آگ ان کو دیکھے گی) یعنی ان کے سامنے ہوگی مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (دور مقام سے) یعنی جب آگ ان سے اتنی دور رہ جائے گی جتنی دیکھنے والوں کو آنکھوں سے نظر آسکتی ہے۔ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (تو وہ اس آگ کے غضبناک ہونے کی آواز اور غراہٹ سنیں گے) وہ اس کے جوش مارنے کو سنیں گے اور اس کو غضبناک اور غرانے والے کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نمبر۲۔ جب آگ کے نگران ان کو دیکھیں گے غضبناک ہونگے اور کفار پر غصہ سے غرائیں گے۔

۱۳: وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا (اور جب ان کو ڈالا جائے گا) آگ میں مَكَانًا ضَيِّقًا (تنگ مقام میں)

قراءت: مکی نے ضیقًا پڑھا ہے۔

الضیق دکھ، تنگی سمیت جیسا کہ الروح آرام بمعہ وسعت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: اسی وجہ سے جنت کی تعریف اس طرح فرمائی کہ اس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان پر اس طرح تنگی ہوگی جیسے پوری نیزے میں مُقَرَّنِيْنَ (گردن سے ہاتھ باندھ کر) وہ اس تنگی کے ساتھ ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونگے۔ اور ان کے ہاتھوں کو زنجیروں کے ذریعہ ان کی گردنوں سے باندھ دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ ہر کافر کے ساتھ اس کے شیطان کو ملا کر باندھ دیا جائے گا۔ اور ان کی ٹانگوں میں بیڑیاں ہونگی۔ دَعَوْا هُنَالِكَ (اس وقت ہلاکت کو پکاریں گے) ثُبُوْرًا ہلاکت یعنی اس طرح کہیں گے ہائے! ہلاکت اے ہلاکت آجا یہ تیرے آنے کی گھڑی ہے۔ ان کو جواب میں کہا جائے گا۔

۱۴: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (تم ایک ہلاکت کو مت پکارو بلکہ یہ تو مجموعۂ ہلاکت ہے۔)

۱۵: قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ (کہہ دیں کہ کیا یہ بہت بہتر ہے) یعنی آگ کی صفت جو مذکور ہوئی یہ بہتر ہے۔ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (یا ہمیشہ کی وہ جنت جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع فرمائے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو

عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ

گمراہ کیا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لئے یہ درست نہیں

لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

ہے کہ ہم آپ کے علاوہ دوسروں کو اولیاء بنا لیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو نعمتیں دیدیں یہاں تک کہ

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ

وہ ذکر کو بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے، سو انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا سو تم کسی بھی طرح عذاب

صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

دفع نہیں کر سکتے اور نہ کسی طرح کی مدد پا سکتے ہو اور تم میں سے جو شخص ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

نحو : یہاں موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای وعدھا۔

اندازِ توبیخ:

أذلك خير کہا گیا حالانکہ آگ میں خیریت کا ہے کی۔ درحقیقت یہ کفار کو توبیخ ہے۔

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً (یہ ان کے لئے جزاء) ثواب وَّ مَصِيْرًا اور لوٹنے کی جگہ ہوگی۔

نکتہ: یہاں کانت کہا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے اسی طرح ہیں گویا ہو چکے اس لئے کان ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا نمبر۲۔ ان کی پیدائش سے پہلے یہ لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا۔

۱۶: لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ (جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو وہ ملے گا) یعنی ما یشاء وونہ مراد ہے جس چیز کی ان کو خواہش ہوگی خٰلِدِيْنَ (وہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے)۔

نحو : یہ یشاؤون کی ضمیر سے حال ہے۔ اور كَانَ ضمیر میں مایشاؤون کی طرف لوٹ رہی ہے۔

عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا (اور یہ ایک وعدہ ہے جو اے پیغمبر آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے) وعداً یہ موعود کے معنی میں اور مسئولاً کا معنی مطلوب نمبر۲۔ یا اس بات کا اہل و مستحق ہے کہ اسکی درخواست کی جائے۔ نمبر۳۔ یا اس وعدے کا سوال مسلمانوں اور ملائکہ نے اپنی دعاؤں میں کیا ہے۔ جیسا اس آیت میں ربنا و آتنا ماوعدتنا علی رسلك [آل عمران:۱۹۴] ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة [البقرہ:۲۰۱] ربنا وَاَدخلهم جَنّٰت عدن التی وعدتهم [غافر:۸]

۱۷: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ (اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا) دوبارہ حشر کیلئے۔
قراءت: یاء کے ساتھ مکی، یزید، یعقوب، حفص نے پڑھا۔ نَحْشُرُهُمْ یہ قراءت جمہور قراء کی ہے ابن عامر، حمزہ، کسائی، نافع، عاصم، طلحہ، الحسن، شعبہ، خلف وغیرہم وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) اس سے وہ معبود مراد ہیں جو کہ ملائکہ، مسیح، عزیر کی قسم سے ہونگے۔ بقول کلبی، بت مراد ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قوت گویائی دیں گے۔
ایک اور قول: یہ عام ہے ما عقلاء اور غیر عقلاء تمام کو شامل ہے کیونکہ اس سے وصف مراد ہے گویا اس طرح فرمایا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اے معبودیھم ان کے معبود۔ فَيَقُوْلُ (پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے)

یہ سوال تذلیل کیلئے ہوگا:

قراءت: شامی نے نقول پڑھا ہے ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ (کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا)
نحو: هولاء یہ عبادی سے بدل ہے مراد اس سے مشرکین ہیں۔ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ (یا وہ خود راستہ بھول گئے)۔
نحو: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا ضل عن السبیل مگر یہاں جار کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا۔ جس طرح اس محاورہ میں، هداه الطريق حالانکہ اس کی اصل هداه الى الطريق ہے یا هداه للطريق۔ ضَلَّ یہ اَضَلَّ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا۔ حق راستہ سے شبہات ڈال کر دور کر دیا۔ یا وہ خود گمراہ ہو گئے۔

یہاں أضللتم عبادی هولاءِ ام ضلوا السبیل نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے اَنْتُمْ اور هُمْ دو ضمائر کا اضافہ فرمایا کیونکہ اصل سوال فعل اور وجود فعل کا نہیں کیونکہ فعل نہ ہوا ہوتا تو عتاب ہی متوجہ نہ ہوتا بلاشبہ یہ سوال تو اس سے ہو رہا ہے۔ جو اس سے منہ موڑ رہا ہے پس ضروری ہو گیا کہ اس کا تذکرہ ہو اور ساتھ ہی حرف استفہام لائے تا کہ اس کو معلوم ہو کہ اسی سے دریافت کیا جا رہا ہے رہا یہ کہ اس سوال کا کیا فائدہ ہے جبکہ مسؤول عنہ کو بخوبی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تا کہ وہی جواب دیں جو جواب انہوں نے دیا اس سے ان کی پوجا کرنے والوں کی تذلیل ہو اور ان کی حسرت میں اضافہ ہو۔

۱۸: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ (وہ کہیں گے تو پاک ہے) ان کی طرف سے اس بات پر اظہار تعجب ہے کہ جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا۔ نمبر ۲۔ اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے منزہ اور پاک قرار دیں اور اس سے کہ کوئی پیغمبر یا فرشتہ اور کوئی مخلوق اس کی شریک بنے۔ پھر وہ کہنے لگے۔ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ (ہمارے لئے مناسب نہ تھا کہ ہم تیرے سواء دوسروں کا کارساز بنائیں) یعنی ہمارے لئے درست نہ تھا اور نہ ٹھیک بیٹھتا تھا کہ ہم تیرے سوا اور کو کارساز بنائیں پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ہم دوسروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ ہمیں تیرے سوا کارساز ماننے لگ جائیں؟

نَتَّخِذَ یزید نے پڑھا۔ اتخذ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً اتخذ ولیّا اور دونوں مفعول کی طرف جیسے اتخذ فلانا ولیًا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ام اتخذوا الهة من الارض [الانبیاء:۲۱] دوسرے مقام پر فرمایا: اتخذ الله ابراهيم خليلاً [النساء:۱۲۵] پس پہلی قراءت میں یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ من اولیاء ہے اصل یہ ہے ان نتخذ اولیاء مِنْ کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور قراءتِ ثانیہ متعدی الی المفعولین کے لئے ہے۔ پہلا مفعول تو وہی ہے۔ جس کے لئے

فعل بنایا گیا۔اور مفعول ثانی من اولیاء ہے اور مِن تبعیضیہ ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے ای لا نتخذ بعض اولیاء کیونکہ مِن مفعول ثانی میں نہیں آسکتا بلکہ اول میں آتا ہے جیسا کہ تم کہو گے ما اتخذت من احد ولیًّا مگر اس طرح نہیں کہہ سکتے مااتخذت احداً من ولیّ۔

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ (لیکن تو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوشحالی دی) اموال واولاد اور طوالتِ عمر اور عذاب سے حفاظت کے ذریعہ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ (یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھلا بیٹھے) یعنی! اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس پر ایمان اور قرآن و شرائع۔وَكَانُوْا اور وہ تھے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔قَوْمًۢا بُوْرًا (وہ لوگ خود ہی برباد ہوئے) یہ جمع بائر کی ہے۔جیسا کہ عائد کی جمع عُوْدٌ ہے۔

غیبت سے تخاطب:

۱۹: پھر کفار سے مخاطب کر کے اور غیبت سے اعراض کرتے ہوئے کہا جائے گا۔فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ (انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا) یہ مفاجاتی انداز کلام احتجاج والزام کیلئے بہت مناسب ہے اور خاصکر جبکہ التفات کو اس کے ساتھ ملا دیا اور قول کو حذف کر دیا اس کی نظیر اس آیت میں موجود ہے یااھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل الی قولہ فقد جاء کم بشیر و نذیر [المائدہ:۱۹] اور شاعر کا یہ قول

قالو اخرسان اقصیٰ ما یراد بنا ○ ثم القفول فقد جئنا خراسانا

''انہوں نے کہا ہمارا انتہائی مقصود تو خراسان ہے وہ دور ہے پھر واپس لوٹنا ہے۔لیجئے،خراسان تو آ گیا''۔

بِمَا تَقُوْلُوْنَ (جو کچھ تم کہتے تھے) تمہاری بات جو ان کے متعلق تم کرتے تھے کہ وہ معبود ہیں۔اس صورت میں باء اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں:بل کذبوا بالحق [ق:۵] اور جار،مجرور،ضمیر کا بدل ہیں گویا کہ اس طرح فرمایا گیا ہے۔فقد کذبوا بما تقولون یعنی تمہاری یہ بات جو تم کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود ہیں یا ہمیں گمراہ کرنے والے ہیں۔خود انہوں نے تکذیب کر دی۔

قراءت:قنبل نے یاء سے پڑھا اور اس کا معنی انہوں نے تمہاری تکذیب خود اپنے قول سے کر دی جو کہ سبحانك ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونك من اولیاء [الفرقان:۱۸] اور باء اس صورت میں استعانت کیلئے جیسے کتبت بالقلم میں ہو۔

فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا (تم نہ عذاب لوٹانے کی طاقت رکھتے ہو نہ مدد کی) تمہارے معبود طاقت نہیں رکھتے کہ وہ تم سے عذاب کو پھیر دیں اور ہٹا دیں۔نمبر۲۔تمہاری مدد کریں۔

قراءت:حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔مطلب یہ ہے اے کفار تم اپنے سے عذاب کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی تم اپنی مدد کر سکتے ہو۔پھر علی العموم مکلفین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ (جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا) یظلم، یشرك کے معنی میں ہے۔کیونکہ ظلم وضع الشئ فی غیر موضعہ کو کہتے ہیں اور جس نے مخلوق کو اس کے خالق کا شریک بنا ڈالا تو اس نے یقیناً ظلم کیا۔اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ان الشرك لظلم عظیم [لقمان:۱۳]

نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا (ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے) اس کی تفسیر خلود فی النار سے کی گئی جو مشرک کے لائق ہے فاسق کے نہیں البتہ معتزلہ اور خوارج فاسق کے خلود فی النار کے قائل ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي

اور بات یہی ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں

الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰ ع ۲ ۱۱ ۱۷

چلتے تھے اور ہم نے تم میں بعض کو بعض کے لئے امتحان بنایا ہے کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب دیکھنے والا ہے

رسالت پر اعتراض کا جواب:

۲۰: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (اور ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر نہیں بھیجے مگر ایسے ہی کہ جو کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے)

نحو: ان اخیر میں لام کی وجہ سے اِنَّ مکسور ہے اور اِلَّا کے بعد والا جملہ موصوف محذوف کی صفت ہے مطلب یہ ہے وما ارسلنا قبلك احدًا من المرسلين آكلين و ماشين اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسولوں میں سے مگر کہ وہ کھانا کھانے والے پیدل چلنے والے تھے۔ اس کو حذف جار مجرور پر اکتفاء کی وجہ سے کیا ہے؟ یعنی من المرسلین اس کی مثال دوسرے مقام پر اس طرح ہے وما منا الا له مقام معلوم [الصافات:۱۶۴] یعنی وما منا احدٌ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس کا ایک مقام معلوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کے خلاف احتجاج ہے کہ جو کہتے ہیں ماهذا الرسول ياكل الطعام و يمشى فى الاسواق اور اس میں پیغمبر ﷺ کیلئے تسلی کا پہلو بھی ہے۔

دلاسۂ رسول:

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً (اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا) ابتلاء، آزمائش بنایا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کو دلاسہ دیا اس لئے کہ کفار آپ کو فقر کا طعنہ دیتے اور بازار میں چلنے کی طعنہ زنی کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کو فقراء کیلئے آزمائش بنایا ہے جس کو وہ چاہتا ہے غنی بناتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے فقر دیتا ہے۔ اَتَصْبِرُوْنَ (کیا تم صبر کروگے) اس آزمائش پر تاکہ اجر پاؤ۔ یا پھر صبر نہ کروگے تو غم میں اضافہ ہوگا۔

حکایت: بعض صالحین اپنے تنگی گزران سے پریشان ہوکر اکتائے اور باہر نکلے۔ انہوں نے ایک غلام کو سواریوں اور پالکیوں میں دیکھا تو ان کے دل میں ایک خیال گزرا۔ اسی وقت انہوں نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا تو کہنے لگے بلى نصبر ربنا۔ اے رب ہم ضرور صبر کریں گے۔

نمبر۲۔ ہم نے آپ کو ان کیلئے آزمائش بنایا ہے کیونکہ اگر آپ مالدار، باغات والے، خزانوں کے مالک ہوتے تو لوگ آپ کی اطاعت دنیا کی خاطر کرتے یا کم از کم دنیا سے ملاوٹ شدہ کرتے۔ ہم نے آپ کو تنگدست بھیجا تاکہ آپ کی اطاعت خالص ہماری رضامندیوں کیلئے ہو۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا (اور آپ کا رب سب کو خوب دیکھتا ہے) اس چیز کا صواب وہی جانتا ہے جس میں کسی کا ابتلاء ہے۔ نمبر۲۔ اس کا صواب جانتے ہیں جو صبر کرنے والا اور گھبراہٹ کا اظہار کرنے والا ہے۔ ترجمہ محل نظر ہے۔

الجزء ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اوران لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا یہ کیوں نہ ہوا کہ ہم رب کو دیکھ لیتے، بلاشبہ

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

انہوں نے اپنے نفسوں کو بڑا سمجھا اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی، جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لئے کوئی بشارت کی چیز

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

نہیں ہوگی،اور وہ کہیں گے ہٹاؤ اور بچاؤ، اور انہوں نے جو بھی عمل کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر فضاء میں نظر آنے والے مٹی کے باریک

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

ذرات بنا دیں گے، اس دن جنت والے بہتر ہوں گے ٹھہرنے کی جگہ کے اعتبار سے اور آرام کرنے کی جگہ کے اعتبار سے

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے:

۲۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے) لا یرجون کا معنی امید نہ رکھنا۔ لقاءنا ہماری ملاقات خیر کے ساتھ کیونکہ وہ کافر ہیں بعث پر ان کا ایمان نہیں ہے۔ نمبر۲۔ وہ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے خواہ اس وجہ سے کہ جو شخص امیدوار ہو وہ اپنی امید کے متعلق خوف زدہ کی طرح مضطرب ہوتا ہے۔ نمبر۳۔ رجاء اہل تہامہ کی لغت میں خوف کے معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

لَوْلَا یہ هَلَّا کے معنی میں ہے۔ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ (کیوں نہیں اتارے جاتے ہم پر فرشتے) بطور رسول انسانوں کی بجائے نمبر۲۔ نبوت کی صداقت پر گواہ اور دعوی رسالت پر شاہد بنا کر اَوْ نَرٰى رَبَّنَا (یا کیوں نہیں ہم دیکھتے اپنے رب کو) سامنے تاکہ وہ ہمیں خود ان کی رسالت کی اطلاع دے اور اس کی اتباع کا حکم دے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں) حق کے متعلق ان کے ضمائر میں تکبر بھرا ہوا ہے اور وہ کفر وعناد ہے جو ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ وَعَتَوْا (وہ حد سے آگے نکل گئے) ظلم میں وہ حد سے تجاوز کر گزرے۔ عُتُوًّا كَبِيْرًا (بہت بڑا آگے نکلنا) العتو کی صفت کبیر کے لفظ سے فرما کر افراط میں ان کے مبالغہ کو ثابت کیا مطلب یہ ہے انہوں نے صرف اس بڑی بات پر جسارت ہی نہیں کی بلکہ وہ تو تکبر کی انتہاء اور سرکشی کی آخری حد کو پھاند چکے۔ لام قسم محذوف کے جواب میں آئی ہے۔

جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ ان کے غم کا دن ہوگا:

۲۲: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ (جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے) یعنی موت کے دن یا بعث کے دن۔

نحو: یوم اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس پر لَا بُشْرٰى دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یوم یرون الملائکة

یمنعون البشریٰ۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ بشارت سے روک دیئے جائیں گے۔ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ (اس دن کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔)

نحو: یہ یوم یرون کی تاکید ہے نمبر۲۔ اذکر مضمر ہے ای اذکر یوم یرون الملائکۃ پھر خبر دی لابشریٰ بالجنہ یومئذ (اس دن ان کو جنت کی خوشخبری نہ ہوگی) یہ یرون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ مضاف الیہ مضاف میں عمل نہیں کرتا اور نہ یہ بشریٰ کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ وہ مصدر ہے۔ اور مصدر اپنے ماقبل پر عامل نہیں ہوتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے لا سے جس کی نفی آتی ہے وہ لا کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

لِلْمُجْرِمِیْنَ (مجرمین کیلئے) ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو لائے نمبر۲۔ یہ عام ہے اپنے عموم کو شامل ہے۔ اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں کو کمانے والے ہیں مراد اس سے کافر ہیں کیونکہ مطلق اسماء سے مکمل افراد مراد ہوتے ہیں۔ وَیَقُوْلُوْنَ (اور وہ کہتے ہیں) یعنی ملائکہ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (پناہ ہے پناہ ہے) تم پر خوشخبری مکمل حرام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے حق میں حرام کر دیا بلاشبہ بشارت ایمان والوں کیلئے ہوگی۔

نحو: الحِجر یہ مصدر ہے اس میں کسرہ وفتحہ دونوں لغات ہیں۔ یہ حجرۃ سے لیا گیا ہے جس کا معنی منع کرنا ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ہے جو ایسے افعال کی وجہ سے منصوب ہیں جن افعال کا اظہار متروک ہے۔ مَحْجُوْرًا یہ حجر کے معنی کی تاکید کیلئے مصدر منصوب لایا گیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں موتٌ مائتٌ۔

بادشاہ کی مخالفت کی تمثیل:

۲۳: وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (اور ہم ان کے ان اعمال کی طرف جو وہ پہلے کر چکے تھے۔ متوجہ ہونگے پس ان کو بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے) یہ آیت ھباءً کی صفت ہے۔ یہاں قدوم کا کوئی مطلب نہیں لیکن ان لوگوں کے احوال اور اعمال کو جو وہ کفر کی حالت میں بھی انجام دیتے رہے مثلاً صلہ رحمی، مظلوم کی اعانت، میزبانی وغیرہ کو اس آدمی کی حالت کے ساتھ بطور تمثیل وتشبیہ بیان کیا جس نے اپنے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کا نافرمان ہو گیا۔ پس بادشاہ نے اس کے حمایتوں اور اس کے ہاتھوں میں جتنا کچھ تھا سب کا قصد کر کے سب کچھ کو تہس نہس کر دیا اور ان میں سے کسی چیز کا نشان تک باقی نہ چھوڑا ہو۔

الھباء۔ سورج کی روشنی کے ساتھ روشندان میں اڑتے ذرات جو نظر آتے ہیں بکھرے غبار سے تشبیہ یہ استعارہ ہے کہ ان کے اعمال اس طرح ہو گئے کہ نہ وہ اجتماع کو قبول کرتے ہیں اور نہ انتفاع کو اگلی آیت میں اہل جنت کو اہل نار پر حاصل ہونے والی فضیلت کا ذکر فرمایا۔

۲۴: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا (جنتی اس دن قرارگاہ کے اعتبار سے بہت بہتر ہونگے) مستقراً یہ تمیز ہے المستقر سے مراد وہ مکان ہے جس میں وہ اکثر اوقات بیٹھیں اور باتیں کریں گے۔ وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا (ٹھکانہ کے اعتبار سے بہت اچھے ہونگے)۔ مقیلاً سے وہ ٹھکانہ جس کی طرف آرام لینے اور بیویوں سے تمتع کرنے کیلئے رجوع کرتا ہو۔ جنت میں نیند نہیں ہے۔ لیکن حوروں کے ساتھ آرام کے مقام کو بطور تشبیہ مقیل فرمایا روایات میں ہے کہ حساب سے آدھے دن میں فراغت پالیں گے اور

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ

اس وقت کو یاد کرو جب آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور بکثرت فرشتے نازل کئے جائیں گے، آج بادشاہت رحمٰن ہی کے لئے ہے،

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اور یہ دن کافروں پر سخت ہو گا اور اس دن کو یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا اور یوں کہے گا

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

کاش میں رسول کے ساتھ راستہ بنا لیتا، ہائے میری بربادی کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا،

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ

البتہ اس نے مجھے اس کے بعد ذکر سے ہٹا دیا جبکہ میرے پاس ذکر آ گیا تھا اور شیطان انسان کو بے یارومددگار چھوڑنے والا ہے، اور رسول کا

الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

کہنا ہوگا کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا، اور اسی طرح ہم نے مجرم لوگوں میں

نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

ہر نبی کے لئے دشمن بنائے ہیں اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

اہل جنت جنت میں جا کر قیلولہ کریں گے اور اہل نار نار میں۔ احسن کا لفظ لا کر تہکم مقصود ہے۔

قیامت کا ایک منظر:

۲۵: وَيَوم اس سے پہلے اذکر فعل محذوف ہے تَشَقَّقُ السماءُ (جس دن آسمان پھٹ جائے گا) تشقق اصل میں تتشقق ہے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ کوفی اور ابوعمرو اور دیگر قراء نے اس کو شین میں ادغام کیا ہے۔ بِالْغَمَامِ (بادلوں کے ساتھ) جب آسمان کا پھٹنا بادلوں کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہوگا تو بادلوں کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ اس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ جب تم کہو شق السنام بالشفرة وانشق بها۔ اس نے کوہان کو تلوار سے چیر دیا وہ تلوار سے پھٹ گئی۔ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا (اور فرشتے اتار ے جائیں گے اتارنا)۔

قراءت: نُنزل مکی نے پڑھا ہے۔ اس صورت میں تنزیلاً مصدر غیر لفظ فعل مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہوگا کہ آسمان سے سفید بادل ظاہر ہوگا۔ جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اور بادلوں میں سے فرشتے اتریں گے جن کے ہاتھوں میں انسانوں کے صحائف اعمال ہونگے۔

۲۶: اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ِالْحَقُّ (　بادشاہی اس دن رحمان ہی کی ہوگی) الْمُلك　مبتدأ اور یومئذ اس کا ظرف اور الحق اس کی صفت ہے۔ الحق ثابت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام عارضی بادشاہتیں اس دن باقی نہ رہیں گی۔ فقط اس کی بادشاہی ہوگی۔ لِلرَّحْمٰنِ (رحمان کی) یہ اس کی خبر ہے وَكَانَ (ہوگا) وہ دن يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا (کافروں پر دشوار) عسیر کا معنی شدید ہے جیسے کہتے ہیں عَسُر عليه فهو عسير وعَسِر (اس پر دشوار ہوا) اسی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مؤمنوں کیلئے آسان ہوگا۔ حدیث میں فرمایا قیامت کا دن مؤمن کیلئے فرضی نماز سے بھی زیادہ خفیف اور ہلکا ہوگا۔ (رواہ، احمد وابو یعلیٰ)

کفار کی حسرت وغیظ:

۲۷: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (　اور جس روز ظالم اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹے گا) عض اليدين یہ حسرت وغیظ سے کنایہ ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنا اس کا ردیف ہے پس بعد میں آنے والے کا ذکر کر کے اصل پر دلالت کر دی۔ اس سے کلام کا مرتبۂ فصاحت بھی انتہائی بلند ہو گیا اس کو سن کر سامع پر ایسا رعب طاری ہوتا ہے جو اصل کو سن کر نہیں ہوتا۔ الظالم نمبر ا۔ میں الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے ظاہر مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ نمبر ۲۔ الف لام جنس کا ہے اس صورت میں عقبہ اور اس جیسے دیگر کفار کو بھی شامل ہوگا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ (کہے گا کاش میں پکڑ لیتا) دنیا میں مَعَ الرَّسُوْلِ (رسول کے ساتھ) حضرت محمد ﷺ الرسول سے مراد ہیں۔ سَبِيْلًا (راستہ) نجات کی راہ اور جنت کی راہ اور وہ ایمان ہے۔

۲۸: يٰوَيْلَتٰى (ہائے افسوس)۔

ظالم کا افسوس:

قراءت: یہ یاویلتی یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور وہ اصل ہے کیونکہ آدمی اپنی ہلاکت کو بلاتا ہے اور اس کو کہتا ہے اے میری ہلاکت آجا یہ تیرا زمانہ ہے البتہ یاء کو الف سے اسی طرح بدلا جیسا صحاریٰ اور مداریٰ میں۔ لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا) فلان کا لفظ علم سے کنایہ ہے اگر ظالم سے عقبہ بن ابی معیط مراد ہو جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ اس نے ایک دن ضیافت کا انتظام کیا اور رسول ﷺ کو بھی اس میں دعوت دی آپ نے اس کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا جب تک شہادتین کا اقرار نہ کرے گا میں تیرا کھانا نہ کھاؤں گا اس نے اسی طرح کر دیا اس کے دوست ابی بن خلف نے کہا میں تیرا چہرہ نہ دیکھوں گا۔ اور تو میرا چہرہ نہ دیکھ پائیگا۔ صرف ایک صورت ہے کہ کفر کی طرف لوٹ آ اور اسلام سے ارتداد اختیار کر لے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کو کہے گا کاش میں ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا اس کے نام سے فلاں کہہ کر کنایہ کیا گیا اگرچہ مراد جنس ہے ہر وہ آدمی جو گمراہوں میں سے کسی کو دوست بنائے تو وہ اپنے خلیل کیلئے بہر صورت اسم علم ہوگا۔ پس اس سے کنایہ بن جائے گا۔

ایک قول: یہ شیطان سے کنایہ ہے۔

شیطان کی گمراہی:

۲۹: لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ (اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے گمراہ کیا) الذکر سے ذکر اللہ مراد ہے۔ نمبر۲۔ قرآن مراد ہے۔ نمبر۳۔ ایمان مراد ہے۔

بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ (اس کے بعد کہ وہ میرے ہاں آچکا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَکَانَ الشَّیْطٰنُ (اور شیطان ہے) اس کا خلیل۔ اس کو شیطان اس لئے کہا کیونکہ اس نے اس کو اسی طرح گمراہ کیا جیسا شیطان گمراہ کرتا ہے۔ نمبر۲۔ ابلیس لعین مراد ہے کیونکہ اسی نے گمراہ کی دوستی پر اسے برانگیختہ کیا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پر ابھارا۔ لِلْاِنْسَانِ (انسان کیلئے) جو اس کا مطیع بن جاتا ہے۔ خَذُوْلًا (یہ رسوا کرنے والا) یہ خذلان سے مبالغہ ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جو اس سے دوستی اختیار کرتا بالآخر گمراہ کر کے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ نمبر۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکایت ہے۔ نمبر۲۔ ظالم کے کلام کی حکایت ہے۔

شکایتِ رسول:

۳۰: وَقَالَ الرَّسُوْلُ (اور کہیں گے رسول) ﷺ یعنی محمد ﷺ دنیا میں یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی (اے میرے رب میری قوم) قریش نے اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (اس قرآن کو متروک کر رکھا تھا) مہجور کا معنی متروک ہے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر ایمان نہ لائے یہ ہجران سے لیا گیا ہے یہ اتخذوا کا دوسرا مفعول ہے اس میں شکایت کو بہت بڑا کر کے ظاہر کیا گیا اور قریش کو ڈرایا گیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام جب اقوام کا بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں تو ان کی مہلت تمام ہو کر عذاب ٹوٹ پڑتا ہے۔

۳۱: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا (اسی طرح ہم نے مشرکوں میں ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیئے تھے۔ اور آپ کا رب آپ کو راستہ بتانے والا اور آپ کی مدد کرنے والا کافی ہے) یعنی اس طرح ہر پیغمبر کو اپنی قوم کو عدوات سے سابقہ پڑا اور آپ کے لئے آپ کا رب کافی ہے جو مغلوبیت کے راستہ کی طرف ان کو لے جا رہا ہے اور ان سے بدلہ لے گا اور آپ کی ان کے خلاف مدد فرمائے گا۔

نحو: عدو کا لفظ واحد و جمع دونوں ہو سکتا ہے۔ باء زائدہ ہے اے کفی ربك ها دیا ۔ هادیًا یہ تمیز ہے۔ هَادِیًا وَّ نَصِیْرًا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ مع ۷

اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ کر دیا گیا، ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے،

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

تا کہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، اور یہ لوگ آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب سوال کریں ہم ضرور اس کا ٹھیک جواب خوب

وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عطا کر دیں گے جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں

وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع ۳ ۱۴ ۱

اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

قرآن اکٹھا کیوں نہ اُترا:

۳۲: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافروں نے کہا) کافر سے یہاں قریش مکہ یا نمبر۲۔ یہود مراد ہیں۔ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (کیوں اس پر قرآن مجید اکٹھا ایک مرتبہ نہیں اتارا گیا) جملۃ واحدۃ بمعنی اکٹھا اور یہ حال ہے مطلب یہ ہے اس پر قرآن ایک مرتبہ ایک ہی وقت میں کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ تورات، انجیل وزبور اتاری گئی اس کو متفرق کیوں اتارا جارہا ہے۔ یہ فضول سوال ہے اور بے جا شک ہے کیونکہ اعجاز قرآنی اور دلائل قرآنی ایک مرتبہ اتارے جانے یا تھوڑا تھوڑا اتارے جانے سے اعجاز نمائی اور حجیت میں چنداں مختلف نہیں ہیں۔ نزّل یہاں انزل کے معنی میں ہے ورنہ یہ جملہ واحدہ کے خلاف پڑے گا۔

کفار کا یہ اعتراض بالکل بے حقیقت تھا کیونکہ ان کو ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیا تھا خواہ وہ قرآن کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت ہو انہوں نے اس سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور مخالفت اور لڑائی پر اتر آئے اور جوش کو صرف کیا حجت و دلیل کی طرف نہیں آئے۔

كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس میں ان کو جواب دیا گیا یعنی قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں اتارا۔ یا تیئس سال اور کذلک میں لولا انزل علیہ القرآن جملۃ کے مدلول کی طرف اشارہ کیا گیا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا گیا؟ تو جواب دیا اسی طرح پس اس کے فوائد کو تم بھی جان لو نمبر ا۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (تا کہ اس سے تیرے دل کو مضبوط کر دیں۔ اس کے متفرق اتارنے سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں۔ نمبر ا۔ یہاں تک کہ تو اس کو یاد کرے اور محفوظ کرے کیونکہ جس کو تلقین کی جائے اس کا دل علم کی کسی چیز کو یاد کرنے کیلئے آہستہ آہستہ قوی و مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک جزو کے بعد دوسرا جزو اپنانے کیلئے۔ اگر ایک مرتبہ ہی اس پر ڈالا جاتا ہے تو وہ اس کے یاد کر لینے سے عاجز آجاتا ہے۔

نمبر۲۔آپ کے دل کو اکتاہٹ سے بچانے کیلئے متواتر قرآن کو پہنچایا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کیونکہ محبّ کا دل محبوب کے خطوط و پیغامات مسلسل آنے سے پُرسکون ہوتا ہے۔وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا (اور ہم نے اس کو پڑھا الگ الگ) اس کا عطف اس فعل پر ہے جس کے متعلق کذلک ہے گویا اس طرح فرمایا کذلك فرقناه ورتلناه یعنی ہم نے ایک آیت کے بعد دوسری آیت سے اندازہ کیا۔وقفہ کے بعد وقفہ سے۔نمبر۲۔ہم نے اس کی قراءت میں ترتیل کا حکم دیا اور اس معنی کو دوسری آیت میں اس طرح بیان فرمایا ورتل القرآن ترتیلا۔[المزمل:۴] (یعنی اس کو ترتیل سے پڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر) نمبر۳۔ہم نے اس کو خوب کھول کر بیان کیا اور الترتیل الگ الگ، صاف صاف ٹھہر کر پڑھنا۔

۳۳: وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ (وہ نہیں لاتے آپ کے پاس کوئی عجیب سوال) مثل سے یہاں عجیب سوال مراد جو وہ باطل سوالات کرتے رہتے تھے۔گویا باطل ہونے میں ایک مثال ہے۔اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ (مگر ہم آپ کو اس کا صحیح جواب عطاء کر دیتے ہیں) مگر ہم آپ کے پاس صحیح تردید جس سے بھاگنے کا راستہ نہ ہو لے آتے ہیں۔وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا (اور بہترین تشریح کے ساتھ) اور اس چیز کے ساتھ جو معنی میں زیادہ خوب ہو اور اس کے سوال کا جواب بھی ہو۔یہاں مثلھم کا لفظ حذف کر دیا گیا کیونکہ خود کلام میں اس حذف کی دلیل ہے جیسا کہ تم کہو: رأیت زیدًا وعمروا وکان عمرو احسن وجهًا اس میں دلیل ہے کہ تمہارا مقصود احسن و جهًا من زید ہے۔جب تفسیر خود کلام کی دلالت کو کھولنے والی ہے تو اس کو اس کے معنی کی جگہ رکھ دیا گیا۔چنانچہ کہتے ہیں تفسیر هذاالکلام کیت و کیت ۔جیسا کہا گیا ہے اس کا معنی کذا و کذا اولا یا تونك بحال و صفة عجیبة کیا وہ نہیں لاتے کسی حالت میں کوئی عجیب بات یہ کہتے ہوئے کیونکر قرآن اس پر اکٹھا نہیں اتارا گیا مگر ہم آپ کو ایسے حالات لاتے ہیں جن احوال کے آپ ہماری حکمت کے مطابق مستحق ہیں اور وہ حالات زیادہ واضح کرنے والے ہیں اس چیز کو جو آپ دیکر بھیجے گئے ہیں اور نبوت کی درستگی پر دلالت کرنے والے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ قرآن کا تھوڑا اترنا اور ان کو یہ چیلنج دینا کہ بعض حصہ قرآن کا مقابلہ میں قرآن بنا کر لائیں مگر ایسا کرنے سے وہ عاجز ہیں تو پورے قرآن کے مقابلہ سے خود عاجز ہو گئے کیونکہ قرآن سارا معجزہ ہے۔

۳۴: اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ (وہ لوگ جن کو منہ کے بل جہنم کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا وہ بدتر ہوں گے)

نحو: الذین مبتدأ اور اولٰئك مبتدأ ثانی اور شرٌّ خبر ہے اور اولئك بمع شرٌّ الذین کی خبر ہے۔

مَّكَانًا (مقام کے اعتبار سے) مقام و مرتبہ یا رہائش ٹھکانہ وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا (اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہوں گے) یعنی راستہ کے لحاظ سے خطاء کرنے والے ہونگے یہ اسناد مجازی ہے مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان سوالات پر یہ چیز آمادہ کرتی ہے کہ تم اسکے راستہ کو گمراہی قرار دیتے ہو اور اسکے مقام و مرتبہ کو حقیر قرار دیتے ہو۔اگر تم انصاف کی آنکھ سے دیکھتے اس حال میں کہ تمہیں جہنم پر منہ کے بل گھسیٹا جا رہا ہو۔تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مقام انکے مقام سے بہت برا اور تمہارا راستہ گمراہی میں بہت بڑھا ہوا ہے۔قرآن مجید میں اسی کا ذکر فرمایا۔قل هل انبئكم بشرٍ من ذلك مثوبة عند الله من لعنه الله وغضب علیه۔[المائدہ:۶۰]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو وزیر بنا دیا، پھر ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ اس قوم کی طرف

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

چلے جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے اس قوم کو بالکل ہی ہلاک کر دیا، اور ہم نے قوم نوح کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا،

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠

ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اور ہم نے عاد اور ثمود کو

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے امثال بیان کیں، اور ہر ایک کو ہم نے پوری طرح

تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا

ہلاک کر دیا، بلاشبہ یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی کیا یہ اسے نہیں دیکھتے

يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

رہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ موت کے بعد اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے، اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا

کیا یہی شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے ہوئے

عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ

نہ رہتے، اور جس وقت یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے اس بات کو جان لیں گے کہ کون شخص راہ سے ہٹا ہوا تھا، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے

اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ

اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، سو کیا آپ اس کے وکیل ہیں، آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر

يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع ۱۰/۲

سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، یہ لوگ محض چوپایوں کی طرح سے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

حشر کی تین قسمیں:

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قیامت کے دن لوگوں کا حشر تین قسم پر ہوگا۔ نمبرا۔ جانوروں پر سوار۔ نمبر۲۔ پیدل ۳۔ چہروں کے بل، عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو ارشاد فرمایا جس نے ان کو پاؤں سے چلایا وہی ان کو چہروں کے بل چلائے گا۔ [احمد، ترمذی]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی فرعون کی طرف بعثت:

۳۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) تورات جیسا کہ آپ کو قرآن دیا۔ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنادیا)۔

نحو: ہارون یہ اخاہ کا بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ وَزِیْرًا مددگار۔ لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہو اور جس کی رائے باعث تحصین ہو یہ الوزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے اور وزارت نبوت کے منافی نہیں۔ ایک زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا اور ان کو ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا جاتا۔

۳۶: فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اور ہم نے کہہ دیا کہ تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے) مراد فرعون اور اس کی قوم ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فذهبا اليهم وانذر افكذ بوهما۔ وہ ان کے پاس دونوں گئے اور ان کو ڈرایا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔

تکذیب کی وجہ سے فرعونیوں کو ہلاک کر دیا:

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا (پس ہم نے ان کو ملیا میٹ کر دیا) التدمیر کسی عجیب انداز سے ہلاک کرنا۔ قصہ کو مختصر فرمایا اس کا اول و آخر ذکر کر دیا۔ کیونکہ مقصودِ قصہ یہی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ بعثِ رسل کے ذریعہ حجت تمام کر دی جائے اور تکذیب کی وجہ سے استحقاق عذاب ظاہر کر دیا جائے۔

قوم نوح اور دیگر ہلاک شدہ اقوام کی طرف اشارہ:

۳۷: وَقَوْمَ نُوْحٍ (اور قوم نوح کو) یعنی ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ (جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا) یعنی نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کو یا ایک کی تکذیب تمام کی تکذیب ہے۔ اَغْرَقْنٰهُمْ (ہم نے ان کو ڈبو دیا) طوفان کے ذریعہ وَجَعَلْنٰهُمْ (اور ہم نے بنا دیا ان کو) یعنی ان کے غرق یا واقعہ کو لِلنَّاسِ اٰيَةً (لوگوں کیلئے نشانی) عبرت جس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ وَاَعْتَدْنَا (ہم نے تیار کر رکھا ہے) لِلظّٰلِمِيْنَ (ظالموں کیلئے) قوم نوح کیلئے اور اصل عبارت اس طرح ہے واعتدنا لهم مگر ان کا ظلم بیان کرنے کیلئے ظالمین کی بجائے ضمیر لائے۔ نمبر۲۔ یہ ہر اس آدمی کیلئے عام ہے جو شرک والا ظلم ڈھانے والا ہو اور اپنے عموم کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہوگی۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب) مراد آگ۔

۳۸: وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا (اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کر دیا۔)

قراءت: حمزہ، حفص نے قبیلہ کی تاویل سے بلاتنوین پڑھا۔اور دیگر قراء نے ثمودتنوین سے پڑھا خاندان کی تاویل نمبر۳۔ یہ بڑے باپ کا نام ہے۔

وَاَصْحٰبُ الرَّسِّ (کنوئیں والے) یہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔انہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایک دن وہ کنوئیں کے گرد تھے۔کنوئیں کی دیواریں گریں اوران کو زمین میں گھروں سمیت دھنسادیا۔

ایک قول یہ ہے کہ الرس ایک بستی کا نام ہے انہوں نے اپنے پیغمبر کو قتل کردیا جس کے نتیجہ میں سب کو ہلاک کردیا گیا۔اور ایک قول یہ ہے یہی اصحاب اخدود ہیں۔الرس خندقوں کو کہا جاتا ہے۔وَقُرُوْنًا (اورزمانہ والوں کوہم نے ہلاک کیا)۔بَيْنَ ذٰلِكَ (ان کے مابین) كَثِيْرًا (بہت) جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے رسولوں کو بھیجا۔انہوں نے جھٹلایا تو ان کو ہلاک کردیا گیا۔

۳۹: وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ (تمام کیلئے ہم نے مثالیں بیان کیں) یعنی پہلے لوگوں کے عجیب عجیب واقعات بیان کیے۔وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (ہم نے تمام کو برباد کردیا) ان کو بالکل ہلاک کردیا۔

نحو: پہلا كلاً انذرنا کی وجہ سے محذوف یا حذرنا کی وجہ سے اور دوسرا کلا تبرنا کی وجہ سے محذوف ہے وہ اس کے لئے فارغ ہے۔

۴۰: وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ (اور تحقیق ان کا گزر اس بستی کی طرف سے ہوتا ہے۔)

نحو: اتوا کا فاعل اہل مکہ ہیں۔

القریہ سے مراد سدوم وغیرہ ہیں۔یہ قوم لوط کا سب سے بڑا مرکزی شہر تھا۔کل پانچ شہر تھے چار کو اللہ تعالیٰ نے اہل سمیت ہلاک کردیا۔اور ایک ان میں سے باقی رہ گیا۔

الَّتِيْ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ (جن پر بری بارش کی گئی) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔قریش مکہ کا اکثر قافلوں میں گزر ان بستیوں کے پاس سے ہوتا تھا یہ شام کی شارع پر واقع ہوتے تھے۔ان بستیوں کو پتھروں کی آسمانی بارش سے ہلاک کردیا گیا۔

نحو: مطر السوء یہ مفعول ثانی ہے۔اور اصل عبارت اس طرح ہے امطرت القریۃ مطرَ انمبر۲۔مصدر محذوف الزوائد ہے یعنی امطار السوء۔

اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا (کیا یہ اس بستی کو دیکھا نہیں کرتے) کیا انہوں نے شام کی طرف سفر میں آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پھر ان کو سوچ کر ایمان لانا چاہیے تھا۔بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے) بلکہ یہ لوگ تو بعث کے انکاری ہیں۔یہ بعث سے نہ ڈرتے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔نمبر۲۔ان کو اٹھنے کی امید نہیں جیسا کہ مؤمن امید کرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو اپنے اعمال کے ثواب کی طمع ہے۔

۴۱: وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ (اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق بنالیتے ہیں)

نحو: ان نافیہ ہے۔

استہزائے کفار:

اِلَّا هُزُوًا اتخذ هزوًا کا معنی استهزأ به ہے اور اصل اتخذه موضع هزؤ یامهزوء ا به آپ کو استہزاء کی جگہ بنا لیتے ہیں یا مسخرہ بنا لیتے ہیں۔ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (کیا یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے) قول کو مضمر قرار دیکر هذا کو بطور استہزاء تحقیر لائے۔ ای قائلین اهذا۔ وہ یہ کہتے ہیں کیا یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے اور محذوف حال ہے اور الذی کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ ای بعثهٗ۔

۴۲: اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (قریب تھا کہ ہم کو ہمارے معبودوں کی طرف سے بہکا لیتا۔ اگر ہم ان معبودوں پر جمے نہ رہتے)۔

نحو: ان مخففة من المثقلة ہے اور لام اس کی دلیل ہے۔ قریش کو دعوت دینے میں آپ ﷺ کیلئے کس قدر مشکلات تھیں اور ان کے سامنے معجزات کے پیش کرنے میں کتنا بڑا مجاہدہ تھا۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق اپنا دین چھوڑنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اگر وہ اس پر اصرار نہ کرتے اور اپنے معبودوں کی عبادت کو تھامے نہ رکھتے۔

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ (وہ عنقریب جان لیں گے جب کہ وہ عذاب کو ملاحظہ کریں گے) اس میں کفارِ مکہ کیلئے وعید ہے اور یہ بھی دلالت ہے کہ اس کو ترک کرنے پر تیار نہیں خواہ مدتِ مہلت کتنی طویل کر دی جائے۔ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (کہ راستہ کے اعتبار سے کون گمراہ ہے۔) یہ ان کا دلیضلنا کے جواب کی طرح جملہ لایا گیا ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف انہوں نے ضلال کی نسبت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دوسرے کو گمراہ وہ کرتا ہے جو خود گمراہ ہو۔

یہ خواہشات کے پجاری ہیں:

۴۳: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (اے پیغمبر (ﷺ) آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی جس نے کئی چیز کو چھوڑنے اور کرنے کیلئے خواہش کی اطاعت کی تو وہ اپنی خواہش کا پیرو ہے اور اس کو معبود بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرما رہے ہیں۔ اس شخص کو اپنی خواہش ہی معبود نظر آتی ہے آپ اس کو ہدایت کی طرف کس طرح دعوت دے سکتے ہیں۔ روایت میں ہے ایک آدمی اہل جاہلیت میں سے پتھر کو پوجتا تھا جب وہ کوئی خوبصورت پتھر دیکھتا تو پہلا چھوڑ کر دوسرا اٹھا لیتا اور اس کی پوجا شروع کر دیتا۔

قول حسن رحمہ اللہ علیہ: اس سے مراد ہر خواہش پرست ہے۔

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہونگے) یعنی ایسے محافظ جو اتباعِ خواہشات سے اس کو بچا سکیں اور اپنی من پسند کی عبادت سے اس کو روک لیں۔ نمبر ۳۔ کیا آپ کو اس بات پر مقرر کر دیا گیا کہ خواہشات سے موڑ کر اس کو ہدایت پر لگا دیں اس میں آپ ﷺ کو بتلایا کہ آپ کے ذمہ فقط تبلیغ ہے۔

۴۴: اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (کیا آپ یہ خیال کرتے

ہیں کہ ان کی اکثریت (کلام اللہ) کو سنتے یا سمجھتے ہیں وہ نہیں ہیں مگر چوپایوں کی طرح بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ۔
بَلْ : یہ ام منقطعہ ہے اور اس کا معنی بَلْ ہے بلکہ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں گویا پہلے جو مذمت گزری یہ اس سے زیادہ سخت ہے یہاں تک کہ اس سے اضراب کر کے اس کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

تفصیلِ اعراض:

وہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں اور قوتِ سمع چھن چکی ہے۔ کیونکہ وہ حق کو سننے کی طرف ذرا کان نہیں دھرتے۔ اور نہ اس میں تدبر کیلئے عقل کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو ڈھوروں اور ڈنگروں کے مشابہ ہیں جو غفلت وضلالت میں مثال ہیں ان پر شیطان ان کو ذلیل کرنے کیلئے سوار ہے جس وجہ سے انہوں نے استدلال کو بالکل ترک کر دیا۔ پھر یہ حیوانات سے گمراہی میں بڑھ کر ہیں کیونکہ چوپائے تو اپنے رب کے تسبیح خواں اور سجدہ کناں ہیں اور جو ان کو چارہ ڈالے اس کی بات مانتے ہیں اور محسن ومسیٔ کی پہچان رکھتے ہیں اور اپنے نفع کے طالب اور دینے والی چیز سے گریزاں ہیں اپنے گھاٹوں اور چراگاہوں کی طرف راستہ پانے والے ہیں۔
یہ اپنے پروردگار کی اطاعت نہیں کرتے۔ نہ اس کے احسانات کو شیطان کی برائیوں سے جدا کر پاتے حالانکہ شیطان تو ان کا دشمن ہے اور یہ ثواب کو جو سب سے بڑا نفع ہے چھوڑنے والے ہیں۔ یہ اس انجام سے لرزاں وترساں نہیں جو سب سے سخت نقصان اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ اور حق کی طرف راہ نہیں پاتے حالانکہ وہ میٹھا اور خوشگوار چشمہ ہے۔
قول علماء: ملائکہ میں روح وعقل اور بہائم میں نفس وخواہش۔ اور آدمی میں تمام بطور ابتلاء وآزمائش اکٹھی کر دیں اگر انسان پر نفس وخواہش نے غلبہ پالیا تو چوپائے اس سے بڑھ گئے اور اس پر روح وعقل کا غلبہ ہو گیا۔ تو یہ معزز ملائکہ سے سبقت لے گیا۔
یہاں الاکثر کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ ان میں بعض وہ تھے جن کو صرف سرداری ہی اسلام کے راستہ سے رکاوٹ تھی اور یہ لاعلاج مرض ہے اور اسلئے کہ ان میں وہ بھی تھے جو ایمان لے آئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

اے مخاطب کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا رکھتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر

عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝۴۵ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝۴۶ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا

علامت مقرر کیا، پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا، اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝۴۷ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ

اور نیند کو آرام کی چیز بنایا، اور دن کو پھیل جانے کا وقت بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں

يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝۴۸ لِّنُحْيِىَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ

بھیج دیں، اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا تا کہ ہم اس کے ذریعے مردہ زمین میں جان ڈال دیں، اور تا کہ یہ پانی ہم اپنی

مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيْرًا ۝۴۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى

مخلوق میں سے چوپایوں کو اور بہت سے انسانوں کو پلا دیں، اور ہم اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں، لیکن

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۵۰ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝۵۱ فَلَا تُطِعِ

اکثر لوگ ناشکری کے بغیر نہیں رہتے، اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، سو کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝۵۲

بات نہ مانیے اور اس کے ذریعہ ان سے خوب بڑا مقابلہ کیجئے۔

سورج سے سایہ کی پہچان:

۴۵: اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ (کیا تم نے اپنے رب کی صنعت وقدرت کو نہیں دیکھا)۔ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کہ کس طرح اس نے سایے کو دراز کیا) اسکو پھیلا کر زمین پر عام کر دیا اور یہ طلوع فجر سے طلوع شمس کے وقت تک ہے جمہور کا قول یہی ہے۔ کیونکہ یہ ایسا دراز سایہ ہے جس کے ساتھ سورج کی شعاعیں بالکل نہیں۔ اور نہ ہی اندھیرا ہے اور یہ اس طرح ہے جیسا جنت کے سایہ کے بارے میں فرمایا وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ اور نہ اندھیرا ہوگا۔ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سایہ کو ٹھہرنے والا بنا دیتا) یعنی دائمی بنا دیتے جو کبھی زائل نہ ہوتا اور نہ اس کو سورج ختم کر سکتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا (پھر ہم نے سورج کو اس سایہ کی دلیل بنا دیا) دلیل کا مطلب یہ ہے کہ سورج سے سایہ کی پہچان ہوتی ہے اگر سورج نہ ہو تو سایہ کی پہچان نہ ہو اشیاء کی پہچان اضداد سے ہوتی ہے۔

۴۶: ثُمَّ قَبَضْنٰهُ (پھر ہم نے اس کو سمیٹ لیا) یعنی اس دراز سایے کو سمیٹ لیا۔ اِلَیْنَا (اپنی طرف سے) مراد جہاں ہم نے چاہا اس طرف قَبْضًا یَّسِیْرًا (تھوڑا تھوڑا کر کے) آسانی کے ساتھ اس میں تکلیف قطعاً نہ تھی۔ نمبر۲۔ آہستہ آہستہ یعنی ایک ایک جزو کر کے اس سورج کے ذریعہ جو اس پر آتی ہے۔

فَائِدَہ: یہاں ثُمَّ امور کے مابین تفاضل کیلئے استعمال ہوا ہے گویا دوسرا پہلے سے بہت بڑا ہے اور تیسرا دوسرے سے بھی اعظم تر ہے فضیلت کے مراتب میں فرق کو وقت میں پیش آئندہ حوادث سے تشبیہ دی۔

نیند و بیداری موت وحیات کے مشابہ ہے:

۴۷: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا (اور وہی رب تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا) ڈھانپنے والے اندھیرے کو لباس کی مانند قرار دیا۔ وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا (اور نیند کو آرام) تمہارے ابدان کی راحت اور اعمال کو منقطع کرنے والی۔ السبت کا معنی کاٹنا ہے اور سونے والا قطع کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا عمل وحرکت منقطع ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ السبات: موت کو کہتے ہیں اور منقطع کیا ہوا مردہ ہے کیونکہ اس کی زندگی منقطع کر دی گئی جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: وھو الذی یتوفکم باللیل [الانعام:۶۰] اور اس معنی کی تائید اس کے مقابلہ میں نشور کے تذکرہ سے بھی ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (اور دن کو اٹھنے کا وقت بنایا) النشور نیند سے بیدار جیسا کہ میت کو حشر کے دن اٹھایا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ مخلوق دن میں معاش کیلئے اٹھتی ہے۔ آیت میں جہاں قدرتِ باری تعالیٰ پر دلالت موجود ہے اس میں مخلوق پر اظہارِ نعمت بھی ہے کیونکہ رات کے پردہ میں چھپ جانے پر دینی و دنیوی فوائد ہیں اور نیند و بیداری یہ موت وحیات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اور عبرت والے کیلئے باعثِ عبرت ہیں حضرت لقمان رحمہ اللہ نے بیٹے کو فرمایا کما تنام فتوقظ کذلك تموت فتنشر جیسے نیند سے جاگنا اسی طرح موت سے اٹھنا۔

۴۸: وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (اور وہ رب وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی نے الریح مفرد پڑھا مراد جنس لی ہے۔

ماءِ طہور کا ذکر:

بُشْرًا (خوشخبری دینے والیاں) تخفیف کے ساتھ بشر جمع بشور بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (اس کی رحمت سے پہلے) بارش سے پہلے کیونکہ وہ ریح ہے پھر بادل پھر بارش۔ یہ انتہائی عمدہ استعارہ ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) ماء سے بارش مراد ہے۔ طَهُوْرًا (بالکل پاک) یہ طہارت کا مبالغہ ہے اور صیغۂ صفت ہے جیسا کہتے ہیں ماءٌ طھورٌ یعنی طاہر اور یہ اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے ان تمام کو طہور کہتے ہیں مثلاً وضوء اور ایندھن کیونکہ اس سے وضوء کیا جاتا ہے اور ان سے آگ جلائی جاتی ہے اور طہور مصدر بمعنی تطہّر ہے جیسے کہتے ہیں تطھّرت طھورًا حسنا میں نے خوب طہارت حاصل کی اور یہی معنی اس ارشاد نبوی ﷺ کا ہے: لا صلوۃ الابطھورٍ (ترمذی) ای لا تقبل صلاۃ بغیر طھارۃ۔

قول ثعلبؒ ہے کہ طہور وہ ہے جو بذات خود طاہر ہو اور دوسرے کو پاک کرے امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اگر یہ طہارت میں مزید اضافے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے تو یہ قول خوب ہے اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ میں ملتی ہے و ینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہ [الانفال:۱۱] ورنہ فعول کا تفعیل سے کوئی سروکار نہیں۔ باقی افعال متعدیہ کے مشتقات جو فعول کے وزن پر آتے ہیں۔ مثلاً قطوع اور منوع پر قیاس درست نہیں ہے کیونکہ فعول پر آنے کا مقصد تو مبالغہ ہے پس اگر فعل متعدی ہو تو مفعول متعدی ہوتا ہے اور اگر لازم ہو تو لازم۔

۴۹: لِّنُحْيِيَ بِهٖ (تاکہ ہم بارش سے زندہ کریں) بَلْدَةً مَّيْتًا (مردہ شہر) میت کو مذکر اس لئے لائے بلد کا ارادہ کریں یا مکان مراد لیں۔ وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا (اور ہم وہ پانی اپنی مخلوق کو پہنچائیں چوپایوں اور بہت سے انسان کو) یعنی ہم انسانوں اور چوپایوں کو پانی پلائیں۔

نحو: مما خلقنا یہ انعامًا و اناسی سے حال ہے اور ای انعامًا و اناسی مما خلقنا اور سقیٰ و اسقی دونوں لغات ہیں۔

قراءت: مفضل اور بزمی نے ونسقیہٗ پڑھا ہے: الاناسی جمع إنسیّ علی القیاس جیسے کرسی و کراسی یا انسان کی جمع ہے اور یہ اصل میں اناسین ہے جیسا کہ سرحان اور سراحین نون کو یاء سے بدل دیا اور ادغام کر دیا۔

تقدیم ارض کی وجہ:

نکتہ: زمین کے احیاء کو انسانوں اور چوپایوں کو پانی پلانے سے مقدم کیا کیونکہ زمین کی زندگی ان کی زندگی کا سبب ہے پس جو ان دونوں کی حیات کا سبب تھا اس کو مقدم کیا اور پانی پلانے کا بعد میں ذکر فرمایا پھر پانی پینے والے حیونات میں چوپایوں کو خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ انسانی منافع عام طور پر چوپایوں سے متعلق ہیں گویا کہ چوپایوں کو پانی پلانے کا انعام ان کے پانی پینے کے سبب حاصل ہونے والے انعام کی طرح ہے اور انعام، اناسی کو نکرہ لا کر پھر کثرت کو ان کی صفت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ اکثر لوگ وادیوں اور نہروں کے قریب رہائش پذیر ہیں بارش کی سیرابی سے ایک گونہ مستغنی نہیں اور ان کے علاوہ لوگوں کی کثرت اس پانی پر زندگی گزارتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ بارش سے نازل فرماتے ہیں بلدۃ کا لفظ بھی نکرہ لایا گیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان کے وہ بعض علاقے ہیں جو پانی کے مقامات سے دور واقع تھے۔ جب انسانوں کا پانی پینا من جملہ ان چیزوں میں سے تھا۔ جس کے لئے پانی کو اتارا گیا۔ اور انسانوں کے اکرام کیلئے پانی کی صفت طہور ذکر فرمائی۔

اشارہ: اور طہور کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ انسانوں پر لازم ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی طہارت کو ترجیح دیں کیونکہ طہوریت زندوں کیلئے شرط ہے۔

بارش کو پھیرنے کا معنی:

۵۰: وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا (اور ہم نے پانی کو انسانوں میں گھمایا اور پھرایا تاکہ لوگ غور کریں)

قراءت: لِيَذَّكَّرُوْا حمزہ و علی نے پڑھا ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے یہ بات لوگوں کے درمیان قرآن اور تمام کتب منزلہ علی الرسل

میں پھیر پھیر کر بیان کی۔اور وہ بادل کا بننا اور بارش کا اترنا۔تا کہ لوگ سوچ و بچار کریں اور عبرت حاصل کریں اور اس پانی میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا حق پہچان کر شکر یہ ادا کرلیں۔فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (مگر لوگوں کی اکثریت ناشکری کے بغیر نہ رہی) اکثریت نے کفرانِ نعمت کے علاوہ ہر بات سے انکار کر دیا۔اور نعمت کو جھٹلا دیا۔اور کثرت میں قلت کر دی۔

نمبر۲۔تصریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بارش کو مختلف شہروں میں مختلف اوقات میں بانٹ دیا اور مختلف نوعیت کی بارش کی کہیں موسلا دھار اور کہیں ہلکی پھلکی بڑی بوندوں والی، چھوٹی بوندوں والی۔مسلسل برسنے والی مگر لوگ ناشکری کر کے رہے اور یہ کہنے لگے فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی۔اللہ تعالیٰ کی صنعت و رحمت کو بالکل یاد نہیں کرتے۔

قول ابن عباسؓ: کوئی سال دوسرے سال سے کم بارش والا نہیں ہوتا۔لیکن اللہ تعالیٰ اس کو جہاں چاہتے ہیں پھیر دیتے ہیں اور پھر یہ آیت پڑھی۔ایک روایت تفسیر یہ یہ ہے کہ فرشتے ہر سال کی مقدار مطر اور عدد مطر جانتے ہیں کیونکہ وہ پہلے سے مختلف نہیں لیکن علاقے مختلف ہو جاتے ہیں کسی سال کسی علاقہ میں اگلے سال دوسرے علاقہ میں یہاں سے بلدۃ کے نکرہ لانے کا جواب اور اسی طرح انعام وانا سی کے نکرہ ذکر کرنے کا جواب نکلتا ہے۔

مَسْئَلَہ: جس شخص نے بارش کی نسبت ستارے کی طرف کی اور بارش اور ستارے کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا اگر اس کا خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بارش کا خالق ہے اور ستارے کی طرف نسبت صرف بارش کی علامت اور بارش کی دلالت کے طور پر کی ہے تو پھر کافر نہ قرار دیا جائے گا۔

ہر بستی کی بجائے ساری کائنات میں ایک ہی منذر بھیج دیا:

۵۱، ۵۲: وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا۔ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ (اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کریں) اگر ہم چاہتے تو تمام بستیوں کو ڈر سنانے کی ذمہ داری آپ سے کم کر کے ہر بستی میں ایک پیغمبر بھیج دیتے۔لیکن ہم نے چاہا کہ آپ کیلئے تمام رسولوں کے فضائل جمع کریں کافۃ للناس کی طرف آپ کو رسول بنائیں۔ہم نے آپ کو بھیجنے پر اکتفاء کیا اور آپ کو عظمت سے نوازا۔پس آپ اکیلے ان تمام کی طرح ہیں اسی وجہ سے خطاب میں صیغہ جمع کا لائے یایھا الرسل [المؤمنون:۵۱] پھر شکر اور پختگی اور ثابت قدمی سے اس کا تقابل کیا آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں جس کی طرف وہ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ ان کی موافقت اختیار کریں اور مداہنت اختیار کریں۔جس طرح میں نے تمام انبیاءؑ پر ترجیح دی پس میری رضامندی کو تمام خواہشات پر ترجیح دو اس سے آپ کو اور ایمان والوں کو برانگیختہ کرنا مقصود ہے۔

جامع مجاہدہ اور جامع رسول:

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ (اور اس سے ان کا زور سے مقابلہ کرو) نمبر۱۔ہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور مراد اس کی مدد و توفیق کے ساتھ۔نمبر۲۔ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کے دلائل سے ان کا مقابلہ کرو اور ان کے مقابلہ سے عاجزی پر ان کو جھنجھوڑو! جِهَادًا كَبِیْرًا (بڑا جہاد) اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا مرتبہ ہے اس لئے کہ اس میں تکالیف شاقہ کا سامنا ہوگا۔ نمبر۳۔بہٖ کی ضمیر کا مرجع وہ ہو جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا [الفرقان:۵۱] اس لئے کہ

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا جن میں یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا ہے،اور یہ شور ہے کڑوا ہے،ان کے درمیان میں

بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

ایک حجاب بنا دیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا فرمایا پھر اس کو خاندان والا اور

وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

سسرال والا بنادیا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

آپ تمام شہروں کے نذیر ہیں اگر ہر بستی کی طرف الگ نذیر مبعوث ہوتا تو ہر نذیر کے ذمہ اپنی بستی والوں کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت تھی اب رسول ﷺ پر تمام مجاہدات جمع ہو گئے کیونکہ آپ کا جہاد و مجاہدہ سب سے بڑھ کر اور سب سے عظیم تر ہے۔ اسی لئے فرمایا: جاھدھم ان سے جہاد کرو کیونکہ تم ساری دنیا کے نذیر ہو اور ایسا جہاد کرو جو تمام مجاہدات کا جامع ہو۔

قدرت کا عجیب نظارہ:

۵۳: وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا) مرج کا معنی ملا ہوا اور پاس پاس چھوڑ دیا۔ یہ مرجت الدابۃ سے لیا گیا جبکہ اس کو چرنے کیلئے چھوڑا جائے۔ بحرین کثیر مقدار اور وسیع مقدار میں پانی کو کہتے ہیں۔ ھٰذَا (یہ ایک ان میں سے عَذْبٌ فُرَاتٌ (میٹھا پیاس بجھانے والا۔)

نحو: فرات یہ عذب کی صفت ہے۔ بہت ہی میٹھا یہاں تک کہ حلاوت کے قریب پہنچ جائے۔

وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (اور یہ نمکین کھاری ہے) اُجاج یہ ملحٌ کی صفت ہے یعنی انتہائی نمکین۔ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا (اور ان کے درمیان پردہ بنا دیا) ان کے مابین حائل بنایا جو ان کو جدا کرتا ہے اور ملنے سے مانع ہے وہ ظاہر میں ملے ہیں مگر حقیقت میں جدا ہیں۔ وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (ایک مضبوط بندش کردی) ایک ایسا پردہ ہے جو آنکھوں سے تو مخفی ہے مگر ان کو ایک دوسرے سے روکے ہوئے ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: حجابًا مستورًا ۔ [الاسراء:۴۵]

انسانوں کی دو قسمیں:

۵۴: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ (اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے پیدا کیا) الماء سے یہاں نطفہ مراد ہے۔ بَشَرًا (انسان) فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا (پس اس کو نسب و دامادی والا بنایا) مراد یہ ہے کہ انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ نمبر ا۔ نسب والے یعنی مذکر جن کی طرف نسبت کر کے کہا جاتا ہے فلان بن فلان اور فلانہ بنت فلان نمبر ۲۔ دامادی والے یعنی مؤنث ان کی وجہ سے مصاہرت کی جاتی ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا فجعل منه الزوجين الذكر والانثى [القیامہ:۳۹]

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى

اور اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ انہیں کچھ ضرر دے سکیں، اور کافر اپنے رب کا

رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

مخالف ہے، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا

اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

ہاں جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے، اور آپ اسی ذات پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی،

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ ۚ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ع ۸

اور اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہئے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونے کے لئے کافی ہے، جس نے آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ

اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے

خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا

دریافت کر لو، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو

تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ع السجدة تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا

سجدہ کرنے کا تو ہمیں حکم دیتا ہے، اور ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے، وہ ذات عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور ان میں ایک چراغ بنایا

وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

اور روشن کرنے والا چاند بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔) کہ اس نے ایک ہی نطفہ سے دو قسم کے انسان بنا دیے۔ مذکر و مؤنث۔ ایک قول یہ ہے کہ نسبا کا معنی قرابت اور صہر بمعنی دامادی یعنی نکاح کا ذریعہ انساب بنا کر احسان فرمایا کیونکہ مواصلت اسی سے ہوتی ہے اور مصاہرت کا احسان کیا کیونکہ توالد و تناسل اسی سے ہوتا ہے۔

۵۵: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں۔ جو ان کو فائدہ نہیں پہنچاتی) خواہ اس کی عبادت کریں۔ وَلَا يَضُرُّهُمْ (اور ان کو نقصان نہیں پہنچاتی ہیں) اگر ان کو چھوڑ دیں وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ (اور کافر

اپنے رب کے خلاف) اپنے رب کی معصیت و نافرمانی کر کے ظَهِيْرًا (مددگار ہے) ومظاہرہ کرنے والے اور یہ فعیل بمعنی مفاعل ہے نہ کہ عزیز کی طرح۔ الظہیر اور المظاهر یہ عوین اور معاون کی طرح ہے اور المظاہرۃ معاونت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کافر بت کی عبادت کر کے شیطان کی اتباع کرتا ہے اور رحمان کی نافرمانی میں اس کا معاون بنتا ہے۔

۵۶: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر بنا کر) ایمان والوں کیلئے وَّ نَذِيْرًا (اور ڈرانے والا) کفار کیلئے۔

تبلیغ پر اجرت نہیں مانگتا:

۵۷: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ (کہ دین میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی اجرت) انعام اس کی مثل اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (مگر جو شخص چاہیے اپنے رب کی طرف پہنچنے کا راستہ بنالے) مطلب یہ ہے مگر اس کا عمل جس نے چاہا۔

اجر کے استثناء کی مثال:

اَجر کا استثناء اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی تمہارا بڑا محسن ہو اور تمہارے لئے اس نے حصول میں تگ ودو بھی کی ہو۔ وہ کہے۔ **ماا طلب منك ثوابا على ماسعيت الا ان تحفظ هذا المال ولا تضعهٗ** میں تم سے اپنی معاونت پر ثواب نہیں چاہتا مگر اتنی بات ضرور چاہتا ہوں کہ تو اس مال کی حفاظت کر اور اس کو ضائع مت کر۔ یہاں تمہارا حفاظتِ مال کا مطالبہ تمہارے اپنے نفس کیلئے ثواب کی قسم سے نہیں لیکن اس کو ثواب کی شکل میں پیش کیا ہے گویا وہ کہنا چاہتا ہے کہ تیرا اپنے مال کی حفاظت کرنا یہ میرے لئے بمنزلہ ثواب ہے اور میری اس پر رضامندی اس شخص کی طرح ہے جو ثواب پر راضی ہو۔ اور میری عمر کی قسم کہ آنحضرت ﷺ اپنے امت کے ساتھ اس مقام پر تھے۔ اتخاذ هم الى الله سبيلا کا معنی ایمان وطاعت سے تقرب حاصل کرنا۔ نمبر۲۔ صدقہ ونفقہ سے قرب حاصل کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے لیکن جو یہ چاہے کہ وہ مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے اس کو ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ تقدیر کلام اس طرح ہے **لا اسالكم على ماادعو كم اليه اجرًا الا اتخاذ المدعو سبيلاً الى ربه بطاعته۔ فذلك اجرى لان الله يا جرنى عليه** میں تمہیں جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہوں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جس کو دعوت دی گئی ہو وہ اطاعت سے اپنے رب کی طرف سے راستہ بنائے پس یہی میرا اجر ہے اسی پر میرا رب مجھے اجر دے گا۔

۵۸: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (اور اس ذات پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا) جس پر موت نہیں اس کو کارساز بناؤ۔ وہ ان کے سپرد تمہیں نہیں کرے گا۔ جو ذلت کی موت مرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اس پر اعتماد کرو اور ان کے شرور سے بچاؤ کیلئے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے اور ایسے زندہ پر بھروسہ نہ کرے جس پر موت آئے گی۔

نکتہ: بعض صالحین نے جب یہ آیت تلاوت کی تو کہنے لگے عقل مند کو مناسب نہیں کہ اس کے بعد بھی مخلوق پر اعتماد کرے التوکل ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔

وَسَبِّحْ (اوراس کی تسبیح بیان کر) اللہ تعالیٰ کواس بات سے پاک قرار دے کہ اس پر توکل کرنے والا کسی غیر پر بھروسہ کرے گا۔ بِحَمْدِهٖ (اس کی حمد کے ساتھ) اس کی ایسی توفیق سے جو حمد کو لازم کرتی ہے۔ نمبر۲۔ کہو سبحان اللہ وبحمدہ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دو۔ ایسی تعریف سے جو تم اس کی بیان کرو۔ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا (اور وہ بندوں کے گناہوں سے پورے طور پر باخبر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے گناہوں کی اطلاع ہونا کافی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ان کے حالات سے واقف ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دینے کیلئے کافی ہے۔

رحمٰن کی صفت کا تذکرہ:

۵۹: الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے چھ دن میں پیدا کر دیا) اتنی مدت کی مقدار کے مطابق کیونکہ یہ دن رات تو اس وقت نہ تھے۔

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ: پہلا دن ہفتہ اور آخری یوم جمعہ تھا۔ اور ان کو چھ دن میں بنایا۔ حالانکہ وہ تو ان کو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتا ہے صرف مخلوق کو معاملات میں پختگی اور آہستگی کی تعلیم دینے کیلئے ایسا کیا گیا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ (پھر عرش پر جا ٹھہرا) یعنی وہ رحمان ہے۔

نحو: الرحمٰن یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر سے بدل ہے جو استوی میں پائی جاتی ہے۔ نمبر۳۔ الذی خلق مبتدأ اور الرحمان اس کی خبر۔ فَسْئَلْ (تم پوچھو)

قراءت: بلا ہمزہ مکی وعلی نے پڑھا۔

بِهٖ نحو: یہ اسئل کا صلہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں سأل سائل بعذاب واقع [المعارج:۱] جیسا کہ اس کا صلہ عن سے آتا ہے ارشاد الٰہی ہے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم [التکاثر:۸] سأل بہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اھتم بہ واشتغل بہ اور سأل منہ اس طرح ہے جیسا کہیں بحث عنہ و فتّش عنہ۔

نمبر۲۔ یہ خبیراً کا صلہ ہے اور خبیراً اِسئل کا مفعول ہے تقدیر کلام یہ ہے اَسأل عنہ رجلاً عارفا یخبرك برحمتِہٖ اس کے متعلق کسی ایسے شخص سے دریافت کرو وہ تمہیں اس کی رحمت کی اطلاع دے گا۔ نمبر۲۔ فاسأل رجلاً خبیراً بہ وبرحمتہ۔ پس تم اس کے بارے میں اور اس کی رحمت کے بارے میں خبر رکھنے والے سے پوچھو۔

نمبر۳۔ الرحمان کا وصف جو صفات باری تعالیٰ میں سے ہے۔ یہ کتب متقدمہ میں مذکور نہ تھا۔ اور وہ اس کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا تم اس اسم کے متعلق اس سے دریافت کرو جو اہل کتاب میں سے ہو اور تمہیں اس کی خبر دے تا کہ ان کو معلوم ہو جو ان کو عجیب خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے کفار مکہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تو رحمان یمامہ (مسیلمہ الکذاب نے اپنا لقب رکھا تھا) کو جانتے ہیں اور کسی رحمان کو نہیں جانتے۔ خَبِيْرًا (خبر رکھنے والا)۔

۶۰: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) جب محمد ﷺ مشرکین کو کہتے ہیں۔ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ (کہ تم رحمان کو سجدہ کرو) اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھو اور خضوع اختیار کرو۔ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ (وہ کہتے ہیں رحمان کون ہے؟) ہم تو رحمان کو نہیں جانتے

کہ اس کو سجدہ کریں یہ سوال مسمیٰ بہ کے متعلق ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہ جانتے تھے۔اسی لئے مجہول کے متعلق سوال ما سے کیا نمبر۲۔رحمان کا معنی ہم نہیں جانتے کیونکہ ان کے کلام میں یہ مستعمل نہ تھا۔جیسا کہ الرحیم ،الراحم ،الرحوم وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا (کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تو ہمیں حکم دیتا ہے)اس ذات کو جس کو سجدہ کرنے کا ہمیں حکم دیتا ہے۔نمبر۲۔اس لئے کہ تو ہمیں اے محمد ﷺ ہمارے علم کے بغیر سجدہ کا حکم دیتا ہے۔

قراءت:علی وحمزہ نے یأمرنا پڑھا ہے۔

گویا کہ بعض نے بعض کو کہا انسجد لما یامرنا محمد یا ہمیں مسمیٰ رحمان کا حکم دیتے ہیں۔اور ہم تو پہنچانتے نہیں کہ وہ کیا ہے؟ وہ عناد پر اتر آئے کیونکہ اس کا مطلب اہل لغت کے ہاں ایسا رحمت والا کہ جس کی رحمت کی کوئی انتہاء نہیں کیونکہ فعلان مبالغہ کے اوزان میں سے ہے تم کہتے ہو رجل عطشان جبکہ وہ انتہائی پیاسا ہو۔

وَ زَادَهُمْ (اوران کی نفرت بڑھ جاتی ہے)رحمان کو سجدہ کرنے کے حکم سے نُفُوْرًا (ایمان سے دُوری)۔

آسمان میں برج بنائے:

۶۱:تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا (بڑی خیر والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان میں برج بنائے)برج سے سبعہ سیارات کی منازل مراد ہیں۔ہر ستارے کے دو ٹھکانے ہیں جن میں اس کی حالت مضبوط ہوتی ہے۔اور سورج کا ایک گھر اور چاند کا ایک گھر اور حمل وعقرب مریخ کا مکان ہے۔اور ثور ومیزان یہ زہرہ کے گھر ہیں۔جوزاء اور سنبلہ یہ دونوں عطارد کا گھر ہیں۔اور سرطان چاند کا گھر ہے۔اور اسد سورج کا گھر ہیں۔اور قوس وحوت یہ دونوں مشتری کے گھر ہیں اور جدی اور دلو یہ دونوں زحل کے گھر ہیں۔ان بروج کی طبع کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔ان میں سے ہر ایک تین بروج کو پاتا ہے پس حمل، اسد، قوس تینوں ناری مثلث ہیں اور سرطان وعقرب، حوت مثلث مائیہ ہیں۔

بروج کی وجہ تسمیہ:

برج بلند محل کو کہا جاتا ہے ان کو بروج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان ستاروں کے لئے اسی طرح ہیں جیسا کہ ساکنین کیلئے مکان ہوتے ہیں۔یہ لفظ البرج سے نکلا ہے جس کا معنی ظہور ہے۔قول حسن، قتادہ ومجاہدؒ: البروج بڑے ستارے کو اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زیادہ واضح وظاہر ہیں۔

وَّ جَعَلَ فِیْهَا (اور بنایا اس میں)یعنی آسمان میں۔سِرٰجًا (دیا)یعنی سورج۔اس کو سراج زیادہ روشنی کی وجہ سے کہا۔

قراءت:حمزہ وعلی نے سُرُجًا پڑھا یعنی ستارے۔وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا (روشن چاند)رات کو روشنی دینے والا۔

رات دن کا انعام:

۶۲:وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا)خلفۃ یہ فِعلۃ کا وزن ہے خلف سے لیا گیا جیسا رکبۃ ،رکب سے۔خِلفۃ اس حالت کو کہا جاتا ہے جس پر دن اور رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔مطلب یہ ہے جعلهما ذَوَیْ خلفة ایک دوسرے کے پیچھے اسکے چلے جانے پر آتا ہے۔نمبر۲۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں

سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ

کہ ہمارا سلام ہے　اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے اس طرح رات گزارتے ہیں کہ سجدوں میں اور قیام میں مشغول رہتے ہیں،　اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب

عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے بلاشبہ اس کا عذاب بالکل ہی تباہ کرنے والا ہے۔　بے شک وہ برا ٹھکانہ ہے

وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

اور برا مقام ہے،　اور جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ

والا ہوتا ہے،　اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے　اور کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ

اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو وہ بڑی سزا سے ملاقات کرے گا　اس کے لئے

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا

قیامت کے دن عذاب بڑھتا چلا جائے گا اس میں اور وہ ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا، سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

کئے سو یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے

ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی عمل دن کا فوت ہو رات میں قضاء کر لیا اور رات کا فوت ہو تو دن میں قضاء کر لیا۔

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (جو سمجھنا یا شکر کرنا چاہتا ہو) ان کی تسخیر میں سوچے اور ان کے اختلاف میں غور کر کے ان کے مدبر کو پہچانے۔

قراءت: حمزہ، خلف نے یذکر پڑھا اے یذکر اللہ یا بھولنے والا قضاء کرے۔

اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (یا شکر گزاری کا ارادہ کرے) ان دونوں کے سلسلہ میں جو اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اس پر شکریہ ادا کرے۔

رحمٰن کے بندوں کی صفات:

۶۳: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ (اور رحمان کے خاص بندے)

بحث: یہ مبتدأ ہے اور الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ (وہ جو چلتے ہیں) یہ اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ اولٰئك يجزون اور الذين يمشون اور اس کا مابعد یہ صفت ہے۔ رحمان کی طرف اضافت تخصیص اور تفصیل کو ظاہر کرتی ہے۔ پہلے اپنے اعداء کا حال بیان کیا اور پھر اپنے اولیاء کا عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (زمین پر آہستگی سے) یہ حال یا مشی کی صفت ہے ای هيّنين ياهينًا۔ الهونؔ نرمی ورفق کو کہتے ہیں یعنی سکون ووقار سے چلتے ہیں۔ وہ اپنے جوتے تکبر و بڑھائی کی وجہ سے نہیں چٹخاتے اسی لئے بعض علماء نے بازار میں سواری کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ سے بھی ويمشون فى الاسواق [الفرقان:۲۰]

عدم مشارکت:

وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ (اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں) بیوقوف لوگ جو چیز ان میں ناپسند کرتے ہیں۔ قَالُوْا سَلٰمًا (وہ سلام کہتے ہیں) درست بات کہتے ہیں جس میں ایذاء وگناہ سے محفوظ رہ سکیں۔ نمبر۲۔ ہم تم سے بچتے ہوئے تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے جہالت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہاں سلام کو تسلیم کی جگہ لایا گیا۔ ایک قول آیت قتال سے یہ منسوخ ہے اور اس کی ضرورت نہیں بیوقوفوں سے چشم پوشی مستحسن اور مشروع ہے اور مروت کے طور پر جائز ہے۔ یہ تو ان کے دن کا حال ہے پھر ان کی رات کا ذکر کیا۔

۶۴: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (اور وہ لوگ رات کو اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام کرتے ہیں) سُجَّدًا جمع ساجد کی ہے اور قيامًا جمع قائم کی ہے۔ البیتوتۃ سائے کے خلاف کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو وہ پالے خواہ سوئے یا نہ سوئے۔ قول علماءؒ: جس نے نماز میں تھوڑا سا قرآن رات کو پڑھا گویا اس نے ساری رات سجدہ وقیام میں گزار دی۔ ایک قول یہ مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔ اور عشاء کے بعد والی دو رکعتیں۔ مگر ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت احیائے لیل یا اکثرِ لیل کو بیان فرمایا۔

۶۵: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری طرف سے عذاب جہنم (کا رخ) پھیر دے بلاشبہ جہنم کا عذاب بڑا سخت ہے)۔ غرامًا وہ ہلاکت جو لازم ہو جانے والی ہو۔ اسی سے الغریم کا لفظ ہے کیونکہ وہ اس کو لازم پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی احیائے لیل کی تعریف فرمائی کہ وہ سجدہ وقیام کی حالت میں رات گزار دیتے ہیں پھر ان کی دعا کا ذکر کیا گیا تاکہ وہ باوجود اتنی محنت وکوشش جو عبادت کے سلسلہ میں انجام دیتے ہیں پھر بھی خوف زدہ اور دعا میں خوب گڑگڑانے والے ہیں کہ اے اللہ ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔

جہنم بدترین قرارگاہ:

۶۶: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (وہ دوزخ بری قرارگاہ اور جائے قیام ہے۔)

نحو: ساءت کا حکم بئست ہے۔اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر مستقراً کر رہا ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔مطلب یہ ہے ساء ت مستقرا و مقاما ہی ہے (وہ جہنم بہت بری قرارگاہ اور قیام گاہ ہے) اور یہی وہ ضمیر ہے جس نے جملہ کو اِنَّ کے اسم سے جوڑ دیا ہے اور اس کی خبر بنا دیا ہے۔نمبر۲۔ساءت بمعنی احزنت ہے اور اس میں ضمیر ہے جو اِنَّ کا اسم ہے اور مستقراً یہ حال یا تمیز ہے۔

قول آخر: اور یہ بھی صحیح ہے کہ دونوں تعلیلیں ایک دوسری میں داخل یا مترادف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور ان کے قول کی حکایت ہو۔

۶۷: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا (اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہوئے اسراف سے کام نہیں لیتے) خرچ میں حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔نمبر۲۔وہ خوش عیشی کیلئے نہیں کھاتے اور ڈھینگ مارنے کیلئے نہیں پہنتے ہیں۔قول ابن عباسؓ: وہ گناہوں پر خرچ نہیں کرتے

اسراف کی تعریف:

اسراف: حکم کے حدود سے تجاوز کو کہتے ہیں اور مقدار کے اندر تجاوز نہیں۔ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے سنا اسراف میں کوئی خیر نہیں تو اس نے کہا **لا اسراف فی الخیر**۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی حق والے کا حق روکا اس نے بخل کیا اور جس نے کسی غیر مستحق کو دیا اس نے اسراف کیا۔

وَلَمْ يَقْتُرُوْا (اور وہ کنجوسی نہیں کرتے)

قراءت: کوفی نے ضمۂ تاء کے ساتھ پڑھا یہ مدنی وشامی نے ضمہ یاء اور کسرۂ تاء سے اور مکی و بصری نے فتحہ یاء اور کسرہ تاء سے پڑھا ہے۔القتر الاقتار اور تقتیر یہ تضییق کو کہا جاتا ہے جو کہ اسراف کی نقیض ہے۔وَكَانَ (اور ہے) ان کا انفاق بَيْنَ ذٰلِكَ (ان کے درمیان) یعنی اسراف واقتار کے مابین۔قَوَامًا (اعتدال) ان کے دونوں کے درمیان معتدل۔القوام۔چیزوں کا درمیان۔ اور بین ذلك اور قواماً یہ دونوں خبریں ہیں۔ان کی تعریف اس میانہ روی سے کی جو غلو وتقصیر کے مابین ہے اسی طرح کا حکم رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا **ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك** [الاسراء:۲۹]

قوام جو عفو تقصیر کے مابین ہو:

نکتہ: عبدالملک بن مروان نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے خرچہ پوچھا جبکہ اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کیا تو انہوں نے کہا الحسنۃ بین السیئین تو عبدالملک سمجھ گیا جو عمر بن عبدالعزیز کا اس آیت کے اشارے سے مقصود تھا۔ایک قول یہ ہے وہ اصحاب محمد ﷺ تھے وہ کھانا خوش عیشی کیلئے نہ کھاتے اور نہ ہی لذت اندوزی کیلئے اور اپنے کپڑے خوبصورتی اور زینت کے لئے نہ پہنتے بلکہ بھوک دور کرنے اور ستر عورت کی غرض ہوتی اور گرمی وسردی کا دفاع مقصود ہوتا۔قول عمر رضی اللہ عنہ: یہ اسراف ہے کہ من چاہی چیز ہر وقت کھائے۔

حق سے قتل پانچ قسم:

۶۸: وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود کو نہیں پکارتے) یعنی شرک نہیں کرتے۔ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ (اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے) اس کے قتل کو حرام کیا ہے۔ اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) قصاص یا رجم یا نمبر ۳۔ ارتداد یا نمبر ۴۔ شرک یا نمبر ۵۔ زمین میں فساد برپا کرنے کے باعث

نحو: یہ قتل محذوف سے متعلق ہے یا لا یقتلون سے وَلَا يَزْنُوْنَ (وہ زنا نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ نے ان کبار کی اپنے صالح بندوں سے نفی کی اس میں قریش پر تعریض ہے جن میں یہ رذائل پائے جاتے تھے۔ گویا اس طرح فرمایا وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے پاک کر دیا جن میں تم مبتلا ہو۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ مذکورہ کام کرتا ہے) يَلْقَ اَثَامًا (وہ گناہ کو ملے گا) یعنی گناہوں کی سزا پائے گا۔

۶۹: يُّضٰعَفْ (دوگنا کیا جائے گا) یہ يَلْقَ سے بدل ہے کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ کیونکہ مضاعفۃ العذاب وہی گناہوں کا ملنا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے

متی تأتنا تلمم بنا فی دیارنا ☆ تجد حطبا جزلاً ونارًا تأجّجًا

یہاں تُلِمِّ مجزوم ہے کیونکہ یہ تاتنا کے معنی میں ہے۔ کیونکہ آنا وہی اترنا اور تشریف رکھنا ہے۔

قراءت: مکی و یزید، یعقوب نے يُضَعَّفْ پڑھا ہے۔ اور شامی نے يَضَعَّفُ۔ اور ابوبکر نے يضاعفْ پڑھا اور جملہ کو مستانفہ قرار دیا یا حال کی وجہ سے اس صورت میں يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سے مراد ان کو آخرت میں مرور ایام پر عذاب پر عذاب دیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے جب مشرک شرک کے ساتھ اور معاصی بھی کرتا ہو تو اس کو شرک پر عذاب ہوگا اور معاصی پر بھی اور عذاب کا تضاعف گناہوں کے بڑھنے کی وجہ سے ہے۔ وَيَخْلُدْ فِيْهِ (اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

قراءت: جن قراء نے يضاعف کا جزم پڑھا انہی نے اس کا جزم پڑھا اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے اس کا بھی رفع پڑھا ہے کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے فیہ (اس عذاب میں)، قراءت: مکی حفص نے فیهی اشباع سے پڑھا۔ البتہ حفص نے اشباع کو اسی کلمہ سے خاص کیا تاکہ مبالغہ فی الوعید ہو اہل عرب مبالغہ کے لئے مد کرتے ہیں اس کے باوجود کہ ہاء کنایہ میں اصل اشباع ہے۔

مُهَانًا (ذلیل کیا ہوا)۔

نحو: یہ حال ہے۔

تائبین کی صفات:

۷۰: اِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کی) یہاں شرک سے توبہ مراد ہے یہ جنس سے استثناء ہے اور مقام نسب میں واقع ہے۔ وَاٰمَنَ (جو ایمان لایا) محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کیا) اپنے توبہ کرنے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (ان لوگوں کی سیئات کو اللہ تعالیٰ صفات سے بدل دیں گے) قبائح کے بعد محاسن کی توفیق دیں گے۔ نمبر ا۔ توبہ سے گناہوں کو مٹا دے گا۔ اور اس کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا۔ الحسنات سے ایمان باللہ مراد ہے اس سے

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ

اور جو شخص توبہ کرے اور نیک کام کرے سو وہ اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع ہوتا ہے، اور وہ لوگ ہیں جو جھوٹ کے کاموں میں حاضر نہیں ہوتے

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا

اور جب بیہودہ کاموں کے پاس کو گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اور

وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

اندھے ہو کر نہیں گرتے، اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے،

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً

اور ہم کو متقیوں کا امام بنا دیجئے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور اس میں ان کو بقاء کی دعا اور سلام

وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ

ملے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے کی اچھی جگہ ہے اور اچھا مقام ہے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب پرواہ نہ کرتا

لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

اگر تمہارا پکارنا نہ ہوتا، سو تم نے جھٹلایا سو عنقریب وبال ہو کر رہے گا۔

یہ مراد نہیں کہ برائی بعینہٖ حسنہ بن جاتی ہے بلکہ گناہوں کو مٹا کر نیکیاں لکھنا ہے۔

قراءت: يُبَدِّلُ تخفیف سے برجمی نے پڑھا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) وہ سیئات کو مٹائیں گے۔ رَّحِيْمًا (وہ رحم کرنے والے ہیں۔) ان کو حسنات سے بدل دیں گے۔

۷۱: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے رجوع کرنا) یعنی جس نے توبہ کی اور پھر توبہ پر مضبوطی سے عمل صالح کے ذریعہ قائم رہا پس وہ اس ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ ایسا رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ غلطیوں کو مٹانے والا اور ثواب کو مہیا کرنے والا ہے۔

۷۲: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (اور وہ لوگ جو جھوٹ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے) الزور سے جھوٹ مراد ہے کذابوں کی مجالس سے ان کو نفرت ہے اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی مجالس سے وہ ایک طرف رہتے ہیں ان کے قریب تک نہیں جاتے تاکہ شر اور شریروں سے بچیں اور باطل کا مشاہدہ بھی شرک کے مترادف ہے اس کا ارتکاب نہ ہو۔

مَسْئَلَہ: کسی ایسی چیز کو دیکھنا جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو گناہ کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی طرح ہے۔ کیونکہ

وہاں حاضری اور نظارہ یہ رضا مندی کی دلیل ہے۔ اور اس برائی میں اضافہ کا باعث ہے۔ موعظۂ عیسیٰؑ خطا کاروں کی مجالس سے بچو! نمبر۲۔ لا یشھدون الزور کا معنی جھوٹی شہادت نہیں دیتے گویا مضاف محذوف ہے۔

قول قتادہؒ ہے کہ اس سے مراد باطل مجالس ہیں۔

قول ابن حنفیہؒ ہیکہ لہو وغناء میں وہ حاضر نہیں ہوتے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ (اور جب وہ اچانک لغو مجالس کے پاس سے گزریں) لغو سے فحش مراد ہے اور ہر ایسی چیز جو مناسب نہ ہو اور پھینکنے کے لائق ہو۔ مطلب یہ ہے جب ان کا گزر لغو والوں کے پاس سے ہوتا ہے اور لغو میں مشغول ہوتے ہیں تو مَرُّوْا کِرَامًا (تو وہ معززانہ گزر جاتے ہیں) ان سے اعراض کرتے ہیں اور اس میں اپنے نفوس کو ملوث کرنے سے بچاتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه [القصص:۵۵]

قول باقرؒ: جب وہ فروج کا ذکر کرتے ہیں تو کنایات سے کرتے ہیں۔

۷۳: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ (اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے) یعنی ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے نمبر۲۔ قرآن کے مواعظ بیان کیے جاتے ہیں۔ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے) اس میں خرور کی نفی نہیں بلکہ اس کا اثبات ہے اور بہرے اور اندھے پن کی نفی ہے گویا نفی فعل مراد نہیں بلکہ مرد کی حالت کی نفی مقصود ہے جیسے کہتے ہیں لا یلقانی زیدٌ مسلما اس میں ملاقات کی نفی نہیں بلکہ سلام کی نفی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کو نصیحت کی جائے تو اندھوں بہروں جیسی ان کی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہ سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور یاد رکھنے والے کانوں سے سنتے اور نگران آنکھوں سے اوامر اونواہی پر نگاہ رکھتے ہیں نہ کہ منافقین اور ان جیسوں کی طرح اور اسکی دلیل اللہ کا قول ہے: وممن هدينا واجتبينا اذا تتلى عليهم آيات الرحمان خروا سُجدا وبكيا [مریم:۵۸]

آنکھوں کی ٹھنڈک اولاد:

۷۴: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا (اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں تو ہماری اولاد اور ازواج میں سے) مِنْ بیانیہ ہے گو اس طرح فرمایا هب لنا قرة اعين ۔ پھر (قرۃ) کو واضح کر کے اس کی تفسیر کر دی گئی۔ مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا اس کا مطلب یہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ قُرَّةَ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ اسی طرح ہے جیسے محاورہ عرب میں کہتے ہیں۔ رأيت منك اسدً ا یعنی انت اسد تو شیر ہے۔

نمبر۲۔ ابتداء کیلئے ہے اس صورت میں معنی یہ ہے ہم کو ان کی طرف سے اس میں وہ بات عنایت فرما جو ہماری آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بھلائی کی وجہ سے ٹھنڈا کر دے۔

قراءت: ذُرِّيَّتِنَا ابوعمرو اور حفص کے علاوہ کوفیوں نے پڑھا ہے۔ اور مراد جنس لی گئی اور دیگر قراء نے ذریاتنا قرۃ اعین۔ اعین کو نکرہ اس لئے لائے کیونکہ قرۃ نکرہ ہے کیونکہ مضاف کو نکرہ لانے کی ایک ہی مشکل ہے مضاف الیہ کو نکرہ بنا دیا جائے گویا اس طرح فرمایا: هب لنا منهم سرورًا ہمیں ان سے سرور عنایت فرما۔

یہاں عین جمع قلت کا وزن لائے عیون نہیں لائے کیونکہ اس سے صرف متقین کی اعین مراد ہیں اور یہ آنکھیں دوسروں کی

نسبت قلیل ہیں۔ارشادخداوندی ہے۔وقلیل من عبادی الشکور [سبا:۱۳]

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اعین کونکرہ لانے میں بھی یہی وجہ بیان کی جاسکتی ہے کہ اس سے مخصوص آنکھیں مراد ہیں۔ اوروہ متقین کی آنکھیں ہیں۔مطلب یہ ہے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں یہ سوال کیا کہ وہ ان کو بیویاں اور ایسے پیروکار جو اللہ تعالیٰ کی خاطر عمل کرنے والے ہوں اور اپنے مرتبے اور تقرب سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے ہوں۔

دین میں مقتدا:

ایک قول یہ ہے مؤمن کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کرسکتی جبکہ وہ اپنی اولاد و ازواج کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار دیکھتا ہے۔قول ابن عباسؓ:اس سے مراد بیٹا ہے جب اس کو دیکھے دین کی سمجھ کی باتیں لکھ رہا ہو۔وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (اور ہمیں متقین کا مقتدا بنا) متقدا بنا کہ دین میں لوگ ہماری پیروی کریں۔اماماً کا لفظ واحد لائے اور مراد جنس لی گئی کیونکہ مراد میں کوئی خطرہ التباس نہیں۔نمبر۲۔تقدیر کلام اس طرح ہے واجعل کل واحدٍ منا امامًا ہم میں سے ہر ایک کو مقتدا بنا۔ ایک قول یہ ہے آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ ریاست وعہدہ دینی طلب سے لینا ضروری ہے اور اس کی طرف رغبت رکھنا بھی ضروری ہے۔

صلہ آخرت:

۷۵:اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ (ان لوگوں کو بدلے میں بالا خانے دیئے جائیں گے) غرفہ سے مراد غرفات ہے جنت کے بلند مقامات۔واحد لاکر جنس کی طرف اشارہ کردیا اس کی دلیل یہ قول ہے وھم فی الغرفات اٰمنون [سبا:۳۷] بِمَا صَبَرُوْا (صبر کے باعث وسبب) طاعات پر جمے رہنے اور شہوات سے باز رہنے اور کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں اور فقر وغیرہ پر صبر کرنے کی وجہ سے۔وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا (اور ان کو ملے گا اس جنت میں)

قراءت:يَلْقَون حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔

تَحِيَّةً (بقاء کی دعا) آبادی کی دعا وَّسَلٰمًا (اور سلام) سلامتی کی دعا یعنی فرشتے ان کو دعا دیں گے اور تحفہ سلام پیش کریں گے۔نمبر۲۔جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور بقاء کی دعا دیں گے۔

۷۶:خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) یہ حال ہے حَسُنَتْ (وہ بہت خوب ہے) وہ بالا خانہ بہت خوبصورت ہے۔ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (قرارگاہ اقامت کی جگہ ہے) یہ ساءت مستقرًا ومقامًا کے مقابلہ میں ہے [الفرقان:۶۶]۔

اگر تمہیں اسلام کی طرف دعوت دینا نہ ہوتا:

۷۷:قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (آپ کہہ دیں میرے رب کو تمہاری ذرہ بھر پرواہ نہیں اگر تم عبادت نہ کرو گے) اس میں استفہام کا معنی خود پایا گیا۔اور یہ محل نصب میں ہے مطلب یہ ہے: ما یصنع لکم ربی میرے رب نے تمہیں کیا کرنا ہے اگر تمہارا اسلام کی دعوت دینا طے نہ ہو چکا ہوتا۔

نمبر۲۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے ہوتے یعنی اس نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون [الزاریات:۵۶] تمہارا اعتبار تمہارے رب کے ہاں تمہاری عبادت ہی کی وجہ سے ہے۔
نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عذاب دیکر کیا کرنا ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو پکارنے والے نہ ہوتے یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ مایفعل الله بعذ ابکم ان شکرتم [النساء:۱۴۷] فَقَدْ كَذَّبْتُمْ (پس تم نے اے اہل مکہ میری رسالت کو جھٹلا دیا)۔ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (عنقریب لازم پکڑنے والا عذاب ہوگا)۔ نمبر۲۔ چمٹنے والا۔ اے ذا لزام یا ملازمًا لازم کے مصدر کو اسم فاعل کی جگہ لائے۔

قولِ ضحاک:

اس کو تمہارے بخش دینے کی کیا پرواہ ہے (اس کے خزانوں میں اس سے کچھ کمی نہیں آجاتی) اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو نہ پکارو۔

تمت ترجمة سورة الفرقان ليلة يوم الا ثنين ۴ جنوری ۲۰۰۳ء الموافق ۳۰ شوال ۱۴۲۳ھ

سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دوسو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

المنزل ۵

طٰسٓمٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

طسم　یہ کتاب مبین کی آیات ہیں، کیا ایسا ہونے کو ہے　کہ آپ اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیں کہ یہ لوگ ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ

نہیں لاتے۔　اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں، پھر ان کی گردنیں اس

لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

نشانی کی وجہ سے جھک جائیں،　اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی کوئی نصیحت آجاتی ہے تو اس سے اعراض کرنے والے

مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥

بن جاتے ہیں،　سو انہوں نے جھٹلا دیا سو آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے،

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا اس میں ہم نے کتنی قسم کی اچھی اچھی بوٹیاں اگائی ہیں　بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے،

ع ۱ ۹ ۵

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨ ع

اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں　اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے۔

طٰسٓمٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ۔

طسم: یہ کھلی کتاب کی آیات ہیں آپ اپنی جان کھو دیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں جس سے ان کی گردنیں جھک جائیں اور کوئی جدید نصیحت ان کے پاس رحمان کی طرف سے نہیں اترتی مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

۱،۲: طٰسٓمٓ قراءت: طس، یس، حم امالہ سے پڑھیں گے کوفیوں کے ہاں مگر اعشیٰ، حفص، برجمی امالہ نہیں کرتے میم کے وقت نون کو

ظاہر کرتے ہیں یزید، حمزہ، اوران کے علاوہ ادغام کرتے ہیں۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) جس کا اعجاز ظاہر ہے اور اس کا من عند اللہ ہونا صحیح ہے کتاب سے مراد سورۃ ہے۔ یا نمبر۲۔ قرآن مجید۔ مطلب یہ ہے کہ اس مجموعہ کی آیات کتاب مبین کی آیات کے حروف مبسوطہ میں سے ہیں۔

ان کے ایمان لانے پر اپنے کو نہ کوسیں:

۳: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ (شاید آپ اپنی جان کھودیں گے) بخع کا معنی ہلاک کرنا ہے اور لعل شفقت کیلئے لایا گیا۔ نَّفْسَكَ (اپنی جان غم کی وجہ سے) یعنی آپ اپنے اوپر رحم کریں اس سے کہ اپنے کو اپنی قوم کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے غم وحسرت میں ڈال کر ہلاک کریں۔ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اس بناء پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے) نمبر۲۔ ان کے ایمان سے باز رہنے کی وجہ سے۔ نمبر۳۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

۴: اِنْ نَّشَاْ (اگر ہم ان کا ایمان چاہیں) نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً (ہم ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتار دیں) واضح دلالت فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ (پھر ان کی گردنیں ہو جائیں گی)۔

نحو: یہاں ظلت ماضی، بمعنی مضارع تظل ہے کیونکہ شرط جزاء میں اگر ماضی آ بھی جائے وہ بھی مستقبل کے معنی میں ہے۔ جیسے کہتے ہیں ان زرتنی اکرمتك ای اکرمك كذا قاله الزجاج۔

اعناقهم سے ان کے رؤساء اور پیش پیش لوگ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ ان کی جماعتیں جیسا کہ کہتے ہیں جاء عنق من الناس یعنی ان میں سے ایک جماعت آئی۔ لهَا خَاضِعِيْنَ (جھکنے والی) مطیع۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ہمارے اور بنوامیہ کے متعلق اتری۔ عنقریب ہم کو ان پر برتری حاصل ہوگی۔ اور ان کی گردنیں کچھ صعوبت کے بعد ذلیل ہو جائیں گی اور ان کو عزت کے بعد ذلت میسر ہوگی۔

ان کا اعراض بڑھ گیا عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا:

۵: وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ (اللہ تعالیٰ ان کی طرف جو وحی وعظ وتذکیر کیلئے اتارتے ہیں اس سے ان کا اعراض وکفر بھی نیا ہو جاتا ہے)۔

۶: فَقَدْ كَذَّبُوْا (پس یقیناً انہوں نے تکذیب کی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں میں جو آپ ان کے پاس لے کر آئے۔ فَسَيَاْتِيْهِمْ (پس عنقریب ان کے پاس آجائیں گی) عنقریب وہ جان لیں گے۔ اَنْۢبٰٓؤُا (خبریں) مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اس کی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ما سے مراد قرآن ہے۔ اس میں ان کے لئے وعید اور انداز ہے۔ عنقریب ان کو علم ہوگا جب ان کو اللہ تعالیٰ کا عذاب چھوئے گا۔ بدر کے دن اور قیامت کے دن کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے تھے اور عنقریب ان کے سامنے وہ خبریں اور حالات آجائیں گے جو ان پر مخفی تھے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جب آپ کے رب نے موسٰی کو پکارا کہ ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس چلے جاؤ کیا یہ لوگ ڈرتے نہیں ہیں،

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ

موسٰی نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں، اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہٰذا

اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ

ہارون کو بھی پیغمبر بنا دیجئے اور مجھ پر ان لوگوں کا جرم ہے لہٰذا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر ڈالیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا سو تم دونوں ہماری آیات لے کر جاؤ،

اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ

بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ہیں، سو تم فرعون کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں یہ کہ تو ہمارے ساتھ

مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

بنی اسرائیل کو بھیج دے فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے اپنے پاس رکھ کر اس وقت نہیں پالا جب تو نومولود تھا، اور تو ہمارے اندر اپنی عمر کے برسہا برس رہا ہے

کمالِ قدرت:

۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا (کیا انہوں نے زمین کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہم نے کس قدر اگایا)

نحو: کم یہ انبتنا کی وجہ سے منصوب ہے۔

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اس میں ہر طرح کا سبزہ) زوج کا معنی اقسام نبات كَرِيْمٍ (شاندار)، کثیر الفوائد جس سے انسان و حیوان ہر دو مستفید ہوتے ہیں جیسا کہ کریم شخص کا نفع ہر ایک کیلئے عام ہوتا ہے۔

فائدہ: کثرت و احاطہ کے دونوں کلمات کو جمع کر دیا۔ کل کا کلمہ نبات کے افراد پر تفصیل سے بطور احاطہ دلالت کرتا ہے اور کم کثرتِ اصناف کو محیط ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت پر متنبہ کیا ہے۔

۸،۹: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے) یعنی ان اوصاف کے ثابت کرنے میں قدرت الٰہی کی نشانی ہے کہ ان کا اگانے والا مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثریت کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ ان سے ایمان کی کوئی امید نہیں ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رب غالب ہے۔) کفار سے اپنے انتقام میں الرَّحِيْمُ (مہربان ہے) ان کے لئے جو ان میں سے ایمان لائیں۔ آیۃ کا لفظ واحد لایا گیا حالانکہ ان کی کثرت کی خبر دی۔ کیونکہ ذلک سے انبتنا مصدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ ان میں سے ہر نبات کے جوڑے میں کیا خوب نشانی ہے۔

۱۰،۱۱: وَاِذْ نَادٰی (اوراس وقت کو یاد کرو جب پکارا)

نحو: اذ یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے ای واذکر اذ نادیٰ (پکارنا' بتلانا)۔ رَبُّكَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ (تیرے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہ تم جاؤ)۔

نحو: یہاں اَن ای کے معنی میں ہے۔ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (ظالم قوم کے پاس) اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے اور بنی اسرائیل پر غلام بنانے کی وجہ سے ظلم کرنے والے اور اسی طرح ان کے بچوں کو ظلم کے طور پر قتل کر کے ان پر ظلم کی دستاویز لکھ دی۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ القوم الظالمین کا عطف بیان ہے گویا قوم ظالمین کا معنی اور ترجمہ ہی قوم فرعون ہے اور گویا دو عبارتیں یکے بعد دیگرے ایک ہی بات کو ادا کر رہی ہیں۔ اَلَا یَتَّقُوْنَ (کیا وہ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے) یعنی ان کے ہاں زاجر بن کر جائیں۔ ان کے ڈرنے کا وقت قریب آچکا۔

نحو: الا کا کلمہ یہ برانگیختہ کرنے کیلئے آتا ہے نمبر۲۔ یہ الظالمین کی ضمیر سے حال ہو یعنی وہ ظلم کرتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی سزا سے ذرا نہیں ڈرتے ہمزہ انکار کو حال پر داخل کر دیا گیا۔

خطرۂ تکذیب:

۱۲،۱۳: قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اندیشہ ہے) خوف مستقبل میں پیش آنے والے معاملے پر غم۔ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ (کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے) وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ (اور میرا سینہ تنگ ہوگا) ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے نمبر۲۔ یا اخاف پر عطف ہے۔ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ (اور میری زبان نہیں چلے گی) اس پر کہ ان کے غلط کام دیکھ کر غیرت مجھ پر غالب آئے گی۔ اور میں ان کا جھگڑا سنوں گا تو میری زبان نہ چلے گی۔ نمبر۲۔ ان دونوں کو یعقوب نے نصب سے پڑھا اور اس کا عطف یکذبون پر ڈالا اس صورت میں خوف ان تینوں سے متعلق ہے۔ نمبر۳۔ اور اگر رفع مانیں تو اس صورت میں خوف تکذیب سے متعلق ہے۔ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ (پس ہارون کے پاس (وحی) بھیج دے) یعنی جبرئیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیج کر ان کو پیغمبر بنا۔ تاکہ پیغام رسالت میں وہ میری اعانت کریں۔ حضرت ہارون اس وقت مصر میں تھے جب موسیٰ علیہ السلام کو شام میں نبوت عنایت کی گئی۔ یہ التماس موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تعمیل حکم میں ٹال مٹول نہ تھی۔ بلکہ اپنے ساتھ ملانے اور تبلیغ رسالت میں معاونت کی غرض سے التماس کی۔ معاملے کو چلانے کیلئے معین کا مطالبہ عذر سے شروع کیا اور معاون کی طلب قبولیت کی تو کھلی دلیل نہ کہ ٹال مٹول کی۔

دعویٰ گناہ کو گناہ کہا:

۱۴: وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ (اور ان کا میرے اوپر ارتکابِ گناہ کا دعویٰ ہے) قبطی کے مکہ سے قتل ہو جانے کا۔ یہاں مضاف حذف کر دیا گیا۔ ای تبعة ذنبٍ۔ نمبر۲۔ دعوی گناہ کو ذنب کہا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہتے ہیں۔ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پس مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں) کہ وہ مجھے قصاصاً قتل کر دیں۔ یہ بھی بہانہ بازی نہیں بلکہ ایک متوقع مصیبت کو دفع کا مطالبہ ہے جس میں ابتلاء کا قوی اندیشہ ہے اور تبلیغ رسالت کے فریضہ کی ادائیگی سے قبل ہی قتل کر دیں یہ اس اندیشے کا اظہار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے

حفاظت کا وعدہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کو کَلَّا جو کلمہ ردع ہے اس کے ذریعہ جواب دیکر دو قبولیتیں ایک جگہ جمع فرمادیں۔ فرمایا

تسلی باری تعالیٰ:

۱۵: قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا (فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں جاؤ) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت کا دفاع طلب کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ خوف کو ان سے ہٹادیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی کیلئے رسالت طلب کی تو جواب ملا اذھبا یعنی میں نے اس کو تیرے ساتھ ہی رسول بنادیا پس تم دونوں ادائیگی فریضہ کیلئے جاؤ۔ فاذھبا کا عطف اس فعل پر ہے جس پر کلا دلالت کرتا ہے گویا اس طرح فرمایا اے موسیٰ تو اس قسم کے گمان سے باز رہو اور تم اور ہارون مل کر جاؤ۔ بِاٰيٰتِنَآ (ہماری آیات کے ساتھ) اور وہ ید بیضاء اور عصا وغیرہ ہیں۔ اِنَّا مَعَكُمْ (ہم معاونت و مدد سے تمہارے ساتھ ہیں)۔ اور جن کی طرف تم بھیجے گئے ہو علم وقدرت سے وہاں بھی موجود ہیں۔ مُّسْتَمِعُوْنَ ۚ : یہ اِنَّ کی خبر ہے اور معکم لغو ہے۔ (ہم تمہاری باتیں سننے والے ہیں) نمبر۲۔ یہ دونوں انّ کی خبریں ہیں۔ یعنی سننے والے ہیں۔

استعمالِ استماع:

اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ استماع تو صرف کان لگانے کیلئے آتا ہے کہا جاتا ہے استمع الی حدیثہ ای اصغیٰ الیہ۔ مگر یہاں اس پر محمول کرنا درست نہیں۔ پس یہاں اس کا معنی سماع، سننا کیا جائے گا۔

گویا دونوں ایک رسول تھے:

۱۶: فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پس تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو ہم رب العالمین کے قاصد ہیں)

نکتہ: اس مقام پر رسول کا لفظ تثنیہ نہیں لائے جیسا کہ دوسرے مقام پر انا رسولا ربك ہے۔ کیونکہ الرسول بمعنی المرسل ہوتا ہے اور الرسالۃ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس آیت میں تثنیہ لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا کیونکہ الرسول بمعنی المرسل تھا۔ اور موجودہ آیت میں بمعنی الرسالۃ ہے پس اس کی صفت واحد، تثنیہ، جمع تینوں طرح درست ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ یہ دونوں ایک شریعت پر متحد و متفق تھے گویا دونوں ایک رسول تھے۔ نمبر۳۔ مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہماری طرف سے ہے۔

۱۷: اَنْ اَرْسِلْ (کہ بھیج دو) یہ معنی ارسل ہے۔ کیونکہ رسول کے لفظ میں ارسال کا معنی پہلے پایا جاتا ہے اور اس میں قول کا معنی ہے۔ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو) مراد یہ ہے کہ ان کو فلسطین جانے کیلئے آزاد چھوڑ دو۔ اور یہ فلسطین ان کا مسکن تھا۔ پس دونوں اس کے دروازہ پر گئے مگر ایک سال تک ان کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی یہاں تک کہ ایک دربان نے کہا یہاں ایک انسان ایسا ہے کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول ہے اس پر فرعون نے اندر آنے کی اجازت دی اور کہنے لگا اس کو اندر آنے دو۔ شاید اس سے ہنسی مذاق کرلیں۔ دونوں نے داخل ہو کر پیغام رسالت پہنچایا۔ اس وقت فرعون نے موسیٰ کو پہچان کر کہا۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ

اور تو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے، موسیٰ نے جواب دیا یہ فعل میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں چوک جانے والوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ

میں سے تھا، سو میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا جب مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگا سو میرے رب نے مجھے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

شامل فرما دیا، اور وہ جو تو مجھ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا، فرعون نے کہا

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾

کہ اور رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو،

تربیت کا احسان:

۱۸۔ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (کہنے لگا کیا ہم نے اس وقت اپنے گھروں میں تجھے نہیں پالا تھا کہ تو بچہ تھا) بطور اختصار یہاں یہ محذوف ہے فأتيا فرعون فقالا له ذلك۔ الولید بچہ کیونکہ اس کا زمانہ ولادت قریب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تو چھوٹا نہ تھا پس ہم نے تیری تربیت کی۔ وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال ٹھہرا رہا) ایک قول یہ ہے تیس سال۔

۱۹: وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ (اور تو نے اپنا وہ کام دکھایا جو تو نے دکھایا) یعنی قبطی کو قتل کر دیا اس نے تعریض کے طور پر بات اس لئے کی کہ وہ بادشاہ تھا۔ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور تو کافروں میں سے ہے) یعنی میری نعمتوں کا منکر ہے کہ تو نے میرے ہی نان بائی کو قتل کر دیا۔ نمبر۲۔ تو ہمارے اس دین پر تھا جس کو تو اب کفر کا نام دے رہا ہے اور یہ بہتان ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اس نے باندھا۔ کیونکہ وہ معصوم پیغمبر ہیں آپ ان میں نبوت سے قبل خاموشی سے بچ بچا کر زندگی گزارتے رہے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۰: قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا) ای اذ ذاك۔ وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (جبکہ میں ناواقفوں میں سے تھا)۔ الضالین یعنی الجاهلين بانها تبلغ القتل اس کے قتل تک پہنچنے سے بے خبر تھا۔ الضال عن الشئی۔ پہچان کا ختم ہونا نمبر۲۔ بھولنے والے۔ اس صورت میں اس آیت کے معنی میں ہوگا۔ ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى [البقرہ:۲۸۲] آپ نے اپنی ذات سے انت من الكافرين کے فرعونی الزام کو دفع کیا اور الكفرين کی جگہ الضالين کا لفظ لائے۔ اور اذا جواب بھی ہے اور جزاء بھی اور یہ کلام فرعون کا جواب اور اس کی جزاء بھی ہے کیونکہ فرعون کا قول و فعلت

فعلتك ہے جس کا معنی یہ ہے تم نے میرے احسان کا بدلہ اپنے اس قتل قبطی والے فعل سے دیا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ نعم فعلتها مجازیًا لك ہاں میں نے تجھے بدلہ اور جزاء دیتے ہوئے یہ کیا اور یہ بات آپ نے بر سبیل تسلیم فرمائی کیونکہ اس کا احسان تھا ہی اس انداز کا جس کا بدلہ اسی قسم کا دیا جاتا ہے۔

تمام وزرائے فرعون مشورۂ قتل میں شریک تھے:

۲۱: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ (پس میں تم سے بھاگ گیا) مدین کی طرف لَمَّا خِفْتُكُمْ (جب مجھے تمہارے طرف سے ڈر لگا) کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو آل فرعون کے مؤمن نے کہا ان الملأ يأتمرون بك ليقتلوك فاخرج۔ [القصص:۲۰] فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا (میرے رب نے مجھے حکم عطاء فرمایا) حکم سے نبوت اور علوم نبوت مراد ہے اور مجھ سے بھول اور ناواقفیت کو دور فرمایا۔ وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور اس نے مجھے پیغمبروں سے بنایا) منجملہ رسولوں میں سے۔

۲۲: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھ رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے) تربیت کا احسان جتلانے کی خبر کو دوبارہ اور اس کو جڑ سے کاٹ دیا اور اس کا نام نعمت ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کا نعمت ہونا ظاہر کیا کہ تیرے انعام کی حقیقت بنی اسرائیل کی غلامی ہے کیونکہ اس کی غلامی اور ان کے بیٹوں کا ذبح کرنا ہی وہ سبب تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام اس کے ہاں پہنچے اور ان کی پرورش کی اگر وہ ایسی حرکت نہ کرتا تو موسیٰ علیہ السلام کے والدین ان کی تربیت کرتے گویا فرعون نے موسیٰ پر احسان ان کی قوم کو غلام بنانے ماں کی گود سے نکالنے کے بدلہ میں کیا جبکہ یہ احسان ثابت ہو جائے۔

تعبيدهم کا مطلب تذلیل کرنا اور ان کو غلام بنانا ہے۔

فَائِدَہ: ضمیر تمنها اور عبدت میں واحد لائی گئی۔ منكم اور خفتكم میں جمع ہے کیونکہ خوف و فرار دونوں فقط فرعون ہی سے نہ تھا بلکہ اس کے ہم مذہب وزراء جو قتل موسیٰ کا مشورہ دینے والے تھے وہ بھی اس میں شریک تھے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ان الملأ يأتمرون بك ليقتلوك [القصص:۲۰] باقی احسانِ پرورش تو صرف اسی کی طرف سے تھا اور تعبید بنی اسرائیل بھی اس کا شاہی آرڈر تھا۔ تلك کا مشار الیہ اس کی مبہم و مخفی بدترین خصلت جو کہ بلا وضاحت معلوم نہ ہو سکتی تھی۔ ان عبدت یہ مرفوع ہے اور تلك کا عطف بیان ہے ای تعبيدك بنی اسرائيل نعمة تمنها علی تیرا بنی اسرائیل کو غلام بنانا نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے۔

فرعون کا سوال:

۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (فرعون کہنے لگا رب العالمین کیا چیز ہے) یعنی تو اس بات کا دعوے دار ہے کہ تو رب العالمین کا رسول ہے تو اس کی تعریف کیا ہے؟ کیونکہ جب زید کی صفات کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ ما زید؟ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ لمبا یا چھوٹا فقیہ یا طبیب صاحب کشاف نے یہ لکھا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ

فرعون اپنے آس پاس کے بیٹھنے والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں سنتے؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے، فرعون نے کہا

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا

بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے، موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو، فرعون نے کہا اگر تو نے میرے علاوہ کوئی معبود بنایا تو میں ضرور ضرور تجھے قیدیوں میں

الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَ لَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ

شامل کر دوں گا، موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح دلیل پیش کر دوں؟ فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں سے

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ

ہے تو دلیل پیش کر دے، اس پر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ اچانک واضح طور پر اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا سو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے

لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

سفید ہو گیا تھا۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۴: قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سوال کے موافق جواب دیتے ہوئے فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمانوں اور زمین میں ان کے مابین سب کا رب ہے) یعنی دونوں جنسوں کے جو کچھ درمیان میں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (اگر تم یقین کرنے والے ہو) یعنی اگر تم دلائل سے اشیاء کو پہچانتے تو ان اشیاء کی تخلیق بطور دلیل کافی ہے۔ نمبر۲۔ اگر تم سے اس یقین کی امید ہے جس تک صحیح سوچ وفکر پہنچاتی ہے تو یہ جواب تمہارے حق میں نفع بخش ہوگا۔ ورنہ فائدہ نہ ہوگا۔ الایقان سے مراد استدلال سے حاصل ہونے والا علم اسی وجہ سے محاورہ میں یہ کہنا درست نہیں۔ اللّٰہ مُوْقِن۔

۲۵: قَالَ (فرعون نے کہا) لِمَنْ حَوْلَهٗ (ان کو جو اس کے اردگرد تھے) یعنی اس کی قوم کے سردار جن کی تعداد پانچ سو تھی جو کنگن پہنے ہوئے تھے یہ بادشاہوں کیلئے خاص تھی اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (کیا تم سن رہے ہو!) اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے جواب پر تعجب میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ آسمان وزمین کے قدیم ہونے کے قائل تھے اور ان کے متعلق کسی رب کے قائل نہ تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت پڑی کہ ان کے سامنے ایسا استدلال پیش کریں جس سے آسمان وزمین کا حدوث وفناء ان کو مشاہداتی

طور پر معلوم ہو جائے پس استدلال کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

۲۶: قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے) یعنی وہ تمہارا بھی خالق اور تمہارے آباء کا بھی خالق ہے اگر تم دوسروں سے دلیل اخذ نہیں کرتے تو اپنے اپنے نفوس سے استدلال پکڑو۔

فَائِدَہ: موسیٰ علیہ السلام نے رب ابائکم فرمایا کیونکہ فرعون اپنے اہل عصر پر ربوبیت کا دعوے دار تھا پہلوں کے متعلق ربوبیت کا مدعی نہ تھا۔

فرعون کا سٹپٹانا:

۲۷: قَالَ (فرعون نے کہا) اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِىْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے وہ بلاشبہ مجنون ہے) اس لئے کہ اس کا خیال یہ ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود موجود ہے۔ فرعون اپنے علاوہ کسی دوسرے کی الوہیت کا منکر تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور دلیل:

۲۸: قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (موسیٰ نے کہا وہی مشرق و مغرب کا رب ہے اور ان کے درمیان جو کائنات ہے اس کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو) تو تم میرے قول سے استدلال کر کے اپنے رب کو پہچان لو گے۔ اور یہ اصل مقصودی ارشاد ہے۔ نمبر۲۔ پھر اس عام سے ان کے اور ان کے آباء و اجداد کے نفوس کو وضاحت کیلئے خاص کیا کیونکہ دیکھنے کو اپنا نفس سب سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی جس سے وہ پیدا ہوا۔ اور وہ مشاہدات بھی قریب تر ہوتے جو ولادت سے وفات تک دیکھتا ہے۔ نمبر۳۔ پھر آپ نے مشرق و مغرب کی تخصیص فرمائی کیونکہ طلوع شمس ایک جانب اور غروب آسمان کے دوسری جانب ہوتا ہے اور سال کے مواسم میں ایک ٹھیک اندازے سے اور صحیح حساب سے ہوتا ہے اس لئے یہ ظاہر ترین استدلال ہے اسی ظہور عمومی کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء و اماتت سے نمرود بن کنعان کے سامنے اسی دلیل کی طرف رجوع فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ فرعون نے اپنے سوال کی حقیقت سمجھے بغیر ما سے سوال کر دیا مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کا حقیقی جواب دیا تو اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام تو جواب سے رکنے والے ہیں اس لئے کہ میں نے سوال ماہیت کا کیا اور وہ جواب ربوبیت اور آثارِ صنعت سے دے رہے ہیں۔ اسی لئے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے ان کو تعجب میں ڈالنے کیلئے کہا۔ الا تستمعون؟ پس موسیٰ علیہ السلام نے پہلے قول جیسا قول کیا۔ اس پر فرعون نے ان کو مجنون قرار دیا یہ سمجھ کر کہ موسیٰ اس کے جواب سے رخ موڑنے والے ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے تیسری بار پہلی کلام جیسا کلام دُھرا کر واضح کر دیا کہ فرد حقیقی کی معرفت و پہچان صفات سے ہی ہوتی ہے اور ماہیت کا سوال ناممکن ہے اور اس ارشاد میں اسی طرح اشارہ ہے ان کنتم تعقلون یعنی اگر تم میں عقل ہوگی تو تم جان لو گے کہ اس کی معرفت کا راستہ یہی ہے جب فرعون حیرت زدہ ہوا تو اسے آثارِ صنعت باری تعالیٰ کے آثار کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

فرعون کی دھمکی:

۲۹: قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ (اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو الٰہ مانا) لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (تو میں تجھے قید کردونگا) یعنی میں تمہیں بھی ان لوگوں میں سے ایک بنادونگا جن کا حال تم میری جیلوں میں جانتے ہو اس کی عادت یہ تھی کہ جس کے متعلق چاہتا پکڑ کر جیل ڈلوادیتا۔ وہ جیلیں زمین میں دور تک لمبی لمبی سرنگیں تھیں جو خوب گہری ہوتی تھیں۔ ان میں جانے والا نہ کچھ دیکھ سکتا اور نہ سن سکتا تھا اور یہ صورت حال قتل سے کہیں بدتر تھی۔ اور اگر سبحننك لا سجنك ہوتا تو یہ معانی ادا نہ ہو سکتے جو لاجعلنك من المسجونين سے ادا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ وہ مختصر ہے۔

۳۰: قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ (موسیٰ نے کہا کیا تو مجھے (ایسی حالت میں بھی قید کر سکے گا) اگر میں تیرے پاس لے آؤں)۔

نحو: اس میں واؤ حالیہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہام انکاری کا داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کیا تو مجھے قید خانے میں اس حال میں بھی ڈال دیگا۔ اگرچہ میں تیرے پاس لے آؤں۔ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ (کوئی ایسی واضح چیز) یعنی معجزہ لے آؤں۔

۳۱: قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ (اس نے کہا تو اس کو پیش کر) جو تیری سچائی کو واضح کردے اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچا ہے) تیرے پاس دلیل ہے۔ نحو: جواب شرط مقدر ہے۔ جو کہ (فاحضرہ) ہے یعنی تو اس کو حاضر کردے۔

ظہورِ معجزہ:

۳۲: فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ یکدم کھلم کھلا اژدھا بن گئی) جس کا اژدھا ہونا ظاہر تھا۔ وہ ایسی چیز نہ تھی جو اژدھا کے مشابہ ہو جیسا کہ سحر و شعبدہ بازی سے اشیاء ہوا کرتی ہیں۔ تفسیری روایت میں ہے کہ اس کی بلندی آسمان میں ایک میل تھی پھر وہ نیچے اترا فرعون کی طرف متوجہ ہوا فرعون کہنے لگا اے موسیٰ تم جو چاہو مجھے حکم دو۔ اے موسیٰ میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو پکڑو! موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

۳۳: وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ دیکھنے والوں کی نگاہ مین ضیاء پاش تھا دیکھنے والوں کیلئے) اس میں دلیل ہے کہ اس کی سفیدی ایسی تھی کہ اس کی طرف نگاہیں دیکھنے سے جم جاتیں کیونکہ وہ خلاف عادت تھا اور اس کی سفیدی نورانیت کی وجہ سے تھی۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب فرعون نے پہلی نشانی دیکھی تو کہنے لگا کیا اور کوئی نشانی بھی ہے؟ اس پر آپ نے اپنا دست اقدس نکالا اور فرعون کو کہا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ تمہارا ہاتھ ہے پھر آپ نے اس کو اپنی بغل کے نیچے دبا کر نکالا تو اس میں اتنی شعاعیں نکل رہی تھیں جس سے آنکھیں چندھیانے لگیں اور افق کو روشنی نے بھر دیا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ

قوم کے سردار جو فرعون کے آس پاس موجود تھے ان سے فرعون نے کہا کہ بلاشبہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ

سو بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں اپنے کارندوں کو بھیج دو جن کا یہ کام ہو کہ لوگوں کو جمع کریں تمہارے پاس ہر

سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں سو ایک مقررہ دن کے خاص وقت پر جادوگر جمع کئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع

مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ

ہونے والے ہو؟ شاید ہم جادوگروں کی راہ کو قبول کر لیں اگر وہ غالب ہو جائیں گے، جب جادوگر

السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَىٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ

آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا یقینی طور پر ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور اس میں شک نہیں کہ

اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾

اس صورت میں تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ تم ڈال دو جو کچھ ڈالنے والے ہو۔

فرعون کی سیاسی چال:

۳۴: قَالَ (فرعون کہنے لگا) لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗ (اپنے اردگرد کے سرداروں کو)

حَوْلَ: اس پر دو نصب ہیں لفظوں میں منصوب ہے اور اس کا عامل ظرف میں مقدر فعل ہے اور محلاً منصوب ہے کیونکہ یہ الماء سے حال ہے۔ای کائنین حو لہ اور اس کا عامل قَالَ ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ (بیشک یہ پڑھا لکھا جادوگر ہے) یہ جادو کو جاننے والا ہے پھر اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ یہ کہتے ہوئے۔

۳۵: یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا (وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کرے) یہ منصوب ہے کیونکہ یہ مفعول بہ ہے یہ اس قول کی طرح ہے امرتك الخير۔ تَاْمُرُوْنَ (تم مجھے حکم دیتے ہو) اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہو قید کر دوں یا نمبر۲۔ قتل تامرون یہ المؤامرۃ سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی مشورہ ہے یا نمبر۲۔ ایسا حکم جو نہی کی ضد ہو۔ جب فرعون دونوں نشانیاں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور اپنی الوہیت کا تذکرہ بھی بھول گیا اور اپنے کندھوں سے ربوبیت

کی چادر گرادی اور اس کے کندھے پر کپکپی طاری تھی اور ساتھیوں سے مشورے کرنے لگا گویا ان کو حاکم مان لیا حالانکہ اس کے خیال باطل میں وہ اس کے بندے اور غلام تھے اب یکا یک ان کو مامور مان کر ان کا حکم مان لیا۔

سرداروں کا فتویٰ:

۳۶: قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (انہوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دو) ان کے ہر معاملے کو ملتوی کر دو۔ اور فتنہ کے خطرہ کی وجہ سے ان کے قتل پر برانگیختہ مت کرو۔ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے مقرر کرو) پولیس کے اہل کار جو جادوگروں کو جمع کر لائیں انہوں نے فرعون کے قول ان هذا لساحرٌ عليم کا اس قول سے معارضہ کیا۔

۳۷: يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ (وہ تیرے پاس بڑے بڑے پڑھے لکھے جادوگروں کو لے آئیں گے) کُلّ کا لفظ اور سحار مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا تا کہ فرعون کے اضطراب میں کچھ کمی واقع ہو۔

۳۸: فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (چنانچہ جادوگروں کو مقررہ تاریخ کو معین وقت پر جمع کیا گیا) یوم معلوم یعنی یوم زینت اور میقات سے چاشت کا وقت کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہی وقت ان سے مقرر فرمایا تھا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے موعدكم يوم الزينة وان يحشر الناس ضُحى [طٰہٰ:۵۹] میقات جس کو مقرر کر دی اور جس زمانہ کو حد بندی کر دی جائے یا جو جگہ طے کی جائے اور اسی سے مواقیت الاحرام ہیں۔

۳۹: وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ (اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم بھی جمع ہو جاؤ گے) یعنی تم جمع ہو جاؤ ان کے اجتماع کے سلسلہ میں ان سے سستی کا گمان ہے اور مراد اس سے ان کا جلد جمع کرنا ہے۔

۴۰: لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (تا کہ ہم جادوگروں کی راہ پر چلیں) ان کے دین کے سلسلہ میں اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ (اگر وہ غلبہ پانے والے ہوں) موسیٰ کو اس کے دین کے سلسلہ میں مغلوب کر دیں اس سے ان کی غرض ساحروں کی اتباع نہیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ وہ موسیٰ کی اتباع نہ کریں انہوں نے کنایہ کے انداز میں بات کی کہ جب وہ جادوگروں کے پیرو ہونگے تو کم از کم موسیٰ کی پیروی تو نہ کریں گے۔

جادوگر کے مقابلے میں:

۴۱: فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (پس جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کچھ اس کا بدلہ یقینی طور پر ملے گا)

۴۲: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں!)

قراءت: علی نے نِعَمْ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (اور بلاشبہ تم اس وقت شاہی مقرب بن جاؤ گے) یعنی فرعون نے کہا ہاں! تمہارے لئے میرے ہاں اجر ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تم شاہی مقربین میں شامل ہو جاؤ گے میرے ہاں تمہارا مرتبہ و مقام ہوگا تم میرے درمیان میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں اور سب سے آخر میں نکلنے والوں میں سے ہو گے۔ جب کہ وہ جادوگروں کا

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى

سوان لوگوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر بولے کہ بلاشبہ ہم ہی غالب ہوں گے۔ سو موسیٰ نے اپنا عصا

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

ڈالا۔ سو اچانک وہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے دھندے کو نگلنے لگا پھر جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے کہنے لگے ہم رب العالمین پر

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ

ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کیا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بے شک بات یہ ہے کہ یہ تم سب کا بڑا ہے

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ

جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو یہ ضروری بات ہے کہ تم عنقریب جان لو گے میں ضرور ضرور تمہارے ہاتھوں کو اور پاؤں کو مخالف جانب سے

خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۚ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا

کاٹ دوں گا اور ضرور ضرور تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا، انہوں نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم

نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۳ ۱۸ ۷

امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو اس وجہ سے بخش دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

قول: ائن لنا لاجرًا جزاء شرط کے معنی میں ہوا جیسا کہ اس پر دلالت موجود ہے تو فرعون کا قول وانکم اذالمن المقربین اسی پر معطوف ہے اور اذا کو جواب جزاء کے تقاضے کے مطابق اس کے قائم مقام لایا گیا ہے۔

۴۳: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تم ڈالو جو تم نے ڈالنا ہے) جادو میں سے پس عنقریب تمہیں اس کا انجام نظر آجائے گا۔

سحر کے اثرات:

۴۴: فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ (پس انہوں نے اپنی رسیاں ڈالیں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ وَعِصِيَّهُمْ (اور اپنی لاٹھیاں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ دوسرا قول ہر دو بہتر ہزار تھیں۔ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ (اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم بیشک ہم ہی غالب رہیں گے) انہوں نے فرعون کی عزت وقوت کی قسم کھائی۔ اور جاہلیت کا ایمان یہی تھا۔ باء قسمیہ ہے یا بطور تبرک فرعون کی عزت کا ذکر کیا۔

اژدھا سب کچھ نگل گیا:

۴۵: فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ (پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ اسی وقت نگلنے والی تھی) تلقف کا معنی نگلنا ہے۔ مَایَاْفِکُوْنَ (جو چیزیں انہوں نے شعبدہ گری سے بنائیں) یعنی جن چیزوں کو وہ اپنے سحر کے بل بوتے پر انکی حقیقت و ظاہر سے پھیرتے تھے اور جھوٹی شعبدہ بازی کرتے تھے وہ اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کے متعلق تخیل پیدا کرتے کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

۴۶: فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ (جادوگر سجدہ میں ڈال دیے گئے) یہاں گرنے کو ڈالنے سے بطور مشاکلت تعبیر کیا گیا کیونکہ یہاں اس کو القاءات کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سجدہ میں تیزی کی وجہ سے اس طرح ہو گئے گویا کہ ان کو سجدہ میں ڈال دیا گیا ہو۔

۴۷: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (وہ کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے) قول عکرمہ رضی اللہ عنہ: صبح سویرے جادوگر تھے شام پڑنے سے پہلے ایمان والے شہداء بن گئے۔

۴۸: رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے) یہ رب العالمین کا عطف بیان ہے کیونکہ فرعون اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا پس انہوں نے اس کو اس سے ایک طرف کر دیا۔

ایک قول یہ ہے فرعون نے جب ان سے سنا۔ امنا بر ب العالمین تو کہنے لگا تم نے مجھے ہی مراد لیا ہے؟ انہوں نے جواباً کہا: رب موسٰی وھارون۔

فرعون کی دھمکی اور ساحروں کا مؤمنانہ جواب:

۴۹: قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ (فرعون نے کہا میری اجازت کے بغیر تم ایمان لے آئے ہو) اس پر اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (حقیقت مین وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا) تم نے ایک سازش پر موافقت کر لی ہے۔ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تم عنقریب جان لو گے) اس فعل کی سزا جو تم نے کیا ہے پھر اس نے تصریح کرتے ہوئے کہا۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دونگا) اس مخالفت کی وجہ سے جو تم سے ظاہر ہوئی ہے۔ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ (اور تم تمام کو میں سولی پر لٹکا دونگا) اس سے اس کا مقصود عام لوگوں کو ڈرانا تھا تا کہ ایمان لانے میں وہ ان کی اتباع نہ کرنے لگیں۔

۵۰: قَالُوْا لَاضَیْرَ (انہوں نے کہا کوئی ضرر نہیں) اس میں ضَیر ضرر کے معنی میں ہے۔ اور لَا کی خبر محذوف ہے ای فی ذلک نمبر۲۔ ہم پر کوئی ضرر نہیں۔ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (بیشک ہم تو اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

۵۱: اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ كُنَّآ (ہم کو تو یہی خواہش ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم) اس لئے کہ ہم اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں) اہل شہادت میں سے (جو اس میلہ میں موجود ہیں) نمبر۲۔ فرعون کی رعایا سے۔ نمبر۳: اہل مصر قبطیوں میں سے۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم پر کوئی نقصان نہیں بلکہ ہمیں تو بہت بڑا

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چلے جاؤ بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا، پھر فرعون نے شہروں میں اہل کار

حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

بھیج دیئے، بلاشبہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے اور انہوں نے ہم کو غصہ دلایا ہے، اور بلاشبہ ہم سب

حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ

خطرہ رکھنے والے ہیں، سو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ جائے قیام سے نکال دیا، یہ بات اسی طرح سے ہے،

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ

اور یہ چیزیں ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیں سو سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے جا پہنچے پھر جب دونوں جماعتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ

اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ

کے ساتھیوں نے کہا یقینی بات ہے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے، موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ابھی راہ بتا دے گا، سو ہم نے

اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾

موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی کو مارو، سو وہ پھٹ گیا ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ

فائدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس دین پر جمے رہنے کی بناء پر ہمیں ملے گا۔ نمبر۲۔ ہمیں اس کا کچھ نقصان نہیں جس سے تو ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ کیونکہ لازمًا ہم نے اپنے رب کی بارگاہ میں اسبابِ موت میں سے کسی نہ کسی سبب کے ساتھ پلٹ کر جانا ہے اور قتل تو اس کے اسباب میں آسان اور قابل ترجیح ہے۔ نمبر۳۔ تیرا ہمیں قتل کر دینے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں اگر تو قتل کر دے گا تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں اس شخص کی طرح پلٹ کر جائیں گے جو اس کے ہاں بخشش کی طمع رکھتا ہو اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اس لئے کہ ہمیں سبقت ایمان میسر آ گئی۔

بنی اسرائیل کو رات نکلنے کا حکم:

۵۲: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو نکال کر لے جا)

قراءت: حجازی نے ہمزہ وصل سے پڑھا۔ ای اَنِ اسْرِ۔

بِعِبَادِيْٓ (میرے بندوں کو) مراد بنی اسرائیل۔ ان کو اپنے بندے ہونے کی نسبت سے نوازا اس لئے کہ وہ خدا کے رسول پر ایمان لائے تھے۔ اسر کا معنی ان کو رات کو لے کر جاؤ۔ یہ حکم جادوگروں کے ایمان لانے کے عرصہ بعد ہوا۔ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (تمہارا

پیچھا کیا جائے گا) فرعون اور اس کی قوم تمہارا پیچھا کریں گے رات کو چلنے کے حکم کی علت فرعون اور اس کے لشکر کے تعاقب کو قرار دیا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے اور ان کے معاملے کی تدبیر اس طرح بنائی ہے کہ تم آگے چلو گے اور یہ تمہارے تعاقب میں پیچھے آئیں گے اور سمندر کی جس راہ میں تم داخل ہو گے اسی میں وہ داخل ہونگے تو میں ان کو ہلاک کر دونگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس رات ان کے ہر گھر میں ایک ایک بیٹا مر گیا وہ ان اموات کے معاملہ میں مشغول ہو گئے ادھر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہر چار گھروں کو ایک گھر میں جمع کرو پھر بکرے ذبح کر کے ان کے خون اپنے دروازوں پر لگا دو۔ میں فرشتوں کو حکم دونگا کہ اس دروازے میں داخل نہ ہوں جس پر خون کا نشان لگا ہو اور انہی فرشتوں سے قبطوں کے پلوٹھے بچے قتل کروا دونگا اور اپنے لئے جلدی سے تازی روٹی تیار کر کے ان کو راتوں رات لے چلو یہاں تک کہ سمندر تک پہنچو پھر اس کے متعلق میرا حکم اسی وقت اترے گا۔

فرعون کا شدید غم وغصہ:

۵۳: فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ (فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دیے) تا کہ وہ لوگوں کو زبردستی اکٹھا کر دیں جب لوگ جمع ہو گئے تو فرعون کہنے لگا۔

۵۴: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ (بیشک یہ تھوڑے سے آدمی ہیں) لشرذمہ چھوٹی جماعت۔ ان کو اسی نام سے ذکر کیا جو قلت کو ظاہر کرتا ہے پھر اس کی صفت قلیلون لائے اور اس کو جمع قلت لائے گویا اس کے ہر گروہ کو بہت کم تعداد میں ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نمبر۲۔ قلت سے مراد ذلت ہے تعداد کی قلت مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ذلیل ہیں اس لئے ان کے غلبہ کی کوئی توقع ہی نہیں ہے اس نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو قلیل قرار دیا حالانکہ ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی کیونکہ فرعونیوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی ان کی تعداد بقول ضحاک سات کروڑ تھی۔

۵۵: وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (بلاشبہ وہ ہم کو غصہ دلا رہے ہیں) یعنی وہ ایسے افعال کر رہے ہیں جو غصہ دلانے والے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمارے سینوں میں تنگی پیدا ہوئی ہے وہ ان کا ہمارے مصر سے خروج اور ہمارے زیورات کو اٹھا کر لے جانا اور ہمارے پلوٹھے بیٹوں کا قتل ہے۔

۵۶: وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ (اور بیشک ہم سب ایک مسلم جماعت ہیں)۔

قراءت: شامی وکوفی نے اسی طرح پڑھا اور دوسروں نے حذرون پڑھا ہے۔

الحَذِر محتاط، الحاذر، احتیاط میں تجدید کرنے والا۔

ایک قول یہ ہے ہتھیار میں مسلح، وہ اپنی ذاتی حفاظت کیلئے بطور احتیاط ایسا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم بیدار مغز اور محتاط لوگ ہیں یہ چیز ہماری عادت ثانیہ ہے کہ ہم معاملات کو دیکھ بھال سے کرتے ہیں جب کوئی ہمارے خلاف خروج کرتا ہے تو جلدی سے ہم اس کا فساد مٹا دیتے ہیں یہ اعذار ہیں جو فرعون نے شہر والوں کو پیش کیا تا کہ وہ عاجزی اور کمزوری کا گمان نہ کریں۔

۵۷: فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ (اور ہم نے ان کو باغات سے نکال دیا) وَّ عُیُوْنٍ (اور چشموں سے) جاری نہروں سے

۵۸: وَّ كُنُوْزٍ (اورخزانوں سے) اموال ظاہرہ جوسونے اور چاندی کی جنس سے تھے ان کو کنوز کہا کیونکہ ان کو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف نہ کرتے تھے۔ وَّ مَقَامٍ (اورمکان) كَرِيْمٍ (پررونق عمدہ)۔قول ابن عباسؓ: مقام سے منابر مراد ہیں۔

۵۹: كَذٰلِكَ (اورواقعہ یونہی ہوا) اس میں نصب کا احتمال ہے جب کہ اخرجنا کے ماتحت ہو ای خرجنا هم مثل ذلك الاخراج الذی وصفنا۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہوتو مرفوع ہے ای الامر كذلك وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (اورہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: جب سمندر پار گزر گئے تو واپس لوٹے اور انہوں نے اپنے مکانات و اموال واپس لے لئے (مگر یہ محل نظر ہے بنی اسرائیل وشام وفلسطین کی حکومت ملنے کے بعد بطور اقتدار لوٹنا ممکن ہے ثابت ہو فافہم)

فرعون کا تعاقب:

۶۰: فَاَتْبَعُوْهُمْ (پس انہوں نے ان کوآلیا)۔قراءت: فاتّبعوهم یزید نے پڑھا ہے۔ مُّشْرِقِيْنَ (طلوع شمس کے وقت)۔

نحو: یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ طلوع شمس میں داخل ہورہے تھے۔یعنی قوم فرعون اور فرعون نے طلوع شمس کے وقت ان کوآلیا۔

۶۱: فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ (جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا) آمنا سامنا ہوا۔اس طرح کہ ہر فریق دوسرے کو دیکھ سکتا تھا۔اسرائیلی اور قبطی مراد ہیں۔قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا بیشک وہ تو ہم کو پکڑ لیں گے) قریب ہے کہ ہمارا دشمن ہمیں آملے اور ادھر ہمارے سامنے سمندر ہو۔

۶۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کیونکہ ان کو اپنے رب کے وعدہ پر پختہ یقین تھا۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی سے باز آؤ۔وہ تمہیں ہرگز پکڑ نہ سکیں گے۔اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب راہنمائی فرمائے گا)۔

قراءت: حفص نے مَعِيَ پڑھا۔یعقوب نے سیهدین بینی پڑھا ہے سیهدینّ کا مطلب سیهد ینی طریق النجاة من ادراکهم واضرارهم وہ عنقریب ان کے پکڑنے اور تکلیف پہنچانے کے متعلق میری راہنمائی فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کا لشکر سمندر کے درمیان:

۶۳: فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم اپنی لاٹھی سمندر پر مارو) البحر سے بحر قلزم مراد ہے یہی وہ سمندر ہے جس میں لوگ یمن سے مصر کی طرف جاتے ہیں۔نمبر۲۔ دریائے نیل۔ فَانْفَلَقَ (پس وہ پھٹ گیا) یعنی انہوں نے مارا تو وہ پھٹ گیا۔اوراس میں بارہ راستے بن گئے اور قبائل بنی اسرائیل کی تعداد بھی اس قدر تھی۔ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ (ہرحصہ) ایک حصہ دوسرے سے جدا ہوکر کھڑا ہوگیا۔ كَالطَّوْدِ (گویا کہ وہ ایک بڑا پہاڑ ہے) آسمان میں بلند ہونے والا پہاڑ الْعَظِيْمِ (بڑا)۔

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

اور ہم نے اس موقع پر دوسروں کو قریب کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی، پھر ہم نے دوسروں کو

الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

غرق کردیا بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے، بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع ۱۷ ۸

زبردست ہے رحمت والا ہے۔

۶۴: وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ (اور ہم نے قریب کردیا) اس جگہ کے (فرعونیوں کو) جہاں سے سمندر پھٹا۔ الْاٰخِرِيْنَ (پچھلوں کو) قوم فرعون یعنی ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے قریب کردیا۔ نمبر۲۔ سمندر کے قریب کردیا۔

۶۵: وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ (اور ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں تمام کو نجات دی) یعنی ڈوبنے سے نجات دی۔

ہلاکتِ فرعون:

۶۶: ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ (پھر دوسروں کو ہم نے ڈبودیا) فرعون اور قوم فرعون کو۔

فائدہ عظیمہ:

زندگیوں میں ستاروں کی تاثیر کے نظریہ کو یہ آیت باطل کر رہی ہے ان سب کے طوالع مختلف تھے مگر ہلاک میں سب اکٹھے ہوگئے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام بنی اسرائیل اور آل فرعون کے درمیان آگئے وہ بنی اسرائیل کو تلقین فرمارہے تھے کہ اگلے کو جاملو۔ اور قبطیوں کے سامنے روک کر فرماتے تم ٹھہرو تاکہ تمہارے پیچھے والے ساتھ مل جائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ تو یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ کو کہاں کا حکم ملا ہے؟ یہ سمندر تمہارے سامنے ہے۔ اور آل فرعون پیچھے دبائے چلے آرہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہاں کا حکم ہوا یوشع پانی میں گھس گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری پھر وہ داخل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرمایا: یا من کان قبل کل شیئ والمکوّن لکل شئی ۔والکائن بعد کل شئی اے وہ ذات جو ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کو بنانے والی ہے اور ہر چیز کے بعد ہمیشہ رہے گی۔

۶۷: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بے شک اس میں) جو ہم نے موسیٰ اور فرعون کے ساتھ کیا لَاٰيَةً (ضرور نشانی ہے) عجیب عبرت ہے جس کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ (اور ان کی اکثریت نہ تھی ڈوبنے والوں کی) مُّؤْمِنِيْنَ (ایمان لانیوالی) علماء کا بیان ہے

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ

اور آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ

عبادت کرتے ہیں اور ان کے پاس جمع رہتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا یہ تمہیں نفع دیتے ہیں

اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا

یا ضرر دیتے ہیں؟ وہ لوگ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے، ابراہیم نے کہا کیا تم نے ان کو دیکھا کہ

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

تم اور تمہارے باپ دادے جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو سو بے شک وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾

کے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے اور مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

کہ قبطیوں میں سے صرف آسیہ، حزقیل مؤمن آل فرعون اور مریم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر یوسفی کی نشان دہی کی یہ ایمان لائے۔

۶۸: اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں سے انتقام و بدلہ لینے میں الرَّحِيْمُ (مہربان ہے) اپنی فرمانبرداری پر انعامات کرنے میں۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:

۶۹: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر پڑھیں) یعنی قریش مکہ پر نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے حالات۔

قوم اور والد کے ساتھ پیش آنے والے حالات:

۷۰: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ (جبکہ انہوں نے اپنے والد اور قوم کو فرمایا) قوم ابراہیم یا قوم والد مَا تَعْبُدُوْنَ (تم کس چیز کی پوجا کرتے ہو) لیکن یہ سوال ان سے اس بناء پر کیا کہ ان کو بتلایا جائے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ مستحق عبادت نہیں ہیں۔

۷۱: قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا (وہ کہنے لگے ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں) ماتعبدون کا جواب اصناماً ہے جیسا کہ اس آیت میں العفو جواب ہے ماذاینفقون کا۔ آیت یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو [البقرہ:۲۱۹] اسی طرح دوسری آیت میں ماذا قال کے جواب میں الحق ہے ماذا قال ربکم قالوا الحق [سبا:۲۳]

کیونکہ یہ سوال معبود کے متعلق تھا عبادت کے متعلق نہ تھا۔انہوں نے جواب میں فخر کے طور پر نعبد کا اضافہ کر دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کی عبادت پر مباہات کے طور پر نعبد لائے اور اس پر بطور عطف ۔فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ (پس ہم ان کی عبادت پر دن گزراتے ہیں) ہم ان کی عبادت سارا دن کرتے ہیں ۔انہوں نے فنظل کہا کیونکہ وہ ان کی عبادت دن کے وقت کرتے تھے نہ کہ رات کو نمبر۲۔اس کا معنی دوام وہمیشگی ہے۔

۷۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا)هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ (کیا وہ سنتے ہیں) کیا وہ تمہاری دعائیں سنتے ہیں مضاف محذوف ہے کیونکہ اِذْ تَدْعُوْنَ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۷۳: اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ (یا وہ تمہیں فائدہ دیتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت کرتے ہو اَوْ يَضُرُّوْنَ (یا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو۔

۷۴: قَالُوْا بَلْ (انہوں نے کہا بلکہ) بل اضراب کیلئے ہے کہ وہ نہ سنتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے اور نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ ہم ان میں سے کسی غرض کی بناء پر ان کی عبادت کرتے ہیں ۔لیکن وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (ہم نے اپنے آباء کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا) پس ہم ان کی تقلید کرتے ہیں ۔

۷۵،۷۶: قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ تم خود اور تمہارے اگلے باپ دادا کس چیز کو پوجتے ہیں) اقدمون کا معنی پہلے ہے۔

۷۷: فَاِنَّهُمْ (پس بیشک وہ) یعنی اصنام عَدُوٌّ لِّيْ (میرے دشمن ہیں) عدو اور صدیق یہ دونوں لفظ واحد وجمع کیلئے مستعمل ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تم پوجا کرو تو قیامت کے دن وہ میرے دشمن ہونگے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیهم ضدًا [مریم:۸۲]

قول فراء: یہ کلام مقلوب کی قسم ہے مطلب اس طرح ہے: فانی عدولهم (کہ میں ان کا دشمن ہوں) حالانکہ آپ کے قول میں عدوٌ لی ہے عدولکم نہیں ۔ان کی زیادہ خیر خواہی کرتے ہوئے قبولیت حق کی دعوت دی ہے اگر آپ فانهم عدولکم فرماتے تو کلام سے یہ مقصد پورا نہ ہوتا۔

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (مگر رب العالمین)۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ وہ اعداء کے تحت داخل ہی نہیں کہ الا سے خارج کیا جائے گویا اس طرح فرمایا لکن رب العالمین لیکن رب العالمین میرا دوست ہے۔

۷۸: الَّذِيْ خَلَقَنِيْ (وہ جس نے مجھے پیدا کیا) ٹھہرنے کی مقررہ جگہ میں رکھ کر فَهُوَ يَهْدِيْنِ (پس وہی میری راہنمائی کرنے والے ہیں) دنیاوی راستوں اور مصالح دین کی جانب یهدینی کو صیغہ مستقبل سے لایا گیا ہے حالانکہ عنایت تو پہلے گزر چکی کیونکہ یھدینی اہم وافضل اور کامل واکمل کا احتمال رکھتا ہے۔نمبر۲۔وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا اپنی خدمت کے اسباب کیلئے پس وہی میری راہنمائی آداب خلّت کی طرف فرمائیں گے۔

۷۹: وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ (اور وہ ذات جو مجھے کھلاتی ہے) یہاں اطعام کی نسبت انعامات کے والی کی طرف کی گئی ہے۔کیونکہ

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ

اور جب بیمار ہو جاؤں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں

اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

کہ قیامت کے دن میرا قصور معاف فرما دے گا، اے میرے رب مجھے حکم عطا فرمایئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمایئے،

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾

اور بعد میں آنے والے لوگوں میں اچھائی کے ساتھ میرا ذکر باقی رکھئے، اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں بنا دیجئے

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

اور میرے باپ کی مغفرت فرمایئے بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے، اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے جس دن نہ کوئی

مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

مال نفع دے گا اور نہ بیٹے، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے پاس آئے۔

اسباب کی طرف جھک پڑنا یہ چوپایوں کی عادت ہے۔ وَيَسْقِيْنِ (اور وہ مجھے شفاء بخشنے والے ہیں) قول ابن عطاءؒ: وہ ذات جو کھانا کھلا کر زندہ رکھتی ہے اور مشروبات پلا کر سیرابی بخشتی ہے۔

۸۰: وَاِذَا مَرِضْتُ (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں) ابرہیم علیہ السلام نے یہاں اس طرح نہیں فرمایا: امرضنی۔ کیونکہ زبانی تذکرہ سے یہاں شکر مقصود ہے اسی لئے اس کی طرف اس چیز کی نسبت نہیں کی جو ضیر ونقصان کی متقاضی تھی (یہ کمال ادب ہے)۔ قول ابن عطاءؒ: جب میں مخلوق کو دیکھ کر بیمار ہوتا ہوں تو مشاہدہ حق سے مجھے وہ شفاء دیتا ہے۔ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (وہ شفاء بخشتا ہے!)

قول جعفر صادقؒ: جب میں رؤیت افعال سے بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہ افضال کے احسان سے اس کا ازالہ فرما دیتا ہے۔

تعبیر کی خوبصورتی:

۸۱: وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ (اور وہ ذات جو مجھے موت دے گی پھر وہ مجھے زندہ کرے گی) یہاں اذا مت نہیں فرمایا کیونکہ موت ابتلاء کی قید اور دار الفناء سے نکلنے اور بقاء کے باغ میں وعدہ لقاء کیلئے داخلے کا نام ہے۔

ثم اور فاء کا فرق:

یہاں ثم لایا گیا کیونکہ فناء کے عرصہ پر احیاء ہے گزشتہ آیات میں شفاء اور ہدایت پر فاء کو داخل کیا کیونکہ مخلوق کو باری باری حاصل ہوتی ہیں دونوں ساتھ ساتھ میسر نہیں ہوتی۔

۸۲: وَالَّذِیْ اَطْمَعُ (اور وہ ذات جس سے میں طمع رکھتا ہوں) موالی سے غلاموں کی طمع تو افضال ہی ہوتا ہے سوال سے ان کا استحقاق مقصود نہیں ہوتا۔ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ (کہ وہ میری لغزش کو بخش دیں گے) ایک قول یہ ہے کہ اس خطاء سے اِنِّیْ سقیم [الصافات:۸۹] بل فعله كبير هم [الانبیاء:۶۳] هذا ربی [الانعام :۷۷] اور بازغ بادشاہ مصر کو سارہ کے متعلق فرمایا ھی اختی یہ تمام جائز تعریضات ہیں یہ خطایا نہیں کہ جن سے استغفار کی ضرورت ہو باقی انبیاء علیہم السلام کا استغفار تو رب کی بارگاہ میں تواضع و انکساری ہے اور امت کو طلب مغفرت کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ یَوْمَ الدِّیْنِ (قیامت کے دن) جو کہ جزاء کا دن ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام:

۸۳: رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا (اے میرے رب مجھے حکم عطاء فرما) حکم سے حکمت مراد ہے یا نمبر۲۔ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔ نمبر۳ نبوت کیونکہ نبی علیہ السلام حکمت والے اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (اور تو مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے) صالحین سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما کر اعلان کر دیا: وانهٗ فی الآخرة لمن الصالحین [البقرة:۱۳۰]

۸۴: وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور میرا تذکرہ اخیر آنے والے لوگوں میں کر دے) یعنی اچھی تعریف اور آنے والی امتوں میں اچھا تذکرہ۔ پس یہ دعا قبول کر لی گئی تمام ادیان والے ان سے دوستی رکھتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔

نکتہ: یہاں قول کی بجائے لسان کو لایا گیا کیونکہ قول زبان ہی سے ادا ہوتا ہے۔

۸۵: وَاجْعَلْنِیْ مِنْ (تو مجھے بنا دے)

نحو: یہ وارثًا محذوف کے متعلق ہے ای وارثا من ورثة جنة النعیم۔

وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (نعمتوں والی جنت) یعنی اس میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے ہے۔

۸۶: وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ (اور میرے والد کو بخش دے) اس کو اسلام نصیب کر کے اہل جنت میں سے بنا دے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے وقت اس سے جدائی اختیار کی تو اس وقت یہ وعدہ فرمایا ساستغفرلك ربی اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے) ضال سے مراد کافر ہے۔

۸۷: وَلَا تُخْزِنِیْ (اور مجھے رسوا نہ کرنا) الاخزاء یہ یخزی سے لیا گیا ہے جس کا معنی ذلت ہے نمبر۲۔ الخزایة سے ہے اور وہ حیاء کو کہتے ہیں۔ یہ استغفار کی طرح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (جس دن ان کو اٹھایا جائے گا) یبعثون کی ضمیر عباد کی طرف ہے کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہے ہیں۔ نمبر۲۔ ضالین کی طرف راجع ہے اور یہ سارا استغفار والد کیلئے قرار دیا جائے مطلب اس طرح ہوگا ولا تخزنی یوم یبعث الضالون وابی فیهم اور تو مجھے رسوا نہ کرنا جس دن گمراہوں کو اٹھایا جائے گا اس حال میں کہ میرا والد ان میں ہوگا۔

۸۸: یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ (جس دن مال کام نہ آئے گا)

نحو: یہ یوم اول سے بدل ہے۔

وَ لَا بَنُوْنَ (اور نہ بیٹے) کسی ایک کو بھی۔

قلبِ سلیم:

۸۹: اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سالم دل کے ساتھ آیا) سلیم سے مراد کفر و نفاق سے بچا ہوا دل۔ کافر و منافق کا دل بیمار ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فی قلوبھم مرض** [البقرۃ:۱۰] مطلب یہ ہے۔ کہ مال کو جب نیکی کے مقامات پر صرف کیا جائے اور اولاد بھی صالح ہو تو اس کو اس سے فائدہ پہنچے گا اور ان کی وجہ سے وہ سلیم القلب ہوگا۔ نمبر۲۔ مال اور اولاد کو غناء کے معنی میں قرار دیا گویا اس طرح فرمایا **یوم لا ینفع غنی الاغنی من اتی اللہ بقلب سلیم** اس دن کسی کو غناء کام نہ دے گا مگر اس کا غناء جو صحیح سالم دل لے کر آیا کیونکہ دینی غناء سلامتی قلب سے ہی میسر آتا ہے جیسا کہ غناء ظاہری مال و اولاد سے ملتا ہے۔

آیت میں مَنْ کو ینفع کا مفعول قرار دیا گیا ای **لا ینفع مال ولا بنون الا رجلا سلم قلبہ مع مالہ حیث انفقہ فی طاعۃ اللہ و مع نبیہ حیث ارشدھم الی الدین وعلمھم الشرائع** ۔ نہ مال کام آئے گا۔ اور نہ اولاد مگر وہ آدمی جس کا دین بمع مال بچا ہوا ہو۔ وہ اس طرح کہ اس نے مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کیا اور اولاد کو دین کی طرف راہنمائی کی اور ان کو شرائع کا علم سکھایا۔ اس صورت میں یہ بھی جائز ہے **الا من اتی اللہ بقلب سلیم من فتنۃ المال** مگر جو شخص فتنہ مال و اولاد سے بچا ہوا دل لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ جلیل القدر ذات ہے اس نے خلیل کے استثناء کی بطور اکرام تثویب فرمائی بلکہ ان کے وصف کے طور پر ذکر فرمایا۔ **و اِنَّ من شیعتہٖ لابراھیم اذجاء ربہ بقلب سلیمٍ** [الصافات:۸۳،۸۴]۔

حسن ترتیب:

ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے ساتھ کس عمدہ ترتیب سے کلام فرمایا۔ نمبر۱۔ اولا ان سے سوال کیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سوال ان سے اقرار کروانے کیلئے فرمایا بطور استفہام نہیں فرمایا۔

نمبر۲۔ پھر ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کی حیثیت کو اس طرح باطل قرار دیا کہ وہ نقصان و نفع نہیں دے سکتے اور نہ ہی فریادوں کو سنتے ہیں۔ نمبر۳۔ پھر ان کی آبائی تقلید کا ابطال کیا یہ دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی پھر مسئلہ کی صورت اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے سمجھائی ان کی طرف نسبت نہیں کی یہاں تک کہ اس گفتگو سے یاد الٰہی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی عظمت بیان فرمائی اور اس کے انعامات ولادت سے وفات تک ذکر کئے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے امید یافتہ انعامات کا تذکرہ کر دیا۔ پھر بارگاہ الٰہی میں مخلصانہ دعائیں اور اس کی بارگاہ میں کامل رجوع کرنے والوں کی طرح گڑگڑاتے پھر اس کو تذکرۂ قیامت اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عقاب کے ساتھ ملایا اور مشرکین کے اس انجام کا ذکر کر دیا جس کی طرف ان کو اس دن دھکیلا جائے گا۔ وہاں جس قدر ان کو شرمندگی و ندامت پیش آئے گی جو اس گمراہی کی بناء پر ہوگی جس پر آج وہ قائم ہیں وہ ندامت کی وجہ سے دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا ظاہر کریں گے تاکہ وہ ایمان و طاعت اختیار کریں۔ (مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد)

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا

اور متقیوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ کو

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا

چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں، پھر وہ لوگ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کے لشکر سب اس میں اوندھے

فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾

منہ ڈال دیئے جائیں گے، وہ لوگ دوزخ میں ہوتے ہوئے آپس میں جھگڑیں گے

متقین کا انجام:

۹۰: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (جنت کو متقین کے قریب کر دیا جائے گا) اُزلفت کا معنی قریب کیا جانا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ڈالا گیا ای تزلف من موقف السعداء فینظرون الیھا۔ موقف سعداء اور جنت میں قرب پیدا کر دیا جائے گا پس وہ جنت کی طرف دیکھ لیں گے۔

غاوین کا تذکرہ:

۹۱: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ (اور جہنم کو ظاہر کر دیا جائے گا) یعنی وہ اس قدر ظاہر کر دی جائے گی یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ اس کی لپٹ ان کو آ چھوئے گی۔ الْغٰوِيْنَ (گمراہوں کیلئے) کفار کیلئے۔

۹۲: وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ (اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی پوجا کرتے تھے۔ وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا وہ خود محفوظ ہو سکتے ہیں) ان کو شرک پر توبیخ کرتے ہوئے کہا جائے گا این الھتکم ؟ تمہارے معبود کہاں ہیں کیا وہ مدد کر کے تمہیں نفع پہنچائیں گے؟ یا کیا اپنے آپ کو اپنے غلبہ سے فائدہ پہنچا سکیں گے؟ کیونکہ وہ اور ان کے معبود آگ کا ایندھن بنیں گے۔

۹۴: فَكُبْكِبُوْا (پس ان کو اوندھے منہ) اوندھے منہ یا ایک دوسرے پر ان کو پھینکا جائے گا۔ فِيْهَا (جہنم میں) هُمْ یعنی (معبود) وَالْغَاوٗنَ (اور گمراہ) اور جن کی پوجا ان لوگوں نے کی اُن کے لئے جہنم ظاہر کی جائے گی۔ الکبکبۃ: بار بار اوندھا کرنا۔ لفظ کب کو دوبارہ لانا یہ معنی میں تکریر کی علامت ہے گویا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان کو بار بار اوندھا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پیندے میں جا رکے گا۔ نعوذ باللہ منھا۔

۹۵: وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ (اور شیطان کے تمام لشکروں کو) جنود سے مراد شیاطین ہیں نمبر ۲۔ نافرمان جن وانسان جنہوں نے اس کی اتباع کی۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا

اللہ کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر مانتے تھے اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ

مجرموں نے، سو ہمارے لئے نہ سفارش کرنے والے ہیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہے، سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو پھر واپس ہونا نصیب ہو جاتا، سو ہم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

اہل ایمان میں سے ہو جاتے، بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

عزت والا ہے رحم والا ہے۔

۹۶: قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ (اور کہنے لگے اس حال میں کہ وہ دوزخ کے اندر جھگڑ رہے ہونگے) یہ بھی عقلاً جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اصنام کو بولنے کی قوت دیں تا کہ باہمی بات چیت اور گالم گلوچ صحیح ثابت ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ گالم گلوچ شیاطین اور گناہ گار مجرمون کے مابین ہو۔

اعترافِ جرم:

۹۷، ۹۸: تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جب کہ ہم تمہیں برابر قرار دیتے تھے) نسویکم کا معنی بتوں کا برابر قرار دینا۔ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (رب العالمین کے ساتھ) عبادت میں۔

۹۹: وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (اور ہمیں مجرمین نے گمراہ کیا) یعنی ان کے وہ رؤساء جنہوں نے ان کو گمراہ کیا۔ نمبر۲۔ ابلیس اور اس کا لشکر اور جنہوں نے شرک کی بنیاد ڈالی۔

۱۰۰: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ (پس ہمارے لئے آج کوئی شفاعت کرنے والا نہیں) جیسا کہ مؤمنوں کیلئے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء شفاعت کریں گے۔

۱۰۱: وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (نہ کوئی گہرا دوست) جیسا کہ ہم دوست آج دیکھ رہے ہیں کیونکہ آخرت میں ایمان والوں کی دوستی ہوگی اہل جہنم میں باہمی عداوت ہوگی جیسا اس ارشاد میں ہے: اَلْاَخِلَّاءُ يومئذ بعضهم لبعض عدوٌ الا المتقين [الزخرف: ۶۷]

نمبر۲۔ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں اور نہ گہرا دوست ہے ان شفعاء میں سے جن کو ہم دوست و سفارشی خیال کرتے تھے کیونکہ مشرکین کا اپنے اصنام کے متعلق اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سفارشی بنیں گے اور ان کی دوستیاں شیاطین الانس سے تھی۔ الحمیم یہ الاحتمام سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی اہتمام ہے حمیم اس شخص کو کہتے ہیں جو اس چیز کو اہمیت دے جس کو تم دیتے

ہو۔نمبر۲۔الحامۃ سے لیا گیا ہے جس کا معنی خاصہ آتا ہے اور وہ خاص دوست کو کہتے ہیں۔

نکتہ: الشافعین جمع شافع کی ہے اس کو جمع لائے جبکہ صدیق کو واحد لایا گیا ہے کیونکہ عادۃً شفعاء زیادہ ہوتے ہیں باقی سچے دوست جو تمہارے غم و ہم کو اہم سمجھے بہت قلیل ہیں۔اسی لئے واحد لائے۔

حکیم کا قول

صدیق اسم تو ہے مگر اس کا مقصود مفقود ہے۔اور یہ بھی درست ہے کہ صدیق سے جنس مراد لے کر جمع مراد لے لیں۔

۱۰۲: فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً (پس کاش ہم کو ایک بار واپسی لوٹنا میسر آ جاتا) کرہ سے مراد دنیا کی طرف لوٹنا ہے۔فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پس ہم ضرور مؤمنین میں سے ہو جاتے)

نحو :لو کا جواب محذوف ہے اور وہ لفعلنا کیت و کیت ہے۔نمبر۲۔لو ایسے مقام پر تمنی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے فلیت لنا کرۃً کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو کیونکہ لو اور لیت قریب المعنیٰ ہیں۔

۱۰۳: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو اطلاعات مذکور ہوئیں۔لَاٰيَةً (ضرور نشانی ہے) عبرت حاصل کرنے والے کیلئے عبرت ہے۔وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایمان لائی۔

۱۰۴: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست) وہ ابراہیم کی تکذیب کرنے والوں سے بذریعہ جہنم انتقام لے گا۔الرَّحِيْمُ (نہایت مہربان ہے) ہر سلامتی والے دل رکھنے والے کو جنت کے سپرد کرنے والے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

امانت والا پیغمبر ہوں سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا،میرا ثواب تو بس

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ

رب العالمین کے ذمہ ہے، سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو، ان لوگوں نے جواب دیا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیچھے

الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ

رذیل ترین لوگ لگے ہوئے ہیں، نوح نے کہا کہ مجھے ان کے کاموں کے جاننے کی کیا ضرورت ہے ان سے حساب لینا تو میرے رب ہی کا کام ہے

لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ

کاش تم سمجھ رکھتے، اور میں ایمان والوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے نوح اگر

لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾

تو باز نہ آیا تو تُو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں سنگسار کر دیا جاتا ہے، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا

تذکرۂ نوح علیہ السلام:

۱۰۵: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا) القوم کا لفظ مؤنث و مذکر آتا ہے۔ایک قول یہ ہے نوح علیہ السلام کی ولادت زمانِ آدم علیہ السلام میں ہوئی۔المرسلین کو جمع لائے اور مراد نوح علیہ السلام لئے۔اس کی مثال اس طرح ہے فلان یرکب الدواب و یلبس البرود حالانکہ اس کے پاس ایک چوپایہ اور ایک مخلط چادر ہے۔

نمبر۲۔وہ سرے سے بعثتِ رسل کے قائل ہی نہ تھے۔اسی لئے جمع لائے نمبر۳۔جس نے ان میں سے ایک کی تکذیب کی اس نے تمام کی تکذیب کی کیونکہ تمام رسول لوگوں کو تمام رسولوں پر ایمان لانے کی طرف بلاتے ہیں اور اسی طرح اس تمام پر جو اس سورت میں ہے۔

۱۰۶: اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ (جب ان کو ان کے بھائی نے کہا) نسبی بھائی مراد ہے نہ کہ دینی۔نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (نوح علیہ السلام نے کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے) جو لوگوں کا خالق ہے تاکہ تم بتوں کی عبادت ترک کر دو۔

۱۰۷: اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں) نوح علیہ السلام ان میں اسی طرح امانت دار

معروف تھے جیسے حضرت محمد ﷺ قریش میں۔

۱۰۸: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جس حق کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

۱۰۹: وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ (اور میں اس پر تم سے نہیں مانگتا) اس امر تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی مزدوری) اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (میرا ثواب تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔)

قراءت: اجْرِيَ مدنی، شامی، ابوعمرو، حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ اسی طرح میں اس کو چاہتا ہوں۔

۱۱۰: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) اس کو دوبارہ لائے تاکہ ان کے دلوں میں بات بیٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے ہر ایک ایک علت سے متعلق ہے۔

علتِ اوّل:

نوح علیہ السلام کا ان کے مابین امانت سے معروف ہونا۔

علتِ دوم:

ان سے طمع کے الزام کو مٹانا۔

گویا اس طرح فرمایا کہ جب تم میری رسالت و امانت کو پہچان چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ **اذا عرفتم رسالتی و امانتی فاتقوا اللّٰه** پھر جب تم بدلے سے میرا بریٔ الذمہ ہونا معلوم کر چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ **اذا عرفتم احترازی من الاجر فاتقوا اللّٰه۔**

۱۱۱: قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ (کہنے لگے کیا ایسی صورت میں ہم تم پر ایمان لا سکتے ہیں۔ جبکہ تمہاری اتباع کرتے ہیں)۔

نحو: واؤ حالیہ ہے۔ اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔ اس کی دلیل قراءت یعقوب میں واتباعک جمع تابع جیسے شاہد و اشہاد موجود ہے یا تبع بطل و ابطال کی طرح ہے۔ اَلْاَرْذَلُوْنَ (رذیل)۔ کمینے، الرذالۃ: کمینگی، خسات، انہوں نے ان کو رذیل اس لئے کہا کیونکہ نسب اعلیٰ نہ تھے اور دنیا کا مال بھی ان کے پاس قلیل تھا۔

ایک قول یہ ہے:

وہ کم درجہ پیشے والے تھے حالانکہ صناعت میں دیانت ہو تو کوئی عیب نہیں اصل غنی تو غنائے دین ہے اور اصل نسب بھی نسبت تقویٰ ہے۔ مؤمن کو رذیل کہنا جائز نہیں خواہ وہ لوگوں میں فقیر ترین ہو اور نسب میں انتہائی کم درجہ ہو انبیاء علیہم السلام کے متبعین اولاً ایسے ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔

۱۱۲: قَالَ وَمَا عِلْمِيْ (نوح علیہ السلام نے کہا مجھے کیا معلوم وہ کس غرض سے میری بات مانتے ہیں) ما بمعنی ای شئ ہے میری کیا غرض ہے ان کے متعلق۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی صناعات سے غرض نہیں۔ میں تو ان سے ایمان

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

سوآپ میرے اوران کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دیجئے، سوہم نے نوح کو اور اس کے ساتھیوں کو جو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ

بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دیدی، پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۸

اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بلاشبہ تیرا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

کا طالب ہوں۔

۱۱۳: کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی ایمانی رذالت کے باوجود ان ایمان والوں پر طعنہ زنی کی اور کہنے لگے کہ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں جو ایمان یہ ظاہر کر رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں پایا نہیں جاتا۔ اس پر نوح علیہ السلام نے فرمایا میرے ذمہ تو صرف ظاہر پر اعتبار کرنا ہے۔ بواطن وسرائر کی تفتیش میری ذمہ داری نہیں۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ان کی حساب فہمی کے اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہیں اگر تم کو شعور ہوتا) اللہ تعالیٰ ان سے اس چیز کا حساب لیں گے جو ان کے قلوب میں ہے۔

مؤمنوں کو نکالنے کا مطالبہ:

۱۱۴: وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں) میرے یہ لائق نہیں کہ میں تمہارے ایمان کی طمع میں تمہاری مرضیات پر چلتے ہوئے ان کو اپنے ہاں سے نکال دوں۔

۱۱۵: اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں) میرے ذمہ یہی ہے کہ میں صحیح دلیل سے تمہیں ڈراؤں۔ ایسی دلیل جس سے حق وباطل کا فرق واضح ہو جائے پھر تم جانو اور تمہارا کام۔

۱۱۶: قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ (کہنے لگے اے نوح اگر تو باز نہ آیا) اس بات سے جو تو کہہ رہا ہے۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (تو ضرور بضرور تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا) مرجوم اس کو کہا جاتا ہے جس کو پتھر مار مار کر قتل کر دیں۔

۱۱۷: قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا) یہ اخبار تکذیب نہیں کیونکہ نوح علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ وہ ہر چیز کو جانتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ارادہ کیا کہ میری قوم نے تیری وحی ورسالت میں میری تکذیب کی ہے۔

طلبِ فیصلہ:

۱۱۸: فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا (پس ان کے درمیان اور میرے درمیان فیصلہ فرما دیں) میرے اوران کے درمیان معاملہ کو طے کر دیں۔ الفتاحۃ (فیصلہ کرنا) الفتاح (حاکم) کیونکہ وہ بند کو کھولتا ہے جیسا کہ اس کو فیصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ فیصلے چکاتا

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا　جبکہ ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے　بلاشبہ میں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

امانت والا پیغمبر ہوں،　سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو،　اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا　ثواب تو بس

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ

رب العالمین کے ذمہ ہے،　کیا تم ہر اونچے مقام پر کھیل کے طور پر یاد گار بناتے ہو　اور بڑے بڑے محل بناتے ہو

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

شاید تم ہمیشہ رہو گے،　اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر گرفت کرتے ہو،　سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو،

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾

اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائی جنہیں تم جانتے ہو اس نے چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشموں کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی،

ہے۔وَّ نَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مجھے اور میرے ساتھ والے مؤمنوں کو نجات عنایت فرما) ان کے اعمال پر اترنے والے عذاب سے۔

قراءت: حفص نے مَعِيَ پڑھا ہے۔

۱۱۹: فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ (پس ہم نے ان کو اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔نجات دی) الفلك (کشتی) اس کی جمع فُلُكٌ آتی ہے۔واحد قُفْلٌ ہے اور جمع بروزن اُسْدٌ ہے۔الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی)۔اس سے شحنة البلد جو اس کو پورے طور پر بھر دے۔کہتے ہیں۔

غرقابی قوم نوح علیہ السلام:

۱۲۰: ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ (پھر ہم نے ڈبو دیا اس کے بعد) (نوحؑ اور ان کے ساتھ جو ایمان لانے والے تھے ان کو بچا کر باقیوں کو ڈبو دیا) الْبٰقِيْنَ (باقی لوگ) ان کی قوم سے۔

۱۲۱، ۱۲۲: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی۔اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے) العزیز (جو آدمی انکار کرے اور کفر پر اصرار کرے ان سے سخت انتقام لینے والا)۔الرحیم (ایمان کا اقرار کرنے والے موحدین کی مدد کر کے ان پر انعامات کرنے والے ہیں)۔

قوم عاد کا تذکرہ:

۱۲۳: كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ (قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلا دیا) عاد قبیلہ کا نام ہے اصل میں قبیلہ کے بڑے آدمی کا نام ہے۔
ہود نے کہا تم کو ڈر نہیں ہے بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی تقریر:

۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶: اِذْقَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ (جب ان کو ان کے نسبی بھائی نے کہا) هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (رسول امین کی تکذیب کے سلسلہ میں) وَاَطِيْعُوْنِ (اور تم میری بات مانو!)

۱۲۷، ۱۲۸: وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ (اور میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کیا تم ہر بلند مقام پر عمارت کھڑی کر دیتے ہو) رِیْعٍ بلند مقام۔ اٰیَةً منارہ، حمام، نمبر۲۔ ایسی عمارت جو بلندی میں بطور نشانی کے استعمال ہو۔ وہ ہر گزرنے والے کا مذاق اڑاتے۔ تَعْبَثُوْنَ (کھیل و تفریح کے طور پر)۔

۱۲۹: وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ (اور تم کارخانے بناتے ہو) پانی لینے کے مقامات نمبر۲۔ بلند محلات نمبر۳۔ مضبوط قلعے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (شاید کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے) تم دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتے ہو۔

۱۳۰: وَاِذَا بَطَشْتُمْ (جب تم کسی پر دار و گیر کرتے ہو) سزا کیلئے ان کو پکڑتے ہو۔ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (تو جابر بن کر دار و گیر کرتے ہو) تلوار سے قتل یا کوڑوں سے پٹوانا۔ الجبار (جو قتل کروائے اور غصہ کی حالت میں ضرب لگائے)۔

۱۳۱: فَاتَّقُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پکڑ کے موقعہ میں وَاَطِيْعُوْنِ (اور میری بات مانو) جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

۱۳۲: وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو وہ نعمتیں بطور امداد عطاء فرمائیں)۔ پھر انعامات ان پر گنائے گئے۔ اور کہا

۱۳۳: اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ (اس نے امداد کے طور پر چوپائے اور اولاد عنایت کی) بنین وانعام کو ایک صف میں رکھا کیونکہ وہ اپنے بچوں کو جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کیلئے مقرر کرتے ہیں۔

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ

بیشک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں

مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ

میں سے نہ بنو، اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی عادت ہے اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں، سو ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا

فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب

الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷ ۱۱

عزیز ہے رحیم ہے۔

۱۳۴، ۱۳۵: وَجَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (اور باغات اور چشمے مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) اگر تم نے میری نافرمانی کی۔

قوم کا جواب:

۱۳۶: قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ (کہنے لگے ہمارے حق میں برابر ہے۔ کہ آیا تم وعظ کرو یا نہ وعظ کہو!) ہم تیرے کلام کو قبول نہیں کرتے اور تیری دعوت نہیں مانتے خواہ وعظ کر یا خاموش رہو یہاں ام لم تعظ نہیں کہا تا کہ آیات کے اواخر ایک جیسے ہو جائیں۔

تعمیر و تخریب تو پہلے سے چلتی رہی ہے:

۱۳۷، ۱۳۸: اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ (یہ تو پہلے لوگوں کی عادت ہی ہے) یعنی ہم جس زندگی میں رہ رہے ہیں۔ اس میں موت وحیات وتعمیر وتخریب یہ آباء اولین کی عادت چلی آ رہی ہے۔ نمبر۲۔ جس پر ہم ہیں یہ دین اباء اولین ہے۔ اِلَّا خَلُقُ الْاَوَّلِیْنَ یہ مکی بصری، یزید وعلی نے پڑھا یہ جو کچھ تو لایا ہے یہ پہلے لوگوں کی گھڑنت ہے۔ اور دعوی نبوت کرنے والوں کا کذب ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اساطیر الاولین [الانعام:۲۵] نمبر۲۔ ہماری پیدائش پہلے لوگوں کی پیدائش کی طرح ہے ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ (اور ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا۔) دنیا میں اور بعث وحساب کا تو وجود ہی نہیں ہے۔

تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳۹: فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے ہود کو جھٹلا دیا) فَاَهْلَكْنٰهُمْ (پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) تیز وتند ہوا کے ذریعہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، جبکہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں

اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

امانت دار ہوں، سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ

ذمہ ہے، یہاں جو کچھ ہے کیا تمہیں اسی میں امن وامان کے ساتھ چھوڑے رکھا جائے گا باغیچوں میں اور چشموں میں اور کھیتیوں میں

وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾

اور کھجوروں میں جن کے گچھے گوندھے ہوئے ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے ہو اتراتے ہوئے، سوتم اللہ سے ڈرو میری فرماں برداری کرو،

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشان قدرت ہے اور ان میں سے اکثریت ایمان نہ لانے والی تھی)

قوم ثمود کا تذکرہ:

۱۴۰ تا ۱۴۶: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَا الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ۔

صالح علیہ السلام کی تقریر:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَتُتْرَكُوْنَ (اور بیشک آپ کا رب زبردست نہایت مہربان ہے قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر بس رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تمہیں چھوڑا جائے گا)۔ یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو ان نعمتوں میں ہمیشہ چھوڑا نہ جائے گا کہ ان میں رہیں۔ فِيْ مَا هٰهُنَآ (یعنی اس مقام پر نعمتیں موجود ہیں)۔ اٰمِنِيْنَ (عذاب سے مامون) اور زوال وموت سے محفوظ۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۴۷: فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (باغات اور چشموں میں) یہ بھی اجمال ہے پھر تفصیل ہے۔

۱۴۸: وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ (اور کھیتیاں اور کھجوریں) نخل کا عطف جنات پر ہے حالانکہ باغات میں ہی کھجوریں ہوتی ہیں تاکہ کھجور کی تمام درختوں پر برتری ثابت ہو جائے۔ طَلْعُهَا (ان کے گابھے، گچھے) یہ کھجور سے تلوار کے پھل کی طرح نکلنے والا حصہ هَضِيْمٌ (گوندھے ہوئے ہیں) نرم پکے ہوئے گویا اس طرح فرمایا کھجوریں کہ جن کا پھل پک چکا۔

۱۴۹: وَتَنْحِتُوْنَ (اور تم تراشتے ہو) سوراخ کر کے بناتے ہو مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (پہاڑوں سے اتراتے ہوئے مکانات

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا

اور ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے، انہوں نے جواب دیا

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾

کہ بس تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہو، تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے سو تو کوئی نشانی لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے،

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

صالح علیہ السلام نے کہا کہ یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کی باری ہے اور ایک مقررہ دن میں پینے کی تمہاری باری ہے، اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا، سو ان لوگوں نے اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر پشیمان ہوئے سو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸ ۱۹ ۱۲

ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

بناتے ہو)۔

قراءت: شامی، کوفی نے فارھین پڑھا اور مہارت معنی کیا اور اس کو حال قرار دیا۔ دیگر قراء نے فَرِهِيْنَ پڑھا۔ اتراتے ہوئے اَلْفُرَاهَة (چالاکی، سمجھداری)۔

۱۵۰،۱۵۱: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو)۔ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ (اور حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو) المسرفین سے کفار مراد ہیں۔ یا نمبر ۲۔ وہ نو آدمی مراد ہیں۔ جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تھی۔ امر کو مجاز حکمی کے طور پر مطاع قرار دیا۔ اور مراد اس سے امر ہے یہ انبت الربیع البقل کی طرح ہے۔

۱۵۲: اَلَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (وہ لوگ جو زمین میں فساد کیا کرتے ہیں) ظلم و کفر اختیار کر کے وَلَا يُصْلِحُوْنَ (وہ اصلاح نہیں کرتے) ایمان و عدل کے ذریعہ مطلب یہ ہے ان کا فساد قطعی ہے اس کے ساتھ صلاح کا نشان تک نہیں جیسا کہ مفسرین کا حال کچھ صلاح کے ساتھ ملا جلا ہوتا۔

قوم کا جواب:

۱۵۳: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (کہنے لگے بیشک تمہیں تو جادو کر دیا گیا) المسحر (جو سحر کی وجہ سے مغلوب العقل ہو جائے)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ السحر سے ہے یعنی بہلایا ہوا ہے اور کھاتا پیتا انسان ہے فرشتہ نہیں (قول ابن عباسؓ)۔

۱۵۴: مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (تُو تو ہم جیسا انسان ہے پس تو ایک نشانی لے کر آ اگر تو سچا

ہے)اپنے دعویٰ رسالت ونبوت میں۔

۱۵۵: قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ (اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے اس کے لئے پانی کا حصہ مقرر ہے) شرب سے مراد پانی کا حصہ ہے کہ وہ اس کے پانی پینے میں مزاحم نہ بنیں۔ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (اور تمہارے لئے مقررہ دن کا پینا ہے) وہ مزاحمت نہ کرے گی۔

روایت میں ہے انہوں نے کہا ہم تو دس ماہ کی گابھن اونٹنی چاہتے ہیں جو اس چٹان سے نکلے اور ایک نر بچہ جنے صالح علیہ السلام سوچ وبچار کرنے لگے جبرئیل علیہ السلام نے کہا دو رکعت نماز ادا کرو اور اپنے رب سے اونٹنی کے متعلق سوال کرو انہوں نے اسی طرح کیا اونٹنی نکلی اور اپنے جیسا قوی ہیکل بچہ جنا۔ جس پہاڑ سے اونٹنی نکلی تھی نکلنے کا مقام ستّر ہاتھ تھا۔ جب اونٹنی کے پانی پینے کا دن ہوتا تو یہ تمام پانی پی جاتی جب ان کے جانوروں کی باری ہوتی بالکل پانی نہ پیتی۔

اونٹنی کو حکومت دو:

مَسْئَلَه :اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باری مقرر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ لها شرب ولكم شرب يوم معلوم یہ باری ہی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۵۶: وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا) مار پٹائی یا کونچیں کاٹنا یا اور اسی قسم کی ایذاء فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (ورنہ تم کو یوم عظیم کا عذاب آ پکڑے گا) عظیم اس لئے کہا کیونکہ اس میں عذاب اترا۔ عذاب کی صفت لانے کی بجائے زیادہ بلیغ یہ ہے کہ یوم کی صفت لائی جائے اس لئے کہ جب وقت اس کی وجہ سے سخت ومشکل ہو جائے گا تو اس کا واقع ہونا عذاب کے بڑے ہونے سے بڑھ کر ہوگا۔

حکم کی خلاف ورزی:

۱۵۷: فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں) قدار کونچیں کاٹنے والا تھا لیکن وہ تمام اس پر راضی تھے اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی گئی۔

روایت میں ہے کہ اس کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا میں اس کی کونچیں اس وقت کاٹوں گا جب تم اس پر راضی ہو گے چنانچہ وہ پردہ نشین عورتوں کے پاس جا کر پوچھتے کیا تم اس پر راضی ہو؟ وہ کہتی جی ہاں اسی طرح بچوں سے بھی رضا مندی لی گئی۔ فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (وہ پشیمان ہوئے) اس کی کونچیں کاٹنے پر۔ کیونکہ ان کو نزول عذاب کا خطرہ محسوس ہوا یہ شرمندگی توبہ کی بناء پر نہ تھی۔ نمبر۲۔ یہ اس وقت شرمندہ ہوئے جب شرمندگی کوئی کام نہ دے سکتی تھی اور یہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھنے کا وقت ہے۔ نمبر۳۔ وہ شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے اس کے بچے کو کیوں چھوڑ دیا۔

سزا کا تسلط:

۱۵۸: فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ (پس ان کو عذاب نے آ پکڑا) جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، میں بلاشبہ تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

اللہ کا رسول ہوں امانت دار ہوں، سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تمام دنیا جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے

رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

بیبیاں پیدا فرمائیں ہیں ان کو چھوڑتے ہو، بلکہ تم حد سے آگے بڑھ جانے والے لوگ ہو، ان لوگوں نے کہا کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جانے والے

الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

لوگوں میں شامل ہوجاؤ گے، لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام سے بغض رکھنے والوں میں سے ہوں، اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دیجئے

مُؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

۱۵۹: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (بیشک آپ کا رب ہی غالب اور بڑا مہربان ہے)۔

قوم لوط کا تذکرہ:

۱۶۰: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا)۔

۱۶۱: اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جب ان کو ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے ہو)۔

۱۶۲: اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۶۳: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۶۴: وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو فقط رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

۱۶۵: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (کیا تم تمام جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو)۔ العالمین سے یہاں مراد لوگ ہیں یعنی کیا تم مردوں سے فعل بد کرتے ہو حالانکہ عورتیں کثرت سے موجود ہیں۔ نمبر۲۔ کیا تم ہی صرف لوگوں میں سے ایسے ہو جو مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ یہ بے حیائی تمہاری خصوصیت ہے۔ اس صورت میں العالمین سے مراد ہر وہ حیوان جو نکاح کرتا ہے وہ مراد ہے۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا

سو ہم نے لوط کو اور اس کے تمام گھر والوں کو نجات دیدی سوائے ایک بڑھیا کے، وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی، پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾

ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسادی سو کیا ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی جن کو ڈرایا گیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع ۹ ۱۳

اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

۱۶۶: وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ (اور ان کو چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں)۔

نحو: مِنْ ماخلق کی وضاحت کر رہا ہے۔

نمبر۲۔ مِنْ تبعیضیہ ہے مراد عورتوں کا عضو مباح ہے اور اپنی عورتوں سے بھی لواطت کرتے تھے۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ لواطت بیوی سے بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح مملوکہ لونڈیوں سے بھی۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں اجازت دی ہے انہوں نے بہت بڑے گناہ و غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ (بلکہ تم تو حد سے نکل جانے والے لوگ ہو)۔ العادی جو اپنے ظلم میں تعدی کرنے والے ہو اور اس میں حد سے تجاوز کرنیوالا ہو یعنی بلکہ تم لوگ تو اس بات کے مستحق ہو کہ تمہاری صفت عدوان سے کی جائے۔ اس لئے کہ تم اس قسم کی بدترین حرکت کر رہے ہو۔

قوم کا جواب:

۱۶۷: قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ (کہنے لگے اگر تو اے لوط باز نہ آیا) ہمارے اوپر تنقید کرنے اور ہمارے فعل کی مذمت کرنے سے۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (تو تمہیں نکال باہر کیا جائے گا) تمہیں ان لوگوں میں سے کر دیں گے جن کو ہم نے جلاوطن کر دیا اور اپنے درمیان سے نکال دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کو نکالتے تو وہ انتہائی بدحالی کی حالت میں نکالتے تھے۔

ان کی حرکت پر شدید نفرت:

۱۶۸: قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ (اس نے کہا بیشک میں تمہارے عمل کا سخت دشمن ہوں)۔ القالین کہنا قالٍ کہنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ جیسا کہتے ہیں فلان من العلماء یہ فلانٌ عالمٌ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں تم گواہی دے رہے ہو کہ وہ تمام علم میں حصہ دار ہیں۔ القلی شدید بغض کو کہا جاتا ہے۔ جو دل و جگر بھون ڈالے۔

مسئلہ: اس میں لواطت کا عظیم گناہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ کا بغض دین ہی کی وجہ سے تھا۔

۱۶۹: رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ (اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔ نجات عنایت

فرما)۔ان کے اعمال کی سزا سے۔

۱۷۰: فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (پس ہم نے اس کو اور ان کے تمام اہل کو نجات دی) اھل سے مراد یہاں ان کی اولاد بیٹیاں اور ان کے پیروکار مؤمن مراد ہیں۔

۱۷۱: اِلَّا عَجُوْزًا (مگر ایک بڑھیا) وہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ وہ اس فعل پر راضی تھی اور معصیت پر رضامندی اختیار کرنے والا گناہ گار کے حکم میں ہے۔

ازالہ: پس اہل میں سے کافرہ کا استثناء جبکہ باقی تمام مؤمن تھے اس بناء پر درست ہے کیونکہ اہل کے لفظ میں وہ شریک تھی اگرچہ ایمان میں شریک حال نہ تھی۔ فِي الْغٰبِرِيْنَ (پیچھے رہنے والوں میں سے) یہ عجوزًا کی صفت ہے یعنی وہ عذاب سے نہ بچ سکی۔ الغار لغت میں باقی کو کہا جاتا ہے۔

گویا کہ کہا گیا الا عجوزا غابرہ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہنے والی تھی ای مقدرًا غبورھا ۔اس کا پیچھے رہنا طے ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ باقی رہنا ان کی نجات کے وقت اس کی صفت وحالت نہ تھی۔ (بلکہ وہ ہلاک ہو چکی تھی)

قوم کی ہلاکت:

۱۷۲: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے پچھلوں کو تہس نہس کر دیا)۔ یہاں تدمیر سے مراد ان کا پلٹ دیا جانا ہے۔

۱۷۳: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ: قوم کے منتشر لوگوں پر آسمانوں سے پتھر برسائے اور ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ فقط پلٹ دینے پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش کی۔ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (کیا بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا)۔

نحو: ساء کا فاعل مطر المنذرین ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ مطرھم ہے المنذرین سے معینہ لوگ مراد نہیں بلکہ جنس کفار مراد ہیں۔

۱۷۴: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)۔

۱۷۵: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ

ایکہ والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بے شک میں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

تمہارے لئے رسول امین ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میرا

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا

ثواب تو بس رب العالمین ہی کے ذمہ ہے، تم پورا ناپا کرو،اور نقصان میں ڈالنے والے مت بنو، اور

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

ٹھیک طرح سے وزن کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دیا کرو،اور زمین میں فساد کرنے والے

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ

نہ بنو، اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا فرمایا، ان لوگوں نے کہا کہ بات یہی ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر

الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾

جادو کر دیا گیا ہو، اور تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے اور بے شک ہم تجھے جھوٹوں ہی میں سے خیال کرتے ہیں،

قوم شعیب علیہ السلام:

۱۷۶: كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (اصحابِ ایکہ نے جھٹلایا) الایکۃ یہ ہمزہ اور جر کے ساتھ درختوں کی گھنی جھاڑی۔

قول خلیل رحمۃ اللہ علیہ:

لَئیْکَۃ وحجازی وشامی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے اور سورۂ صٓ میں اسی طرح ہے اس صورت میں یہ ایک شہر کا نام ہے ایک قول یہ ہے اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہیں۔ جب وادیاں ان پر تنگ ہوگئیں تو گھنے جنگل میں انہوں نے ڈیرے ڈال لیے۔

قولِ فیصل:

مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ اصحاب مدین سے الگ لوگ ہیں۔ باہر جنگل میں ایک نامی درختوں کے جھنڈ میں مقیم تھے اور ان کے اکثر درخت گوگل کے تھے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ یہاں اَخوھم شعیب نہیں کہا کیونکہ ان سے آپ کا نسبی رشتہ نہ تھا۔ آپ نسباً

اہل مدین میں سے تھے حدیث میں فرمایا گیا شعیب اہل مدین کے بھائی ان کی طرف مبعوث ہوئے اور اصحابِ اَیکہ کیلئے المرسلین کا لفظ ذکر فرمایا۔

۱۷۷: اِذْقَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جبکہ ان کو شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے)۔

وعظ شعیب علیہ السلام:

۱۷۸: اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۷۹: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۸۰: وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

خیانت کا مرض:

۱۸۱: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ (تم ماپ پورا دو اور کمی نہ کرو)۔ اوفوا یہاں تمام کے معنی میں ہے المخسرین کا مطلب یہ ہے لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو۔ ماپ پورا کر کے دینے کا حکم ہے کمی ممنوع ہے اور ان کو دینے کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی گئی۔

مَنِيْنَتَلَهٗ: زائد سے خاموشی یہ اس کے مستحسن ہونے کی دلیل ہے اگر نہ کرے تو گناہ نہ ہوگا۔

۱۸۲: وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (تم صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو)۔

قراءت: قِسطاس قاف کے کسرہ سے کوفی قراء سوائے ابوبکر کے پڑھتے ہیں اس کا معنی میزان ہے۔ نمبر۲۔ اور اگر یہ القسط سے لیا جائے تو وہ عدل کو کہتے ہیں۔ عین کلمہ دوبارہ لایا گیا پس اس کا وزن فعلاس بنے گا۔ ورنہ یہ رباعی ہے۔ نمبر۳۔ وزن' کنڈا۔

۱۸۳: وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ (اور لوگوں کو ان کی چیز کم نہ کیا کرو)۔ کہا جاتا ہے بخسته حقه جب وہ اس کا حق کم کر دے۔

اَشْيَآءَهُمْ (ان کی اشیاء) دراہم دنانیر کی اطراف کاٹ لینا۔ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) ان اشیاء کے بگاڑ میں مبالغہ مت کرو اور اس کی مثال ڈاکہ زنی، لوٹ مار، کھیتوں کو نقصان پہنچانے، ان کا یہ معمول تھا۔ اسی لئے ان کو اس سے روکا گیا کہا جاتا ہے عثا فی الارض جب کہ وہ اس میں بگاڑ پیدا کرے عَثِیَ میں ایک لغت یہ بھی ہے۔

۱۸۴: وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ (اور اس ذات سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو) الجبلۃ کا عطف کم پر ہے۔ ای اتقوا الذی خلقکم و خلق الجبلة تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔ الْاَوَّلِيْنَ پہلی یعنی گزشتہ۔

۱۸۵: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (کہنے لگے تمہیں تو جادو کر دیا گیا ہے)۔

۱۸۶: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (اور تُو تو ہم جیسا انسان ہے)

نکتہ: یہاں واؤ کو داخل اس لئے کیا تا کہ دو معنے دے اور وہ دونوں ان کے ہاں رسالت کے منافی تھے۔ نمبر۱۔ التسحیر۔ نمبر۲۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

سو اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے، شعیب نے کہا کہ تم جو کام کرتے ہو انہیں میرا رب خوب جانتا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا ان لوگوں کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا، بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۰ ۱۶ ۱۴

بڑی عبرت ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

البشریت۔ قصہ ثمود علیہ السلام میں ایک کو چھوڑنا اس وجہ سے ہے تاکہ ایک معنی کا فائدہ دے اور وہ ان کا جادوزدہ ہونا ہے پھر ان جیسا انسان ہونے کا اقرار کیا۔ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اور ہم بلاشبہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں) یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اِن نافیہ اور اس کے مابین فرق کیلئے لام کو یہاں داخل کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں فعل ظن پر بھی الگ الگ داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دونوں میں سے دوسرے مفعول پر بھی کیونکہ دونوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مبتدأ و خبر سے جدا ہو جائیں جیسے کہتے ہیں۔ ان زیدًا لمنطلق جب کان اور ظننت دونوں مبتدأ اور خبر کی جنس سے تھے۔ اس لئے دونوں موقعوں پر ان لایا جاتا ہے ان کان زیدٌ لمنطلقا اور ان ظننتهٗ لمنطلقا۔

۱۸۷: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا (پس تو ہم پر ایک بادل کا ٹکڑا گرا دے)

قراءت: كِسْفًا یہ حمزہ، کسائی، ابن کثیر، دیگر تمام قراء کی قرات ہے جبکہ حفص نے كِسَفًا پڑھا ہے اور یہ دونوں كِسْفَةٍ کی جمعیں ہیں اور وہ ٹکڑے کو کہتے ہیں كَسَفَهٗ کا معنی قَطَعَهٗ ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) یعنی بادل نمبر ۲۔ سائبان اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچوں میں سے ہے) اگر تو نبوت کا دعویٰ کرنے میں سچا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے یعنی آسمان کا ٹکڑا بطور سزا و عذاب گرا دے۔

۱۸۸: قَالَ رَبِّيْٓ (اس نے کہا اے میرے رب)

قراءت: حجازی نے رَبِّی پڑھا ہے اور دیگر قراء اور ابوعمرو نے رَبِیْ سکون سے پڑھا ہے۔

اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے اور جس سے تم عذاب کے مستحق بنتے ہو۔ اگر آسمان کا ٹکڑا گرا کر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے اور اگر وہ اور کوئی سزا دینا چاہے تو وہ اس کی مرضی اور اس کے حکم پر موقوف ہے۔

یوم ظلہ کا عذاب:

۱۸۹: فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (پس انہوں نے جھٹلا دیا اس لئے یوم ظلہ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا) ظُلَّة وہ ایک

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ

اور بلاشبہ یہ رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اس کو آپ کے قلب پر امانت دار فرشتہ لیکر نازل ہوا، تا کہ آپ واضح طور پر ڈرانے والوں میں سے

الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً

ہو جائیں، واضح عربی زبان میں ہے، اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے، کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے

اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ

کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا

مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى

تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو مجرمین کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ

کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، سو وہ ان کے پاس اچانک آ جائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی، پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت

مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

مل سکتی ہے، کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں اے مخاطب ذرا یہ بتا کہ اگر ہم انہیں چند سال عیش میں رہنے دیں

بادل تھا جس نے ہوا کی بندش کے بعد ان پر سایہ کر لیا ان کو سات روز تک گرمی کی حرارت سے عذاب دیا گیا چنانچہ وہ گرمی سے پناہ لینے کیلئے اس بادل کے نیچے پناہ گزیں ہوئے۔ اس پر آگ برسنے لگی جس سے تمام جل گئے اِنَّهٗ كَانَ عذاب يوم عظيم (بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا)۔

۱۹۰: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بلاشبہ اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

سورت ایک بلیغ وعظ:

۱۹۱: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔ اس سورت کے ہر واقعہ کے اول اور آخر میں کچھ مضامین بار بار دہرائے گے ہیں تا کہ ان کا مقصد دلوں میں خوب بیٹھ جائے۔ تا کہ یہ سورت ایک بلیغ وعظ اور زجر کا کام دے۔ کیونکہ ہر واقعہ اس طرح ہے جیسا کہ نئے سرے سے نازل ہوا ہو اور اس میں اسی طرح عبرتیں ہیں جیسے دوسرے واقعات میں۔ اسی لئے مناسب تھا کہ ہر واقعہ کا اختتام وابتداء ایک انداز سے ہونا چاہئے۔

۱۹۲: وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ) یعنی قرآن لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (وہ البتہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے) اس کی طرف

سے اتارگیا ہے۔

۱۹۳: نَزَلَ بِهِ (اس کو لے کر اترا) الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (روح الامین) یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

نحو: فعل نزل ہے اس کا فاعل الروح الامین ہے۔ الامین اس لئے کہ وہ وحی کا امین ہے جس میں زندگی ہے۔

قراءت: حجازی، ابوعمرو، زید، حفص وغیرہ نے تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید سے اور الروح کا نصب پڑھا اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی جعل الله الروح نازلا به۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو مقرر کیا اس حال میں کہ وہ اس کو لے کر اترنے والا ہے باء دونوں قراءتوں میں تعدیہ کیلئے ہے۔

۱۹۴: عَلٰى قَلْبِكَ (آپ کے دل پر) یعنی آپ کے حافظہ اور فہم پر اور اس کو آپ کے دل میں اس طرح پختہ کر دیا جو بالکل نہ بولنے پائے جیسا کہ ارشاد فرمایا سنقرئك فلا تنسٰى [الاعلیٰ:۶] لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔

عربی زبان میں اتارنے کا بیان:

۱۹۵: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ (عربی زبان میں) لغت قریش و جرھم میں مُّبِيْنٍ (واضح) اس میں ایسی وضاحت ہے کہ عام لوگوں کی زبان میں جو نقائص ہیں، یہ ان سے پاک ہے۔

نحو: باء نمبرا۔ یہ منذرین سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے لتكون من الذين انذر وا بهذا اللسان اور وہ ہود، صالح، شعیب واسماعیل علیہم السلام ہیں۔ نمبر۲۔ نزل سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے نزل بلسان عربی لتنذربه لانه لونزله بلسان اعجمی لتجافوا عنه اصلاً ولقاموا مانصنع بما لا نفهمه فيتعذر الانذار به اس کو عربی زبان میں اتارا تاکہ آپ سکے ذریعہ ڈرائیں کیونکہ اگر اس کو عجمی زبان میں اتارتے تو یہ اس سے بالکل دوری اختیار کرتے اور ضرور کہتے ہم اس کو کیا کریں جس کو ہم سمجھتے ہی نہیں پس انذار ناممکن ہو جاتا۔

نکتہ: وجہ ثانی کہ اس کا اتارا جانا عربی زبان میں ہے جو آپ کی قوم اور آپ کی مادری زبان ہے اس کو آپ کے دل پر اتارا گیا ہے کیونکہ تم اس کو سمجھتے ہو اور اپنی قوم کو سمجھا سکتے ہو۔ اگر عجمی زبان میں ہوتا تو آپ کے کانوں پر اتارا جاتا نہ کہ دل پر اس حالت میں آپ حروف کی گھنٹیاں تو سنتے مگر ان کے معانی نہ سمجھتے۔ اور نہ محفوظ کرتے بسا اوقات آدمی کئی لغات کو جانتا ہے جب اس سے مادری زبان میں گفتگو کی جائے اس وقت اس کا دل فوراً معانی کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اور زبان میں بات کی جائے تو اس کی نگاہ اولاً الفاظ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور پھر معانی کی طرف خواہ اس کی کتنی مہارت رکھتا ہو۔ یہی معنی ہے کہ قرآن آپ کے دل پر اترا ہے کیونکہ وہ عربی زبان میں ہے۔

۱۹۶: وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ) قرآن لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (البتہ پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی اس کا تذکرہ تمام آسمانی صحائف میں ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کے معانی ان صحائف میں پائے جاتے ہیں

استدلالِ مفسر:

اس میں دلیل ہے کہ قرآن کا غیر عربی میں ترجمہ کیا ہوا بھی قرآن ہے اس کو غیر عربی زبان (فارسی وغیرہ) میں جوازِ قراءت کا ثبوت قرار دیا ہے (مگر یہ قول مرجوح ہے انظر شروح الہدایہ)

۱۹۷: اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً (کیا ان کے لئے دلیل کافی نہیں)

نحو وقراءت:

شامی نے تکن پڑھا ہے۔ آیت کان کا اسم اور ان یعلمه کان کی خبر ہے۔ ای القرآن موجود ذکره فی التوراة اس قرآن کو وہ جانتے ہیں کیونکہ اس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ نمبر۲۔ ایک قول تکن میں ضمیر قصہ ہے اور آیۃ خبر مقدم ان یعلمہ مبتدأ اور یہ جملہ کان کی خبر ہے۔

نمبر۳۔ قول آخر کان تامہ ہے اور آیۃ فاعل ہے اور ان یعلمہٗ ایۃً سے بدل ہے یا مبتدأ محذوف ہے یعنی: اَوَ لم تحصل لهم آیة کیا تم کو ان کی کوئی نشانی نہیں ملی اور دیگر قراء کے نزدیک یکن مذکر ہے اور ایۃً منصوب ہے اس طرح کہ یہ اس کی خبر ہے اور اَنْ یَّعْلَمَهٗ اس کا اسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: او لم یکن لهم علم علماء بنی اسرائیل ایةً کیا نہیں ہے ان کے لئے علمائے بنی اسرائیل کا علم ایک نشانی۔

عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یُلَ علمائے بنی اسرائیل جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا۔ وَاِذا یتلی علیهم قالوا اٰمنَّا بهٖ اِنَّهُ الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین [القصص:۵۳]

رسم خط: مصحف میں علمؤا واؤ ما قبل الف سے لکھا گیا ہے۔

عجمی واعجمی کا فرق:

۱۹۸: وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ (اور اگر ہم اس کو اتارتے بعض عجمیوں پر) اعجمین یہ اعجم کی جمع ہے اور وہ غیر فصیح کو کہا جاتا ہے اسی طرح عجمی بھی البتہ اضافتِ یاء کی وجہ سے تاکید زائد ہے۔ جب کوئی اہل عرب سے ان کی زبان کے علاوہ دیگر زبان میں بات کرتا تو وہ اس کی بات نہ سمجھتے اور اس کو کہتے اعجم واعجمی اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دیتے جو نہ فصیح ہو اور نہ کھول کر وضاحت کر سکتا ہو۔ والعجمی جو غیر عربی ہو خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

قراءت حسن رحمۃ اللہ علیہ: الاعجمیین ایک قول یہ بھی ہے الاعجمین تخفیف کے ساتھ الاعجمیین تشدید کے ساتھ اسی طرح ہے جیسا کہ الا شعرون والاشعریُّوْن یائے نسبت کو حذف کر دیا اور اسی طرح نہ مانیں تو یہ جمع سالم نہیں بن سکتا کیونکہ اس کی مؤنث عجماء ہے۔

عجمی پر اتارنے میں نہ مانتے:

۱۹۹: فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (پس وہ ان پر پڑھتا تو وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے) مطلب یہ ہے ہم نے قرآن مجید ایک فصیح عربی زبان والے پر فصیح زبان میں اتارا انہوں نے اس کو سمجھ تو لیا اور اس کی فصاحت کو بھی پہچان لیا اور اس کا معجز ہونا بھی ظاہر کیا گیا اور اس کے ساتھ علمائے اہل کتاب کا متفقہ بیان کہ اس کے اتارے جانے کی بشارت تورات میں موجود ہے بھی ملا دیا۔ اور قرآن ان کے مقاصد اور قصص کو شامل ہے۔

اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے قریش کے خیالات کے مطابق اساطیر الاولین نہیں۔ مگر قریش ایمان نہ لائے اور اس کا نام کبھی شعر رکھا اور کبھی اس کو سحر قرار دیا اور کہنے لگے یہ محمد ﷺ خود گھڑ کر لاتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر اتار دیتے جو عربی خوب طرح نہ جانتا چہ جائیکہ اس جیسا کلام بنا سکے۔ اور وہ بھی ان کے سامنے معجزانہ طور پر اس کو پڑھتا تو پھر بھی یہ اس کا انکار کر دیتے جیسا کہ اب کر رہے ہیں۔ یہ اپنے انکار کیلئے کوئی عذر لنگ تلاش کر لیتے اور اس کو سحر قرار دیتے۔

۲۰۰: كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ (اسی طرح ہم نے اس کو داخل کر دیا) یعنی تکذیب کو داخل کر دیا یا کفر کو یہ ما کانوا بہ مؤمنین کا مدلول ہے۔ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (مجرمین کے قلوب میں) المجرمین سے مراد وہ کفار ہیں جن کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے اور ان کی طرف سے اصرار کفر ہی ظاہر ہوگا۔ مطلب یہ ہے مثل هذا السلك سلكناه فی قلوبهم وقررنا فيها فكيف ما فعل بهم و على اى وجه دبر امرهم فلا سبيل الى ان يتغيروا عمّا هم عليه من الكفر به والتكذيب له اس داخل کرنے کی طرح ہم نے تکذیب کو ان کے دلوں میں داخل کر دیا۔ اور دلوں میں پختہ کر دیا ان کے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے اور جو تدبیر ان کو سمجھانے کی اختیار کی جائے۔ وہ اپنی بات سے بدلنے والے نہیں وہ کفر و تکذیب پر برقرار رہیں گے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولو نزلنا عليك كتابًا فی قرطاس فلمسوه بايديهم لقال الذين كفروا ان هذا الا سحر مبين [الانعام:۷]

مَسْئَلَة: یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کہ افعال خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قریش انکار پر قائم رہیں گے:

۲۰۱: لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (وہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے) سلكناه فی قلوب المجرمين کے بعد لا يؤمنون به کو لا کر گویا وضاحت کر دی اور ماقبل کا خلاصہ بیان کر دیا کیونکہ یہ آیات آپ کی ثابت قدمی کیلئے اتاری گئیں کیونکہ آپ کی تکذیب کی گئی اور انکار کیا گیا تو آخر میں اسی بات کو پختہ کرنے کیلئے یہ کلام لائے کہ وہ تکذیب کو ترک نہ کریں گے اور انکار کی شدت پر قائم رہیں گے جب تک کہ وعید کو دیکھ نہ لیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ جملہ حال بن جائے تقدیر ہوگی سلكناه فيها غير مؤمن به ہم نے اس تکذیب کو ان کے دلوں میں چلا دیا اس حال میں کہ وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں) اس سے مراد معاینۂ عذاب ہے جو ان کو موت کے وقت پیش آئے گا۔ اس وقت

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

پھر جس کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش ان کو کیا فائدہ دے سکتا ہے، اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک

ع ۹ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾

کی ہیں ان سب میں نصیحت کے طور پر ڈرانے والے تھے، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں، اور اس قرآن کو شیاطین لیکر نہیں اترے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔

ایمان پاس ہوگا جو نفع بخش نہ ہوگا۔

۲۰۲: فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً (پس وہ عذاب ان پر اچانک آ جائے گا)۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کی آمد کا شعور بھی نہ ہوگا)۔

۲۰۳: فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (اس وقت وہ کہہ اٹھیں گے کاش ہمیں مہلت دے دی جائے)۔

نحو: فیقولوا اور فیأتیھم دونوں کا عطف یَرَوْا پر ہے۔ منظرون کا مطلب یہ ہے کہ پلک جھپک کیلئے مہلت کے طالب ہونگے مگر ان کی بات مانی نہ جائے گی۔

۲۰۴: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں) اس میں ان کو توبیخ ہے اور ان کی بات کا انکار کیا گیا ہے جو انہوں نے کہی۔ فَاَمْطِرْ علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم ۔[الانفال:۳۲] اور اسی طرح دیگر آیات۔

بڑا غافل، یحییٰ بن معاذ کا قول:

لوگوں میں سب سے بڑا غافل وہ ہے جو اپنی زندگی پر مغرور ہے اور اپنی مالوفات سے اس کو سکون ملتا اور اپنے مراد پا لینے سے لذت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۲۰۵: اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (بھلا دیکھو تو! ہم ان کو برسہا برس تک مزے اڑانے دیں)۔ ایک قول یہ ہے یہ مدت دنیا کے سال ہیں۔

۲۰۶: ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (پھر ان کے پاس وہ آ چکا جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا) یعنی عذاب۔

عذاب آنے پر طویل عمر کا فائدہ نہ ہوگا:

۲۰۷: مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (ان کا یہ نفع اٹھانا ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا) ما کانوا یمتعون بہ فی تلك السنین جن چیزوں سے وہ ان سالوں میں تمتع کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے وہ جلدی عذاب تو اس وجہ سے مانگتے ہیں کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ عذاب واقع نہ ہوگا اور نہ ان کو پہنچے گا اور وہ طویل عمریں سلامتی و امن سے گزارتے رہیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔افبعذا بنا یستعجلون (کیاوہ ہمارے عذاب کے جلد پہنچنے کے خواستگار ہیں)استہزاء وتمسخر کے طور پراور لمبی امیدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے پھر بطور فرض والتسلیم فرمایا اگر مان بھی لیں کہ معاملہ ان کے اعتقاد کے مطابق بھی ہواور وہ طویل عمر پالیں اور متاع دنیا سے خوب تمتع حاصل بھی کرلیں۔پھر اگر ان کو وعید آن پہنچے تو پھر ان کی گزری طویل عمریں اور خوشحال زندگی کیا فائدہ پہنچا سکے گی۔

قول میمون بن مہران: ان کی ملاقات حسن سے طواف کے دوران ہوئی اور ان کے دل میں اُن کی ملاقات کی تمنا بھی تھی۔تو میمون نے کہا مجھے نصیحت فرمادیں حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی۔اس پر میمون نے کہا تو نے بڑا بلیغ وعظ کیا ہے۔عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ جب فیصلہ کیلئے بیٹھتے تو اس آیت کو تلاوت فرماتے۔

۲۰۸: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (اور جتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں ان میں ڈرانے والے آئے)منذرؔ سے رسل مراد ہیں جو ان کو ڈراتے رہے۔

نحو: یہاں الاؔ کے بعد والے جملہ پر واؤ داخل نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے وما اهلكنا من قرية اِلَّا وَلَهَا كتاب معلوم [الحجر:۴] کیونکہ اصل واؤ کا نہ ہونا ہے اسلئے کہ جملہ قریۃؔ کی صفت ہے جب کبھی واؤ لگاتے ہیں تو وہ صفت وموصوف کے اتصال کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے۔

۲۰۹: ذِكْرٰى (نصیحت کیلئے)۔

چھ تراکیب:

نحو: یہ منصوب ہے اور تذکرہ کے معنی میں ہے کیونکہ انذار اور ذکر قریب قریب ہیں۔گویا اس طرح فرمایا مذکرون تذکرة وہ یاددلانے والے ہیں یاددلانا۔

نمبر۲۔منذرون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے ینذرونهم ذوی تذکرة ۔ان کو نصیحت والے ڈراتے رہے۔

نمبر۳۔اس کا مفعول لہٗ ہے یعنی ینذرون لاجل التَّذکرةِ والموعظة وہ تذکرہ اور موعظہ کیلئے ڈراتے رہے۔

نمبر۴۔مرفوع ہے مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای هذه ذکری اور جملہ معترضہ ہے۔

نمبر۵۔یہ صفت ہے بمعنی منذرون ذوو ذکریٰ۔ڈرانے والے نصیحت والے۔

نمبر۶۔ذکریٰ یہ اهلکنا کے متعلق ہے اس کا مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے(وما اهلكنا من اهل قرية ظالمين الا بعد ما الزمنا هم الحجة بارسال المنذرٖين اليهم ليكون اهلاكهم تذكرة وعبرة لغيرهم فلا يعصوا مثل عصيانهم) اور ہم نے کسی بستی والوں کو ظلماً ہلاک نہیں کیا مگر اسی وقت جبکہ ان کی طرف ہم نے منذرین کو بھیج کر حجت تمام کردی تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کیلئے نصیحت وعبرت بن جائے اور وہ ان کی طرح نافرمانی نہ کریں۔وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (اور ہم ظلم کرنے والے نہ تھے) کہ غیر ظالم قوم کو ہلاک کرتے۔

۲۱۰: جب مشرکین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ شیاطین محمد (ﷺ) پر قرآن لاتے ہیں تو یہ آیت اتری۔وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

سو آپ اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکاریئے ورنہ سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

ڈرایئے، اور ان لوگوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آیئے جو اہل ایمان آپ کا اتباع کرنے والے ہیں، سو اگر یہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ

تو آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں، اور آپ عزت والے رحم والے پر توکل کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے

تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے

(اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترتے)۔

۲۱۱: وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (اور شیاطین کو ایسا کرنا جائز بھی نہیں اور وہ اس کی طاقت بھی نہیں رکھتے) اور ان کو یہ میسر بھی نہیں اور نہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہیں۔

۲۱۲: اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ (بیشک ان کو سننے سے) اس کے چرانے سے لَمَعْزُوْلُوْنَ (شہابوں کے ذریعہ روک دیا گیا)۔

۲۱۳: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔ کہیں تم بھی ان لوگوں میں ہو جاؤ جن کو عذاب دیا جائے گا۔) بطریق تعریض دوسروں کو تہدید کی گئی اور آپ ﷺ کو اور زیادہ اخلاص کی تحریک کی گئی ہے۔

اقرب کو خاص کرنے کی وجہ:

۲۱۴: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور آپ اپنے قریب ترین کنبہ والوں کو ڈرائیں۔) قریبی خاندان کو خاص کیا تاکہ آپ سے اس تہمت کی نفی کر دی جائے عموماً انسان اپنے قرابت والوں کے متعلق چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ نمبر ۲۔ تاکہ رشتہ داروں کو معلوم ہو کہ نجات آپ کی اتباع و پیروی میں ہے قرابت میں نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے صفا پر چڑھ کر اپنے اقرباء کو آواز دی! یا بنی عبد المطلب یا بنی ھاشم یا بنی عبد مناف۔ اے پیغمبر کے چچا عباس، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے کے کچھ کام نہ آؤں گا۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی)

تواضع کی مثال:

۲۱۵: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ (اور تو جھکا اپنے بازو کو) تواضع اختیار کرو اور نرم گوشہ اختیار کرو۔ اس کی اصل یہ ہے کہ پرندہ اترنا چاہتا

ہے تو بازو کو بند کر کے جھکا لیتا ہے اور جب اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو بلند کرتا ہے تو خفضِ جناح کو اترنے کے وقت تواضع کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا اور نرم پہلو کیلئے لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ان کے لئے جو تیرے پیروکار مؤمن ہیں) تمہارے خاندان میں سے ہوں یا غیر۔

۲۱۶: فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دیں میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں) مطلب یہ ہے تم اپنی قوم کو ڈراؤ۔ اگر وہ تمہاری اتباع اور اطاعت اختیار کرلیں تو ان کے لئے اپنے بازو کو جھکا دو۔ اور اگر وہ نافرمانی کریں اور اتباع نہ کریں تو ان سے بیزاری کا اظہار کریں اور ان کے اعمال شرکیہ سے بھی۔

۲۱۷: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (اور زبردست اور نہایت رحم والی ذات پر بھروسہ کریں) جو اپنی عزت وجلال سے تمہارے دشمنوں کو مقہور اور اپنی رحمت سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تیرے تمام نافرمانوں کے نشر کیلئے بھی وہ کافی ہے۔

توکل:

التوکل آدمی اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے جس کو ان کے معاملہ پر اقتدار حاصل ہو۔ اور اس کے نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہو۔ علماء کا قول: متوکل وہ ہے اگر اس کو سخت معاملہ پیش آئے تو وہ اس کو دور کرنے کیلئے اس چیز کو استعمال نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی ہو۔

قول جنیدؒ: توکل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاؤ اور اس کے ماسوا سے مکمل اعراض کرلو۔ دونوں جہاں میں تمہاری ضرورت اسی کی بارگاہ سے متعلق ہو۔

قراءت: فتوکل۔ مدنی اور شامی نے پڑھا اور فتقل پر اس کا عطف کیا یا فلا تدع پر عطف ہے۔

۲۱۸: الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ (جو تمہیں دیکھتا ہے جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں) تہجد ادا کرتے ہوئے۔

خصوصی رحمتیں:

۲۱۹: وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو بھی دیکھتا ہے) تقلبك سے قبل یری محذوف ہے) الساجدین سے نمازی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول پر رحمتوں کا اندازہ تو کرو کہ رات کے دوران جو کچھ آپ کرتے ہیں تاکہ ان کے جانے بغیر ان کے احوال آپ کو معلوم ہوں اور ان کی عبادت کا علم ہو سکے اور آخرت کیلئے ان کے اعمال معلوم ہو سکیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی تمہیں دیکھتے ہیں جب تم لوگوں کو جماعت کرانے کھڑے ہوتے ہو اور تقلب فی الساجدینؔ کا مطلب: اپنے قیام کو رکوع اور سجود وقعود سے امامت کے دوران ان میں تصرف وتبدیلی۔

قولِ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ کیا جماعت کی نماز کا ذکر قرآن مجید میں ہے آپ نے فرمایا مجھے مستحضر نہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں، جو کان لگا کر سنتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

اور اکثر ان میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور شاعروں کے پیچھے گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں

يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

حیران پھرا کرتے ہیں اور وہ لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ

اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا، اور مظلوم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

ع ۱۱ ۱۵

عبادت کی مشقت آسان کردی:

۲۲۰: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہ ہر بات کو سننے والا) جو تم کہتے ہو الْعَلِيْمُ (اور ہر بات کو جاننے والا ہے) جس کی تم نیت کرتے ہو اور جس پر عمل کرتے ہو۔ اس میں عبادات کی مشقتیں آپ پر آسان کردی۔ وہ اس طرح کہ آپ کو خبر دی کہ آپ ہماری نگاہ میں ہیں۔ اب اس پر کیا مشقت ہوگی جو یہ جانتا ہو کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کہا جائے **بعینی مایتحمل لمتحمّلون من اجلی** میری خاطر جو برداشت کرنے والے برداشت کرتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہے۔

۲۲۱: مشرکین کی بات کے جواب میں اتری کہ شیاطین محمد ﷺ پر القاء کرتے ہیں۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ (کیا میں تمہیں بتلاؤں) کیا اے مشرکو! میں تمہیں بتلاؤں۔ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ (کہ شیاطین کس شخص پر اترتے ہیں) پھر خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۲۲: تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ (وہ ہر کذاب پر اترتے ہیں)۔ اَثِيْمٍ (گناہ گار پر) گناہوں کے مرتکب اور وہ کاہن، متنبّی جیسے سطیح مسیلمہ وغیرہ۔ اور حضرت محمد ﷺ تو کذابین کی تردید و مذمت کرتے ہیں پس ان پر شیاطین کے نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۲۳: يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ (وہ ان کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں) وہ شیاطین ہیں۔ شیاطین رجم سے قبل ملأ اعلیٰ کی طرف کان لگاتے اور ان کی بعض باتوں کو اچک لیتے ہیں جس سے ان کو غیب کی کسی بات کی ان کو اطلاع ہو جاتی۔ پھر وہ اپنے دوست شیاطین کے کانوں میں ڈال دیتے۔

نحو: يلقون یہ حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے تنزل ملقين السمع نمبر ۲۔ كل افاك کی یہ صفت ہے کیونکہ یہ جمع کے معنی میں

ہے پس یہ محل جر میں ہوگا۔ نمبر۳۔ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا اس طرح فرمایا لم تنزل علی الافاکین؟ یہ افاکین پر نہیں اترا۔ پھر کہا گیا وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ (ان کی اکثریت جھوٹ بولتی ہے) اس میں جو کہ ان کی طرف خفیہ اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ان کو وہ بات سناتے ہیں جو انہوں نے سنی نہیں ہوتی (اس لئے اس کا جو چاہتے ہیں مطلب بنا لیتے ہیں)۔

ایک قول یہ ہے وہ اپنے اولیاء کے کانوں میں وہ بات ڈالتے ہیں جو کہ انہوں نے ملائکہ سے سنی ہوتی ہے۔ ایک اور قول افتراء پرداز اور جھوٹے شیاطین کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں۔ اور ان کے شیطانی اشارے وصول کرتے ہیں۔

قولِ دیگر:

شیاطین سے سنی ہوئی بات لوگوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں اور افتراء پرداز جھوٹے ہیں وہ شیاطین کے ذمہ وہ جھوٹی باتیں لگاتے ہیں جو شیاطین نے ان کو نہیں کہی ہوتیں۔

الافاك جو کثرت سے بہتان بازی کرے مگر یہ بات اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ افک کے علاوہ بات کرتے ہی نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ افتراء پرداز بہت سچ بولتے ہیں ان باتوں میں جو جنات سے وہ نقل کرتے ہیں اور ان کی اکثریت جنات پر افتراء باندھنے والی ہوتی ہے۔

قول حسنؒ: تمام متفری ہیں۔

جدا بیان کی حکمت:

لتنزيل رب العالمين اور **وما تنزلت به الشاطين** اور **هل انبئكم على من تنزل الشاطين** ان کو الگ الگ ذکر کیا حالانکہ یہ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں کیونکہ جب ان کے درمیان ایسی آیات سے فاصلہ کر دیا جو ان کے ساتھ مضمون میں نہیں ملتیں پھر بار بار ان کی طرف رجوع کیا تو اس سے یہ بات خود ثابت ہوئی کہ ان آیات کی طرف خصوصی توجہ ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب تم کوئی بات بیان کرو اور تمہارے دل میں کسی چیز کا خصوصی اہتمام ہو تو تم اس کا بار بار تذکرہ کرو گے اور اس بات کی طرف لوٹنا بالکل ترک نہ کرو گے۔

شعراء کے پیروکار گمراہ:

۲۲۴: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو شعر کہتے اور ادھر اپنی زبان سے یہ بڑ مارتے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسے محمد ﷺ کہتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے پیرو گمراہ قسم کے لوگ تھے جو ان کے اشعار سنتے۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (شعراء کی اتباع تو بے راہ لوگ چلتے ہیں)۔

نحو: **الشعراء** مبتداء اور **يتبعهم الغاون** اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شعراء کی اتباع ان کے باطل ان کے کذب پر کلام، اور اعراض کو پھاڑنے، انسانوں کی عیب جوئی کرنے، اور ان کی تعریف کرنے جو تعریف کے مستحق نہیں اور ہجو گوئی میں بے راہ رو

لوگ کرتے ہیں سفہاء اور خود پرست اس کو خوب قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ شیاطین اس کو پسند کرتے ہیں نمبر۳۔ مشرکین اس کو پسند کرتے ہیں۔

قولِ زجاج: جب کوئی شاعر مدح یا مذمت ناممکن چیز کی کرے اور اس کو لوگ پسند کر کے اس کی اتباع کریں تو وہ غاوٗن میں شامل ہیں۔

قراءت: یَتْبَعُهُم نافع نے پڑھا ہے۔

۲۲۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ (کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہر وادی میں) کلام کی وادی مراد ہے۔ یَّهِیْمُوْنَ (سرگرداں پھرتے ہیں)۔

نحو: یہ اَنَّ کی خبر ہے وہ کذب کے ہر فن میں فرماتے اور بات بناتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہر لغو و باطل میں گھسے پھرتے ہیں۔ الھائم جو بلا مقصد جدھر منہ آئے چل دے۔ یہ درحقیقت تمثیل ہے کہ وہ کلام کی ہر گھاٹی میں جاتے ہیں اور لوگوں میں سے سب سے بڑے بزدل کو عنترہ (جاہلیت کے زمانہ کا مشہور بہادر ہے) سے بڑا بہادر اور ابخل الناس کو حاتم سے بڑا سخی قرار دیتے ہیں۔

۲۲۶: فرزدق کا قول ہے سلیمان بن عبدالملک نے میرا یہ شعر سنا ؎

فَبِتُّ بجا نبیَّ مُصرَّعاتٍ ☆ وبِتُّ اَفُضُّ اغلاقَ الختامِ

تو سلیمان نے کہا تم پر حد لازم آتی ہے فرزدق کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے حد مجھ سے یہ فرما کر ہٹالی۔ اور آیت پڑھی وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ (اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب اور وعدہ خلافی کو ذکر فرمایا۔

۲۲۷: پھر مؤمن صالح شعراء کو مستثنیٰ فرمایا۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کے) جیسے عبداللہ بن رواحہؓ حسان بن ثابت، کعب بن زہیرؓ کعب بن مالکؓ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں) یعنی ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن ان پر شعر سے زیادہ غالب ہے۔ اور جب کبھی وہ کوئی شعر کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ثناء اور حکمت و موعظمت، زہد، ادب اور مدح رسول ﷺ اور مدح صحابہ و صلحائے امت پر کہتے ہیں اور اسی طرح کے اور موضوعات جن پر کلام گناہ نہیں ہے۔

قولِ ابوزید:

ذکر کثیر گنتی اور تعداد کے شمار کرنے سے نہیں جبکہ اس کے ساتھ غفلت ہو بلکہ حضور قلب سے میسر آتا ہے۔

وَانْتَصَرُوْا (اور انہوں نے انتقام لیا) اور کفار کی ہجو کی مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کی ھجو کہی گئی۔ یعنی انہوں نے ہجائے رسول ﷺ اور ہجائے مسلمین کی تردید و جواب میں ہجو کہی۔ اور ہجو کا وہ آدمی سب سے زیادہ مستحق ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بھی کرے اور آپ کی ہجو بھی کرے۔

قول کعب بن مالکؓ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان کی ہجو کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان

ہے وہ ہجو کفار کیلئے تیر اندازی سے زیادہ گراں ہے (عبدالرازق وابن سعد) آپ حسان رضی اللہ کو فرماتے قل وروح القدس معک تم کفار کے متعلق اشعار کہو اور روح القدس تمہارے ساتھ معاون ہیں۔

اختتام سورت:

سورت کا اختتام اس انداز سے فرمایا جو تدبر کرنے والوں کے جگر کو کھائے جا رہا ہے اور وہ یہ ارشاد ہے۔ وَسَيَعْلَمُ (اور عنقریب جان لیں گے) اس میں انتہائی بلیغ وعید فرمائی گئی ہے۔ اور یہ ارشاد الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا (وہ لوگ جو ظالم ہیں) اور ظلموا کو مطلقاً لائے اور یہ ارشاد ہے۔ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (کہ ان کو کیسی جگہ لوٹ کر جانا ہے) یہاں ابہام کے انداز میں عظیم ہولناکی کا اظہار ہے۔ عمل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اپنا جانشین بنایا تو یہ آیت لکھی اور سلف صالحین اس کو بطور وعظ ایک دوسرے کو سناتے۔

قول ابن عطاء: عنقریب ہم میں سے اعراض کرنے والا جان لے گا کہ کونسی چیز ہم سے رہ گئی ہے۔

ایّ یہ ینقلبون کا مصدر ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے یہ سیعلم کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اسمائے استفہام ماقبل پر عمل نہیں کر سکتے تقدیر اس طرح ہے ینقلبون ای انقلاب وہ پلٹیں گے کونسا پلٹنا۔ واللہ اعلم

تمت ترجمة سورة الشعراء ليلة الجمعة ۱۲ ذو القعدة ۱۴۲۳ھ ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء الحمد لله اوّلاً و اخرًا

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نمل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾

طٰسٓ: یہ آیات ہیں قرآن کی،اور واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب کی، اور روشنی ہیں اہل ایمان کے لئے

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، بلاشبہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا۔سو یہ لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں، یہ وہ

الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ

لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے،اور یہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ خسارے میں ہوں گے، اور بالیقین آپ کو

لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾

حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جارہا ہے۔

۱:طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى و بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔(طٰسٓ ۔ یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں ۔ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت وبشارت ہے)۔

کتاب مبین ای آیات کتاب مبین ۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں ۔ تِلْكَ سے سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے اور کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔

مبین کا معنی:

مبین کا معنی نمبر ا۔ ابانت وظہور ہے اور اس کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ ہونے والا اس میں ظاہر کر دیا گیا اس میں دیکھنے والوں کے لئے قرآن کی آیات واضح ہیں۔

الثالثة

نمبر۲۔ کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے اور اس کے ابانت کا مطلب یہ ہے کہ جو حکمتیں اور علوم اس میں بیان کیے گئے یہ ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس صورت میں عطف صفۃ علی الصفۃ الاخری کی قسم سے ہوگا۔ مثلاً ھذا فعل السخی و الجواد۔

وجہ تنکیر:

کتاب کو نکرہ تفخیم شان کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک قول:

یہاں کتاب کو نکرہ اور سورۃ الحجر میں معرفہ لائے۔ اور یہاں قرآن کو معرفہ اور وہاں نکرہ لایا گیا۔ کیونکہ القرآن اور الکتاب دونوں اسم علم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل شدہ وحی متلو کو کہتے ہیں اور اس کے وصف ہیں اس لئے کہ وہ کتاب پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ پس اس حیثیت سے بطور علم معرفہ لائے اور اس حیثیت سے کہ یہ اسی کی صفتیں ہیں تو صفت کا لحاظ کر کے نکرہ لائے۔

۲: هُدًى وَّبُشْرٰى (وہ ہدایت و بشارت ہے)۔ آیات سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہیں۔ مطلب یہ ہوا یہ آیات راہنمائی کرنے والی اور بشارت دینے والی ہیں۔ ان میں عامل وہی ہے جو تلک کا عامل ہے۔ یعنی نمبر۱۔ اشارہ کا معنی۔ نمبر۲۔ مجرور ہے اس طور پر کہ یہ کتاب سے بدل ہے۔ نمبر۳۔ کتاب کی صفت ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ نمبر۴۔ مرفوع ہیں ان کا مبتدأ محذوف ہے ھدًی و بشری۔ نمبر۵۔ آیات کا بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۶۔ تلک کی دوسری خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تلك آیات وھادیة من الضلالة و مبشرة بالجنة۔ وہ آیات ہیں اور وہ گمراہی سے ہدایت بخشنے والی اور جنت کی خوشخبری والی ہیں۔

ایک قول:

ھدی لجمیع الخلق و بشرٰی لِلْمُؤْمِنِیْن خاصة۔ یہ تمام مخلوق کے لئے ہدایت اور مؤمن کے لئے خصوصاً خوشخبری دینے والی ہیں۔

تکرارِ ضمیر کا فائدہ:

۳: اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (جو نماز قائم کرتے ہیں) اس کے فرائض وسنن پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں) اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ (اور وہی آخرت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں)۔ یہ نمبر۱۔ الذین کے صلات میں سے صلہ ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے پہلے صلہ پورا ہو جائے اور یہ نمبر۲۔ جملہ معترضہ ہو۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ھؤلاء الذین یؤمنون ویعملون الصالحات من اقامة الصلاة وایتاء الزکاة ھم الموقنون بالآخرة۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کئے جیسے اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کرتے رہے وہ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں اور اس پر دلالت موجود ہے۔ جملہ اسمیہ لایا گیا اور اس میں ھم مبتدأ کو تکرار کے ساتھ

لائے۔ یہاں تک کہ اس کا معنی اس طرح بن گیا۔ اگر آخرت پر کسی کو یقین ہے تو وہ یہی لوگ ہیں جو ایمان وعمل صالح کو جمع کرنے والے ہیں۔ کیونکہ انجام کا خوف ان کو مشقتیں اٹھانے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔

۴: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (بیشک وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا)۔ ان میں شہوت پیدا کر کے یہاں تک کہ وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ افمن زین له سوء عمله فراه حسنا [فاطر:۸]

فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ (پس وہ سرگرداں وحیران ہیں) اپنی گمراہی میں متردد ہیں۔ جیسا کہ راستہ سے گم گشتہ شخص کا حال ہوتا ہے۔

۵: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ: (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے)۔ قتل وقید کا جو بدر کے دن پیش آ گیا۔ اس لئے کہ ان کے اعمال برے تھے۔

وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (اور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں)۔ وہ خسارے میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایمان لے آتے تو تمام امتوں پر گواہ بنتے۔ پس ان کو یہ نقصان بھی ہوا اور نقصانِ نجات اور نقصانِ ثواب اللہ تو اس سے زائد ہے۔

تمہیدی آیت:

۶: وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (اور بیشک آپ کو قرآن دیا جا رہا ہے)۔ تاکہ آپ اس کو لیں اور حاصل کریں۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (حکمت والی علم والی ذات کی طرف سے) کتنے بڑے علیم اور کتنے بڑے حکیم کی طرف سے۔ اور یہ معنی ان دونوں کے نکرہ لانے سے ہے۔ یہ آیت بعد والے واقعات کے لئے بطور تمہید لائی گئی ہے اور ان میں جو اللہ تعالیٰ کی لطیف حکمتیں اور علمی نکات ہیں ان کے لئے ابتدائیہ ہے۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا ۖ سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ

جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بلاشبہ مجھے آگ نظر آئی ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے پاس آگ کا ایک شعلہ کسی

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ

لکڑی میں جلتا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ لو۔ سو جب وہ وہاں آئے تو آواز دی گئی کہ وہ شخص مبارک ہے جو آگ میں ہے، اور وہ بھی مبارک ہیں جو اس کے اردگرد ہیں،

وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ

اور اللہ پاک ہے جو رب العالمین ہے۔ اے موسیٰ بے شک بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں عزیز ہوں حکیم ہوں، اور تم اپنی لاٹھی کو ڈالدو،

فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ ۖ إِنِّي

سو جب اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر لوٹے اور مڑ کر بھی پیچھے نہ دیکھا، اے موسیٰ تم نہ ڈرو، بلاشبہ

لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ

میرے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرتے، مگر جس نے ظلم کیا پھر اس نے گناہ کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں مغفرت کرنے والا ہوں

رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ

رحمت والا ہوں، اور اے موسیٰ تم اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں چیزیں ان نو معجزات میں سے ہیں

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً

جنہیں لیکر تمہیں فرعون کی طرف جانا ہے بلاشبہ وہ لوگ نافرمان ہیں۔ سو جب ان کے پاس ہمارے معجزات پہنچے جو واضح تھے

قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ

تو کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی راہ سے ان کا انکار کیا حالانکہ ان کے نفسوں نے یقین کر لیا تھا،

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

سو دیکھو فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا،

ع ۱۴

واقعۂ موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر واپسی:

۷: إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا)۔ اذ۔ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح فرمایا لو! اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت وعلم کے آثار سے یہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اَھلہ سے ان کی زوجہ محترمہ

مراد ہیں اوران کے ساتھ جو مدین سے مصر واپسی میں ان کے ساتھ تھے۔ اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (بیشک میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر ضرور لاؤنگا)۔ جو راستہ کے حالات سے متعلق ہو کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔

اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ (یا تمہارے پاس کوئی بھڑکتی آگ کا شعلہ لے کر آؤں گا)۔ قراءت: کوفی قراء نے شہاب کو تنوین سے پڑھا ہے۔ شہاب روشن شعلے کو کہتے ہیں۔ قبس۔ چنگاری۔ قبس یہ بدل ہے یا صفت ہے۔ دیگر قراء نے بشهاب قبس۔ اضافت سے پڑھا ہے۔ کیونکہ شہاب کی دو قسمیں ہیں قبس اور غیر قبس۔

ایک نکتہ:

یہاں ساتیکم اور القصص۔۲۹ میں لعلی اتیکم ہے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ ایک سے رجاء اور دوسرے سے تیقن ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب امید پختہ ہو جائے تو یوں کہا جاتا ہے۔ سافعل کذا و سیکون کذا۔ اگرچہ اس میں ناکامی کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ سین تسویف لا کر آپ نے اپنے اہل سے آگ لانے کا وعدہ فرمایا' خواہ اس میں آہستگی ہو یا فاصلہ زیادہ ہو۔

لفظ اَوْ کا فائدہ:

اَوْ اس لئے لائے کہ یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ اپنی کامل ضرورت نہ پا سکے تو کم از کم ایک سے محروم نہ ہونگے۔ خواہ راستہ کی راہ نمائی خواہ آگ کی چنگاری اور ان کو معلوم نہ تھا کہ اس آگ پر تو ان کی دو حاجتیں مکمل پوری ہو جائیں گی۔ وہ دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف۔

مَسْئَلَہ: ان دونوں سورتوں میں ایک قصہ کو مختلف الفاظ سے لانا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث بالمعنی نقل کرنا بھی درست ہے۔ اسی طرح فارسی میں نماز کا جواز (یہ مرجوح قول ہے) اور نکاح اور تزویج کے الفاظ کے بغیر جوازِ نکاح۔

لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ (تاکہ تم تاپ لو)۔ آگ سے اس سردی کو دور کر لو جو تمہیں پہنچ چکی ہے۔ تصطلون میں طاء یہ تائے افتعل کے بدلہ میں صاد کی وجہ سے آئی ہے۔

نری برکت:

۸: فَلَمَّا جَآءَهَا (پس جب وہ آگ کے پاس پہنچے)۔ ھا سے مراد وہ آگ ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی۔ نُوْدِیَ (موسیٰ کو آواز دی گئی)۔ اَنْ بُوْرِكَ (کہ اس پر برکت ہے)۔ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (جو آگ میں ہیں اور اسکے اردگرد ہیں)

نَحْوِ: ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ نودی موسٰی بانه بورك۔ موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی اس لئے کہ ان کو برکت دی گئی۔ اس میں ضمیر شان کی ہے۔ اور یہ ضمیر بلا عوض بھی لانی درست ہے۔ اگرچہ زمخشری اس کو نہیں مانتے دلیل یہ ہے کہ بورك دعا ہے۔ دعا کے احکام دیگر نحوی قوانین سے بہت مختلف ہیں۔ نمبر۲۔ اَن مفسرہ ہے کیونکہ نداء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قیل له بورك ای قدس یا جعل البركة والخير فی من فی النار ومن حولها ای بورك من فی

مکان النار وھم الملائکۃ ومن حول مکان لھا ای موسٰی ان کو کہا گیا۔ بورک یعنی مقدس بنا دیا گیا۔ یا برکت وخیر ان میں رکھ دی گئی جو آگ میں اور جو اس کے اردگرد ہیں یعنی جو آگ کی جگہ میں ہیں ان کو برکت دی گئی اور وہ ملائکہ ہیں اور ان کو برکت دی گئی جو آگ کی جگہ کے گرد ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ اس جگہ میں ایک دینی معاملہ پیش آیا اور وہ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا ہے۔ اور ان کا نبوت ملنا اور معجزات کا ظاہر ہونا۔

وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو رب العالمین ہیں)۔ یہ بھی اس نداء میں سے ہے۔ اس میں ذات باری تعالیٰ نے اپنے کو تشبہ وغیرہ جو اس کی ذات کے لائق نہیں ہے منزہ قرار دیا۔ تاکہ درخت' آگ' نداء سے کوئی تشبہ وحول نہ نکال سکے۔

۹: یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اے موسیٰ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو غالب اور حکمت والا ہے) انہ میں ضمیر شان ہے۔ اَنَا اللّٰهُ۔ مبتدا وخبر ہیں۔ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یہ دونوں خبر کی صفات ہیں یا ہٗ ضمیر اس طرف لوٹتی ہے جس پر ماقبل کی دلالت ہے یعنی اَن مکلمك انا اور اللہ یہ انا کا بیان ہے۔ العزیز الحکیم۔ اور یہ مبین کی صفات ہیں۔ یہ ان معجزات کی تمہید ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیے جانے والے تھے۔

۱۰: وَاَلْقِ عَصَاكَ (اور تم اپنی لاٹھی پھینک دو)۔ تاکہ تمہیں اپنی نبوت کا معجزہ معلوم ہو اور تو اس سے مانوس ہو جائے۔ اس کا عطف بورك پر ہے۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ نودی ان بورك من فی النار و ان الق عصاك۔ یہ دونوں نودی کی تفسیر ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کو کہا گیا برکت دی گئی اس کو جو آگ میں ہے اور ان کو کہا گیا۔ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ اس پر دلالت کے لئے سورۃ قصص کی یہ آیت وان الق عصاك القصص۔ ۳۱۔ جو کہ ان یا موسٰی انی انا اللہ کے بعد حرف تفسیر کو دوبارہ لا کر ذکر کی گئی۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ (جب اس کو حرکت کرتے دیکھا)۔ تَهْتَزُّ: یہ رآھا کی ھا سے حال ہے۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ (گویا وہ ہلکا پھلکا سانپ ہے)۔ چھوٹا سانپ۔ تَهْتَزُّ: تھتز کی ضمیر سے حال ہے۔ وَلّٰى (موسیٰ علیہ السلام مڑے)۔ مُدْبِرًا (اس سے پیٹھ پھیر کر) اور اس کو پشت کی جانب خوف کی وجہ سے کر دیا کہ کہیں وہ حملہ آور نہ ہو۔ وَلَمْ یُعَقِّبْ (اور متوجہ بھی نہ ہوئے)۔ یا نہ لوٹے اہل عرب کہتے ہیں قد عقب فلان۔ جبکہ وہ لوٹ کر لڑنا شروع کر دے۔ اس کے بعد کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا چکا تھا۔ پس ان کو آواز دی گئی۔

یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ (اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے ہاں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے)۔ میرے مخاطبت کے وقت پیغمبر میری بارگاہ میں ڈرا نہیں کرتے۔ یا نمبر ۲۔ میرے ہاں پیغمبر دوسروں سے ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کو جو خوف پیدا ہوا وہ طبعی تھا اور ممانعت خوف عقلی کی ہے۔

۱۱: اِلَّا مَنْ ظَلَمَ (مگر وہ جس سے قصور ہوا) لیکن جس نے قصور کیا دوسروں میں سے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ظلم نہیں کرتے۔ نمبر ۲۔ لیکن جس نے قصور کیا ان میں سے۔ مرسلین میں سے جس سے لغزش ہو گئی۔ جو اس کے مرتبہ عالی کے مناسب نہ تھی۔ اگرچہ

وہ فی نفسہ درست ہو۔جیسا کہ آدم علیہ السلام سے جلد بازی اور یونس، سلیمان، داؤد علیہم السلام سے جلدی ہوئی۔ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا (پھر اس نے اس کو اچھائی سے بدل لیا) یعنی توبہ کر لی۔ بَعْدَ سُوْءٍ (لغزش کے بعد)۔ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں)۔اس کی توبہ کو قبول کرتا اور لغزش کو بخش دیتا اور اس پر رحم کرتا ہوں اور اس کی امید کو پورا کر دیتا ہوں۔گویا یہ موسیٰ علیہ السلام کے قول پر تعریض ہے جبکہ قبطی ان کے مکہ سے مر گیا ہے۔

جیسا دوسری جگہ فرمایا: رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرله۔القصص۔۱۶۔

۱۲:وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ (اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے اندر داخل کرو)۔اور اس کو نکالو۔ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ (وہ سفید ہو کر نکلے گا)۔اس کی چمک نور آفتاب پر غالب آجائے گی۔مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ (بغیر کسی خرابی کے)۔برص وغیرہ کی۔

نحو :بیضاء اور مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ دونوں حال ہیں۔فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ (نو معجزات میں ہیں)۔ نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔اور فی کا تعلق محذوف کے ساتھ۔ای اذهب فی تسع آیات۔نمبر۲۔والق عصاك وادخل یدك فی جملة تسع آیات۔ القائے عصا اور ید بیضاء دونوں من جملہ ۹ آیات سے ہیں۔

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ (فرعون اور اس کی قوم کی طرف)۔الی کا تعلق مرسلاً محذوف سے ہے ای مرسلاً الی فرعون الایة۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (بلاشبہ وہ فاسق قوم تھی)۔فاسق کا معنی یہاں کفر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنا ہے۔

واضح آیات:

۱۳:فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا (جب ان کے پاس ہماری آیات آ چکیں)۔آیات سے معجزات مراد ہیں۔مُبْصِرَةً (کھلم کھلا)۔یہ حال ہے۔یعنی ظاہر و واضح۔نمبر ا۔آیات کے لئے یہاں ابصار کا لفظ لائے۔حالانکہ حقیقت میں آیات تو غور و فکر کرنے والوں کے لئے ہیں۔کیونکہ نظر و فکر میں وہ آیات ان سے ملابست رکھنے والی ہیں۔

نمبر۲۔ان آیات کو اس طرح قرار دیا گیا گویا وہ دیکھی جاتی ہیں پس ان سے راہ مل جاتی ہے۔کیونکہ اندھا راہ پانے پر قدرت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ دوسرے کی راہنمائی کرے۔عرب کا یہ قول اسی قسم میں سے ہے۔کلمۃ عوراء۔کیونکہ اچھی بات راہنمائی کرتی ہے اور بری گمراہ کرتی ہے۔قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (وہ کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے)۔مبین کا مطلب یہ ہے غور کرنے والے کے لئے ظاہر ہے۔آیت میں المبصرۃ اور المبین میں مقابلہ کیا گیا ہے۔

۱۴: وَجَحَدُوْا بِهَا (انہوں نے ان آیات کا انکار کر دیا)۔ایک قول: یہ ہے کہ جحود تو جاحد کے علم سے ہوتا ہے۔مگر یہ صحیح نہیں۔کیونکہ جحود انکار کو کہتے ہیں۔اور بعض اوقات اشیاء کا انکار اس سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی پہچان کے بعد ضد کی وجہ سے ہوتا ہے۔(کذا فی شرح التاویلات) الدیوان کتاب میں مذکور ہے۔کہا جاتا ہے جحد حقهٗ وبحقه ایک ہی معنی میں ہیں۔

وَاسْتَیْقَنَتْهَآ (اور یقین کر چکے تھے)۔واو حالیہ ہے۔اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔استیقان ایقان سے زیادہ بلیغ ہے۔

اَنْفُسُهُمْ (انکے دل) یعنی زبانوں سے تو انہوں نے انکار کیا مگر انکے ضمیر و دل ان آیات پر یقین کر چکے تھے۔ظُلْمًا (ظلم کے طور پر)۔ نحو : یہ جحدوا کی ضمیر سے حال ہے۔اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر دل سے یقین کر لے مگر

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ

اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور ان دونوں نے کہا کہ اللہ کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہمیں اپنے مومن بندوں میں سے

مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ

بہت سوں پر فضیلت دی ہے، اور سلیمان، داؤد، کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی

الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ

سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ کھلا ہوا فضل ہے۔ اور سلیمان کے لئے ان کے لشکر جمع

جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ

کئے گئے جو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے تھے، پھر انہیں روکا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ

تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے رہنے کی جگہوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل کے رکھ دیں

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ

اور انہیں خبر بھی نہ ہو، سو وہ چیونٹی کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور عرض کیا کہ اے میرے رب آپ مجھے اسی پر رکھئے کہ میں آپ کی نعمت کا

نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ

شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں، اور آپ مجھے اپنی رحمت سے

بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

اپنے نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

انسان ان کو سحر قرار دیکر انکار کر دے۔ وَّعُلُوًّا (اور تکبر کی بنا پر)۔ ایمان سے اپنے کو بلند قرار دیتے ہوئے تکبر اختیار کیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (تم دیکھو تباہ کاروں کا انجام کیا ہوا)۔ دنیا میں غرق اور آخرت میں حرق۔

۱۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (اور ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو یقیناً علم دیا)۔ یہاں آتینا اعطینا کے معنی میں ہے یعنی عطا کیا۔ علماً۔ نمبر ۱۔ کچھ علم۔ نمبر ۲۔ شاندار علم۔ اس سے مراد بہر صورت علم دین اور فیصلہ ہائے نبوت ہیں۔

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں

جس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر ہمیں فضیلت دی)۔اور یہ آیت ہماری دلیل ہے معتزلہ کے خلاف اصلح للعباد کو چھوڑنے ہیں۔ یہاں محذوف ہے تا کہ واؤ کا عطف صحیح ہو جائے۔اگر محذوف نہ مانیں تو پھر فاء آنی چاہیے۔جیسا کہ اس قول میں اعطیته فشکر۔آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہو گی۔ آتینا هما علمًا فعملا به وعلماه وعرفا حق النعمة فيه وقالا الحمد لله الاية۔

ہم نے ان دونوں کو علم دیا پس انہوں نے عمل کیا اور اس کو سکھایا اور اللہ تعالیٰ کا حق اس میں جانا اور کہا الحمدللہ۔الخ۔کثیر سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم نہیں ملا۔نمبر۲۔وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم تو ملا مگر ان جیسا نہیں ملا اور اس میں یہ بات ہے کہ ان کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی گئی اور بہت سوں کو ان پر فضیلت دی۔

مَسْئَلَة: یہ آیت دلیل ہے کہ علم بڑے مرتبہ والی چیز ہے اور علم والے مقدم و معزز ہیں اور نعمت علم عظیم الشان انعام ہے اور جس کو یہ میسر ہو اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف و منزلت میں اسی قرب کی وجہ سے ان کو ورثة الانبياء قرار دیا ہے۔کیونکہ انبیاء علیہم السلام جو پیغام دیکر بھیجے گئے یہ اس کو قائم رکھنے والے ہیں۔

اعترافِ نعمت:

مسئلہ نمبر۱: اس عظیم نعمت کا تقاضا ہے کہ وہ اس ملنے والے علم پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور عالم کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اگر اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہے تو اس پر بھی دوسروں کو فضیلت حاصل ہے۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول اس سلسلہ میں کتنا شاندار ہے۔

كل الناس افقه من عمر۔

۱۶: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے)۔دوسرے بیٹوں کی بجائے ان کو نبوت و بادشاہت ملی۔داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔

قولِ علماء :

ان کو صرف والد کی طرح نبوت ملی تو گویا کہ یہ ان کے وارث بنے۔ورنہ نبوت وراثت میں نہیں ملتی۔

وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (سلیمان نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی)۔اس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذکر کر کے مشہور کیا۔اور اس نعمت کے مرتبہ کا اعتراف کیا اور معجزہ کے تذکرہ سے لوگوں کو اس کی تصدیق کی طرف بلایا۔یہ معجزہ پرندوں کی بولی ہے۔المنطق۔ہر وہ آواز جو مفرد یا مرکب مفید و غیر مفید نکالی جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی اسی طرح سمجھتے جیسے پرندے ایک دوسرے کی سمجھتے ہیں۔

نمونۂ گفتگو:

لطیفہ: روایت تفسیر یہ میں ہے کہ نمبر۱۔فاختہ بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔کاش یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔نمبر۲۔مور نے آواز

دی۔تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔نمبر۳۔ہدہد نے آواز نکالی تو آپ نے فرمایا۔یہ کہتا ہے۔اے گناہ گار گناہوں کی معافی مانگو۔نمبر۴۔ابابیل بولی آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔بھلائی بھیجو اس کو پالو گے۔نمبر۵۔کبوتری چیخی۔آپ نے فرمایا یہ کہتی سبحان ربی الاعلی اس کے آسمان بھر کر اور زمین بھر کر حقدار ہیں۔نمبر۶۔قمری بولی تو آپ نے فرمایا۔یہ کہتی سبحان ربی الاعلیٰ۔نمبر۷۔چیل چیخی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔نمبر۸۔کونج بول اٹھی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔جو خاموش رہا وہ بچ گیا۔نمبر۹۔مرغ نے اذان دی تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔اے غافلو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔نمبر۱۰۔گدھ چیخا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے اے ابن آدم تو زندہ رہ لے جتنا رہنا ہے تیرا انجام موت ہے۔نمبر:۱۱عقاب بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔لوگوں سے دوری میں مایوسی ہے۔نمبر:۱۲مینڈک ٹرایا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے پاکیزگی والا میرا رب سبحان ہے۔

وَ اُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (اور ہمیں سب کچھ دیا گیا)۔اس سے مراد ان چیزوں کی کثرت بیان کرنا ہے جو ان کو عنایت کی گئیں۔جیسا کہتے ہیں۔فلان یعلم کل شئی۔اور اس کی مثل یہ ارشاد ہے۔واوتیت من کل شئی۔النمل۔۲۳

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ (بیشک یہ البتہ کھلا ہوا فضل ہے)۔یہ بات بطور شکر کہی۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا سید ولد آدم ولا فخر۔(رواہ الحاکم) یعنی میں یہ قول بطور شکر کہتا ہوں۔بطور فخر نہیں کہتا۔علمنا و اوتینا یہ نون واحد ہی کا ہے جو مطاوعت کے طور پر لایا گیا۔آپ نے اپنے شاہانہ انداز میں اپنے اہل طاعت و رعایا کی حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے۔اس میں تکبر کا کوئی دخل نہیں۔

(مجہول کے صیغے لا کر اشارہ کر دیا۔دینے والے اور سکھانے والے کا کمال ہے۔مترجم)

لشکر سلیمان علیہ السلام:

۱۷۔وَحُشِرَ (اور جمع کیے گئے)۔لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ (سلیمان کے لشکر جن میں جن وانس و پرند شامل تھے)۔روایت تفسیر یہ میں ہے۔آپ کا معسکر و چھاونی ۱۰۰x۱۰۰ فرسخ تھا۔ان میں ۲۵ فرسخ جنات کے لئے' ۲۵ انسانوں اور ۲۵ پرندوں کے لئے تھے۔جبکہ پچیس وحشی جانوروں کے لئے تھے۔اور آپ کے لکڑی پر بنے ہوئے شیشے کے ایک ہزار مکانات تھے۔ان میں تین سو آپ کے حرم اور سات سو لونڈیاں تھیں۔اور جنات نے آپ کے لئے سونے اور ابریشم کا قالین ایک مربع فرسخ میں تیار کیا۔آپ کا منبر درمیان میں رکھا جاتا۔یہ منبر سونے چاندی کا بنا تھا۔جب آپ تشریف فرما ہوتے۔تو چھ ہزار کرسیاں سونے چاندی کی آپ کے اردگرد رکھی جاتیں۔انبیاء سنہری کرسیوں پر اور علماء فضی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔اور ان کے گرد لوگوں کا مجمع ہوتا اور لوگوں کے گرد شیاطین و جنات بیٹھتے۔اور پرندے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے۔تاکہ دھوپ نہ لگے۔آپ تیز ہوا کو اس کے اٹھانے کا حکم دیتے اور نرم ہوا کو اس کے چلانے کا ارشاد فرماتے۔جب آسمانوں و زمین کے مابین آپ چلے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔میں نے تمہاری مملکت میں اضافہ کر دیا۔کوئی چیز جو کلام کرے گی۔اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ ہوا تمہارے پاس ڈال دے گا۔

حکایت میں ہے کہ: آپ کا گزر کسانوں کے پاس سے ہوا تو وہ کہنے لگے آل داؤد کو بہت بڑی مملکت ملی ہے۔ ہوا نے یہ بات آپ کے کانوں میں پہنچائی۔ آپ تخت سے اتر کر کسانوں کی طرف چل دیئے۔ اور فرمایا میں تمہارے پاس چل کر آیا تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز نہ مانگ لو جس کی طاقت نہ ہو۔ پھر فرمایا۔ آل داؤد کو جو سلطنت ملی ہے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اس سے افضل ہے۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (ان کو روکا جاتا تھا)۔ ان کے پہلوں کو پچھلوں کے ساتھ ملانے کے لئے روکا جاتا تھا۔ پس وہ مجتمع ہو کر چلتے اور یہ لشکر کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔

الوزع۔ وزع روکنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ **مایزع السلطان اکثر مما یزع القرآن**۔ جتنا بادشاہ لوگوں سے برائی روکتا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جتنا لوگ قرآن سے رکتے ہیں۔

آیت ۱۸: **حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ** (یہاں تک کہ ان کا گزر ایک چیونٹیوں کی وادی سے ہوا)۔ یہ شام کی وادی ہے جہاں چیونٹیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اتی کا فعل **علی** سے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ آپ کا گزر تو تخت پر ہوا تھا۔ اسی لئے استعلاء کا حرف لایا گیا۔

چیونٹی کا واقعہ:

قَالَتْ نَمْلَةٌ (ایک چیونٹی نے کہا)۔ یہ لنگڑی تھی جس کا نام طاخیہ تھا یا منذرہ تھا۔ قول قتادہ! وہ کوفہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف سے لوگ ان کو لپٹ گئے۔ قتادہ نے کہا۔ جو چاہو سوال کرو۔ ابوحنیفہ نے جو جوان تھے سوال کیا کہ سلیمان کی چیونٹی مذکر تھی یا مؤنث۔ وہ لاجواب ہو گئے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ مؤنث تھی۔ ان سے پوچھا گیا تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہا۔ اس ارشاد الٰہی سے۔ **قالت نملة**۔ اگر مذکر ہوتی تو کہا جاتا **قال نملة**۔ اور اس کی وجہ یہ ہے **نملة** کا لفظ **حمامة** کی طرح ہے۔ جس کا اطلاق مذکر و مؤنث ہر دو پر ہوتا ہے ان کے درمیان علامت سے فرق کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں **حمامة ذکر حمامة انثیٰ**۔ **نملة** کا لفظ بھی اسی طرح ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ (اے چیونٹیوں تم اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ)۔ یہاں **ادخلن** نہیں کہا کیونکہ جب چیونٹی کو قائلہ قرار دیا۔ اور چیونٹیوں کو مخاطبین بنایا تو عقلاء کی طرح ان کا خطاب بھی قرار دیا گیا۔ **لَا يَحْطِمَنَّكُمْ** (تمہیں نہ مٹا دیں)۔ توڑ دیں۔ **الحطم**۔ توڑنا یہ نہی جملہ مستانفہ ہے۔ یہ ظاہر میں سلیمان علیہ السلام کو روندنے سے روکا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کو رکنے اور باہر نکلنے کی ممانعت کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ **لا ارینّك ھٰھنا**۔ یعنی تو اس جگہ مت آ۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ جواب امر ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ نون تاکید اس کا انکار کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت شعر میں سے ہے۔ **سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ** (سلیمان اور اس کا لشکر)۔ ایک قول یہ ہے۔ اس نے کہنا چاہا **لا یحطمنکم جنود سلیمان**۔ مگر اس سے زیادہ بلیغ جملہ وہ لائی۔ **وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ** (اور ان کو معلوم نہیں)۔ کہ تم یہاں رہتی ہو یعنی اگر وہ جان لیں تو ایسا نہ کریں۔ اس نے معذرت کے طور پر سلیمان اور ان کے لشکر کے عدل کی تعریف کی۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کا یہ قول تین میل دور سے سن لیا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۫ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہے؟ میں اسے ضرور ضرور سخت سزا دوں

عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ

گا یا ضرور ضرور اسے ذبح کر دوں گا، یا یہ بات ہو کہ وہ میرے سامنے کوئی صریح دلیل لیکر آئے، پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ

کہ ہدہد نے کہا کہ میں ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور آپ کے پاس ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں بے شک میں نے ایک عورت کو

امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

پایا جو ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز دیدی گئی ہے، اور اس کے لئے ایک بڑا تخت ہے،

۱۹: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (اس کی بات پر آپ نے تبسم کیا ہنستے ہوئے)۔ اس کی احتیاط پر تعجب کرتے ہوئے اور اپنی مصلحت کو صحیح جانچ لینے اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر متعجب ہوئے۔ نمبر۲۔ ظہور عدل پر خوشی کا اظہار کیا۔ ضاحکا۔ یہ تاکیدی حال ہے کیونکہ تبسم ضحک کے معنی میں ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا اکثر ضحک تبسم ہی ہوتا ہے۔ زجاج نے اسی طرح کہا ہے۔

دعائے سلیمانی:

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ (اور کہا اے میرے رب تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں)۔ اوزعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ اور حقیقت میں اس کا معنی یہ ہے۔ تو مجھے ہر چیز سے روک دے سوائے اپنی نعمتوں پر شکریہ کے۔ انعمت علی سے نبوت، بادشاہت، علم مراد ہے۔ وَعَلٰى وَالِدَيَّ (اور میرے والدین پر) کیونکہ والدین پر انعام اولاد پر احسان ہے۔ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ (اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں)۔ اپنی بقیہ زندگی میں۔ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ (اور تو مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما۔) یعنی جنت میں داخل فرما۔ بِرَحْمَتِكَ کا لفظ لا کر بتلایا کہ محض اپنی رحمت سے نہ کہ میرے عمل صالح سے۔ اسلئے کہ کوئی رحمت الٰہی کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ (اپنے نیک بندوں میں)۔ اپنے انبیاء مرسلین کے زمرہ میں۔ نمبر۲۔ اپنے صالح بندوں میں۔

روایت تفسیر یہ ہے کہ چیونٹی نے لشکروں کی آواز محسوس کی۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ لشکر ہوا میں ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو رکنے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مکانات میں داخل ہو گئیں۔ پھر آپ نے یہ دعا کی۔

واقعۂ ہدہد:

آیت ۲۰: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ (اور آپ نے پرندوں کو طلب کیا)۔ پس فرمایا۔ مجھے ہدہد دکھائی نہیں دیتا۔ قراءت: مَالِيَ مکی،

علیٰ، عاصم نے نصب سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔ التفقد اس چیز کو ڈھونڈنا جو تم سے غائب ہو۔ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ (میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے)۔ ام۔ یہاں بل کے معنی میں ہے۔ آپ نے پرندوں کا معاینہ کیا تو ہدہد کو نہ پایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ مجھے کیوں نظر نہیں آرہا۔ مطلب یہ ہے۔ وہ اس لئے نظر نہیں آرہا کہ کسی روک نے اس کو چھپا ڈالا۔ نمبر ۲۔ یا کوئی دوسری صورت ہے۔ پھر آپ کو واضح ہو گیا کہ وہ واقعی غائب ہے۔ پس اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا بلکہ وہ تو غائب ہے۔ بیان کیا گیا کہ جب سلیمانؑ نے حج کیا۔ تو آپ یمن کی طرف سے نکلے۔ آپ کا گزر صنعاء کے زمانہ زوال میں ہوا۔ آپ صنعاء میں اتر کر نماز ادا فرمانے لگے۔ مگر انہوں نے پانی نہ پایا۔ ہدہد آپ کا کنواں انجیئر تھا۔ وہ پانی زمین کے نیچے دیکھ پاتا ہے۔ جیسا کہ شیشے میں پانی نظر آتا ہے۔ شیاطین کھود کر جلد پانی نکال لیتے۔ آپ نے اسی لئے اسکو تلاش فرمایا۔

ایک تذکرہ:

ایک تذکرہ یہ بھی ہے کہ سلیمانؑ کے سر پر سورج کی ایک لپٹ پہنچی آپ نے دیکھا تو ہدہد کی جگہ خالی تھی۔ آپ نے پرندوں کے راہنما کو بلایا اور وہ گدھ تھا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ پھر پرندوں کے سردار کو کہا اور وہ شاہین ہے کہ اس کو میرے پاس لے آؤ وہ اڑا اور نگاہ ڈالی تو ہدہد آرہا تھا۔ پس اس نے اس کو پکڑنے کا قصد کیا تو ہدہد نے اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی جس کی وجہ سے باز اس سے باز رہا۔ جب سلیمان علیہ السلام کے قریب آیا تو اپنی دم جھکالی۔ اور دونوں بازوؤں کو زمین پر کھینچنے اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے پیغمبر: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کھڑے ہونے کو یاد کر۔ اس پر سلیمان علیہ السلام کانپ گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

۲۱: لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا (میں اس کو عذاب دونگا)۔ اس کے بال و پر نوچ ڈالے جائیں گے اور اس کو دھوپ میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ اس کے اور اس کے مالوفات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس کو اپنے ہمجولیوں کا خادم بنا دیا جائے گا اور سربراہی اس سے چھین لی جائے گی۔ نمبر ۳۔ اس کے مخالفین کے ساتھ جیل میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض کا قول ہے۔ اضیق السجون معاشرة الاضداد۔ سب سے تنگ قیدی جو مخالفین کے نرغہ میں رہے۔

نمبر ۴۔ پنجرے میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر ۵۔ چیونٹیوں کے سامنے اس کو ڈال دیا جائے گا تا کہ وہ اس کو کھالیں۔

مَسْئَلَة: سلیمان علیہ السلام کو جائز تھا کہ وہ مصلحت کی بناء پر ہدہد کو سزا دیں۔ جیسا کہ کھانے کی غرض سے پرندوں کو کھانا جائز ہے۔ اسی طرح دیگر منافع حاصل کرنے کے لئے بھی ذبح جائز ہے۔ جب پرندے ان کے لئے مسخر کیے گئے تھے تو سیاست و تادیب کے لئے ان کو سزا دینا درست تھا ورنہ تسخیر ہی کامل نہ ہوتی۔

اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ (یا میں ضرور اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ ضرور میرے پاس لے آئے)۔

لیاتینی کی نون ثقیلہ ہے تا کہ اس میں اور لاعذبنه میں مشاکلت پیدا ہو جائے۔ اور ایک نون کو تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے۔

قراءت: مکی نے دونوں سے لیاتیننی پڑھا۔ اول نون تاکید اور دوسری نون عماد ہے۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (واضح دلیل کے ساتھ)۔اپنی غیر موجودگی کی ایسی دلیل جس میں اس کا عذر ظاہر ہو۔

ایک اشکال:

آپؑ نے تین باتوں میں سے ایک پر قسم اٹھائی۔پہلی دوتو آپ نے کیں اوراس میں بات کی گنجائش نہیں مگر تیسری تو ہدہد نے کی اور یہی قابل اشکال ہے۔کیونکہ ان کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ دلیل پیش کردے گا اور آپ نے یہاں تک فرمادیا۔**لیأتینی بسلطان؟**

جواب: ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ایک کام ضرور ہوگا۔یعنی اگر دلیل لے آئے گا تو سزا نہ ہوگی۔نہ ذبح اور اگر وہ نہ ہوئی تو پھر ان میں سے ایک ہوگی۔عقلاً تو اس میں کوئی دعویٰ نہیں۔

آیت ۲۲: فَمَكَثَ (پس ٹھہرا)۔ہدہد سلیمان علیہ السلام کی پڑتال کے بعد۔قراءت: عاصم، سہل، یعقوب کے علاوہ دیگر قراء نے کاف کا ضمہ پڑھا ہے۔غَيْرَ بَعِيْدٍ (تھوڑی دیر)۔یعنی **مکثا غیر طویل**۔زیادہ طویل ٹھہراؤ نہ تھا۔نمبر۲۔**غیر زمان بعید**۔دور زمانہ نہ تھا جیسا کہ کہتے: **عن قریب**۔

اس کے ٹھہرنے کو مدت قلیلہ سے بیان کیا کیونکہ خوف سلیمانی اس کے اسراع کی دلالت ہے۔جب وہ لوٹ کر آیا آپ نے زمانہ غیبوبت کی تفصیل دریافت کی۔ فَقَالَ اَحَطْتُّ (میں نے آپ کی اطراف سے کچھ معلومات کیں)۔بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ (جو آپ کو نہیں)۔اس نے سلیمان علیہ السلام سے ان کے علم کی آزمائش کے لئے یہ بات کی باوجودیکہ سلیمان علیہ السلام کو نبوت کی فضیلت اور بیشمار علوم دیئے گئے تھے۔

مَسْئَلَہ: اس میں روافض کے اس قول کی تردید ہے کہ امام پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور اسکے زمانہ میں اس سے بڑا علم والا کوئی نہیں ہوتا۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (اور میں ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں)۔قراءت: ابوعمرو نے سبأ کو غیر منصرف پڑھا۔اور اس کو قبیلہ کا نام قرار دیا یا شہر کا نام۔اور دیگر قراء نے تنوین سے پڑھا ہے اور اس کو خاندان کا نام یا باپ کا نام بتلایا ہے۔

النبأ۔عظیم الشان خبر۔یہ الفاظ **من سبأ بنبأ**۔خوبصورت ترین کلام ہے۔اس کو بدیع کہا جاتا ہے۔یہ لفظ بھی عجیب و خوبصورت ہے۔اور معنی کے لحاظ سے بھی۔نمبرا۔توجہ فرمائیں بنبأ کی بجائے **بخبر** ہوتا تو معنی صحیح ہوتا۔مگر نبأ تو اس کے بالمقابل اصح ہے اور وصف حالی میں اس کے مناسب ہے۔

۲۳: اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً (میں نے پائی ایک ایسی عورت جو سبا پر حکمرانی کرتی ہے)۔

بلقیس کا سلسلۂ نسب:

وہ بلقیس بنت سراحیل ہے۔اسکا والد یمن کا بادشاہ تھا۔اسکے چالیس آباء بادشاہ ہوئے۔اسکا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا۔فقط یہی بیٹی تھی۔یہ بادشاہت پر قابض ہوگئی۔یہ اور اس کی قوم مجوسی، سورج کے پجاری تھے۔تَمْلِكُهُمْ (ان کی حکمران ہے)۔سبأ کی طرف **تملکھم** کی ضمیر بتاویل قوم ہے یا اہل المدینہ کی تاویل میں ہے۔وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اور اس کو سب کچھ دیا گیا ہے)۔

نحو: اوتیت حال ہے۔اور قد مقدرہ ہے۔**من کل شئی** سے وہ اسباب دنیا مراد ہیں جو اسکے حال کے ساتھ مناسبت رکھتے تھے۔

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ (اس کا تخت بہت بڑا ہے)۔عرش بمعنی تخت اور عظیم بڑا کے معنی میں ہیں۔

ایک قول: یہ اسی ہاتھ مربع تھا۔اور اسی ہاتھ اونچا تھا۔یہ سونے چاندی سے بنا تھا۔قسم قسم کے جواہرات اس پر جڑاؤ کیے گئے تھے۔ اس کے پائے سرخ وسبز یاقوت اور موتی اور زمرد کے بنے ہوئے تھے۔اور اس پر سات کمرے تھے ہر کمرے کا دروازہ بند تھا۔اس نے اس کی حالت کو سلیمان کی حالت کے مقابلہ میں چھوٹا قرار دیا اور اس کے تخت کو بہت بڑا۔اسی کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام سے مصلحت کی بناء پر مخفی رکھا۔جیسا کہ یوسف علیہ السلام کی جائے رہائش یعقوب علیہ السلام پر مخفی رکھی۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اس حالت پر پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے سو اس نے انہیں راہ سے

السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

ہٹا دیا لہٰذا وہ ہدایت نہیں پاتے، وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

نکالتا ہے اور وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا

الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا

رب ہے، سلیمان نے کہا ہم عنقریب دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے، میرا یہ خط لیجا

فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ

اور اسے ان کے پاس ڈالدے پھر ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ وہ کیا بات چیت کرتے ہیں، کہنے لگی کہ اے دربار والو میرے پاس ایک خط ڈالا

اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ

گیا ہے جو عزت والا خط ہے بے شک وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ہے رحیم ہے۔ تم لوگ میرے مقابلہ میں بڑائی نہ جتاؤ

وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

اور میرے پاس فرماں بردار ہو کر آجاؤ کہنے لگی اے دربار والو! تم میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ

جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ ہم طاقت والے ہیں اور سخت لڑائی والے ہیں اور تمہیں اختیار ہے

فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

سو تم دیکھ لو کیا حکم کرتی ہو، کہنے لگی کہ بلاشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں،

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ

اور جو اس کے رہنے والے باعزت ہوتے ہیں انہیں ذلیل بنا دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، اور میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں

فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِيَ

پھر دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لیکر واپس ہوتے ہیں۔ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو سو اللہ نے جو کچھ

اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو، تو ان لوگوں کے پاس لوٹ جا ہم ان پر ایسے لشکر بھیجتے ہیں

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

کہ وہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے،

السجدة ۸ ع ۲ ۱۷ ۱۷

ہدایت سے عاری قوم:

۲۴:وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سورج کے سامنے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سجدہ کرتے دیکھا اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے ان کو راہ سے روک دیا)۔السبیل سے راستۂ توحید مراد ہے۔فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ (پس وہ ہدایت نہیں پاتے) راہ حق کی طرف۔اور ہدہد سے یہ بعید نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ پالیا۔اور سجدہ کا وجوب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اور سورج کے لئے سجدہ کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی گئی ہو جیسا کہ کئی دیگر پرندوں کو ایسی لطیف معرفتیں اس کی طرف سے الہام کی جاتی ہیں۔جن کے متعلق بڑے عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

۲۵:اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ (کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے)۔ نحو: نمبرا۔الا تشدید کے ساتھ۔تقدیر عبارت اس طرح ہے فصدهم عن السبيل لئلا يسجدوا۔اَنْ کے ساتھ حرف جار کو حذف کر کے نون کو لام میں ادغام کر دیا گیا۔نمبر۲۔لا زائدہ بھی ہوسکتا ہے۔اور معنی یہ ہو فهم لا يهتدون ان يسجدوا۔وہ سجدہ کی طرف راہ نہیں پاتے۔نمبر۳۔اَلَا کو یزیدو علی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔تقدیر عبارت یہ ہے۔الا يا هؤلاء اسجدوا۔پس الا حرف تنبیہ اور یا حرف نداء ہے اور اس کا منادی محذوف ہے۔اور اس صورت میں فهم لا يهتدون پر وقف ہوگا۔اور جنہوں نے تشدید سے پڑھا۔جیسا پہلی دو صورتوں میں ہے۔انہوں نے العرش العظیم پر وقف کیا۔اور تخفیف والوں نے فهم لا يهتدون پر وقف کیا پھر ابتداء الا اسجدوا سے کی۔سجدہ تلاوت ان دونوں قراءتوں میں واجب ہے۔بخلاف زجاج کے وہ کہتے ہیں تشدید کے صورت میں سجدہ لازم نہیں۔نمبرا۔کیونکہ سجدہ کے مقامات پر یا تو سجدہ کا حکم دیا جاتا ہے۔نمبر۲۔یا پھر سجدہ کرنے والے کی مدح وتعریف کی جاتی ہے۔نمبر۳۔چھوڑنے والے کی مذمت کی جاتی ہے۔اور دونوں میں سے ایک قراءت امر ہے اور دوسری چھوڑنے والے کے لئے مذمت ہے۔

الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ (اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے)۔الخبأ مصدر ہے۔اسم مفعول کو مصدر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں وزمین میں)۔بقول قتادہ: آسمان کی مخفی چیز سے بارش اور زمین کی مخفی چیز سے نباتات مراد ہیں۔وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور وہ جانتا ہے ان باتوں کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو)۔قراءت: ان دونوں میں تاء علی اور حفص کی قراءت ہے۔جبکہ حمزہ، نافع، ابوعمرو وغیرہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۶:اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)۔ہدہد نے بطور تعظیم کے عرش الٰہی کی عظیم کے ساتھ صفت ذکر کی۔اس عظیم سے مراد آسمان وزمین اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں عظیم ہونا مراد ہے۔جبکہ ملکہ بلقیس کے تخت کی بھی عظیم کے ساتھ صفت بیان کی مگر وہاں عظیم سے مراد اس کے ہم جنس بادشاہوں کے تختوں کے مقابلہ میں بڑا ہونا مراد ہے۔یہاں تک ہدہد کا کلام ہے۔

۲۷:جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو قَالَ (سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو فرمایا)۔سَنَنْظُرُ (عنقریب ہم دیکھیں گے) یہ نظر بمعنی تامل کے لئے یعنی ہم غور کریں گے۔اَصَدَقْتَ (کیا تم سچے ہو)۔اس خبر میں جو تم نے دی ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (یا تم

جھوٹوں میں سے ہو)۔ یہ کلام ام کذبت کی بنسبت زیادہ فصیح ہے۔ نمبرا۔ کیونکہ جب وہ جھوٹوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا تو لامحالہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا اور جب وہ جھوٹا ہوگا تو جو وہ اطلاع دے گا اس پر جھوٹے ہونے کا احتمال ہوگا اور وہ قابل اعتماد شمار نہیں ہوگا۔

خطِ سلیمانی:

پھر سلیمان علیہ السلام نے اس انداز سے خط لکھا من عبداللّٰہ سلیمان بن داوٗد الی بلقیس ملکة سبا بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم السلام علی من اتبع الھدٰی امابعد فلا تعلوا علی واتونی مسلمین اور کستوری سے اس کو بند کر کے اس پر اپنی مہر لگائی اور ہدہد کو کہا۔

۲۸: اِذْ هَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ (میرا یہ خط لے جاؤ اور اس کو ڈال دو)۔

قراءت: القه۔ ہاء کے سکون کے ساتھ بطور تخفیف ابوعمرو، عاصم اور حمزہ نے پڑھا اختلاس کسرہ کے ساتھ تاکہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے یزید قالون اور یعقوب نے پڑھا ہے فَاَلْقِهِیْ یاء کے اثبات کے ساتھ دیگر قراء نے نمبرا۔ (فالقھی) پڑھا ہے۔ اِلَیْهِمْ (یعنی بلقیس اور قوم بلقیس کی طرف)۔ یہاں بھی ضمیر مذکر اور جمع کی لائی کیونکہ ہدہد نے اپنے قول میں اسی طرح ذکر کیا وجدتھا وقومھا یسجدون للشمس۔ [النمل:۲۴] اسی لئے خط میں خطاب کی بنیاد جمع کے لفظ کے ساتھ لائی گئی۔ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ (پھر الگ ہو جاؤ تم ان سے)۔ کسی ایسے مقام میں جو بالکل قریب ہو کہ تم ان کو دیکھ سکو اور وہ تمہیں نہ دیکھ پائیں۔ تاکہ تم ان باتوں کو سن سکو جو وہ کہیں۔ فَانْظُرْ مَا ذَا یَرْجِعُوْنَ (پس دیکھ لو وہ کیا جواب دیتے ہیں)۔

ہدہد کی پیغام رسانی:

۲۹: ہدہد نے وہ خط لے کر اپنی چونچ میں سنبھالا اور ایک روشن دان سے اس کے پاس داخل ہوا اور خط کو اس کے سینے پر ڈال دیا جبکہ وہ سو رہی تھی اور روشن دان میں جا چھپا۔ وہ اچانک بیدار ہوئی یا وہ ہدہد پہنچا۔ جبکہ لشکر اس ملکہ کے اطراف میں موجود تھے وہ کچھ دیر ست یا پھر خط اس کی گود میں ڈال دیا اور وہ پڑھی لکھی تھی جب اس نے مہر کو دیکھا تو اپنی قوم کو کہنے لگی یہ خط جھکا دینے والا اور ڈرا دینے والا ہے۔ قَالَتْ (تو کہنے لگی)۔ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ (اے سردارو! بے شک میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے)۔

کتاب کریم کا مضمون:

قراءت: انی کو مدنی نے یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس خط کو کریم کہا گیا اس کے مضمون کی خوبی کی وجہ سے یا مہر کی وجہ سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرامة الکتٰب ختمه۔ خط کی عظمت اس کی مہر میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس نے کوئی خط لکھا اور اس نے مہر نہ لگائی تو اس نے اس کی توہین کی یا خط کو کریم اس لئے کہا کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہونے والا تھا یا اس لئے کہ وہ ایک معزز بادشاہ کا خط تھا۔

۳۰: اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہوتا ہے)۔ یہ درحقیقت جو خط اس کی طرف پہنچا تھا اس کی وضاحت ہے گویا کہ جب اس نے یہ کہا انی القی الی کتب کریم۔ تو اسے کہا گیا کہ وہ خط کس کی طرف سے ہے اور اس کا کیا مضمون ہے تو وہ کہنے لگی انه من سلیمان وانه کیت وکیت۔ یعنی وہ ایسے ہے۔

۳۱: اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ (کہ تم بڑے مت بنو اور تکبر مت کرو)۔ جس طرح کہ بادشاہ کیا کرتے ہیں۔ ان یہاں مفسرہ ہے جیسا کہ اس قول میں وانطلق الملا منهم ان امشوا سورۂ ص آیت نمبر ۶۔ یعنی ای امشوا۔ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (اور تم میرے پاس فرمانبردار ہو کر آ جاؤ) اور اطاعت گذاروں کے معنی میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے خطوط ایجاز واختصار کا نمونہ ہوتے ہیں۔

۳۲: قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ (اس نے کہا اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو)۔ یعنی اب پیش آنے والے معاملہ میں مشورہ دو۔

ملکہ کی مشاورت:

الفتوٰی: حادثے کے جواب کو کہا جاتا ہے۔ یہ الفتاء فی السن سے بطور استعارہ مشتق کیا گیا ہے اور یہاں فتوی سے مراد اپنی رائے سے مشورہ دینا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے تا کہ ان سے مشورہ لے کہ ان کے دل خوشی سے اس کی طرف مائل ہو جائیں اور وہ بھی اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں۔ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا (اور میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی)۔ قاطعة کا یہاں معنی فاصلة ہے یا حکم دے ڈالنا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ (جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو)۔ قراءت۔ نون کے کسرہ کے ساتھ فتحہ پڑھنا اس میں لحن ہے کیونکہ نون مفتوح رفع کے مقام پر ہوتی ہے اور یہ مقام نصب ہے۔ یہ اصل میں تَشْهَدُوْنَنِیْ ہے۔ پہلی نون کو نصب کی وجہ سے حذف کیا اور یاء کو اس لئے حذف کیا کہ کسرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یعقوب نے وصل ووقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

معنی آیت کا یہ ہے کہ: یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو یا مجھے مشورہ نہ دے دو اور اس بات کی درستی پر گواہ نہ بن جاؤ۔ مطلب یہ تھا میں تمہاری موجودگی کے بغیر کسی معاملے کو طے نہیں کرتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو مشورہ دینے والوں کی تعداد تین سو تیرہ آدمی تھے۔ جن میں سے ہر ایک دس ہزار پر نگران تھا۔

مشورۂ جنگ:

۳۳: قَالُوْا (انہوں نے اس کے جواب میں کہا)۔ نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ (ہم بڑے طاقتور اور سخت جنگجو ہیں)۔ قوۃ سے ان کی مراد آلات اور اجسام کی قوت تھی۔ اور بأس سے مراد لڑائی کے وقت آزمائش اور شدت شجاعت تھی۔ وَالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (اب اختیار تیرے ہاتھ میں ہے آپ خود ہی غور کر لیں۔ جو آپ حکم دیں)۔ یعنی حکم تمہارے سپرد ہے ہم تمہاری اطاعت کرنے والے ہیں۔ پس تم ہمیں حکم دو ہم اس کو مانیں گے تیری مخالفت ہرگز نہیں کریں گے گویا ان سب نے لڑائی کا مشورہ دیا۔ نمبر ۲۔ یا ان کی مراد یہ تھی کہ ہم جنگجو ہیں ہم مشورہ دینے والوں کی اولاد نہیں تو خود ذی رائے

اور ذی تدبیر ہے اس لئے تو غور کر لے تو کیا رائے دینا چاہتی ہے ہم تیری رائے کی اتباع کریں گے۔ جب ملکہ بلقیس نے ان کا میلان لڑائی کی طرف پایا تو وہ مصالحت کی طرف مائل ہوئی اور جواب کو ترتیب دیا۔ اس سے پہلے جو بات انہوں نے ذکر کی اس کو فضول قرار دیا اور ان کی غلطی اس میں یہ کہتے ہوئے واضح کی۔

مزاجِ شاہان:

۳۴: قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً (کہنے لگی کہ بادشاہ کسی بستی میں جب داخل ہوتے ہیں) یہاں داخلے سے زبردستی غلبے سے داخل ہونا مراد ہے۔ اَفْسَدُوْهَا (وہ اس کو اجاڑ دیتے ہیں)۔ وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں یعنی معززین کو ذلیل کرتے ہیں اور شرفاء کی توہین کرتے ہیں اور ان کو قتل وقید میں ڈالتے ہیں۔ پس اس نے لڑائی کے برے نتیجے کو ذکر کرتے ہوئے کہا۔ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں) اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ان کی دوامی عادت ہے کہ جس میں تبدیلی نہیں۔ کیونکہ وہ پرانے بادشاہوں کے گھروں میں پلی تھی اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنا اور دیکھا تھا اسی لئے اس نے اس خطرے کا احساس ان کو دلایا۔ پھر اس نے اپنی درست رائے کے مطابق ہدیے کا تذکرہ کیا۔ ایک اور قول: یہ اللہ کی طرف سے اس کے قول کی تصدیق ہے۔ ارشاد مفسر: اس زمین میں ایک فساد پیدا کرنے والے نے اس آیت سے استدلال کیا حالانکہ جس نے کسی حرام کو جائز کیا اس نے کفر کیا۔ اگر اس نے قرآن کو بطور تحریف کے دلیل بنایا ہے تو اس نے دو کفروں کو جمع کیا۔ نمبر ا۔ تحریف قرآن نمبر ۲۔ اباحت حرام۔

ملکہ کی عاقلانہ رائے:

۳۵: وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ (میں ان کو ایک ہدیہ بھیجوں گی) یعنی قاصدوں کو ہدیہ دیکر بھیجوں گی۔ فَنٰظِرَةٌ (پھر دیکھوں گی)۔ پس انتظار کروں گی۔ بِمَ : اصل میں بما ہے کیونکہ حرف جر کے ساتھ ما استفہامیہ آئے تو الف حذف کر دیا جاتا ہے۔ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ (قاصد کیا جواب لے کر آتا ہے)۔ ان ہدیوں کی قبولیت کا یا واپس لوٹانے کا۔ کیونکہ وہ بادشاہوں کی عادت اور ہدایا کے اچھے مواقع سے واقف تھی۔ پس اگر وہ بادشاہ ہوگا تو ان کو قبول کر لے گا اور اگر وہ پیغمبر ہوا تو ان کو رد کر دے گا اور ہم سے سوائے اتباعِ دین کے کسی چیز پر راضی نہ ہوگا۔ اس نے ہدایا میں پانچ سو غلام جن کو لڑکیوں کا لباس اور زیورات پہنا کر ایسے گھوڑوں پر سوار کیا جو ریشم سے ڈھنپے ہوئے تھے اور ان گھوڑوں کی لگامیں اور کاٹھیاں سونے اور جواہرات سے مزین تھیں اور پانچ لڑکیاں جو لڑکوں کے لباس میں گھوڑیوں پر سوار تھیں۔ اور ایک ہزار سونے' چاندی کی اینٹیں اور موتی اور یاقوت کا جڑاؤ کیا ہوا تاج اور ایک ڈبیہ جس میں ایک نایاب موتی اور ایک ٹیڑھا کیا ہوا پوتھ رکھ کر بند کر دیا اور قاصد بھیجے اور ان کا نگران منذر بن عمرو کو بنایا۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے بِمَ يرجع المرسلون۔ اور اس نے ایک خط لکھا جس میں سارے ہدایا کی تفصیل تھی اور یہ کہا گیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو لونڈیوں اور غلاموں میں امتیاز کر دیجئے اور یہ بھی اطلاع کر دیجئے کہ ڈبیہ میں کیا ہے اور موتی کے درمیان میں درست سوراخ کر دیا جائے اور پوتھ کے اندر دھاگہ ڈال دیا جائے پھر اس نے منذر کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ تمہیں غضب ناک نگاہوں سے دیکھے تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہے۔ ہرگز اس سے خوف زدہ نہ ہونا اور اگر تم ان کو ہشاش بشاش نرمی والا پاؤ تو وہ پیغمبر ہیں۔

ہدہد کی آگاہی کی صورت:

ہدہد حاضر ہوا اور سلیمان علیہ السلام کو اس ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا۔ کہ وہ سونے چاندی کی اینٹیں تیار کریں۔ اور سامنے کے میدان میں جس کی لمبائی سات فرسخ ہو اس کا فرش لگا دیں اور اس میدان کے ارد گرد دیوار بھی سونے چاندی کی اینٹوں کی کھینچ دیں پھر آپ نے حکم دیا کہ سمندر اور خشکی کے بہترین جانوروں کو اس میدان کے دائیں اور بائیں ان عمارتوں پر باندھ دیا جائے اور جنات کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ اس میدان کے دائیں اور بائیں بیٹھ جائیں پھر آپ اپنے تخت پر تشریف فرما ہوئے تو تخت کے دونوں اطراف میں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ شیاطین صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور اسی طرح انسان صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور وحشی جانور درندے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے سب صف بستہ تھے۔ جب انہوں نے جانوروں کو سونے چاندی کی اینٹوں پر گوبر کرتے دیکھا تو ان کو اپنے ہدایا حقیر معلوم ہوئے۔ اس لئے ان کو وہیں پھینک دیا اور بڑھتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے جب سامنے آ کھڑے ہوئے تو آپ نے ان سب کو ہنس مکھ چہرے سے دیکھا۔ انہوں نے ملکہ کا خط حاضر خدمت کیا آپ نے فرمایا موتی کہاں ہے پھر دیمک کو حکم دیا۔ تو اس نے ایک بال پکڑ کر اس موتی میں سوراخ کر دیا اور ایک سفید کیڑے نے اپنے منہ میں دھاگہ لے کر اس پوتھ میں دھاگہ ڈال دیا پھر آپ نے پانی منگوایا۔ رنڈیاں پانی کو پہلے ایک ہاتھ میں پکڑتی پھر دوسرے پر رکھتیں اور پھر اس کو اپنے منہ پر ڈالتیں اور لڑکے اس کو جونہی پکڑتے اپنے چہرے پر ڈال لیتے ان کے درمیان بھی امتیاز کر دیا پھر سارے ہدایا کو واپس کر دیا پھر منذر کو کہا جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔

جوابِ سلیمان علیہ السلام تم دنیا پر اِترانے والے ہو:

۳۶: فَلَمَّا جَاءَ (جب اس کا قاصد منذر بن عمرو آیا)۔ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (سلیمان علیہ السلام کے پاس تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کر رہے ہو)۔ قراءت۔ تمدونن اس میں دونون اور وصل ووقف میں باء کا اثبات مکی اور سہل نے کیا ہے مدنی اور ابوعمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی۔ اتمدوننی حمزہ اور یعقوب نے دونوں حالتوں میں پڑھا ہے جبکہ دیگر تمام قراء نے وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بغیر یاء کے پڑھا ہے اور اس میں قاصدوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ فَمَا اٰتٰنِ اللّٰهُ (جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے)۔ یعنی نبوت بادشاہی اور نعمت۔ قراءت: ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ مدنی ابوعمرو نے اور حفص نے پڑھا ہے۔ خَيْرٌ مِّمَّا اٰتٰكُمْ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے)۔ یعنی دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں۔ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (بلکہ تم تو اپنے ہدیے پر اتراتے ہو)۔ الهدية۔ ہدیہ میں پیش کی جانے والی چیز جیسے عطیہ ہدیہ میں دی جانے والی چیز۔ ہدیے کی اضافت ہدیہ دینے والی اور جس کو ہدیہ دیا جائے دونوں کی طرف درست ہے جیسے کہتے ہیں هذه هدية فلان۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جو اس نے ہدیہ میں دی۔ یا یوں کہتے ہیں اهديت اليه مجھے یہ ہدیہ دیا گیا۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہت ہی اعلیٰ ہے جو تمہارے پاس ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ دین دیا کہ جس میں اعلیٰ نصیب اور وسیع مالداری ہے اور اس نے مجھے وہ دنیا دی ہے کہ جس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کس طرح میرا ہمسر مجھے مالی امداد دے سکتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ظاہری دنیا ہی کو جانتے ہو۔ اسی لئے جو تمہیں زادِ راہ یا ہدیہ دیا جائے

اس پر اترانے لگتے ہو۔ کیونکہ تمہاری ہمت اسی حد تک پہنچنے والی ہے مگر میری حالت تمہاری حالت سے مختلف ہے میں تمہاری کسی چیز پر خوش نہیں ہوسکتا سوائے ایمان کے اور اسی بات پر خوش ہوسکتا ہوں کہ تم مجوسیت کو چھوڑ دو۔

لغوی نکتہ:

اتمدنی بمال وانا اغنی منك اور اسی طرح اس کو فاء یا واو کے ساتھ لانے میں فرق یہ ہے۔ کہ جب واؤ سے لاؤ گے تو مخاطبین میری مالداری سے واقف ہیں اور اس کے باوجود وہ مجھے مالی امداد دے رہے ہیں۔ اور اگر فاء کے ساتھ لائیں تو مخاطب میری مالداری کو نہیں جانتا پس میں اس کو اس وقت اطلاع دے رہا ہوں کہ مجھے تمہاری معاونت کی ضرورت نہیں۔ گویا میں اس کو اس طرح کہہ رہا ہوں۔ **انکر علیك مافعلت فانی غنی عنه**۔ جو معاملہ تم نے کیا ہے میں اس کو عجیب سمجھتا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

پس **فما اتانی اللّٰه** میں فاء اسی بات کو ظاہر کر رہی ہے۔ بل کو لا کر آپ نے ان کی بات سے اعراض اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہیکہ جب آپ نے ان کی امداد کو انوکھا قرار دیا اور اپنے انکار کی علت بیان کی۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ نے اس سبب کو بیان کر دیا جو اس کا باعث بنا تھا اور وہ یہی تھا کہ وہ خوشی و ناراضی کے ہدیہ والے سبب سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جو کہ محض دنیا ہے۔ وہ اس کے سوا اور کسی سبب سے واقفیت ہی نہیں رکھتے۔

یعنی ان کی نگاہ فقط دنیا تک ہے جو کہ کوتاہ نگاہی کی علامت ہے۔

۳۷: **اِرْجِعْ** (تو لوٹ جا)۔ یہ قاصد کو خطاب ہے۔ یا ہدہد کو فرمایا۔ اگر دوسرے خط کا احتمال تسلیم کیا جائے۔ **اِلَیْهِمْ** (ان کی طرف) بلقیس اور اس کی قوم کی طرف۔ **فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا** (ہم ایسا لشکر لے کر ان پر جا پہنچیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں)۔ القبل کی حقیقت مقابلہ و مقاومت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے مقابلہ پر قادر نہ ہونگے۔ **وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا** اور (ہم ان کو ضرور سبأ سے نکال باہر کریں گے) **اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ** (بے عزت کر کے اور وہ ذلیل ہونگے)۔ الذل عزت' ملک کا چلا جانا۔ الصغار۔ قید و غلامی میں مبتلا ہونا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ

سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کا تخت اس سے پہلے میرے پاس لیکر آجائے کہ وہ میرے پاس فرماں بردار ہو کر آئیں ، جنات میں سے

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ایک دیو نے کہا کہ میں اسے اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنے مقام سے کھڑے ہوں اور بلا شبہ میں اس پر قدرت رکھتا ہوں امانت دار ہوں،

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ

اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ کی آنکھ جھپکے،

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ

سو جب اسے اپنے پاس دھرا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ

یا ناشکری، اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنی ہی جان کے لئے شکر کرتا ہے، اور جو شخص ناشکری کرے اس میں شک نہیں کہ میرا رب غنی ہے

كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

کریم ہے، سلیمان نے کہا کہ اس کے لئے اس کے تخت کو بدل دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ ہدایت پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے

۳۸: جب ملکہ کی طرف اس کے قاصد اپنے ہدایا لے کر واپس آئے اور انہوں نے واقعات بیان کیے۔ تو بلقیس نے کہا وہ نبی ہیں ہمیں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ پھر اس نے اپنے تخت کو سات کمروں میں بند کر کے ان کے دروازے بند کر دیئے اور اس پر پہرہ دار مقرر کیے۔ جو حفاظت کریں اور سلیمان علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میں خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں تا کہ آپ کی دعوت پر غور کروں۔ اور بارہ ہزار سرداروں کی سربراہی میں روانہ ہوئی ہر سردار کے ماتحت بھی ہزاروں لوگ تھے۔ جب سلیمان علیہ السلام سے اس کا فاصلہ ایک فرسخ رہ گیا تو آپ نے فرمایا۔

اظہارِ معجزہ:

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (آپ نے فرمایا: اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے آئے گا۔ اس سے قبل کہ وہ فرمانبردار بن کر آئے)۔ نمبر ۱۔ آپ نے یہ چاہا کہ اس کو وہ عجائبات دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے۔ تا کہ نبوتِ سلیمان علیہ السلام کے لئے وہ شاہد کا کام دیں۔ اگر بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا کچھ علم تھا۔ نمبر ۲۔ آپ نے اس تخت کو اس کے اسلام لانے سے قبل لینا چاہا کیونکہ اسلام لانے کے بعد

اس کے مال کا لینا آپ کے لئے جائز نہ تھا۔مگر یہ قول تحقیق کے خلاف اور غلط ہے۔نمبر۳۔آپ نے اس کی عقل کا امتحان لینا چاہا۔ کہ آیا اس کو پہچانتی ہے یا نہیں اسی لئے اس کے جڑاؤ میں تبدیلی کرادی۔

۳۹:قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ (جنات میں سے ایک خبیث دیو نے کہا)۔عفریت۔خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔اس کا نام ذکوان تھا۔اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ (میں اس کو تمہارے پاس لاسکتا ہوں)قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (اس سے قبل کہ آپ اپنی مجلس فیصلہ وقضاء سے اٹھیں) وَاِنِّیْ عَلَیْهِ (اور میں اس کو لانے پر) اٹھانے پر۔لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ (طاقتور امانت دار ہوں) میں اس کو اسی طرح لے آؤں گا۔اس سے کوئی چیز کم نہ کروں گا۔اور نہ تبدیل کروں گا۔سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔

کرامت آصف خیار:

۴۰: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا)۔نمبر۱۔وہ فرشتہ جو تقدیر کی کتاب لئے ہوئے ہے۔اللہ تعالیٰ نے عفریت کی اس بات پر انا اتیك به قبل ان تقوم الایة۔اس فرشتہ کو بھیجا۔نمبر۲۔جبرئیل علیہ السلام اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔نمبر۳۔خضر علیہ السلام۔نمبر۴۔آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ جو سلیمان علیہ السلام کے کاتب وحی تھے اور سب سے صحیح ترین قول یہی ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے۔جس سے جب دعا کی جائے تو فوراً قبول ہوتی ہے۔اور وہ یہ ہے یاحی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام۔ یا اِلٰهَنا واله کل شیٔ الٰهًا واحدًا۔ لا اله الا انت۔

ایک قول یہ ہے:

وہ الہامِ الٰہی سے غیب کے مقامات اجراء کو جان لیتے۔اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ (میں اس کو تیرے پاس لے آؤں گا)۔بِهٖ سے تخت مراد ہے۔اتیك۔دونوں مقام پر فعل بھی بن سکتا ہے۔نمبر۲۔اسم فاعل بھی بن سکتا ہے۔

قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (اس سے قبل کہ تیری نگاہ تیری طرف لوٹ کر آئے)۔تم اپنی نگاہ کوئی چیز دیکھنے کے لئے متوجہ کرو۔اس کو اپنے طرف لوٹانے سے قبل تخت کو اپنے سامنے پاؤ گے۔مروی ہے کہ آصف نے سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا۔آپ اپنی آنکھوں کو حد نگاہ تک دراز کریں۔آپ نے اپنی دونوں آنکھوں کو سامنے متوجہ کیا پھر آپ نے دائیں جانب دیکھا ادھر آصف نے دعا کی تو تخت زمین کے نیچے سے حکم الٰہی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے سامنے نگاہ لوٹانے سے پہلے مجلس میں ظاہر ہوگیا۔فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ (جب اس تخت کو سامنے رکھا دیکھا)۔بلا اضطراب سامنے جما ہوا۔قَالَ هٰذَا (تو سلیمان علیہ السلام نے کہا)۔یعنی میرے مقصد کا حاصل ہو جانا ہے اور وہ تخت بلقیس کا لانا ہے۔جو پلک جھپک میں حاصل ہوگیا۔مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (یہ میرے رب کا فضل ہے)۔جو مجھ پر ہے اور اس کا بلا استحقاق کے احسان مجھ پر ہے۔بلکہ یہ فضل تو عوض سے بھی خالی ہے اور غرض سے مبرا ہے۔لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ (تاکہ وہ میری جانچ کرے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں)۔یبلو کا معنی امتحان لینا ہے۔

شکر کا فائدہ:

نمبرا۔اشکر سے انعام کا شکریہ مراد ہے۔اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے شکر کرے گا)۔کیونکہ وہ اس شکریہ کے ذریعے اپنے فرض کی ذمہ داری اپنے سے اتار رہا ہے اور ناشکری کے نشان سے نفس کو بچاتا ہے اور شکریہ سے مزید کو حاصل کرنے والا اور نعمت کو باقی رکھنے والا ہے۔شکریہ موجود نعمت کا بندھن اور مفقود نعمت کو شکار کرنا ہے۔

بعض کا مقولہ ہے:

کفرانِ نعمت ہلاکت ہے۔بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وحشی جانور کی رسّی ڈھیلی کر دینے سے وہ اپنے مرکز پر واپس لوٹ آئے منتشر نعمتوں کو شکر سے پاس بلا اور اپنے عمدہ پڑوس سے سابقہ کو قائم رکھ اور یہ خوب سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا لٹکا ہوا پردہ اٹھ جائے گا اگر تم اس کی عظمت کا خیال نہ کرو گے۔یعنی اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرو گے۔

وَمَنْ كَفَرَ (جس نے ناشکری اختیار کی)۔نعمتوں کا شکریہ ترک کر کے۔فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ (پس میرا رب بے نیاز ہے)۔شکریے سے كَرِيْمٌ (کرم کرنے والا ہے) اور جو اس کی نعمتوں کی ناشکری ہے اس پر اپنی نعمتوں سے کرم کرنے والا ہے۔

واسطی کا قول ہے:

ہمارا شکریہ تو اپنے لئے ہوتا ہے اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمت بھی ہمیں ہی پہنچتی ہے اور اس کا احسان وفضل ہم پر سایہ افگن ہے۔

۴۱:قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا (آپ نے فرمایا اس کا تخت تبدیل کر دو)۔یعنی اس کے مقدم کو موخر اور اعلیٰ کو اسفل کر دو۔نَنْظُرْ (ہم دیکھیں)۔ نَحْوَ : جزم کی صورت میں یہ جواب ہے۔اَتَهْتَدِيْ (کیا اس کو صحیح پتہ چلتا ہے)۔اپنے تخت کی پہچان کرنے میں موقعہ سوال پر درست جواب دینے میں۔اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ (یا اس کا شمار انہی لوگوں میں ہے جو ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگا سکتے)۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا

سو جب وہ آ گئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے کہنے لگی گویا یہ تو وہی ہے،اور ہمیں اس سے

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

پہلے علم دیدیا گیا تھا اور ہم فرماں بردار ہو چکے ہیں، اور سلیمان نے اسے اس سے روک دیا جو وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً

بلاشبہ وہ کافر قوم میں سے تھی، اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جا سو جب اس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے

وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ

اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا بلاشبہ یہ ایسا ایک محل ہے جسے شیشوں سے جوڑ کر بنایا گیا ہے وہ کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں

ع ۳ ۱۸

ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں برداری قبول کر لی،

۴۲: فَلَمَّا جَآءَتْ (پس جب بلقیس آئی)۔ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ (اس کو کہا گیا۔ تیرا تخت اسی طرح کا ہے)۔ هٰ: ها حرف تنبیہ ہے اور کاف تشنیہ کے لئے ذا اسم اشارہ ہے۔

عجیب سوال و جواب:

آپ نے أهكذا عرشك فرمایا۔ اهذا عرشك۔ امثل هذا عرشك نہیں فرمایا۔ تا کہ تلقین نہ بنے۔

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ (اس نے کہا۔ گویا یہ وہی ہے) اس نے بہترین جواب دیا اور اس نے هو هو یا لیس به نہیں کہا۔ یہی اس کی عقل مندی کی علامت تھی۔ کہ ایسی بات کہی جس میں دونوں باتوں کا احتمال تھا۔ یا جب انہوں نے اهكذا عرشك کہہ کر اس پر معاملے کو مشتبہ کیا تو اس نے بھی اپنے قول كَاَنَّهٗ هُوَ سے ان پر بات کو مشتبہ کر دیا۔ باوجود یکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اسی کا تخت ہے۔

ملکہ کا اعتراف:

وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا (اور ہمیں تو اس نشانی سے قبل ہی علم ہو گیا تھا)۔ یہ کلام بلقیس ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی صحت نبوت کا علم گذشتہ معجزات سے ہو چکا تھا۔ تخت منگوانے والے معجزہ کے ظہور سے پہلے یا اس حالت سے پہلے۔ وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ (اور ہم آپ کے فرمانبردار ہیں)۔ اور آپ کے حکم کو ماننے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ یا یہ سلیمان علیہ السلام اور آپ کے

سرداروں کا کلام ہے اور اس کا عطف و اوتینا العلم پر ہے۔ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ذات وصفات اور اس کی طرف سے آنے والی وحی پر اس کے علم سے پہلے ہی علم ہے۔ نمبر۳۔ ہمیں اس کا مسلمان ہونا معلوم ہو چکا تھا اور اس کی آمد سے قبل اس کا مسلمان ہو کر آنا معلوم ہو چکا تھا اور ہم اس کو وحدہ لاشریک ماننے والے اور اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

اسے کس چیز نے روکا:

۴۳: وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان معبودوں کی عبادت سے روک دیا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی)۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے کلام سے متصل ہے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس کو روک دیا اس علم کی بنیاد پر جو ہم نے ان کو سکھایا تھا۔ یا اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے نے اس کو سورج کی پوجا اور کفار کے مابین نشو ونما سے روک دیا۔ پھر کفار کے درمیان اس کا پرورش پانا واضح فرمایا۔ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ یا یہ ابتدائی کلام ہے۔ ای قال اللّٰه تعالٰی و صدها قبل ذلك عما دخلت فيه ضلالها عن سواء السبيل۔ نمبر۳۔ صدها اللّٰه۔ نمبر۴۔ صدها سليمان عما كانت تعبد۔ حرف جار کے حذف کو مقدر مان کر اور فعل کو ملا کر۔

۴۴۔ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ (اس کو کہا گیا تو محل میں داخل ہو)۔ الصرح۔ محل نمبر۲۔ گھر کا صحن۔ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً (جب اس کو دیکھا تو اس کو موجیں مارنے والا پانی گمان کیا)۔ لُجة۔ (بڑا پانی)۔ وَّكَشَفَتْ عَنْ سَا قَيْهَا (اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا)۔ قراءت: مکی نے ساقیها ہمزہ سے پڑھا ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی آمد سے قبل حکم دیا کہ اس کے راستے پر سفید شیشے کا محل بنایا جائے اور اس کے نیچے پانی جاری کر دیا اور اس پانی میں مچھلیاں چھوڑ دیں اور اس کے درمیان میں اپنا تخت بچھا کر بیٹھ گئے اور پرندے اور جنات وانس آپ کے ساتھ رک گئے۔ یہ فعل آپ نے اپنے معاملے کی عظمت کو بٹھانے اور نبوت کی سچائی ثابت کرنے کیلئے کیا۔

ایک قول یہ ہے:

جنات اس سے شادی کرنا ناپسند کرتے تھے اپنے اسرار ورموز اس کے پاس رکھتے کیونکہ یہ جنیۃ کی بیٹی تھی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو خطرہ تھا کہ اس کا ایسا لڑکا پیدا نہ ہو جو جن وانس کی فطانت کا جامع ہو۔ وہ سلیمان کی بادشاہت سے نکل کر اس سے سخت بادشاہت میں نہ پھنس جائیں۔ وہ سلیمان علیہ السلام کو کہنے لگے اس کی عقل میں خرابی ہے اور اس کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں گدھے کے کھروں کی طرح ہیں۔ آپ نے تخت کو تبدیل کر کے اس کی عقل کا امتحان لیا اور محل بنایا تا کہ پنڈلیوں اور پاؤں کا پتہ چل سکے۔ جب اس نے پانی سمجھ کر اس میں گھسنا چاہا تو اس کی پنڈلیاں اور پاؤں لوگوں میں خوبصورت ترین تھے۔ مگر ان پر بال تھے آپ نے اپنی نگاہ مبارک پھیر لی۔ پھر فرمایا۔ قَالَ (آپ نے اس کو فرمایا)۔ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ (بیشک یہ محل ہے بنا ہوا)۔ ملائم' برابر اور امرد کا لفظ بے بال لڑکا اسی سے ہے۔ مِّنْ قَوَارِيْرَ (شیشے کا)۔ سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کرنا چاہی

مگر اس کے بالوں کو ناپسند کیا۔ شیاطین نے نورہ تیار کیا جس سے بال جاتے رہے۔ پس سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا اور اس سے محبت کی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھا۔ مہینہ میں ایک مرتبہ اس کے ہاں جاتے اور تین روز قیام فرماتے۔ اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (اس نے کہا اے میرے رب بیشک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا)۔ سورج کی عبادت میں مصروف رہ کر۔ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی)۔

قولِ محققین:

کہ اس بات کا قطعاً احتمال بھی جائز نہیں کہ سلیمان علیہ السلام اس کی پنڈلیاں دیکھنے کے لئے یہ حیلہ کریں جبکہ وہ اجنبیہ تھی۔ حاشا وکلا۔ اس لئے اس جیسی باتیں درست نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو جماعتیں ہو گئیں

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا

جو آپس میں جھگڑا کر رہے تھے، صالح نے کہا کہ اے میری قوم تم اچھی بات سے پہلے بری حالت کی کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم کیوں

تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ

اللہ سے مغفرت طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے، وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہم بدشگونی لے رہے ہیں، صالح نے کہا

طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ

کہ تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو عذاب میں مبتلا ہونے والے ہو، اور ان کے شہر میں نو اشخاص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے

فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ

اور اصلاح نہیں کرتے تھے، وہ کہنے لگے کہ تم سب مل کر اس بات پر اللہ کی قسم کھالو کہ ہم صالح کو اور اس کے گھر والوں کو راتوں رات ایسی حالت میں قتل کر دیں☆

مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا

کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر حاضر نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں، اور انہوں نے خاص قسم کا مکر کیا اور ہم نے اس حال میں خاص تدبیر کی اور انہیں

يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

پتہ بھی نہیں چلا، سو دیکھ لیجئے مکر کا کیا انجام ہوا؟ بلاشبہ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا،

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو جانتے ہیں، اور ہم نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کرتے تھے۔

☆ یعنی اس کا وصیان نہیں ہوگا پھر ضرور ہم اس کے ولی سے کہہ دیں گے

قوم ثمود کا ذکر:

۴۵: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (تحقیق ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا)۔ اخاھم۔ نسبی بھائی۔

نحو :صالحًا یہ اخاھم سے بدل ہے۔اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔
قراءت :اَنِ کی نون کو وصل میں کسرہ سے عاصم، حمزہ، بصری قراء نے پڑھا اور دیگر قراء نے نون کو ضمہ سے باء کی اتباع میں پڑھا ہے۔معنی یہ ہے تم اللہ کو وحدہ لاشریک مانو۔فَاِذَا یہ مفاجات کیلئے ہے۔هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ (اچانک دو فریق جھگڑنے لگے)۔هم مبتدا فریقان خبر ہے۔یختصمون یہ صفت ہے اور یہی اذا میں عامل ہے۔مطلب یہ ہے۔کہ اچانک قوم صالح کے دو گروہ مؤمن و کافر بن کر جھگڑنے لگے۔ ہر فریق کہتا تھا کہ حق میرے ساتھ ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت اعراف ۷۵۔۷۶ میں موجود ہے۔قال الملأ الذین استکبروا من قومه للذین استضعفوا لمن اٰمن منهم اتعلمون ان صالحًا مرسل من ربه قالوا انا بما ارسل به مؤمنون۔۷۵قال الذین استکبروا انا بالذی امنتم به [کافرون ۷۶]۔اور کافر کہنے لگے۔یصالح آتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین۔[الاعراف۔۷۷]
۴۶:قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ (کہا! اے میری قوم تم برائی کو کیوں جلدی مانگتے ہو)۔السیئة سے وہ عذاب مراد ہے جس کو ان سے نہ ماننے کی صورت میں وعدہ کیا جاتا تھا۔قَبْلَ الْحَسَنَةِ (اچھائی سے پہلے)۔توبہ سے قبل۔لَوْ لَا (کیوں نہیں)۔ تَسْتَغْفِرُوْنَ (تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے)۔کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر کیوں معافی نہیں مانگتے اس سے قبل کہ عذاب نازل ہو۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تا کہ تم پر رحم کیا جائے)۔تمہیں قبولیت عنایت فرما کر۔
۴۷:قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ (ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں)۔کیونکہ ان کی بعثت کے وقت تکذیب کی وجہ سے ان پر قحط مسلط کر دیا گیا تھا۔کفار نے آپ کی آمد کی طرف اس کی نسبت کی اور اطَّيَّرْنَا اصل میں تطیر نا ہے۔اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔تاء کو طاء میں ادغام کر کے سکون طاء کو پڑھنے کے لئے الف کا اضافہ کر دیا۔وَبِمَنْ مَّعَكَ (اور ان سے جو تیرے ساتھ ہیں)۔ایمان لانے والے۔قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ (کہا تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے)۔یعنی وہ سبب جس سے تمہارے لئے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔وہ اسی نے بنایا اور اسی کی ہی تقسیم ہے۔نمبر۲۔تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔پھر جو کچھ اترا بطور سزا اور آزمائش وہ اسی کی طرف سے اترا اور اس آیت میں یہی مذکور ہے۔وکل انسان الزمناه طائره فی عنقه [الاسراء۔۱۳]۔

تطائر کی اصل:

اہل جاہلیت کے ہاں یہ تھی۔جب مسافر کسی پرندے کے پاس سے گزرتا اور اس کو وہ ڈانٹ پلاتا۔ پرندہ ڈر کر اگر اس کے دائیں طرف سے گزر جاتا تو وہ اس کو متبرک قرار دیتے اور اگر وہ بائیں طرف گزرتا تو وہ اس سے بدشگونی لیتا۔ جب خیر و شر کی نسبت انہوں نے طائر کی طرف کی تو استعارۃً اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تقسیم کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔نمبر۲۔تمہاری قسمت بندے کے عمل سے ہے۔وہ بندہ جو کہ رحمت و عذاب میں اصل سبب ہے۔بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (بلکہ تم آزمائی ہوئی قوم ہو)۔ تمہارا امتحان لیا گیا ہے۔نمبر۲۔تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔

ثمود کے مفسد:

۴۸: وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ (اور شہر میں)۔ شہر سے ثمود کا شہر مراد ہے۔ جس کا نام الحجر تھا۔ تِسْعَةُ رَهْطٍ (نو اشخاص تھے) نحو: یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ اسی لئے یہ تسعة کی تمیز کے طور پر استعمال ہو گیا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا۔ تسعة انفس۔ کیونکہ تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے۔

قول ابن درید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا سربراہ قدار بن سالف تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے میں دوڑ دھوپ کی تھی۔ یہ سب بڑے لوگوں کی اولاد تھے۔

يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (وہ زمین میں فساد مچاتے درستی نہ کرتے تھے)۔ یعنی ان کا کام خالص بگاڑ پھیلانا تھا جس میں اصلاح کا ذرہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ بعض مفسدین سے کبھی کبھی صلاح و درستی بھی دیکھنے میں آتی ہے۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لوگوں کے عیب نکالتے اور ستر پوشی نہ کرتے۔

آیت ۴۹: قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ (انہوں نے کہا سب منکر آپس میں قسمیں اٹھاؤ)۔ نحو: نمبرا۔ یہ تقاسموا خبر ہے جو محل حال میں واقع ہے۔ اور قد مضمر ہے۔ ای قالوا متقاسمین باللّٰه۔ نمبر۲۔ یہ امر ہے۔ یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو قسم کا کہا اور حکم دیا۔ تقاسموا کا معنی تحالفوا۔ باہمی حلف ہے۔ لَنُبَيِّتَنَّهٗ (ہم اس پر شب خون ماریں گے)۔ راتوں رات اس کو ضرور قتل کر دیں گے۔ وَاَهْلَهٗ (اور اس کے اہل کو)۔ اولاد و پیروکاروں کو ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ (پھر ہم اس کے اولیاء کو کہیں گے)۔ خون کے وارث۔ قراءت: حمزہ و علی کی قراءت میں لتبیتنه تائے اولیٰ اور تائے ثانیہ کے ضمہ سے۔ لتقولُن تاء اور ضمہ لام کے ساتھ آیا ہے۔ ماشهدنا، (ہم تو موجود ہی نہ تھے) مهلك اهله (اس کے اہل کے ہلاک ہونے کی جگہ میں) قراءت، حفص نے مهلك پڑھا اور ابوبکر، حماد، مفضل نے مَهْلَكَ پڑھا اور اصل هلك قرار دیا۔ اول کا معنی موضع ہلاکت اور دوسرا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہلاکت ہے۔ دیگر قراء نے مُهْلَك پڑھا اور اهلك کو اصل قرار دیا۔ نمبرا۔ اس کا معنی اہلاک (ہلاک کرنا) نمبر۲۔ مکان اہلاک۔ ہلاک کرنے کی جگہ۔ حاصل معنی نمبرا۔ یہ ہے ہم نے اس کے اہل و عیال پر کوئی تعرض ہی نہیں کیا۔ پس ہم ان پر کیسے تعرض کر سکتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہم تو اس کی ہلاکت کے ٹھکانے پر موجود نہ تھے۔ ہم اس کی ہلاکت کے کیونکر ذمہ دار بنیں۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں) اس بات میں جو ہم نے کی ہے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور اس تدبیر کی ان کو خبر بھی نہ تھی)۔ مکرهم سے ان کی وہ تدبیر جو انہوں نے صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے متعلق شبخون مارنے کی بنائی تھی۔ مکر اللّٰه سے مراد ان کا اس طور پر ہلاک کر دینا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

آیت میں: بطور استعارہ تدبیر کو ما کر کے مکر سے تشبیہ دی ہے۔

صالح علیہ السلام کے خلاف سازشِ قتل:

روایت میں ہے کہ گھاٹی میں صالح علیہ السلام کی مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ کہنے لگے کہ صالح کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے تین دن میں فارغ ہو جائے گا۔ ہم کیوں نہ اس سے اور اس کے اہل سے تین دن سے پہلے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ نو آدمی گھاٹی کی طرف نکل کر گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے اگر وہ نماز ادا کرنے آئے گا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ پھر اس کے اہل پر حملہ آور ہو کر ان کو قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر مسلسل بارش سے ان کی جانب بھیج دیا۔ وہ جلدی بھاگے تو پتھر اوپر سے آ کر ان پر گھاٹی میں فٹ ہو گیا۔ ان کی قوم کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے اور نہ ان کو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کو اسی جگہ سزا دے دی اور صالح علیہ السلام کو اور تمام ایمان والوں کو بچا لیا۔

قوم کی ہلاکت:

۵۱: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ (غور کرو ان کی تدبیر کا انجام کیا ہوا بیشک ہم نے تمام کو تہس نہس کر دیا)۔

قراءت: کوفی و سہل نے اَنَّا کو فتحہ سے پڑھا اور دیگر قراء نے اِنَّا پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔

نحو: جنہوں نے فتحہ دیا انہوں نے اس کو۔ نمبر ۱۔ العاقبۃ کا بدل مان کر مرفوع قرار دیا۔ نمبر ۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر مان لیا۔ تقدیر کلام یہ ہوئی وھی تدبیرھم اور جنہوں نے نصب دیا۔ انہوں نے لَاَنَّا لام کو محذوف مانا۔ نمبر ۲۔ یا اس کو کان کی خبر قرار دیا۔ تقدیر کلام کان عاقبۃ مکرھم الدمار وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (اور ان کی ساری قوم کو)۔ چیخ کے ذریعہ

آیت ۵۲: فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً (پس یہ ان کے مکانات گر پڑے ہیں)۔ منہدم گر پڑے ہیں۔ خاویۃ یہ خوی النجم سے بنا ہے۔ جب کہ وہ گرے۔ نمبر ۲۔ خالی پڑے ہیں۔ جبکہ الخواء سے لیا جائے۔

نحو: یہ حال ہے۔ جس پر تلك کا مدلول عامل ہے۔

بِمَا ظَلَمُوْا (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ ان کے ظلم کے باعث۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ جو کچھ ثمود کے ساتھ ہوا۔ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (جاننے والی قوم کے لئے نشانی ہے)۔ ہماری قدرت کی پس وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۵۳: وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو (صالح علیہ السلام پر) ایمان لائے)۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ تقویٰ والے تھے)۔ وہ اس کے اوامر کو ترک کرنے سے بچنے والے تھے۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی جنہوں نے صالح علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے نجات پائی۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو، کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لئے

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جہالت کے کام کر رہے ہو، سو ان کی قوم کا جواب

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہی تھا کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک بات یہ ہے کہ یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں،

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

سو ہم نے لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیدی سوائے اس کی بیوی کے کہ ہم نے اسے ان لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے اور ہم نے ان پر خاص

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

قسم کی بارش برسادی سو ان لوگوں کی بری بارش تھی جو ڈرائے گئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اللہ کے ان بندوں پر جنہیں

اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ لوگ جنہیں وہ شریک بناتے ہیں؟

مجالس میں بے حیائی:

۵۴: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ (اور لوط علیہ السلام کا تذکرہ کرو جب انہوں نے کہا)۔ لوطًا۔ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ یہ لوطًا سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذکر وقت قول لوط۔ (لوط کے قول کے وقت کو یاد کرو۔) لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (اپنی قوم سے کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ لواطت فاحشہ مراد ہے۔ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (حالانکہ تم سمجھدار ہو)۔ تم جانتے ہو کہ وہ بے حیائی ہے تو کیوں اس کا ارتکاب کرتے ہو۔ تبصرون سے نمبر ۱۔ بصر قلب مراد ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے۔ کیونکہ مجالس میں اعلانیہ اس کا ارتکاب کرتے ایک دوسرے سے چھپانے کے لئے پردہ نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ اس معصیت میں شدید منہمک تھے۔ اور مذاق ومخول کے طور پر کرتے تھے۔ نمبر ۳۔ تم اپنے سے قبل مجرموں کے آثار دیکھتے ہو۔ اور جو کچھ ان پر اترا وہ بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر اگلی آیات میں صراحۃً فرمایا۔

۵۵: اَىِٕنَّكُمْ (کیا تم ہی)۔ قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا۔ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ (کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو)۔ شهوة ای لشهوة۔ شہوت پوری کرنے کے لئے۔ مِنْ دُوْنِ النِّسَاءِ (عورتوں کو چھوڑ کر)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد

کے لئے بنایا ہے۔مرد کو مرد کے لئے نہیں بنایا۔اور نہ مؤنث کو مؤنث کے لئے بنایا گیا ہے۔یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ٹکراتی ہے۔بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (بلکہ تم جاہل لوگ ہو)۔نمبرا۔جاہلوں جیسے کام کرتے ہو اس لئے کہ اس کا بے حیائی ہونا تمہیں بخوبی معلوم ہے۔نمبر۲۔جہل سے مراد حماقت اور وہ مخول جس پر وہ قائم تھے۔اس جملہ میں خطاب و غائب دونوں جمع ہو گئے اور دوسری آیت :بل انتم قوم تُفْتَنون۔[النمل:۴۷] میں دونوں مخاطب ہیں۔اس آیت میں خطاب کو غائب پر غلبہ دے دیا کیونکہ وہ قوت میں بڑھ کر ہے۔اس لئے کہ اصل کلام تو دو موجود آدمیوں میں ہوتی ہے۔

۵۶:فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (پس قوم کا جواب یہی تھا کہ کہنے لگے۔آل لوط کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو بیشک یہ لوگ پاک بنتے ہیں)۔آل لوط سے یہاں لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ جَوَابَ :کان کی خبر جواب ہے اور ان قالوا اس کا اسم ہے۔یتطھرون۔ وہ گندگیوں سے بڑے بچتے ہیں۔ وہ اس گندے عمل کو اوپر اقرار دیتے ہیں اور ہمیں ان کے انکار و تنقید سے بغض اور چڑ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ استہزائی کلام ہے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔انك لانت الحليم الرشيد۔[ہود۔۸۷]

۵۷:فَاَنْجَيْنٰهُ (ہم نے ان کو نجات دی)۔قوم پر واقع ہونے والے عذاب سے بچالیا۔وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی ہم نے تجویز کر رکھا تھا اس کے لئے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے)۔قراءت: حماد و ابوبکر کے علاوہ باقی نے قدرنا تشدید سے پڑھا ہے۔ای قدرنا کونها۔ ہم نے مقدر کیا اس کا ہونا۔الغابرین۔عذاب میں باقی رہنے والے۔

۵۸:وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔پتھروں کی بارش جن پر اس کا نام لکھا تھا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (ڈرائے ہوؤں کی بارش بہت بری تھی)۔منذرین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے انذار کو قبول نہ کیا۔

۵۹:قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (آپ کہہ دیں الحمد للہ اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جو چنے ہوئے ہیں)۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد و ستائش کا اولاً حکم فرمایا۔پھر چنے ہوئے بندوں پر سلام کا حکم دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت پر بعد میں آنے والی دلالت کے لئے بطور تمہید حکم فرمایا۔

اس میں ہر اچھا عمل کرتے ہوئے ان دونوں سے تبرک حاصل کرنا چاہیے۔اور دونوں کے وجود مرتبہ سے خوب پختگی حاصل کرے۔نمبر۲۔یہ لوط علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ وہ اپنی قوم کی ہلاکت پر یہ دعا کیا کریں۔کہ اے اللہ کفار کی ہلاکت اور پسندیدہ بندوں کے محفوظ رہنے پر تیرا شکر ہے اور اس ہلاکت سے ہمیں بچایا اور گناہوں سے معصوم بنایا۔ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں)۔قراءت: بصری، عاصم نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

جن کو انہوں نے شریک ٹھہرایا ہے ان میں اس وقت کوئی خیر نہیں یہاں تک کہ ان کے اور اس ذات کے درمیان موازنہ نہ کیا جائے جو کہ ہر چیز کا خالق ہے۔یہ درحقیقت ان کو الزام دیا جا رہا ہے اور ان کی حماقت و سبک سری کا اظہار ہے اور اس کی وجہ یہ تھی

کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ترجیح دی ہے۔ اور کوئی عقل مند کسی چیز کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی داعیہ ضرور ہوتا ہے مثلاً اس میں خیر و بھلائی کی کثرت ہے اور منافع زیادہ ہیں۔ اس میں ان کو کہا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے بالمقابل ترجیح دی ہے ان میں خیر کا شائبہ بھی نہیں۔ اور انہوں نے ترجیح بھی زیادتی خیر کی وجہ سے نہیں دی ہے۔ بلکہ ہوائے نفسانی اور لغو محض ہے۔ کفار کو خطأ مفرط پر متنبہ کرنا' حیران کن جہالت پر خبردار کرنا ہے۔ تا کہ وہ معلوم کرلیں کہ ترجیح کے لئے خیر کا زائد ہونا ضروری ہے۔

اور وہ ان کے معبودوں میں مفقود ہے۔

عمل نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو آخر میں فرماتے: **بل اللّٰہ خیر وابقٰی واجل واکرم۔**

(اخرجہ الثعلبی)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ

کیا وہ ذات جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ رونق والے

حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ

باغیچے لگائے، تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے درختوں کو اگاؤ، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ

قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝۶۰ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا

اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں، کیا جس ذات نے زمین کو ٹھہرا ہوا بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لئے

رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۱

پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ بنا دی کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے،

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ

کیا وہ جو بے چین آدمی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور بدحالی کو دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۶۲ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو، کیا وہ جو تمہیں خشکی میں اور دریا کے اندھیروں میں راہ

الْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ

بتاتا ہے اور جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۳ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ

اللہ اس سے برتر ہے جو وہ شرک کرتے ہیں، کیا وہ جو مخلوق کو اول بار پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا اور جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶۴

رزق دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو،

۶۰: اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: یہاں سے اللہ تعالیٰ نے وہ خیرات و منافع ذکر فرمائے جو کہ اس کی رحمت و فضل کے آثار ہیں۔ چنانچہ فرمایا: امن خلق السموت والارض۔ (کیا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)۔

فرق: امّا یشرکون کے ام اور امن خلق السموت کے ام میں یہ ہے۔ اما یشرکون کا ام متصلہ ہے۔ اس لئے معنی یہ ہے۔

ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔اور یہ ام منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے۔اور ہمزہ سابقہ استفہام سے اعراض کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کا مبدأ ہے۔دوسرے معبودوں میں خیر کا نشان بھی نہیں۔پھر استفہام کی صورت میں دونوں میں برابری کرنا اور سوال میں موازنہ کرنا کسی طرح زیبا نہیں اسی لئے سابق استفہام سے اعراض کیا اس صورت میں یہ استفہام تقریری برائے تاکید ہے۔کہ جس نے آسمان بنائے وہی بہتر ہے۔

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور اس نے اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی)۔مآء سے مراد بارش ہے۔فَاَنْۢبَتْنَا (پس ہم نے اُگائے)۔کلام کا رخ غیبت سے متکلم کی طرف کر دیا۔نمبر۱۔تاکہ اس بات کی تاکید کر دی جائے کہ یہ فعل اس کی ذات سے مختص ہے۔نمبر۲۔اور مختلف قسم کے باغات' جن کے رنگ' ذائقے' پرکشش شکلیں ایک ہی پانی سے پیدا کرنے پر صرف ایک وحدہ لاشریک ذات کو قدرت حاصل ہے۔بِهٖ (اس پانی کے ذریعہ) حَدَآئِقَ (باغات' باغیچے) الحديقة (دیوار سے گھرا ہوا باغ)۔ یہ احداق سے بنا ہے وہ احاطہ کو کہا جاتا ہے۔ذَاتَ یہاں ذوات کی بجائے ذات لایا گیا۔کیونکہ معنی بہت سے حدائق ہے۔جیسا کہتے ہیں۔النساء ذهبت ۔بَهْجَةٍ (پررونق)۔حسین۔کیونکہ دیکھنے والا ان سے سرور حاصل کرتا ہے۔پھر خصوصیت کی طرف اس ارشاد سے اشارہ کیا۔مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا (تمہارے لئے ان کے درختوں کا اگانا ممکن نہیں تھا)۔کینونت کا معنی یہاں انبغاء ہے۔مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا غیروں کے لئے محال ہے۔ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے)۔ کیا اس کے ساتھ اور کوئی ملایا جائے اور اس کا شریک بنایا جائے۔بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں)۔یا اللہ تعالیٰ کے حق توحید سے اعراض کرتے ہیں۔بل هم کے الفاظ خطاب کے بعد ان کی رائے کی غلطی کے اظہار کے لئے بہت بلیغ ہیں۔

۶۱:اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ (یا وہ ذات جس نے زمین کو بنایا)۔اس کا مابعد ام من خلق سے بدل ہے۔اور اس کا حکم وہی ہے کہ ام منقطعہ اور استفہام تقریری ہے۔قَرَارًا (قرارگاہ)۔زمین کو بچھایا اور اس کو قرار کے لئے درست کر دیا۔وَجَعَلَ خِلٰلَهَا (اور اس کے درمیان بنائے)۔ خلالها ظرف ہے۔یعنی اس کے وسط میں۔اَنْهٰرًا (نہریں)۔ نَهْرٌ : یہ اول مفعول ہے اور دوسرا خلالها ہے۔اور بین البحرین بھی اسی کی مثل ہے۔وَجَعَلَ لَهَا (اور اس کے لئے بنائے)۔ها کا مرجع الارض ہے۔رَوَاسِيَ (پہاڑ) جو کہ حرکت سے اس کو روکنے والے تھے۔وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ (اور بنائے دو سمندروں کے درمیان)۔بحرین سے میٹھا اور نمکین مراد ہے۔حَاجِزًا (مل جانے سے روک)۔ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے بلکہ ان کی اکثریت بے علم ہے)۔وہ توحید کو جانتے ہیں پس نہیں مانیں گے۔

۶۲:اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (یا کون ہے ایسا کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے)۔ اضطرار۔یہ ضرورت سے افتعال کا باب ہے۔اضطرار ایسی حالت کو کہتے ہیں جو پناہ کی طرف مجبور کر دے۔کہا جاتا ہے۔اضطره الی کذا۔فاعل ومفعول دونوں صیغے مضطر ہیں۔مضطر۔اس شخص کو کہتے ہیں جس کو مرض یا فقر یا حوادث زمانہ نے پناہ کی طرف اور گڑگڑانے پر مجبور کر دیا ہو۔یا گناہ گار جب استغفار کرے یا مظلوم جب پکارے یا وہ آدمی جو اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنے پاس

سوائے توحید کے کوئی نیکی نہ پائے اور اس کو اس مصیبت سے خطرہ ہو۔ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (اور وہ مصیبت کو دور کرتا ہے)۔ السوء سے تکلیف جسمانی یا ظلم مراد ہے۔ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ (اور تمہیں زمین کا وارث بنایا)۔ یعنی زمین میں وارث بنایا۔ اس توارث سے اس میں رہائش اور صدیوں سے اس میں تصرف کرنا یا خلافت سے تسلط بادشاہی مراد ہے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔ مگر تم لوگ بہت کم یاد رکھتے ہو)۔

قراءت: ابوعمرو نے یذکرون پڑھا اور حمزہ، علی و حفص نے تخفیف سے پڑھا۔

ما زائدہ ہے۔ ای تذکرون تذکرًا قلیلاً۔ (تم یاد کرتے ہو بہت کم یاد کرنا)۔

۶۳: اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ (یا وہ ذات جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے)۔ ستاروں کے ساتھ راہنمائی۔ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سمندر اور خشکی کے اندھیروں میں)۔ رات کو اور دن کے وقت زمین میں علامات کے ذریعہ۔ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ (اور جو ہوائیں بھیجتا ہے)۔

قراءت: مکی، علی، حمزہ نے الریح پڑھا ہے۔

بُشْرًا (خوشخبری کے طور پر)۔ یہ بشارت سے ہے۔ یہ سورۂ اعراف ۵۷ آیت میں گزرا ہے۔ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ (بارش سے پہلے)۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے) اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے بلند تو ہیں جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

۶۴: اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ (یا وہ (بہتر ہے) جس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔ وہ مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی اعادہ کرے گا)۔ یہاں ثم یعیدہ کہا گیا حالانکہ وہ تو اعادہ کے سرے سے انکاری تھے۔ جواب یہ ہے کہ اعادۂ خلق ناممکن نہیں نقلی دلائل سے اعادہ کا واجب ہونا ثابت ہے۔ نقلی دلائل کے واجب الیقین ہونے پر معجزات کی تائید کافی ہے۔ پس عذر کے لئے گنجائش ذرہ بھر بھی نہیں۔ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے کون تمہیں روزی دیتا ہے) رزق آسمان سے بارش مراد ہے۔ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے)۔ ای من الارض یعنی زمین سے نباتات۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔ کہہ دیں تم اپنی دلیل پیش کرو)۔ اپنے شرک کی دلیل۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو)۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریکوں کے دعویٰ میں سچے ہو۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

آپ فرمادیجئے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو بھی چیزیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ

کہ کب زندہ کئے جائیں گے، بلکہ بات یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست و نابود ہو گیا، بلکہ یہ لوگ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں،

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸-۵

بلکہ یہ اس کی طرف سے اندھے ہیں،

۶۵: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے کوئی غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں جانتا)۔ نحو: مَنْ يَعْلم کا فاعل ہے۔ الغیب مفعول ہے۔ اللّٰه یہ مَن سے بدل ہے۔ الغیب۔ ھو مالم یقسم علیه دلیل اطلع علیه مخلوق۔ وہ جس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور نہ اس کی اطلاع مخلوق کو ہو۔ مطلب یہ ہے۔ لا یعلم احدٌ الغیب الا اللّٰه کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ کہ وہ ان میں سے ہو جو آسمان و زمین میں ہیں۔ لیکن بنی تمیم کی لغت کے مطابق آیا ہے۔ کہ مستثنیٰ منقطع کو متصل کی جگہ لاتے ہیں اور مستثنیٰ منقطع میں نصب و بدل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ متصل میں ہوتا ہے اور وہ بولتے ہیں۔ مافی الدار احدٌ الاحمار۔

فرمان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

جس کا یہ گمان ہو کہ وہ کل کی بات جانتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰه۔

ایک قول یہ ہے:

یہ آیت ان مشرکین کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (اور وہ نہیں جانتے)۔ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ کہ (ان کو کب اٹھایا جائے گا)۔

۶۶: بَلِ ادّٰرَكَ (بلکہ پورا ہو گیا)۔ قراءت: أدرك مکی، بصری، یزید و مفضل نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی پورا ہوا اور مکمل ہوا لیا ہے اس صورت میں ادرکت الفاکهة سے لیا گیا ہے یعنی پک کر تیار ہو گیا۔ اعشیٰ نے بل ادرك بروزن افتعل پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے بل ادارك پڑھا جس کا معنی استحکم اور اس کی اصل تدارک ہے۔ تاء کو دال میں ادغام کیا گیا اور الف وصل کو بڑھا دیا تا کہ پڑھ سکیں۔ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (ان کا علم آخرت کے متعلق)۔ آخرت اور اس کے متعلقہ چیزوں کے متعلق۔ مطلب یہ ہے کہ

قیامت کے وقوع پر مستحکم ومضبوط دلائل قائم ہو چکے اوران کے سامنے آچکے اوران کی پہچان بھی ان کو میسر آچکی ہے مگران کا حال یہ ہے کہ یہ اس سے جہالت کا اظہار کرتے اوراس میں شک کرنے والے ہیں اوراس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا۔ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ (بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں بلکہ وہ اس کے متعلق اندھے ہو چکے ہیں) تین مرتبہ بل لاکر اضراب واعراض ان کے احوال کے مطابق علی سبیل الترقی اوران کے جہل کواور زیادہ پختہ کرنے کے لئے ہے اولاً فرمایا۔ نمبرا۔ کہ ان کو بعث کے وقت کا شعور نہیں۔ نمبر۲۔ پھر فرمایا وہ نہیں جانتے کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ نمبر۳۔ پھر فرمایا وہ شک وریب میں ٹامک ٹویاں مارنے والے ہیں۔ مگراس کو زائل نہیں کرتے حالانکہ ازالہ ان کی طاقت میں ہے۔ پھر جو اس سے بدتر حالت (عمیٰ) اندھاپن اس کو ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کو ان کے اندھے پن کا مبدأ ومنشأ قرار دیا۔ اسی لئے تو عن کی بجائے من سے متعدی بنایا۔ کیونکہ تدبر وتفکر سے باز رہنے کا اصل سبب جزاء وانجام کا انکار ہے۔ اس آیت کے مضمون میں کفار کو ملامت کی گئی جس کی وجہ ماقبل کا مضمون ہے۔ کفار کو منکرین بعث قرار دیا گیا باوجود یکہ علم کے اسباب مضبوط اور دلائل سے اس کی پہچان پختہ ہو چکی۔ اور وہ مضمون اللہ تعالیٰ کا علم غیب کے ساتھ مختص ہونا ہے۔ اور بندوں کو کچھ علم نہ ہونا۔ جب یہ بیان کر دیا کہ بندے غیب کو نہیں جانتے تو ان کی عاجزی کا اظہار ہے اوران کے قصور علم کا بیان ہے۔ تو اس کے ساتھ ملا کر یہ بات کہہ دی گئی کہ ان کا عجز تو اس سے بہت ہی بڑھ کر ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ قطعی طور پر ہونے والی چیز کو جس کا واقع ہونا یقینی ہے اور وہی ان کے اعمال کی جزاء کا وقت ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ آئے گی نہیں۔ حالانکہ اس کے واقعہ ہونے کی پہچان کے پختہ اسباب ان کے ہاں موجود ہیں۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ان کے علم کا استحکام' تکامل بطور استہزاء کے ہو جیسا کہ سب سے بڑے جاہل کو کہیں مَا اعلمك۔ تو کتنا بڑا علامہ ہے اوراس تہکم کی وجہ ان کا قیامت کے متعلق شک اوراس کے اثبات سے اندھاپن اختیار کرنا ہے۔ جس کے لئے عمل کی شارع موجود ہے۔ اس کی بجائے وہ اس کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں جس کو جان لینے کا کوئی راستہ نہیں۔ نمبر۳۔ اور أدرك انتہاء اور فناء کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے یہ ادرکت الثمرة سے ہو۔ پھل فناء ہوا۔ کیونکہ اس کی وہ غایت ہے جس پر وہ معدوم کر دی جائے گی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ادّارك علمهم۔ ای اضمحل علمهم فی الاخرة آخرت کے متعلق ان کا علم مضمحل ہو چکا اور تدارک یہ تدارك بنو فلان سے ماخوذ ہے جبکہ وہ پے در پے ہلاک ہوں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ

اور کافروں نے کہا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادے تو کیا ہم ضرور نکالے جائیں گے، بلاشبہ

وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے یہ پرانے لوگوں کی نقل کی ہوئی باتیں ہیں،

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ

آپ فرما دیجئے تم زمین میں چلو پھرو سو دیکھ لو مجرموں کا کیا انجام ہوا اور آپ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

رنج نہ کیجئے اور یہ جو مکر کرتے ہیں اس کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو جایئے، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ

اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ تم جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو عنقریب اس کا بعض حصہ تم سے

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

آ ہی لگا ہے اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ

يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا

شکر نہیں کرتے اور بلاشبہ آپ کا رب ان باتوں کو ضرور جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، اور

مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو

۶۷: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ (اور کافروں نے کہا۔ جب ہم خاک ہو گئے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا ہم برآمد کیے جائیں گے)۔ اپنی قبور سے زندہ کر کے؟

قراءت: عاصم، حمزہ و خلف کی قراءت میں اذا اور ان میں حرف دوبارہ تکریر سے آیا ہے۔ یہ درحقیقت انکار کے بعد انکار ہے۔ شدید انکار کے بعد شدید انکار۔ اور یہ ان کے کفر کے مؤکد اور شدید ہونے کی دلیل ہے۔

نحو: اذا کا عامل وہ ہے جس پر لمخرجون دلالت کرتا ہے اے نخرج۔ کیونکہ اسم فاعل اور مفعول ہمزۂ استفہام کے بعد

ہیں۔نمبر۲۔اسم فاعل ومفعول اِنّ کے بعد ہیں۔نمبر۳۔لام ابتداء کے بعد ہے۔ان تینوں صورتوں میں جب الگ ہونے کی حالت میں اسم فاعل ومفعول ماقبل میں عمل نہیں کرتے۔تو پھر کیسے جب جمع ہوگئے تو عمل کریں گے۔اس لئے نخرج نکالنا پڑا۔ اِنّا کی ضمیر کفار اوران کے آباء کی طرف راجع ہے۔کیونکہ مٹی ہونے میں وہ اوران کے آباء سب شامل ہیں لیکن حکایت کو غائب پر غلبہ دیا اور آباؤنا کا عطف کُنّا کی ضمیر پر ہے۔کیونکہ مفعول تاکید کے قائم مقام آیا ہے۔

۶۸:لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا (بلاشبہ ہم سے اس کا وعدہ کیا گیا)۔یعنی بعث بعدالموت کا۔نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ (اور ہمارے آباء و اجداد سے اس سے پہلے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل۔

نکتہ:اس آیت میں نحن و آباؤنا پر هذا کو مقدم کیا گیا۔جبکہ سورۃ المؤمنون میں نحن و اباؤنا کو هذا پر مقدم کیا گیا۔جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود بعث بعدالموت کا تذکرہ ہے اس لئے ہذا اشارہ قریب کو مقدم لائے اور اس جگہ مبعوث کا تذکرہ مقصود ہے اس لئے نحن و اباؤنا کو مقدم کیا۔اِنْ هٰذَا اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (یہ تو گزرے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں)۔اور جھوٹے قصے اور بناوٹی باتیں ہیں۔

۶۹:قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (آپ کہہ دیں کہ ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا؟) عاقبۃ آخری معاملہ۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں مجرمین کا لفظ لاکر جرم کو ذکر کر کے مسلمانوں کو لطیف اشارہ کر دیا کہ جرائم کو چھوڑ دو۔جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسوّها۔[الشمس۔۱۴]۔ممّا خطيٰٓتهم اغرقوا وادخلوا نارا [نوح۔۲۵]

۷۰:وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر غم مت کریں)۔اس بناء پر کہ وہ آپ کی اتباع نہیں کر رہے اور نہ ہی بچنے اور سلامت رہنے کے لئے مسلمان ہو رہے ہیں۔وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ (اور نہ تنگدل ہوں)۔مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (ان کے مکر اور اپنے خلاف سازشوں سے)۔بیشک اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔عرب کہتے ہیں۔ضَاق الشی ضيقا۔یہ دیگر قراء کی قراءت ہے جبکہ ابن کثیر کی قراءت کسرہ کے ساتھ ہے (ضِيْقٍ)

۷۱:وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ یہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا)۔الوعد سے وعدہ عذاب مراد ہے۔اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب جھٹلانے والے کو پہنچے گا۔

آیت ۷۲:قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ (آپ کہہ دیں کہ جس عذاب کے جلد پہنچنے کے تم خواستگار ہو)۔الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو)۔کفار نے عذاب موعود کو جلد طلب کیا تو انہیں یہ جواب دیا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے ہو اور وہ بدر کے دن کا عذاب مراد ہے۔یہاں لام تاکید کے لئے اسی طرح لائی گئی ہے جیسا کہ باء اس آیت میں تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة۔[البقرہ۔۱۹۵]

نمبر۲۔فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہے۔جیسے کہتے ہیں دنالكم وازف لكم۔پہلا فعل مجرد ہونے کے باوجود دوسرے

متعلق فعل کے معنی کو متضمن ہے۔اب ردف لکم کا معنی تبعکم ولحقکم۔(تمہارے پیچھے اور تمہیں ملنے والا ہے)۔

قاعدہ: عسیٰ ،لعل اور سوف شاہی وعدوں اور وعیدوں میں اس معاملے کی سچائی اور حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس مقام پر اسی قسم میں سے ہے۔

۷۳: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ (اور بیشک آپ کا رب افضال والا ہے)۔عَلَى النَّاسِ (لوگوں پر) کہ جلد عذاب نہیں بھیجتا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت شکر گزار نہیں ہے)۔یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا حق نہیں پہچانتی اور نہ ہی شکر ادا کرنے والی ہے۔بلکہ جہالت سے عذاب میں جلد بازی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

آیت ۷۴: وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب اس چیز کو جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں) ۔وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو ظاہر کرتے ہیں)۔تکن۔کا معنی چھپانا ہے۔یعلنون سے مراد زبان سے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ ان سے عذاب کی تاخیر کچھ اس بناء پر نہیں ہے۔کہ ہم پر ان کا کوئی حال مخفی ہے۔لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کفار عداوتِ رسول چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں یعنی عداوت رسول اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو استحقاق کے مطابق سزا دے گا۔

قراءت: تکن پڑھا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کننت الشیٔ واکننتہٗ جبکہ تم اس کو چھپاؤ اور مخفی رکھو۔

۷۵: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ (اور آسمان وزمین میں کوئی مخفی چیز ایسی نہیں کہ جو لوح)۔كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (محفوظ میں موجود نہ ہو)۔غائبۃ۔اس چیز کو کہا جو غائب ہوتی اور چھپتی ہے اور خافیۃ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ان دونوں کے آخر میں عاقبت اور عافیت کی طرح تاء آئے گی۔اس کے نظائر الرمیۃ والذبیحۃ والنطیحۃ ہیں۔یہ اسماء ہیں صفات نہیں ہیں۔

نمبر۲۔یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں صفت ہوں۔اور ان کی تاء مبالغہ کے لئے ہے۔جیسے کہ الراویۃ میں ہے گویا اس طرح فرمایا۔وما من شئ شدید الغیبوبۃ الا وقد علمہ اللّٰہ واحاطہ بہٖ واتبعہٗ فی اللوح المحفوظ۔کہ جو چیز بہت زیادہ چھپنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور اس کا احاطہ کرنے والے ہیں۔اور لوح محفوظ میں اس کا اندراج کرنے والے ہیں۔ المبین (ظاہر ہے)۔اس کے لئے جو اس کو دیکھتے ہیں یعنی فرشتے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن چیزوں میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَإِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ

جھگڑ رہے ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے، بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے

بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ إِنَّكَ

فیصلے فرمائے گا اور وہ عزیز ہے، علیم ہے، سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے بلاشبہ آپ

عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

صریح حق پر ہیں،

۷۶: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ واقعات اکثر بیان کرتا ہے)۔ کھول کر بیان کرتا ہے۔ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں)۔ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا۔ اور اس میں کئی گروہ بن گئے۔ ان کے مابین بہت سی اشیاء میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اتر کر اس چیز کی وضاحت کر دی جس کو انہوں نے اختلاف کا نشانہ بنایا تھا۔ اگر وہ انصاف سے کام لیں۔ اور اس کو اختیار کر لیں۔ اور اسلام لے آئیں۔ بنی اسرائیل سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

۷۷: وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اور بیشک یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے)۔ ان لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے جو بنی اسرائیل میں سے بالکل انصاف کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں یعنی بنی اسرائیل میں سے۔ نمبر ۲۔ ان میں سے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے۔

۷۸: اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ (بیشک آپ کا رب ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا)۔ مؤمنوں اور کافروں کے درمیان۔ بِحُكْمِهٖ (اپنے حکم یعنی عدل سے) کیونکہ وہ فیصلہ ہی عدل سے فرماتے ہیں۔ پس یہاں محکوم بہ (فیصلہ) کو حکم فرمایا۔ نمبر ۲۔ اپنی حکمت سے فیصلہ فرماتے ہیں اور اس پر بِحِكْمِهٖ کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ حکم جمع حکمت کی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے)۔ اس کی تقدیر کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ الْعَلِيْمُ (وہ ان کو جانتا ہے) کہ کن کے حق میں فیصلہ دینا ہے اور کن کے خلاف دینا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ العزیز ہے یعنی باطل پرستوں سے انتقام لینے میں العلیم حق پرستوں اور باطل پرستوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو جانتے ہیں۔

۷۹: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو)۔ اس میں آپ ﷺ کو توکل علی اللہ کا حکم دیا گیا۔ اور اعدائے دین کی پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ (بیشک آپ صریح حق پر ہیں)۔ یہ التوکل کی علت بیان فرمائی۔ اس

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ

بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں، اور

أَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راستہ دکھا سکتے ہیں' آپ تو انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

سو وہ فرمانبردار ہیں،

لئے کہ آپ صریح حق پر ہیں۔ وہ صریح حق وہ دین ہے۔ جس سے شک کبھی متعلق ہو نہیں سکتا۔

نکتہ: اس میں وضاحت کر دی۔ کہ حق پرست کو اللہ تعالیٰ پر کامل وثوق واعتماد اور اس کی مدد پر یقین ہونا چاہیے۔

آیت ۸۰: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (آپ یقیناً مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں)۔

۸۱: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ جب کفار مکہ جو سنتے اس کو یاد نہ رکھتے اور نہ سنتے اور نہ اس سے نفع اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں سے مشابہت دی حالانکہ وہ ظاہر میں زیادہ صحیح الحواس تھے اور ان بہروں سے تشبیہ دی جن کو پکارا جائے تو نہ سنتے ہوں اور ان اندھوں سے جو راستہ گم کر دیں۔ کوئی شخص اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ ان سے یہ چیزیں ہٹا کر ان کو راستہ دیکھنے والا اور راستہ پر چلنے والا بنا دے مگر اللہ جل شانہٗ (اور اسی کی طرف سے ہدایت ان کو ملنی نہیں کیونکہ انہوں نے گمراہی کو جان بوجھ کر اختیار کیا ہے) پھر بہرے کی حالت کو یہ کہہ کر اور مؤکد کیا گیا ہے اذا ولوا مدبرین کیونکہ بہرا جب آواز دینے والے سے دور ہو اور اس کی طرف پشت کرنے والا بھی ہو تو وہ دائمی کی آواز کے ادراک سے بالکل ہی محروم رہے گا۔

قراءت: ولا تسمع الصُّم مکی نے یہاں پڑھا اور سورۂ روم میں بھی اسی طرح اور وما انت تهدى العمىَ یہاں پڑھا اور الروم میں بھی اسی طرح حمزہ نے پڑھا۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (آپ تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں۔ جو ہماری آیات کا یقین رکھتے ہیں)۔ آپ کا سنانا فائدہ نہ دے گا مگر صرف ان لوگوں کو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس کی آیات پر ایمان لائیں گے یعنی ان آیات کی تصدیق کریں گے۔ فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (اور وہ فرمانبردار ہیں) پھر وہ جانتے بھی ہیں اپنے قول میں مخلص ہیں جیسا اس ارشاد میں ہے: بلٰى من اسلم وجهه لله وهو محسن۔ [البقرہ۔۱۱۲]

اس کو صحیح سالم اور خالص اللہ کے لئے قرار دیا۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ

اور جب ان پر وعدہ پورا ہونے والا ہو گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالدیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ

النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

۸۲: وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (جب ان پر قول واقع ہو جائے گا)۔ یہاں قول کے مقصد اور نتیجہ کو قول سے تعبیر فرمایا۔ اور وہ عذاب اور قیام ساعت کا وعدہ ہے۔ وقوعہ۔ کا معنی حصول ہے اور مراد قرب اور اس کی نشانیوں کا ظہور ہے اور وہ وقت جبکہ توبہ فائدہ مند نہ ہوگی۔ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا)۔ یہ وہی ہے جس کو حدیث میں جساسہ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی' اس کو پکڑنے والا پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا اس سے فرار اختیار نہ کر سکے گا۔ اس کی چار ٹانگیں ہونگی۔

داڑھی' دو پیر' اور اس کا سر بیل جیسا' آنکھیں خنزیر جیسی' کان ہاتھی جیسے' سینگ بارہ سینگھے جیسے' گردن شتر مرغ کی طرح' سینہ شیر کی مانند' رنگت چیتے جیسی' کوکھیں بلی نما' دم مینڈھے کی طرح' پاؤں اونٹ جیسے اور اس کے دو جوڑوں کے مابین دس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ صفا سے نکل کر عربی زبان میں بات کرے گا اور کہے گا۔ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے)۔ یعنی میرے نکلنے پر۔ کیونکہ اس کا نکلنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور وہ یہ کہے گا: الا لعنة الله على الظالمين۔

نمبر ۲۔ ان سے تمام ادیان کے باطل ہونے اور فقط دین اسلام کے برحق ہونے کی بات کرے گا۔ نمبر ۳۔ اور یہ بات کرے گا کہ یہ شخص مؤمن اور یہ کافر ہے۔

قراءت: اَنَّ کوفی وسہل نے مفتوح پڑھا اور جار کو حذف کر دیا۔ یعنی تكلمهم بأن۔ دیگر قراء نے کسرہ دیا کیونکہ کلام قول کے معنی میں ہے اور قول کے بعد اِنّ آتا ہے۔ یا قول مضمر ہے۔ یعنی تقول الدابة ذلك۔ اب آیات سے آیات ربنا مراد ہونگی۔ یا نمبر ۲۔ اس وقت یہ اللہ تعالیٰ کے قول کی حکایت ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ فرمایا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

جس دن ہم ہرامت میں سے ایک ایک جماعت ان لوگوں میں سے جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے پھران کی جماعت بندی کردی جائے گی۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ

یہاں تک وہ جب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہ لائے، بلکہ تم اور کیا کیا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ

کام کرتے تھے، اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ پورا ہو چکا ہے سو وہ بات نہ کریں گے کیا

يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا کہ وہ اس میں آرام کریں اور ہم نے دن کو بنایا جس میں دیکھیں بھالیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

۸۳: وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا (اور اس دن کو یاد کرو جب ہم ہرامت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے)۔ نحو: من تبعیض کے لئے ہے۔ای اذکر یوم نجمع من کل امة من الامم زمرة۔اس دن کو یاد کرو جب ہم ہرامت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا (جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے رہے)۔ نحو: مَن تبیین کے لئے ہے۔آیات سے وہ آیات مراد ہیں جو ہمارے انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں۔فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (پھران کو روکا جائے گا)۔اول کو روکیں گے تاکہ پچھلے ان کے ساتھ جمع ہوسکیں۔پھران کو موضع حساب کی طرف لے جائیں گے۔اس تعبیر سے مقصود کثرتِ تعداد کو بیان کرنا ہے اور الفوج سے بھی بہت بڑی جماعت مراد ہے۔

۸۴: حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ (یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے)۔موقف حساب وسوال میں جمع ہو جائیں گے۔قَالَ (تو اللہ تعالیٰ ان کو بطور تہدید فرمائیں گے)۔ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا (کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا بلا سوچے سمجھے سرسری رائے سے تکذیب کردی اور اس کی حقیقت کے معلوم ہونے کے بغیر) کہ یہ واقعہ میں سچی حقیقت ہے یا جھوٹی بات۔اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (یا پھر تم کیا عمل کرتے رہے۔جبکہ تم نے ان میں غور ہی نہیں کیا۔تمہیں بے کار تو نہیں بنایا گیا)۔

۸۵: وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ (اور ان پر بات انکے ظلم کرنے کی وجہ سے واقع ہو جائے گی۔اسلئے وہ کوئی بات نہ کرسکیں گے)۔اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کا جو ظلم انہوں نے ڈھایا تھا اسکی وجہ سے موعودہ عذاب انکو ڈھانپ لے گا اور وہ ان کو معذرت وبات چیت سے مشغول کردے گا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔هذا يوم لا ينطقون۔[المرسلات۔۳۵]

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے

مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

جسے اللہ چاہے، اور سب اس کے حضور میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے، اور تو پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس میں تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ یوں ہی جمے ہوئے رہیں گے

وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح گزریں گے یہ اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک طرح بنایا ہے بلاشبہ وہ ان کاموں سے باخبر ہے

تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

جو تم کرتے ہو، جو شخص نیکی لیکر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور ایسے لوگ اس دن گھبراہٹ سے پرامن ہوں گے

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور جو شخص برائی لیکر آئے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

۸۶: اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں)۔ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اور دن بنایا جس میں دیکھیں)۔ نحو: مبصرًا یہ حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو دن کے لئے بنایا اور دن آنکھوں والوں کے لئے ہے۔ معنی کے اعتبار سے تقابل کی رعایت کی گئی کیونکہ مبصرا کا معنی یہ ہے تا کہ وہ معاش میں آنے جانے کے راستے دیکھ لیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔ جو تصدیق کر کے ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اس میں دلیل ہے کہ اٹھایا جانا درست ہے۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے رات اور دن کو بنایا ہے معاش کے دنیا میں برقرار رہنے کا ذریعہ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو بیکار نہیں بنایا بلکہ آزمائش کے لئے ہے پس ثواب وعذاب کا ہونا یقینی وضروری ہے۔ جب یہ ثواب وعذاب اس دنیا میں پیش نہیں آتے تو ایک اور گھر ثواب وعقاب کے لئے ہونا ضروری ہے۔

۸۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو)۔ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی)۔ الصور جمع صورۃ کی ہے یا سینگ کو کہتے ہیں۔ صور پھونکنے والے اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں)۔ اس سے نفخہ اولیٰ والا فزع مراد ہے جب سب بے ہوش ہو جائیں گے۔

نکتہ: فزع ماضی لائے یفزع مضارع ذکر نہیں کیا۔ تا کہ فزع کا قطعی ویقینی وقوع ثابت کر دیا جائے۔ کہ وہ بہر صورت آئے

گی۔اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (مگر جن کو چاہے اللہ تعالیٰ) مگر جن کے دل کو اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے مضبوط کر دیں گے۔قولِ علماء۔نمبر ا۔ وہ جبرائیل میکائیل' اسرافیل' ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔نمبر ۲۔شہداء کی ارواح مراد ہیں۔نمبر ۳۔حوریں اور آگ کا داروغہ اور حملۃ العرش۔نمبر ۴۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے موسیٰ علیہ السلام ہیں۔کیونکہ ان کو ایک مرتبہ بے ہوشی ہو چکی ہے۔اور اسی طرح اس آیت میں ہے:و نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الامن شاء اللہ۔[الزمر۔۶۸]

وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (اور سب کے سب اس کے سامنے دبے جھکے رہیں گے)۔قراءت:حمزہ'حفص' خلف نے اَتَوْهُ پڑھا ہے دیگر قراء نے اَتَوْه پڑھا ہے۔اور اس کی اصل آتیوہ ہے۔

نحو :داخرین یہ حال ہے۔ای صاغرین ذلیل وعاجز ہوکر۔الاتیان کا مطلب موقف میں حاضری ہے۔یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع اور اس کے حکم کی اطاعت۔

۸۸:وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا (اور تم پہاڑوں کو دیکھو گے۔تم خیال کرو گے کہ وہ) نحو :تحسبها۔ضمیر مخاطب سے حال ہے۔قراءت:تَحْسَبُهَا۔شامی' حمزہ' یزید' عاصم نے فتحہ سین سے پڑھا۔جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سین سے تَحْسِبُهَا پڑھا ہے۔ جَامِدَةً (اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں) کھڑے اور حرکت سے رکے ہوئے ہیں۔یہ جمد فی مکانه سے بنا ہے۔جبکہ وہ اپنی جگہ سے نہ ٹلے۔وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں) نحو :هی تمتر یہ تحسبه کی ضمیر منصوب سے حال ہے۔

مرّ السحاب ای مرًا مثل مرّ السحاب۔بادلوں جیسا چلنا۔مطلب یہ ہے۔جب تم نفخہ کے وقت پہاڑوں کو دیکھو تو تم ان کو اپنی جگہ جما ہوا محسوس کرو گے۔کیونکہ وہ بڑی جسامت والے ہیں۔مگر واقعہ میں وہ جمے ہوئے نہیں بلکہ بادل کی طرح تیزی سے چلے جا رہے ہونگے۔جبکہ ہوا ان کو دھکیل رہی ہو۔بڑے اجسام جب حرکت کرتے ہیں تو ان کی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔جیسے نابغہ ذبیانی نے جیش کی تعریف میں کہا۔بِأَرْعَنَ مثل الطَّوْدِ و تَحْسَبُ اَنّهم۔ وقوفٌ لِحاجٍ والرِّكابُ تَهَمْلَجُ ۔ صُنْعَ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے)۔ نحو :یہ مصدر ہے اس کا عامل وہی ہے جس پر تمر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کا بادلوں کی طرح چلنا یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں ہے۔گویا عبارت اس طرح ہے صنع اللّٰه ذلك صنعًا۔(اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا بنانا)۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ذکر کیا کیونکہ پہلے کلام میں مذکور نہیں۔الَّذِيْ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ(جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا)۔اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہیں)۔قراءت:یفعلون مکی اور بصری نے سوائے سہل اور یحییٰ کے پڑھا اور ابو بکر نے پڑھا ہے۔جبکہ دیگر قراء نے تاء سے پڑھا۔وہ جو کچھ بندے کرتے ہیں۔ان اعمال سے واقف ہے۔پس وہ ان کو اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

پھر اس کا خلاصہ ذکر فرمایا۔

۸۹:مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ (جو شخص نیکی لایا)۔حسنة سے جمہور نے لا الہ الا اللہ کا سچا اقرار مراد لیا ہے۔فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (اس

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّأُمِرْتُ

مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی ہے اور ہر چیز اس کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں، اور یہ کہ

أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

قرآن کی تلاوت کروں، سو جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ ہدایت پر آتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

اور جو شخص گمراہی پر رہے آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والوں سے ہوں، اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھا دے گا

فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۷ ۱۱ ۳

سو تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔

کے لئے اس سے بہت بہتر ملے گا) یعنی اس کو اس عمل حسنہ کی جانب سے اس سے بہتر بدلہ حاصل ہوگا۔ وہ جنت ہے اس صورت میں خیر افضل کے معنی میں نہ آئے گی۔ خَيْرٌ : منہا یہ موضع رفع میں خیر کی صفت ہے۔ وهم من فزع (اور وہ گھبراہٹ سے)۔

قراءت: کوفی من فزعٍ شدید جو بہت ہی زیادہ ہو۔ نمبر ا۔ اور وہ آگ کا خوف ہے۔ نمبر ۲۔ یا ہر قسم کا خوف خواہ معمولی ہو۔ باقی قراء نے بلاتنوین پڑھا ہے۔ يَوْمَئِذٍ کوفی' مدنی نے میم کے فتحہ سے جبکہ دیگر نے کسرۂ میم سے یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اٰمِنُوْنَ (وہ امن میں ہونگے)۔ أمِن کا لفظ حرف جار کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی۔ جیسا کہ اس آیت میں افامنوا مکر اللّٰہ [الاعراف:۹۹]

۹۰: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ (اور جو کوئی برائی لایا)۔ السّیئة سے شرک مراد ہے۔ فَكُبَّتْ (پس ان کو اوندھے کیا جائے گا)۔ القیت (ڈالے جائیں گے) وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (ان کے چہرے آگ میں)۔ کہا جاتا ہے کببت الرجل ای القیته علی وجهه۔ (میں نے اسے چہرے کے بل گرا دیا)۔

آیت میں تمام جسم کو وجہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سر اور گردن سے تعبیر کرتے ہیں۔ ای القوا فی النار۔ ان کو رلانے کے لئے اوندھا کر دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہیں نہیں بدلہ دیا جا رہا مگر اتنا ہی جو کچھ تم کرتے تھے)۔ یعنی دنیا میں رہتے ہوئے۔ مثلاً شرک اور دیگر معاصی۔

۹۱: إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ (مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں)۔ البلدة سے مکہ مراد ہے۔ الَّذِيْ حَرَّمَهَا (جس کو اس نے حرمت والا بنایا)۔ امن والا حرم محترم بنایا۔ اس میں پناہ لینے والا محفوظ رہتا ہے۔ اسکے کانٹے کو کاٹا نہ جائیگا اور نہ اسکی گھاس کو اکھاڑا جائیگا اور اسکے شکار کو بھگایا نہ جائے گا۔ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ (اور چیز اسی ہی کی ہے)۔ اس شہر سمیت وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ وَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اسکی فرمانبرداری کروں)۔

۹۲:وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (اور یہ حکم ملا کہ میں قرآن کی تلاوت کروں)۔اتلوا کو اگر تلاوت مصدر سے بنائیں تو قرآن کی تلاوت کروں اور اگر اس کو التُّلُوُّ سے لیا جائے جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔واتبع ما یوحی الیك من ربك۔(الاحزاب)۔۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپ کہیں امرت ان اخص الله وحدهٗ بالعبادة مجھے حکم ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کو عبادت کے ساتھ خاص کروں۔اور قریش کی طرح اس کا شریک نہ بناؤں۔

اور میں ہو جاؤں اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں سے اور ہو جاؤں ان میں سے جو ملت اسلام پر جمنے والے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کروں تا کہ حلال وحرام کا امتیاز کر سکوں۔جن کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔

نکتہ: مکہ کو تمام شہروں میں خاص کیا اور اپنے اسم مبارک کی طرف اضافت فرمائی۔کیونکہ مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور زیادہ مرتبے والا ہے اور اس کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا۔هذه البلدة۔یہ ہذہٖ اسم اشارہ مکہ کی تعظیم کے لئے لایا گیا۔اور اشارہ قریب اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ یہ اس کے پیغمبر کا وطن ومولد اور مھبط وحی ہے اور اپنی ذات کی صفات کو الذی حرمها سے تعبیر فرمایا۔کیونکہ یہ خصوصی وصف مکہ مکرمہ کو ہی حاصل ہے۔اور ہر چیز اس کی ربوبیت اور ملکوتیت کے ماتحت اسی طرح داخل ہے جیسا تابع اپنے متبوع کے ماتحت ہوتا ہے۔کیونکہ وہ اس کی ربوبیت میں داخل ہیں۔فَمَنِ اهْتَدٰى (جو سیدھے راستہ پر چلے گا)۔خاص میری پیروی کرتے ہوئے ان باتوں میں جو میں بتلاتا ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرکاء کی نفی اور ملت حنیفیہ میں داخل ہونا اور میرے اوپر اترنے والی وحی میں میری اتباع کرنا۔فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ (وہ سیدھے راستہ پر اپنے لئے چلے گا)۔اس کی ہدایت کا فائدہ اسی کی طرف لوٹنے والا ہے نہ کہ میری طرف۔وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ اس کو فرمادیں بیشک میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔جو شخص گمراہ ہوا اور اس نے میری اتباع اختیار نہ کی اس کا مجھ پر الزام نہیں اس لئے کہ میں تو ڈر سنانے والا رسول ہوں۔جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: وما على الرسول الا البلاغ المبين۔[النور۔۵۴]

۹۳:وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ (اور کہہ دیں (الحمدللہ) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں عنقریب فَتَعْرِفُوْنَهَا وہ اپنی آیات دکھلائیں گے اس وقت تم ان کو پہچان لوگے)۔پھر آپ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت نبوت پر شکریہ ادا کریں جس کے برابر کوئی نعمت نہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنے دشمن کو دھمکائیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو آخرت میں اپنی آیات دکھائیں گے اس وقت ان کو یقین آجائے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد چاند کا پھٹنا' دھواں کا ظاہر ہونا۔اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سزائیں ان پر اتریں۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو)۔قراءت: تعملون کو تاء کے ساتھ مدنی شامی اور حفص' یعقوب نے پڑھا ہے۔اس صورت میں اہل مکہ کو خطاب ہے۔اور دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے۔یعنی ہر وہ عمل جو وہ کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔غفلت وسہو ونسیان سے اس کی ذات وراء الوراء ہے۔

الحمدللہ آج ۲۰ ذیقعد لیلۃ الجمعہ ۱۴۲۳ھ بعد نماز عشاء ترجمہ سورۂ نمل مکمل ہوا۔ ذلك من فضل الله علىّ

سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سُورۂ قصص مکی ہے اور اسکی اٹھاسی آیات اور نو۹ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طٰسٓمٓ یہ کتاب مُبین کی آیات ہیں ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کی بعض خبریں حق کے ساتھ سُناتے

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ۔ بلاشبہ فرعون زمین میں چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے زمین والوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں ۔

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

ان میں ایک جماعت کو کمزور کر رکھا تھا۔ انکے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا ۔ بلاشبہ وہ فساد

الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

کرنیوالوں میں سے تھا۔ اور ہم نے چاہا کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کیا ہوا ہے ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنادیں اور انہیں

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ

وارث بنا دیں اور زمین میں انہیں حکومت دیدیں ۔ اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

ان مستضعفین کی جانب سے وہ واقعہ دکھلائیں جس سے وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔

۱: طٰسٓمٓ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو جانتے ہیں۔

۲: تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یہ کتاب مبین کی آیات ہیں)۔ کہا جاتا ہے۔ بان الشیٔ و ابان۔ دونوں کا ایک معنی ظاہر ہونا۔ اور کہا جاتا ہے ابنته فابان۔ یہ لازم ومتعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ یعنی اس کی خیر و برکت ظاہر ہے۔ نمبر۲۔ یہ حلال وحرام کو ظاہر کرنے والی اور وعدہ ووعید اور اخلاص وتوحید کو ظاہر کرنے والی ہے۔

۳: نَتْلُوْا عَلَيْكَ (ہم تم پر پڑھتے ہیں)۔ یہاں نتلوا نقرأ علیك کے معنی میں ہے۔ یعنی ہمارے حکم سے جبرئیل پڑھیں گے۔

نتلوا کا مفعول مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَ فِرْعَوْنَ ہے۔یعنی ہم تم پر ان کے بعض حالات پڑھیں گے۔(موسیٰ وفرعون کی کچھ خبر) من تبعیضیہ ہے۔بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) ای محقین۔پختگی کرنے والے ہیں۔

نحو: یہ حال ہے۔

لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔جن کے متعلق ہمارے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ ایمان لائیں گے۔ کیونکہ تلاوت الٰہی ان ہی کو فائدہ دے گی نہ کہ دوسروں کو۔

۴:اِنَّ فِرْعَوْنَ (بیشک فرعون)۔ نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے مجمل کی تفسیر کی طرح ہے۔گویا کوئی اس طرح کہہ رہا ہے۔ان کی خبر کس طرح ہوگی۔تو فرمایا بیشک فرعون نے تکبر کیا۔عَلَا (سرکشی کی) اور ظلم میں انتہاء کو پہنچ گیا۔نمبر۲۔تکبر کیا اور اپنے آپ پر فخر کرنے لگا۔اور اپنی غلامی کو بھول گیا۔فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سرزمین مصر میں۔وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (اور اس کے رہنے والوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا)۔ایک گروہ اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ دینے والا اور اطاعت کرنے والا تھا۔ان میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ وہ اس کی گردن کو خلاف ارادہ موڑ دے۔نمبر۲۔مختلف گروہوں میں بانٹ دیا۔ایک گروہ پر مہربانی کرتا اور دوسرے کی تذلیل۔قبطی گروہ کو عزت دی اور گروہِ اسرائیل کو ذلت میں ڈال دیا۔يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک گروہ کو اس نے کمزور کر رکھا تھا)۔طائفہ سے مراد بنو اسرائیل ہیں۔يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ (وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑتا)۔ان کی بیٹیوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑتا۔

وجہِ ذبحِ اطفال:

ایک قبطی کاہن نے فرعون کو کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔جس کے ہاتھ تیرا ملک برباد ہوگا۔اس میں فرعون کی حماقت ٹپکتی ہے۔اس لئے کہ اگر کاہن نے سچ کہا تو اس کو قتل سے فائدہ نہ ہوگا اور اگر اس نے جھوٹ بولا تو قتل کا کیا مقصد؟

نحو: یستضعف یہ جعل کی ضمیر سے حال ہے۔نمبر۲۔شیعًا کی صفت ہے۔نمبر۳۔جملہ مستانفہ ہے اور اور یذبح یہ یستضعف کا بدل ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (بلاشبہ وہ مفسدین میں سے تھا)۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ ظلماً قتل یہ مفسدین کا فعل ہے۔کاہن نے سچ کہا یا جھوٹ اس کے تحت قتل فضول حرکت ہے۔

۵:وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ (اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم احسان کریں)۔ہم فضل ومہربانی کریں۔

یہ آیت مسئلہ اصلح میں دلیل ہے۔

نحو: یہ جملہ ان فرعون علا فی الارض پر معطوف ہے۔کیونکہ نبأ موسیٰ وفرعون کی تفسیر ہونے میں یہ اس کی نظیر ہے۔اور اس کا بیان ہے۔نمبر۲۔یستضعف سے حال ہے۔یعنی فرعون نے ان کو کمزور بنا رکھا تھا اور ہم ان پر احسان کرنا چاہتے تھے۔

اور ارادۂ الٰہی تو بہر صورت واقع ہونے والا ہے۔پس اس جملہ کو ان کے استضعاف کے ساتھ بطور مقارنت ذکر کیا۔

عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً (ان لوگوں پر جن کو زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور ہم ان کو پیشوا بنائیں)۔نمبرا۔ایسے قائد جن کی خیر میں اقتداء کی جاتی ہے۔نمبر۲۔بھلائی کے داعی۔نمبر۳۔والی اور بادشاہ۔

وَنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ (اور ہم ان کو وارث بنائیں)۔یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ملک واسباب کا ان کو وارث بنائیں۔

٦: وَنُمَكِّنَ (اور ہم ان کو حکومت دیں)۔مکن له کا معنی اس کے لئے ایسی جگہ بنا دینا جس پر وہ بیٹھ سکے۔نمبر۲۔یا سو سکے اور تمکین فی الارض کا مطلب ارض مصر وشام کو اس طرح کر دینا کہ وہاں ان کو کوئی روک ٹوک نہ ہو اور ان کو تسلط دے دیا جائے اور ان کا حکم چلے۔لَهُمْ فِى الْاَرْضِ (زمین میں)۔ارض سے شام ومصر مراد ہے۔وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا (اور فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ بات دکھا دی)۔قراءت: نُرِی۔نون کا ضمہ اور فرعون اور مابعد کا نصب۔نمبر۲۔یاء کے ساتھ یُرِی اور فرعون اور مابعد پر رفع علی وحمزہ نے پڑھا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔یرون منهم ماحذروه من ذهاب ملكهم وهلاكهم على يد مولود منهم۔انہوں نے ان سے وہ دیکھ لیا جس کا خطرہ تھا یعنی ملک کا ہاتھ سے نکلنا اور انہی میں سے ایک بچے کے ہاتھ ان کا ہلاک ہونا۔نمبر۳۔یَرَی نصب کی صورت میں اس کا ماقبل منصوب پر عطف ہے جیسا کہ نون کی قراءت ہے۔نمبر۴۔جملہ مستانفہ ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔مِنْهُمْ سے مراد بنی اسرائیل۔ مِنْهُمَا : نری کے متعلق ہے۔یحذرون کے متعلق نہیں ہے۔کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں آ سکتا۔ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (وہ باتیں جن سے وہ ڈرتے اور اندیشہ کرتے تھے)۔ الحذر نقصان سے بچنا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ تم اس کو دُودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اسکی جان کا خطرہ ہو تو اسے سمندر میں ڈال دینا اور

تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ

نہ ڈرنا نہ غم کرنا۔ بلا شُبہ ہم اُسے تیری طرف واپس کردیں گے ، اور اسے پیغمبروں میں سے بنا دیں گے۔ سو اسے آلِ فرعون نے

اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

اُٹھا لیا تاکہ انکے لئے دشمن بن جائے اور غم کا باعث بنے ۔ بلاشُبہ فرعون اور ہامان اور اس کا لشکر

كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ

خطا کرنے والوں میں سے تھے اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو،

عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ

کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں نفع پہنچادے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں ۔ اور ان کو خبر نہ تھی، اور موسیٰ کی ماں کا دل

مُوْسٰى فٰرِغًا ۗ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ

بیقرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تاکہ وہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ

یقین کرنیوالوں میں سے رہے اور موسیٰ کی والدہ نے اسکی بہن سے کہا کہ تو اُسکے پیچھے چلی جا۔ سو اس نے اسے دُور سے دیکھ لیا اور انہیں

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى

خبر بھی نہ ہوئی اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں پر بندش کر رکھی تھی ۔ سو موسیٰ کی بہن بولی کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا

اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

پتہ بتادوں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہوں سو ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ ع

الربع ۴۳

اور غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ اس بات کو جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

۷: وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں بات ڈال دی)۔ وحی سے۔ نمبر ا۔ الہام سے۔ نمبر ۲۔ خواب سے۔ نمبر ۳۔ فرشتے کی اطلاع سے جیسا کہ مریم کیلئے ہوا۔ اس سے وحی رسالت مراد نہیں پس وہ رسول نہ تھیں۔ اَنْ اَرْضِعِیْهِ (تم دودھ پلاؤ)۔ اَنْ: یہ اَن۔ ای کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ ان مصدریہ ہے۔ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ (پس جب تمہیں اس کے متعلق خطرہ ہو)۔ قتل کا اس طرح کہ پڑوسی اس کی آواز سن کر چغلی لگا دیں۔ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ (پس اس کو دریا میں ڈال دو)۔ الیمّ سے نیل مصر مراد ہے۔ وَلَا تَخَافِیْ (اور تم نہ ڈرنا)۔ ڈوب جانے اور ضائع ہونے سے۔ وَلَا تَحْزَنِیْ (اور نہ غم کرنا)۔ اس کی جدائی کا۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ (بیشک ہم اس کو تیرے ہاں لوٹانے والے ہیں)۔ ایک لطیف انداز سے تا کہ تو اس کی پرورش کرے۔ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (اور اس کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں)۔

دو اہم باتیں:

اس آیت میں دو امر ہیں۔ اور دو نہی ہیں۔ اور دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔ خوف وحزن میں فرق یہ ہے۔ خوف ایسا غم جو انسان کو کسی متوقع معاملے میں لاحق ہو۔

الحزن۔ ایسا غم جو واقعہ پیش آنے کے بعد لاحق ہو اور وہ موسیٰ کی جدائی اور اس کے متعلق خطرات ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے منع کر دیا۔

بشارتیں:

موسیٰ علیہ السلام کو واپس لوٹائے جانے کی بشارت۔ نمبر ۲۔ رسالت ملنے کی بشارت۔

ایک روایت ہے:

کہ موسیٰ کی تلاش میں فرعون نے نوے ہزار بچے ذبح کر ڈالے۔

روایت میں ہے:

جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو ایک دائی کو بلایا یہ انہی عورتوں میں سے تھی جن کو فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ وہ والدۂ موسیٰ کی سہیلی تھی۔ دائی نے معالجہ شروع کیا جب موسیٰ پیدا ہو گئے تو دائی کو ایک نور نے ڈرا دیا جو موسیٰ کی پیشانی سے نکل رہا تھا۔ موسیٰ کی محبت اس دائی کے دل میں سما گئی۔ کہنے لگی میں تیرے بچے کو قتل کرنے آئی تھی اور فرعون کو اطلاع پہنچانے آئی تھی لیکن مجھے تیرے بیٹے سے محبت ہو گئی ہے۔ جو میں نے کہیں نہیں دیکھی پس تو اس کی حفاظت کر۔ ادھر دائی نکلی تو فرعون کے جاسوس آ گئے۔ موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے تنور میں رکھ دیا۔ ڈر اور خوف سے اس کی عقل اس طرح اڑ گئی کہ اسے معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ جاسوسوں نے اندر گھس کر تلاشی لی تو کچھ بھی نہ ملا۔ وہ اپنے منہ نکل گئے۔ موسیٰ کی والدہ کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے موسیٰ کو کہاں رکھ دیا۔ اتنی دیر میں تنور سے رونے کی آواز سنی۔ تو اس کی طرف

چل دی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے آگ کو یرد سلام بنا دیا۔ جب فرعون نے بچوں کی تلاش میں تیزی پیدا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تین ماہ دودھ پلانے کے بعد ان کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔

۸: فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ (فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اٹھالیا) لے لیا۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

فرعون اصطخر کا رہنے والا فارسی تھا۔

لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا (تا کہ وہ ان کا دشمن بن جائے)۔ یعنی تا کہ معاملہ یہاں تک پہنچے۔ یہ مراد نہیں کہ انہوں نے اس مقصد کی خاطر اٹھایا۔ جیسا کہتے ہیں۔ للموت ماتلد الوالدة۔ ماں موت کے لئے جنتی ہے۔ حالانکہ ماں نے تو موت کے لئے نہیں جنا لیکن انجام تو موت ہی ہے۔

زجاج: نے اسی طرح کہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس لام کو لام عاقبت وصیر ورت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

صاحبِ کشاف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ لام کَیْ ہے جو تعلیل کا معنی دیتی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ جئتك لتكرمني۔ میں تیرے پاس آیا تا کہ تو میرا اکرام کرے۔ مگر اس میں تعلیل کا معنی بطور مجاز وارد کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب ان کے اٹھانے کا یہ نتیجہ نکلا تو اس فعل کو داعی کے اس فعل سے تشبیہ دی۔ وہ داعی کہ فاعل اپنا فعل اس کی خاطر کر لے۔ اور وہ اکرام ہے جو کہ تشریف آوری کا ہی نتیجہ ہے۔ وَحَزَنًا (اور غم کا باعث)۔ علی وحمزہ نے حُزنًا پڑھا ہے۔ دیگر نے حَزَنًا۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ اس کی نظیر العُدْم اور العَدَم ہے۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕیْنَ (بیشک فرعون، ہامان اور ان کا لشکر غلطی کرنے والے تھے)۔ خاطئین تخفیف کے ساتھ ابوجعفر نے پڑھا۔ ای کانوا مذنبین وہ گناہ گار تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔ کہ میرا رب ان کا دشمن تھا۔ اور وہ بھی جو ان کے سامنے ہلاک ہونے کا سبب بنے۔ نمبر۲۔ وہ ہر چیز میں خطا کرنے والے تھے۔ اپنے دشمن کی تربیت کرنا یہ ان کی کوئی پہلی غلطی نہ تھی۔

۹: وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ (فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔ روایت میں ہے۔ کہ جب انہوں نے صندوق اٹھالیا۔ تو اس کو کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھلا۔ پھر توڑنا چاہا اس سے بھی عاجز رہے۔ آسیہ قریب ہوئیں تو انہوں نے صندوق کے درمیان میں نور دیکھا۔ پس اس نے کھولنے کی کوشش کی تو صندوق کھل گیا۔ اچانک بچے کو دیکھا جس کی جبین نور سے ٹمٹمارہی تھی۔ ان سب کو دیکھتے ہی اس سے محبت ہوگئی۔ فرعون کی ایک بیٹی برص زدہ تھی۔ اس نے اس بچے کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو اس کا برص جاتا رہا۔ فرعون کی قوم کے بعض گمراہ لوگوں نے کہا یہی وہ بچہ ہے جس سے آپ کو

خطرہ تھا ہمیں اس کے قتل کی اجازت دیں۔فرعون نے ارادہ کرلیا مگر آسیہ نے کہاقرت عین لی ولك۔ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔فرعون نے کہا تیرے لئے نہ کہ میرے لئے۔حدیث الفتون جس کی تخریج نسائی نے کی ہے۔یہ ہے اگر وہ کہتا جیسا آسیہ نے کہا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے جیسا اس کو ملی۔اور یہ بطور فرض کے فرمایا۔اگر اس کے دل پر سخت دلی کی مہر نہ لگی ہوتی تو وہ اسی طرح کہتا جیسا کہ اس نے کہا اور وہ اسلام لے آتا جیسا وہ اسلام لائی۔

نحو :ھو مبتدأ محذوف ہے اور قُرة اس کی خبر ہے۔اور لی ولك یہ دونوں قرة کی صفتیں ہیں۔

لَاتَقْتُلُوْهُ (اس کو قتل مت کرو)۔اس کو بادشاہوں کی طرح عزت سے خطاب کیا۔نمبر۲۔گمراہوں کو مخاطب کر کے اس نے عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ کہا۔اس لئے کہ اس میں برکات چھپی ہیں۔نفع کی دلالتیں موجود ہیں اور وہ چہرے پر نورانیت اور برصاء لڑکی کا درست ہونا ہے۔اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں)۔یا اس کو متبنّیٰ بنالیں یہ بادشاہوں کا متبنّیٰ بننے کے قابل ہے۔وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (اور ان کو احساس بھی نہ تھا)۔

نحو :نمبرا۔آل فرعون ذوالحال اور یہ اس کا حال ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا وقالت امرأة فرعون كذا وهم لا يشعرون انهم على خطأ عظيم فى التقاطه ورجاء النفع منه و تبنّيه۔نمبر۲۔ اِنّ فرعون یہ جملہ معترضہ ہے۔جو کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔اور ان کے خطا کے مفہوم کی تاکید ہے۔اس کلام کا نظم معانی و بیان والوں کے ہاں کتنا ہی خوب ہے۔

۱۰:وَاَصْبَحَ یہ صار کے معنی میں ہے۔(ہوگیا)۔فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا۔(موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی)۔جب اس کو فرعون کے ہاتھ میں پڑنے کی اطلاع ملی تو شدید گھبراہٹ سے ان کو کچھ سوجھ نہ رہی۔(اکثر مفسرین نے فرمایا کہ ان کا دل موسیٰ کی محبت کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہوگیا)(مترجم)اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ (قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی)۔ نحو :ہٖ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔مراد اس کا معاملہ اور واقعہ کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جب اس نے صندوق کے ساتھ امواج نیل کو کھیلتے دیکھا تو قریب تھا کہ وہ چیخ کر یہ کہہ ڈالے یا بناہ!(قول مقاتل)

قولِ دیگر:

جب فرعون کے صندوق پکڑ لینے کی اطلاع ملی تو اس کو اس میں قطعاً شک نہ رہا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالے گا تو قریب تھا کہ وہ شفقةً کہہ ڈالے۔وابناهٗ۔ نحو :اِن یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ ای انها كادت۔لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (اگر ہم اس کے دل کو نہ تھامتے)۔الربط على القلب: الہامِ صبر سے دل کو تقویت دینا۔لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے)۔یعنی ہمارے وعدے کو سچا جاننے والوں میں سے بن جائے۔اور وہ وعدہ انا راد وہ اليك ہے۔

لولا کا جواب محذوف ہے۔ای لَاَبْدَتْهُ۔ضرور ظاہر کر دیتی۔نمبر۲۔اس کا دل غم سے خالی ہو گیا جب اس نے سنا کہ فرعون نے اس کو متبنّیٰ بنالیا ہے۔قریب تھا کہ خوشی میں ظاہر کر بیٹھیں کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔کیونکہ اس خبر کو سن کر اس کو اپنے اوپر خوشی سے اختیار نہ رہا اگر ہم اس کے دل کو مطمئن نہ کرتے اور دل کے اضطراب کو پرسکون نہ بناتے جس کی وجہ سے انتہائی خوشی پیش آئی تھی۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پختہ یقین کرنے والے لوگوں میں سے ہو جائے نہ کہ فرعون کے متبنّیٰ بنانے پر۔

یوسف بن حسین نے کہا: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتیں کہی گئیں۔اور دونوں باتوں سے منع کیا گیا اور دو بشارتیں دی گئیں۔مگر اس کو ان سے فائدہ نہ ہوا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کر کے ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیا۔

۱۱:وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ (اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا)۔اخت کا نام مریم تھا۔قُصِّيْهِ (اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ)۔تو اس کے پیچھے چلی جا تا کہ تو اس کے حالات معلوم کر سکے۔فَبَصُرَتْ بِهٖ (پس اس نے دور سے دیکھا)۔عَنْ جُنُبٍ جنب یہاں دور کے معنی میں ہے۔ بِهٖ: یہ بہٖ کی ضمیر سے حال ہے۔یا بصرت کی ضمیر سے۔وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو خبر تک نہ تھی)۔کہ یہ اس کی بہن ہے۔

۱۲:وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (اور ہم نے روک دیا موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کو)۔حرمنا۔ممانعت کے معنی میں ہے۔تحریم شرعی مراد نہیں یعنی ہم نے ان کو روک دیا کہ وہ اپنی ماں کے پستان کے علاوہ دوسرا پستان قبول کر لے۔وہ کسی مرضعہ کا پستان قبول نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے ہاں یہ بات اہمیت پکڑ گئی۔

المراضع جمع مرضع۔دودھ پلانے والی عورت۔نمبر۲۔مرضع کی جمع ہے یعنی موضع الرضاع یعنی پستان۔نمبر۳۔دودھ پلانا۔

مِنْ قَبْلُ (مریم کے اس کے پیچھے جانے سے پہلے)۔نمبر۲۔والدہ کی طرف لوٹانے سے پہلے۔فَقَالَتْ (اس نے کہا)۔موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا جب کہ وہ مراضع کے درمیان فرعونی محل میں داخل ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ پستان قبول نہیں کر رہا۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ (کیا میں تمہیں بتلاؤں)۔تمہاری راہنمائی کروں۔عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ (ایسے گھر والوں کے متعلق جو اس کی کفالت کریں گے)۔ہٗ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ (جو تمہارے لئے اس کی خیر خواہی کرتے رہیں)۔النصح۔فساد و بگاڑ کی ملاوٹ سے عمل کا اخلاص۔

روایت میں ہے:

کہ جب مریم نے کہا وھم له ناصحون۔تو ہامان نے کہا۔یہ اس بچے کو پہچانتی ہے۔اور اس کے گھر والوں کو پہچانتی ہے۔ اس کو پکڑ لو تا کہ اس لڑکے کے متعلق اطلاع دے۔لڑکی کہنے لگی میری مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔پس وہ اپنی والدہ کی طرف ان کے حکم سے گئی اور والدہ کو لے کر آ گئی۔اس وقت بچہ فرعون کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کو شفقت سے بہلا رہا تھا۔اور بچہ دودھ کے لئے رو رہا تھا۔جونہی اس کی خوشبو محسوس کی تو بچہ مانوس ہو گیا۔اور اس کے پستان سے چمٹ گیا فرعون نے دایہ کو کہا۔تو

اس کی کیا لگتی ہے؟ اس نے ہر عورت کے پستان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر تیرے دودھ کو۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں ایک پاکیزہ ہوا والی عورت ہوں۔ دودھ بھی پاکیزہ رکھتی ہوں ہر بچہ مجھے قبول کر لیتا ہے۔ اس نے بچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے سپرد کر دیا اور اس کا وظیفہ جاری کر دیا۔ وہ اس کو لے کر اپنے گھر آ پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ نے واپسی لوٹانے والا وعدہ پورا فرمایا۔ اس وقت والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو یہ پختہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ عنقریب پیغمبر ہونگے۔ اور اس ارشاد میں یہی فرمایا۔

۱۳: فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹایا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو)۔ اس کے ساتھ ٹھہرنے سے۔ وَلَا تَحْزَنَ (اور وہ اس کی جدائی سے غم زدہ نہ ہو)۔ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے)۔ یعنی تا کہ اس کو مشاہدہ سے علم ہو جائے جیسا اطلاع سے علم ہوا۔

نحو: ولا تحزن کا عطف تَقَرَّ پر ہے اور ان کی ماں کے لئے وہ دینار حلال ہو گیا جس کو وہ ہر روز لیتی تھیں جیسا کہ سدی نے فرمایا کیونکہ وہ حربی کا مال تھا نہ یہ کہ وہ ان کے دودھ پلانے کی اجرت تھی۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے تحت داخل ہے۔ یعنی اور تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی کہ وہ سچا ہے پس وہ شک کرنے لگتے ہیں۔ یہ ارشاد اس پر تعریض کے مشابہ ہے جو گھبراہٹ اس پر طاری ہوئی جب اس نے موسیٰ کی خبر سنی۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب موسیٰ اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور پوری طرح درست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور اچھا کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ

اور وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ غافل تھے سو اس میں دو مردوں کو پایا جو آپس لڑ رہے تھے،

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ

ایک ان کی جماعت میں سے تھا اور ایک دشمن کی جماعت میں سے تھا۔ سو جو شخص ان کی جماعت میں سے تھا اس نے ان سے اس شخص کے مقابلہ میں مدد طلب کی

مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۡ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ

جو اُن کے دشمنوں میں سے تھا۔ سو موسیٰ نے اس کو گھونسا ماردیا۔ سو اس کا کام تمام کردیا۔ موسیٰ نے کہا یہ شیطانی حرکت ہے بلاشبہ وہ دشمن ہے

مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

گمراہ کرنیوالا ہے واضح طور پر، موسیٰ نے کہا اے میرے رب بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سو آپ میری مغفرت فرما دیجئے۔ سو اللہ نے ان کو بخش دیا۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

مہربان ہے، موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا۔ سو میں ہرگز بھی مجرمین کی مدد کرنیوالا نہیں بنوں گا۔

۱۴: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا)۔ موسیٰ علیہ السلام طاقت کی انتہاء کو پہنچے اور تکمیل قوت عقلیہ ہو چکی۔ اشُدٌّ۔ جمع شدۃ کی ہے جیسا نِعْمَة و اَنْعُمٌ۔ عند سیبویہ۔ وَاسْتَوٰٓى (اور درست ہو گئے)۔ اعتدال کو پہنچ گئے اور ان کا عقلی استحکام ہو چکا۔ یہ چالیس سال کی عمر ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ہر پیغمبر کو چالیس سال کی انتہاء پر پیغمبر بنایا گیا۔

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (اور ہم نے ان کو حکم و علم عنایت فرمایا)۔ حکم سے نبوت اور علم سے سمجھ یا مصالح دارین کا علم عنایت فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (اور ہم اخلاص برتنے والوں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں)۔ جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ہم مؤمنین کے ساتھ کرتے ہیں۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کو احسان پر بدلہ قرار دیا۔ کیونکہ یہ دونوں جنت کا ذریعہ ہیں۔ جو کہ محسنین کی جزاء ہے۔

العالم الحکیم سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے علم پر عمل کر لے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے ولبئس ماشروا به انفسهم

لو کانوا یعلمون۔البقرہ۔۱۰۲۔علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

۱۵:وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ وہ (مصر کے) شہر میں داخل ہوئے۔عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا (جبکہ شہر والے بے خبر تھے)۔ نحو: یہ فاعل سے حال ہے۔یعنی چھپ کر مغرب وعشاء کے درمیان یا قیلولہ کے وقت جبکہ نصف النہار کا وقت تھا۔**ایک قول** یہ ہے۔ جب آپ جوان ہوئے اور عقل پختہ ہوئی تو حق کی بات کہنے لگے اور غلط باتوں پر نکیر کرنے لگے۔فرعونیوں نے ان کو ڈرایا۔پس آپ شہر میں مخفی طور پر داخل ہوئے۔فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ (پس اس میں دو آدمی پائے جو باہمی لڑ رہے تھے ایک ان کے گروہ کا تھا)۔ان میں سے تھا جو بنی اسرائیل میں سے دین میں آپ کے ساتھ چلنے والے تھے۔**ایک قول**: یہ سامری تھا۔

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (اور یہ اس کے دشمن میں سے) ان کے مخالفین اقباط میں سے۔اس کا نام فاتون تھا۔ان کے متعلق هذا' هذا کہا گیا اگرچہ وہ غائب تھے۔یہ علی سبیل الحکایت ہے۔یعنی جب کوئی دیکھنے والا دیکھے تو کہے گا یہ اس کے گروہ میں سے ہے اور یہ اس کے دشمن گروہ سے۔فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى (اس شخص نے جو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے مدد طلب کی اس کے خلاف جو آپ کے دشمنوں میں سے تھا)۔پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکہ مارا یا تھپڑ مارا۔استغاثہ۔مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں۔فَقَضٰى عَلَیْهِ (اس کا کام تمام ہوگیا)۔وہ مر گیا۔قَالَ هٰذَا (اس نے کہا) یہ۔ ہذا سے بلا قصد ہونے والے قتل کی طرف اشارہ کیا۔مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (یہ شیطانی عمل ہے)۔قتل کافر کو شیطان کا عمل قرار دیا اور اس کو اپنے نفس کے لئے ظلم قرار دیا اور اس سے استغفار کیا۔کیونکہ آپ ان میں مستأمن تھے اور کافر حربی کا قتل جائز نہیں۔ نمبر۲۔اجازتِ قتل سے پہلے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

قولِ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ:

امر کے بغیر کسی پیغمبر کو قتل کرنا جائز نہیں۔اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ (وہ کھلا غلطی میں ڈالنے والا دشمن ہے)۔اس کی دشمنی ظاہر وباہر ہے۔

۱۶:قَالَ رَبِّ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب)۔اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا) ایسے فعل سے جو قتل پر منتج ہوا۔فَاغْفِرْ لِیْ (پس تو میری لغزش معاف فرما۔)فَغَفَرَ لَهٗ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا)۔اس کی لغزش کو۔اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بخشنے والا ہے)۔لغزشوں کا ازالہ کر کے۔الرَّحِیْمُ (رحیم ہے) شرمندگی کا ازالہ فرما کر۔

۱۷:قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا (کہا اے میرے رب اس لئے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا میں ہرگز پشت پناہ نہ بنوں گا)۔ظهیر۔معاون۔لِلْمُجْرِمِیْنَ (مجرمین کے لئے)۔کفار کے لئے بما انعمت علی۔یہ قسم ہے۔اس کا جواب محذوف ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔میں تیرے انعام مغفرت کی قسم اٹھاتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں پس میں ہرگز کافروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔نمبر۲۔طلب مہربانی ہے۔گویا اس طرح فرمایا۔اے میرے رب تو میری حفاظت فرما اس مغفرت والے

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی

پھر اگلے دن شہر میں موسیٰ کو صبح ہوئی خوف کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے موسیٰ نے کہا

اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ

بلا شبہ تو تو صریح گمراہ ہے پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑیں جو اُن دونوں کا دشمن تھا تو وہ اسرائیلی شخص بول اُٹھا کہ

یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۚ۟ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

اے موسیٰ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر دو جیسا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ بس تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں اپنا زور

جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا

بٹھلاتے رہو اور اصلاح کرنیوالوں میں سے نہیں ہونا چاہتے اور ایک شخص شہر کے دور والے کنارے سے

الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ

دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے موسیٰ بلاشبہ بات یہ ہے کہ اہل دربار آپکے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں۔ لہٰذا آپ نکل جائیے بلاشبہ میں

مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۸ ۵

آپکی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں سو وہاں سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکل گئے۔ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔

انعام کے حق سے جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ اگر آپ نے میری حفاظت فرمائی تو میں ہرگز مجرموں کا معاون نہ بنوں گا۔ مجرمین کی پشت پناہی سے مراد فرعون کے ساتھ رہنا اور تمام کے ساتھ انتظام کرنا اور اس کی جماعت میں اضافہ کرنا۔ اس طرح کہ اس کے سواروں کے ساتھ اس طرح سوار ہوتے جیسے بیٹا والد کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۸: فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا (آپ نے شہر میں خوف کی حالت میں صبح کی)۔ اپنے متعلق قتل قبطی کے سلسلہ میں خوف زدہ تھے کہ ان کو پکڑ لیا جائے۔ یَتَرَقَّبُ (انتظار کرتے)۔ نَحْوَ: یہ حال ہے۔ ناپسند چیز کی توقع کرتے اور وہ اندیشۂ انتقام تھا۔ یا نمبر ۲۔ اطلاعِ قتل نمبر ۳۔ جو کچھ اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے نفس کے متعلق خطرہ تھا اپنے رب کی مدد کے منتظر تھے۔

مَسْئَلَة: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرنے میں حرج نہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اس کو درست قرار نہیں دیتے۔ فَاِذَا الَّذِی (اچانک وہ شخص جس نے)۔ نَحْوَ: اذا مفاجات کے لئے ہے اور اس کا مابعد مبتدأ ہے۔ اسْتَنْصَرَهٗ

(موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی)۔ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ۔ (کل گزشتہ وہی ان کو چیخ کر پکار رہا تھا)۔ان سے فریاد طلب کر رہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اسی سابقہ اسرائیلی نے دوسرے قبطی کے خلاف مدد کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى (موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کو فرمایا)۔ اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ (تو بلاشبہ کھلا ہوا ٹیڑھا چلنے والا ہے)۔ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے جس کی گمراہی واضح ہے۔ تو نے کل گزشتہ ایک آدمی سے لڑائی مول لی۔ تیری وجہ سے جس کو میں نے قتل کر دیا۔ عقل و سمجھ والا تو ایسی مصیبت اپنے اوپر ڈالتا ہی نہیں اور نہ اس پر جو اس کی امداد کرے۔

آیت ۱۹: فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ (جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا)۔ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ (اس قبطی کی طرف ہاتھ بڑھائیں)۔ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا (جو دونوں کا دشمن تھا)۔ یعنی موسیٰ و اسرائیلی کا کیونکہ وہ ان کے دین پر نہ تھا۔ اور قبطی بنی اسرائیل کے دشمن تھے۔ قَالَ (اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا)۔ اس کو وہم و خیال ہوا کہ موسیٰ مجھے پکڑنے لگے ہیں نہ کہ قبطی کو اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو انك لغوی مبین فرمایا تھا۔ یٰمُوْسٰٓى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا (اے موسیٰ کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسا کہ تو نے ایک جان کو قتل کیا) نفس سے قبطی مراد ہے۔ بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا (کل گزشتہ تو نہیں چاہتا مگر زور بٹھانا)۔ اِن نافیہ ہے۔ جبارًا۔ (شدت غضب سے قتل کرنے والا)۔ فِی الْاَرْضِ ارض سے مصر مراد ہے۔ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ (اور تو صلح کرانے والوں میں سے بننا نہیں چاہتا)۔ غصہ کو دبا کر۔ کل والے قبطی کا قتل تو لوگوں میں معروف تھا۔ لیکن قاتل معلوم نہ تھا۔ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات ظاہر کر دی۔ تو قبطی کو معلوم ہو گیا کہ کل کا قاتل موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے جا کر فرعون کو اطلاع دی۔ پس انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا۔

۲۰: وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِیْنَةِ (اور ایک آدمی شہر کے آخری کنارے سے آیا)۔ یہ آل فرعون کا مؤمن ہی تھا۔ یہ فرعون کا چچا زاد تھا۔ یَسْعٰى (دوڑتا ہوا)۔ نحو: یہ رجل کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ رجل سے حال ہے کیونکہ اس کی صفت من اقصی المدینۃ سے کی گئی ہے۔ قَالَ مُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ (کہا اے موسیٰ بلاشبہ سردار تمہارے متعلق مشورہ کر رہے ہیں تا کہ تمہیں قتل کر دیں)۔ وہ ایک دوسرے کو تیرے قتل کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ تیرے متعلق باہمی مشورہ کر رہے ہیں۔

الائتمار۔ (مشورہ کرنا)۔ کہا جاتا ہے الرجلان یتأمران و یأتمران۔ وہ دو مشورہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ یا کسی کام کا اشارہ کرتا ہے۔ فَاخْرُجْ (تو اس شہر سے نکل)۔ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ (بیشک میں تیرا خیر خواہ ہوں)۔ نحو: لک یہ بیان ہے۔ یہ ناصحین کا صلہ نہیں ہے کیونکہ صلہ موصول سے پہلے نہیں آ سکتا۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ انی من الناصحین پھر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ لك تمہارا جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ سقیًا لك و مرحبًا لك۔

۲۱: فَخَرَجَ (پس موسیٰ علیہ السلام نکلے)۔ مِنْهَا (اس شہر سے) خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ (ڈرتے ڈرتے ٹوہ لگاتے) کہ راستے میں کوئی تعرض کرنے والا نہ ہو یا کہیں ان کو قتل کرنے والا نہ آ ملے۔ اللہ کی مدد کی امید کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے ہوئے نکل پڑے۔ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (کہا اے میرے رب تو مجھے ظالم قوم سے نجات عنایت فرما)۔ یعنی قوم فرعون سے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ

اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف توجہ کی تو یوں کہا کہ اُمید ہے کہ میرا ربّ مجھے سیدھا راستہ چلا دے گا ۔ اور جب مدین کے پانی پر

مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۙ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ

پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور وہاں دو عورتوں کو دیکھا

تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۭ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ

جوان لوگوں سے روک رہی تھیں موسیٰ نے پوچھا تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ دونوں کہنے لگیں کہ ہم اسوقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ چرواہے واپس نہ لے جائیں اور ہمارے والد

كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

بہت بُوڑھے ہیں، سو موسیٰ نے ان کے لئے پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف ہٹ گئے، پھر یوں کہا کہ اے میرے رب آپ جو کچھ خیر میرے لئے نازل فرمائیں میں

فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ

اس کا محتاج ہوں، سو ان دو عورتوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی جو چلتے ہوئے شرما رہی تھی اس نے کہا کہ بلاشبہ میرے والد تم کو بُلا رہے ہیں تا کہ تمہیں

اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۡ نَجَوْتَ مِنَ

اس کا صلہ دیں جو تم نے ہمارے لئے پانی پلایا، پس جب موسیٰ انکے پاس آئے اور انکو واقعات سنائے تو اُنہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ

نجات پا گئے ہو، ان دونوں عورتوں میں سے ایک کہنے لگی کہ ابا جی آپ اس شخص کو مزدوری پر رکھ لیجئے بیشک جس کسی کو آپ مزدوری پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قوی ہو

الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ

امانت دار ہو، شیخ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم میرے پاس آٹھ سال نوکری کے طور پر

حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ

عمل کرو ۔ سو اگر تم دس سال پُورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں ، انشاء اللہ تم مجھے

اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ

صالحین میں سے پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ معاملہ ہے میرے اور آپ کے درمیان ، میں دونوں مُدتوں میں سے جونسی مُدت پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی

عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

زیادتی نہ ہوگی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اسپر وکیل ہے۔

۲۲:وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (جب وہ مدین کی جانب چل دیئے)۔تلقاء۔(جانب)۔التوجہ۔(کسی چیز کی طرف پورے متوجہ ہونا)۔مدین۔یہ شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔اس کا نام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔یہ علاقہ سلطنتِ فرعون میں نہ تھا۔اس کا مصر سے آٹھ دن رات کا پیدل سفر تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

موسیٰ علیہ السلام نکلے مگر ان کو راستہ کا علم نہیں تھا۔فقط اپنے رب پر حسن ظن تھا۔قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (کہا امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی سیدھے راستہ کی طرف فرمادے گا)۔سواء:وسط اور بڑے راستہ کو کہا جاتا ہے پس ایک فرشتہ آیا اور ان کو مدین لے گیا۔

۲۳:وَلَمَّا وَرَدَ (جب آپ پہنچے)۔مَآءَ مَدْيَنَ (مدین کے پانی پر)۔جس سے لوگ جانوروں کو پلاتے تھے۔یہ کنواں تھا۔وَجَدَ عَلَيْهِ (اس کنوئیں کے ایک جانب پایا)۔اُمَّةً (بڑی جماعت کو) مِنَ النَّاسِ (مختلف انسانوں کی)۔يَسْقُوْنَ (وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے)۔وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ (اور آپ نے پایا ان سے نچلی جانب)۔امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ (دو عورتیں وہ روکنے والی تھیں اپنی بکریوں کو پانی سے)۔کیونکہ پانی پر ان سے قوی تر لوگ قابض تھے۔وہ پلانے کی طاقت نہ رکھتی تھیں۔نمبر۲۔یا اس لئے کہ ان کی بکریاں دوسروں میں نہ مل جائیں۔الذود دور کرنا۔ہانکنا۔قَالَ مَا خَطْبُكُمَا (آپ نے فرمایا تمہارا کیا معاملہ ہے)۔یہ حقیقت میں اس طرح ہے ما مخطوبکما؟ تمہارا ان بکریوں کو روکے رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے مخطوب کو خطب سے تعبیر فرمایا۔قَالَتَا لَا نَسْقِيْ (دونوں نے کہا ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاتی ہیں)۔حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ (یہاں تک کہ چرواہے لوٹا لے جائیں اپنے مویشیوں کو)۔

قراءت:يَصْدُرُ۔شامی، یزید، ابوعمرو کی قراءت میں ہے۔معنی یہ ہے:لوٹ جائیں۔الرعاء جمع راع کی ہے۔جیسا قائم کی جمع قیام ہے۔وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (اور ہمارا والد بہت بوڑھا ہے)۔اور بکریوں کو پانی پلانے کی قدرت نہیں رکھتا۔کبیر سے مراد وہ اپنی حالت میں بڑا ہے یا عمر میں بڑا ہے۔بکریوں کو چرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالنے کا عذر واضح کر دیا۔

۲۴:فَسَقٰى لَهُمَا (پس آپ نے ان کو پلا دیا)۔ان کی بکریوں کو ان کی خاطر نیکی میں رغبت کرتے ہوئے اور مظلوم کی مدد کرتے ہوئے پانی پلا دیا۔

روایت میں ہے:

آپ نے لوگوں کو کنوئیں سے ہٹایا۔اور ان سے ڈول لیا۔انہوں نے ڈول دے دیا۔اور کہنے لگے اس سے پانی پلاؤ۔اس ڈول کو چالیس آدمی کھینچتے تھے۔آپ نے اس ڈول سے پانی نکالا۔اور اس کو حوض میں ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

ترکِ مفعول:

یسقون اور تذودان اور لا نسقی اور فسقٰی میں مفعول کو ترک کر دیا گیا۔ کیونکہ اصل مقصد فعل ہے۔ مفعول نہیں۔ ذرا غور تو کریں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر رحم آیا۔ کیونکہ وہ بکریوں کو روکے کھڑی تھیں۔ اور لوگ پلا رہے تھے اور ان پر رحم نہ کھا رہے تھے۔ کیونکہ ان کی روکی ہوئی بکریاں ہوں گی اور پانی والے اونٹ۔ اسی طرح لانسقی اور فسقٰی میں مقصود سقی ہے۔ پلانے والا نہیں اور ان کے جواب کی مطابقت کی وجہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے روکنے کا سبب دریافت کیا۔ تو دونوں نے عرض کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم عورتیں ہیں۔ جو کہ کمزور اور ضعیف ہیں۔ مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں۔ اور اختلاط سے حیاء مانع ہے۔ اس لئے ہمارے حق میں ان کی فراغت تک تاخیر کرنا ضروری ہو گیا۔

شعیب علیہ السلام کا عمل:

شعیب علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کے حق میں جانوروں کے چرانے اور پانی پلانے کا کام سپرد کرنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ دین اس کا انکار نہیں کرتا۔ البتہ مروت اور لوگوں کی عادات اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ عرب کے حالات اس میں اہل عجم سے مختلف ہیں۔ شہری لوگوں کا راستہ اس میں دیہاتیوں سے جدا جدا ہے۔ خصوصًا جبکہ ضرورت ہو جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ (پھر وہ سایے کی طرف لوٹ گئے)۔ کیکر کے درخت کا سایہ۔

مَسْئَلَة: دنیا میں استراحت کا جواز اس سے نکلتا ہے۔ اگرچہ شدت پسند صوفیوں کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جب آزمائش طویل ہو جائے تو مولیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرنا نقص نہیں۔

فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ (کہا اے میرے رب جو کچھ آپ نعمت مجھے بھیج دیں بیشک میں اس کا)۔ خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ موٹی ہو یا چھوٹی۔ فَقِيْرٌ (محتاج ہوں)۔ فقیر لام سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ سائل وطالب کے معنی کو متضمن ہے۔

ایک قول یہ ہے:

انہوں نے سات روز سے کھانا چکھا تک نہیں تھا۔ آپ کی پشت سے پیٹ جا لگا تھا۔

ایک احتمال:

یہ ہے کہ یہ مراد لی جائے انّی فقیر من الدنیا لاجل ما انزلت الی من خیر الدارین وھو النجاۃ میں دنیا میں محتاج ہوں اس لئے کہ آپ نے میری طرف دونوں جہان کی خیر یعنی نجات اتاری ہے۔ کیونکہ فرعون کے پاس رہتے ہوئے دولت و بادشاہت والے تھے۔ یہ بات آپ نے اللہ تعالیٰ کے روشن عدل پر خوش ہو کر شکریہ میں کہی۔ قول ابن عطاءؒ: عبودیت کی نگاہ سے ربوبیت کو دیکھا اسی لئے محتاجی کی زبان سے بات کی اس لئے کہ اپنے اندروں انوار پائے۔

۲۵: فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ (پس ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جو شرمائی

ہوئی تھی)۔یَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا (چلتی تھی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے)۔ نَحْوَ :علی استحیاءٍ یہ حال ہے تمشی کی ضمیر سے ای مستحیةً۔

یہ آیت اس عورت کے کمال ایمان کی دلیل ہے اور عفت وحیا کی گواہی ہے۔ کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مہمانی کی دعوت دے رہی تھی آیا وہ یہ نہ جانتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو قبول کریں گے یا کہ نہیں۔ پس وہ ان کے پاس حیاء کے ساتھ اپنے کرتے کی آستین کو اوڑھنی بنائے ہوئے حاضر ہوئی۔

نَحْوَ :ماسقیت میں ما مصدریہ ہے۔ای جزاء سقیك۔روایت میں ہے کہ جب وہ لوگوں سے پہلے اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئیں اور ان کی بکریاں دودھ سے بھری تھیں۔ والد نے ان سے سوال کیا۔ آج تم جلد کیوں لوٹ آئیں۔ دونوں نے جواب دیا۔ ہم نے آج ایک نیک آدمی پایا جس نے ہم پر رحم کھا کر ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا۔ والد نے ان میں سے ایک سے کہا تم جا کر اس آدمی کو بلا لاؤ۔ وہ آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے چلے۔ ہوا نے کپڑے کو اس کے جسم سے چمٹا دیا جس سے اس کے جسم کے کچھ حصہ کی کیفیت ظاہری ہوئی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا۔ تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتلاتی جاؤ۔ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ (جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچ گئے اور اپنے واقعہ کو بیان کیا)۔ اپنا واقعہ اور فرعون کے ساتھ گزرنے والے حالات۔ القصص مصدر ہے۔ مقصوص کو قصہ کہا۔ قَالَ (اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا)۔ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (تم ڈرو نہیں ظالم قوم سے تم نے نجات پالی ہے)۔ کیونکہ اس سرزمین میں فرعون کی حکومت نہیں۔

مسائل: نمبر۱۔ اس میں دلیل ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز ہے۔ اگرچہ خبر دینے والا غلام وعورت ہی کیوں نہ ہو۔ نمبر۲۔ اس احتیاط و پاکبازی کے ساتھ اجنبیہ کے ساتھ چلنا درست ہے۔ نمبر۳۔ نیکی واحسان پر اجر ومزدوری لینے میں بعض نے ضرورت کے وقت جواز نقل کیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت ضرورت تھی۔ نمبر۴۔ اس کے باوجود مروی ہے کہ جب اس عورت نے کہا۔ لیجزیك تو آپ نے ناپسند کیا۔ مگر اس کی بات کو قبول کر لیا تا کہ اس کا مقصدِ آمد فوت نہ ہو۔ کیونکہ ایک عورت تھی۔ جب شعیب علیہ السلام نے کھانا رکھا تو آپ نے ہاتھ ہٹا لیا۔ شعیب علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کیا تمہیں بھوک نہیں؟ آپ نے کہا کیوں نہیں! لیکن مجھے خطرہ ہے کہ یہ پانی پلانے کا بدلہ نہ بن جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہم لوگ اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتے اور نہ ہی نیکی پر قیمت وصول کرتے ہیں۔ یہ کھانے کی خدمت تو ہماری ہر آنے والے مہمان کے ساتھ ہے۔

۲۶: قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ (ان میں سے ایک نے کہا اے ابا جی! اس کو اجیر بنا لیں)۔ اس کو بکریاں چرانے والا مزدور بنا لیں۔ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (ان میں سے بہتر جس کو آپ مزدور بنائیں جو امانت دار اور طاقتور ہو)۔ شعیب علیہ السلام نے کہا تمہیں اس کی امانت وقوت کا کیسے علم ہوا۔ اس نے ڈول والا واقعہ ذکر کر دیا اور پیچھے چلنے کا حکم دینے والے واقعہ کا۔

نکتہ: استأجرت ماضی کے لفظ سے لائے۔ تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس کی امانت وقوت دونوں قطعی چیزیں ہیں۔ اور لڑکی کا مقولہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ یہ جامع کلام ہے۔ اس میں اس نے بتلا دیا کہ جب اس ذمہ دار میں یہ دو خصلتیں جمع ہو جائیں۔ تو آپ کا دل خدشات سے خالی ہو جائے گا اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔

ایک قول:

القوی سے قوی فی الدین مراد ہے۔ الامین۔ امین ہمسائیگی میں۔ اس مثل کے قائم مقام کلام نے اس قسم کی باتوں سے بے نیاز کر دیا۔ استأجرہ لقوتہ و امانتہ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

لوگوں میں فراست والے تین آدمی گزرے ہیں۔ نمبر ا۔ شعیب علیہ السلام کی لڑکی جس نے یہ کہا۔ نمبر ۲۔ یوسف علیہ السلام کا صاحب جس نے عسی ان ینفعنا (یوسف۔ ۲۱) کہا۔ نمبر ۳۔ ابوبکر صدیق جنہوں نے عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔

۲۷: قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ (شعیب علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں)۔ اُنکحك کا معنی شادی کرنا ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ان کے علاوہ بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ ان کی طرف سے وعدہ ہے۔ یہ عقدِ نکاح نہیں تھا۔ اگر عقد ہوتا تو اس طرح کہتے ہیں۔ قد انکحتك عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ (اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری ملازمت کرلے)۔ تاجر یہ اجرتہ سے ماخوذ ہے جب کسی کے ہاں مزدوری کی جائے۔ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (آٹھ سال)۔ یہ تأجر کا ظرف ہے۔ الحجة۔ سال کو کہتے ہیں اس کی جمع حجج ہے۔

مَنْسَئَلَہ: بکریاں چرانے پر شادی بالاجماع جائز ہے۔ کیونکہ یہ شادی کو قائم کرنے والے معاملات کی قسم سے ہے۔ اس لئے اس پر اعتراض نہیں۔ بخلاف تزوج علی الخدمۃ کے۔ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا (اگر تم نے پورے دس سال کام کیا)۔ فَمِنْ عِنْدِكَ (تو یہ تیری جانب سے ہے)۔ یعنی یہ تیری مہربانی ہے۔ تم پر لازم نہیں یا اس کی تکمیل تیری طرف سے ہے۔ میں اس میں تم پر کوئی حتمی بات لازم نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم کر دو تو یہ تمہاری طرف سے مہربانی اور تبرع شمار ہوگا۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ (اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا)۔ کہ دونوں مدتوں میں سے کامل ترین مدت ضرور تم پوری کرو۔ اشق علیہ کی حقیقت یہ ہے شققت علیہ وشق علیہ الامر۔ جبکہ وہ معاملہ گراں گزرے اور تمہارا گمان دو حصوں میں بٹ جائے۔ کبھی تم کہو کہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور کبھی کہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (عنقریب تم مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا نیکوں میں سے پاؤ گے)۔ جو حسن معاملہ سے پیش آتے ہیں۔

شرطِ وعدہ:

ان شاء اللہ کے ساتھ اپنے وعدے کو مشروط کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ومعونت پر اعتماد اور بھروسہ ثابت ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کوئی کام ہو سکتا ہے اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

۲۸:قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا)۔ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ (یہ میرے اور تیرے درمیان ہے)۔ نحو :ذلک مبتدأ اور بینی و بینک خبر ہے۔مراد یہ ہے جو تم نے کہا اور مجھ سے معاہدہ کیا اور اس پر شرائط مقرر کیں۔وہ ہمارے درمیان طے ہو گیا۔ہم میں سے کوئی اس سے نہ نکلے۔نہ ہی میں ان شرائط کی خلاف ورزی کروں اور نہ آپ اپنی مقرر کردہ شرائط سے پھریں پھر کہا۔اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ (دونوں میں سے جو مدت میں پوری کردوں)۔ان دونوں مدتوں میں سے۔آٹھ ہوں یا دس۔

نحو :قضیت کی وجہ سے ای منصوب ہے اور ما تاکید کے لئے زائد ہے۔کیونکہ ای مبہم ہے۔یہ ما شرط کا معنی دے رہا ہے اور اس کا جواب فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ہے۔یعنی اس پر اضافہ کرنے میں مجھ پر تعدی نہ کی جائے گی۔

قول مبرد رحمۃ اللہ علیہ:

موسیٰؑ نے معلوم کرلیا کہ تکمیل میں اگرچہ مجھ پر زیادتی نہ ہوگی۔لیکن انہوں نے دونوں مدتوں کو جمع کر دیا تا کہ قلیل مدت وفا میں طے شدہ سمجھی جائے۔اور جس طرح دس سال کی کامل مدت پر اضافہ ادھر سے عدوان بنتا تھا اسی طرح اقل مدت میں اور قلت کا مطالبہ تعدی تھی۔وَاللّٰهُ عَلٰى مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ (اور اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہیں)۔وکیل کو وکل الیہ الامر جن کو معاملہ سپرد کیا جائے سے لیا گیا۔اور علیٰ سے یہاں اس کو متعدی لایا گیا۔کیونکہ یہاں یہ گواہ اور نگران کے معنی میں آیا ہے۔

روایت میں ہے کہ شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کی ایک لاٹھی چلتی آ رہی تھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت کہا اس کمرے میں داخل ہو کر ان لاٹھیوں میں سے ایک لے لو۔آپ نے وہ لاٹھی لے لی جس کو لے کر آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تھے۔اور انبیاء علیہم السلام اس کے وارث چلے آ رہے تھے۔یہاں تک کہ وہ شعیب علیہ السلام تک پہنچی۔موسیٰ علیہ السلام جو لاٹھی اٹھا کر لائے شعیب علیہ السلام نے اس کو چھوا تو باوجود نابینا ہونے کے وہ پہچان گئے۔آپ نے فرمایا اور کوئی لاؤ۔اسی طرح سات مرتبہ ہوا۔یہی لاٹھی سات مرتبہ ان کے ہاتھ میں آئی۔پس شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ اس کو عظیم الشان مرتبہ ملنے والا ہے۔جب صبح ہوئی تو شعیب علیہ السلام نے کہا۔جب تم چلتے چلتے چوراہے پر پہنچو تو دائیں جانب کے گھاس کو مت چراؤ اگرچہ وہاں گھاس زیادہ ہے مگر وہاں سانپ ہے جس سے میں تمہارے اور بکریوں کے متعلق خطرہ محسوس کرتا ہوں۔آپ نے بکریوں کو لیا۔مگر ان کو دائیں جانب سے نہ روک سکے۔ان کے پیچھے چلتے گئے۔اچانک اس جگہ عمدہ گھاس اور کھیت تھے جن جیسے کہیں نظر نہ پڑتے تھے۔موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔تو سانپ کی آواز سنائی دی۔لاٹھی نے اس سانپ کا مقابلہ کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔اور خون آلود موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آ گئی۔جب موسیٰ علیہ السلام لکڑی کو خون سے آلودہ اور آواز کو بند پایا تو راحت محسوس کی۔جب شعیب علیہ السلام کی طرف لوٹے تو بکریوں کے پیٹ بھرے تھے اور ان کے پستانوں سے دودھ امڈ رہا تھا۔موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی اطلاع دی وہ بڑے خوش ہوئے ان کو معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور لاٹھی کو ایک عجیب شان حاصل ہے۔پھر فرمایا۔میں نے اپنی بکریوں کے بچوں میں سے جو ابلق پیدا ہو وہ دے دیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں اشارہ ہوا کہ اپنی لاٹھی کو بکریوں کے پانی پینے کی جگہ میں مار دو انہوں نے ایسا کر دیا۔جس بکری نے وہ پانی پیا اس نے ابلق بچہ جنا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شرط کو پورا کر دیا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کردی اور اپنے اہل کو لیکر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ کو محسوس کیا۔ اپنے اہل سے کہا

امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ

کہ تم ٹھہر جاؤ بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ اُمید ہے کہ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم

تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

تاپ لو۔ سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ

درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی کو ڈالدو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫

سو جب اُنہوں نے دیکھا کہ وہ اسطرح حرکت کررہی ہے کہ گویا وہ سانپ ہے تو پشت پھیر کر پلٹ گئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آؤ اور مت ڈرو

اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ

بیشک تم امن والوں میں سے ہو، اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو وہ بغیر کسی مرض کے سفید ہو کر

سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى

نکلے گا، اور اپنے ہاتھ کو بوجہ خوف کے اپنے بازو سے ملا لو۔ سو تمہارے رب کی طرف سے یہ دو دلیلیں ہیں۔ فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ

اور اسکے سرداروں کی طرف ، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں موسیٰ نے کہا اے رب بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل

نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ

کر دیا تھا سو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں اور میرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں سو آپ انکو

مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ

میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجئے وہ میری تصدیق کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ فرمایا ہم عنقریب تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ذریعہ

بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا

مضبوط کردیں گے تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کریں گے۔ جس سے وہ لوگ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے تم دونوں ہمارے معجزے لیکر جاؤ تم دونوں

وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور جو شخص تمہارا اتباع کریگا، غالب رہو گے۔

۲۹:فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ (جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت کو پورا کیا)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے مدت کامل ترین پوری کی اور شادی ان دونوں میں سے چھوٹی سے کی۔(یہ ہیثمی کی روایت ہے) مگر یہ گزشتہ روایت کے خلاف ہے۔وَسَارَ بِاَهْلِهٖ (آپ اپنے گھر والوں کو لے کر چلے)۔اہل سے مراد بیوی کو مصر کی طرف لے کر چلے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ نے مشقت کا زمانہ پورا کرلیا تو قرب کا زمانہ قریب آن لگا۔انوار نبوت ظاہر ہونے لگے۔اپنے گھر والوں کو لے کر مصر روانہ ہوئے تاکہ بیوی بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں شریک حال ہو۔اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (طور کی جانب آگ کو دیکھا۔آپ نے اپنے گھر والوں کو کہا تم ٹھہرو میں آگ دیکھ رہا ہوں۔شاید وہاں سے کوئی خبر لاؤں)۔راستہ کے متعلق کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ (یا آگ کی جلتی لکڑی تاکہ تم تاپ سکو۔جب موسیٰ علیہ السلام آگ)۔مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ (پر پہنچے تو برکت والی وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی)۔موسیٰ علیہ السلام کی نسبت دایاں۔فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ (مبارک بقعہ میں)۔اس مقام میں شرف کلام بخشنے کے سبب۔مِنَ الشَّجَرَةِ (درخت سے)۔یہ درخت عناب یا عوسج کا تھا۔اَنْ يّٰمُوْسٰٓى (کہ اے موسیٰ)۔ نحو: یہ ان مفسرہ ہے یا مخففہ من المثقلہ ہے۔ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (بلاشبہ میں ہی رب العالمین ہوں)۔

قولِ جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے آگ دیکھی جس نے ان کی انوار کی طرف راہنمائی کی اس لئے کہ انہوں نے نور کو نار کی شکل میں دیکھا۔جب وہ اس کے قریب پہنچے تو ان کو انوار قدسیہ نے گھیرے میں لے لیا۔اور موانست کی چادریں ان پر ڈال دی گئیں۔انتہائی لطیف انداز سے ان کو خطاب کیا گیا۔اور ان سے بہترین جواب دلایا گیا۔پس اس طرح وہ اعلیٰ مرتبہ والے متکلم بن گئے۔جو انہوں نے مانگا وہ مل گیا۔خوف سے ان کو مطمئن کر دیا۔

قراءت: الجذوۃ۔تینوں لغات سے پڑھا گیا ہے۔عاصم نے فتحہ اور حمزہ وخلف نے ضمہ اور دیگر قراء نے کسرہ پڑھا ہے۔اس موٹی لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سرے پر خواہ آگ ہو یا نہ ہو۔

پہلا مِن اور دوسرا ابتدائے غایت کے لئے ہے۔یعنی درخت کی جانب وادی کے کنارے سے ان کو آواز آئی۔من الشجرۃ۔یہ من شاطی الوادکا بدل الاشتمال ہے۔کیونکہ درخت وادی کے کنارے پر اُگا ہوا تھا۔

۳۱:وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ (اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو)۔اور ان کو آواز دی گئی کہ اپنی لاٹھی ڈال دو انہوں نے ڈال دی۔اللہ تعالیٰ نے اس کو سانپ سے بدل دیا۔فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ (جب موسیٰ علیہ السلام نے حرکت کرتے دیکھا)۔تھتز کا معنی حرکت کرنا۔

كَاَنَّهَا جَآنٌّ (گویا کہ وہ سانپ ہے)۔دوڑنے میں چھوٹا سانپ اور جسامت میں بڑا سانپ۔وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (پشت پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا)۔ لم یعقب کا معنی نہ لوٹے۔پس ان کو کہا گیا۔يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (اے موسیٰ متوجہ ہو اور ڈرو نہیں بیشک تو امن والوں میں سے ہے)۔یعنی تو اس سے امن میں ہے کہ سانپ کی طرف سے تجھے کوئی ناپسندیدہ چیز پیش آئے۔

۳۲:اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ (تم اپنا ہاتھ داخل کرو اپنے قمیص کے گریبان میں وہ سفید ہو کر نکلے گا کہ سورج کی طرح اس کی شعاعیں ہوں گی)۔مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (بغیر کسی بیماری کے)۔سوء سے مراد برص۔وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (اور خوف دور کرنے کے لئے تم اپنا بازو اپنی طرف ملا لینا)۔قراءت: الرہب۔حجازی و بصری قراء نے دونوں فتحوں کے ساتھ پڑھا اور حفص نے الرَّهب پڑھا۔دیگر قراء نے الرُّهب پڑھا ہے۔تمام کا معنی خوف ہے۔مطلب یہ ہوا۔تم اپنا ہاتھ اپنے سینے کے ساتھ لگاؤ اس سے تمہارا خوف جاتا رہے گا۔جو خوف سانپ کی وجہ سے ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر ڈر والا جب اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے تو اس کا خوف زائل ہو جاتا ہے۔

ایک قول :

ضمِ جناح کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا۔موسیٰ علیہ السلام گھبرائے اور اس کو ہاتھ سے دور کیا۔جیسا کہ کسی چیز سے خوف زدہ اس کو ہٹاتا ہے۔انہیں کہا گیا۔تمہارا ہاتھ سے اس کو دور کرنے میں دشمنوں کے ہاں کمزوری خیال کی جائے گی۔پس تم جب لاٹھی کو ڈال چکو اور یہ سانپ بن جائے۔تو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے دباؤ بجائے اس کے کہ سانپ کو اس سے ہٹاؤ۔پھر اس کو نکالو تو سفید ہو کر نکلے گا تا کہ تجھے اس سے بیک وقت دو چیزیں حاصل ہوں۔نمبرا۔جو چیز تمہاری کمزوری شمار ہو سکتی ہے اس سے بچت رہے گی اور ید بیضاء والا دوسرا معجزہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔الجَنَاحَ سے مراد ید ہے۔کیونکہ انسانی ہاتھ پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں۔جب دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو کے نیچے داخل کر دیا تو گویا اس نے اپنا بازو اس سے ملا دیا۔

نمبر۲۔ضم جناحه اليه سے مراد مضبوطی اور عصا کے سانپ بننے کے وقت ضبط نفس ہے۔تا کہ آپ مضطرب نہ ہوں اور نہ ڈریں۔استعارۃً پرندے کے فعل سے تعبیر کیا۔کیونکہ جب اسے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھیلاتا اور ڈھیلا کرتا ہے ورنہ اس کے پَر تو ہر وقت اس کے ساتھ ملے ہوتے ہیں اور وہ پا برکاب ہوتا ہے۔

مِنَ الرَّهْبِ کا مطلب خوف کی وجہ سے۔یعنی جب تمہیں سانپ دیکھ کر خوف پہنچے تو اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لو۔ضمِ جناح کا جو حکم ان کو دیا گیا تھا اس کے لئے سبب و علت رہب کو قرار دیا گیا۔اب وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ کا معنی اور اسلك يدك

فی جیبك کا معنی ایک ہو جائے گا۔لیکن دو عبارتوں سے تعبیر اغراض کے مختلف ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ کیونکہ ایک کی غرض ہاتھ کا سفید ہو کر نکلنا ہے۔اور دوسرے میں غرض خوف کو ختم کرنا اور ہلکا کرنا ہے۔اور اضمم یدك الی جناح کا معنی سورۂ طٰہٰ میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے نیچے داخل کرلو۔

قراءت: فَذٰنِكَ یہ ذاك کا تثنیہ ہے تخفیف سے پڑھا گیا۔مکی' ابوعمرو نے تشدید سے پڑھا۔اس صورت میں ذلک کا تثنیہ ہے۔ ایک نون دونوں میں سے لام محذوفہ کے بدلہ میں ہے۔اور اس سے مراد ید بیضاء اور عصا ہے۔بُرْهَانٰنِ (یہ دو دلیلیں ہیں) یہ دو روشن دلیلیں ہیں حجت کو برہان روشن ہونے کی بناء پر کہا۔ جیسے کہتے ہیں۔سفید عورت کو بَرَهْرَهَةٌ۔مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ (تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا)۔یہ دو نشانات دیکر اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (بلاشبہ وہ فاسق قوم تھے)۔فاسق سے کافر مراد ہے۔

۳۳:قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ (کہا اے میرے رب! بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل کیا۔) اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (پس مجھے خطرہ ہے کہ وہ اس کی وجہ سے مجھے قتل کردیں گے)۔قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳۴:وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءًا (اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے)۔قراءت: حفص نے مَعِیَ پڑھا ہے۔رِدْءًا مددگار' معاون' کہا جاتا ہے ردأتهٗ ای اعنتهٗ: میں نے اس کی مدد کی۔قراءت: بلا ہمزہ مدنی نے پڑھا ہے۔یُصَدِّقُنِیْ (جو میری تصدیق کرے گا)۔قراءت: عاصم وحمزہ نے یصدقنی ردءًا کی صفت قرار دیا۔ای مصدقالی۔ضمہ سے پڑھا۔اور دیگر قراء نے جزم یُصدِقْنی پڑھا اور اَرْسِلْهُ کا جواب قرار دیا۔

تصدیق کا مفہوم:

جھگڑے اور مناظرے کے مقامات میں ثبوت دعوی میں مزید وضاحت کی اگر ضرورت پیش آئے تو وضاحت کر کے دعویٰ کو مبرہن کردے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر پر کہے صدقت۔اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد هو افصح منی لسانا فارسله معی سے ہو رہی ہے۔فصاحت کا زائد ہونا بیان پختگی اور وضاحت کے لئے کام دے گا۔صدقت کہنے کے لئے نہیں۔ کیونکہ صدقت کہنے میں تو سحبان وائل خطیب عرب اور باقل جیسا عاجز الکلام دونوں برابر ہیں۔اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ (مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے)۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یکذبون پڑھا ہے۔

۳۵:قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ (فرمایا: ہم عنقریب تیرا بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کردیں گے)۔اس کے ذریعہ تمہیں قوت دیں گے کیونکہ ہاتھ بازو کی مضبوطی سے مضبوط ہوتا ہے۔ کیونکہ ہاتھ کی طاقت وہی ہے اور تمام میں قوت ہاتھ کی مضبوطی کے باوجود معاملات کے تجربہ سے آتی ہے۔وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا (اور ہم تمہارے لئے غلبہ مقرر کردیں گے) سلطان غلبۂ تسلط اور دشمنوں کے دلوں میں رعب کو کہا جاتا ہے۔فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ (پس وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے)۔بایتنا یہ

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا

پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری واضح آیات کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے جو افتراء کیا گیا ہے اور ہم نے یہ بات

بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ

اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنی اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت

عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

لے کر آیا، اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کا دارِ آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔ بلا شبہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے، اور فرعون نے کہا

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ

کہ اے میرے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا سوائے ہامان تو میرے لئے مٹی پر آگ جلا دے

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

سو میرے لئے ایک محل بنا دے تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو دیکھوں، اور بلا شبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں

یصلون کے متعلق ہے۔ای لا یصلون الیکما بسبب آیاتنا۔نمبرا۔وہ ہماری آیات ومعجزات کے سبب تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔بات پوری ہوئی۔نمبر۲۔تجعل کے متعلق کریں ای نسلّطکما بایاتنا ہم اپنی آیات سے تمہیں مسلط کریں گے۔

نمبر۳۔محذوف کے متعلق ہے۔ای اذھبا بآیاتنا تم دونوں ہماری آیات کے ساتھ جاؤ۔

نمبر۴۔اس کو الغالبون کا بیان بنایا جائے نہ کہ صلہ۔

نمبر۵۔باء کو قسم کے لئے قرار دیں لا یصلون جواب قسم مقدم ہے۔ہمیں اپنی آیات کی قسم ہے یہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (تم دونوں اور جو تمہارے پیروکار ہیں غلبہ پانے والے ہونگے)۔

۳۶: فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا (جب موسیٰ ان کے پاس ہماری واضح آیات لے کر آئے تو وہ کہنے لگے) یہ تو۔مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى (من گھڑت جادو ہے)۔بینات کا معنی واضح۔سحر مفتری کا مطلب یہ کہ وہ سحر پہلے تو خود کرتا ہے۔پھر اس کو جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔نمبر۲۔وہ ایسا جادو ہے جو تمام انواعِ سحر کی طرح افتراء کے ساتھ موصوف ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا معجزہ نہیں ہے۔وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (اور ہم نے یہ اپنے پہلے آباء واجداد میں سنا تک نہیں)۔

نحو: فی آبائنا یہ حال ہے اور ھذا کی وجہ سے منصوب ہے۔ای کائنا فی زمانھم۔مطلب یہ ہے ہمیں تو نہیں بتلایا گیا کہ

یہ ان کے زمانہ میں پایا جاتا ہو۔

۳۷: وَقَالَ مُوْسٰی رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ میرا رب ان کو خوب جانتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور کس کے لئے آخرت کا انجام ہے بیشک وہ کافروں کو کامیابی نہیں دیتا)۔ مطلب یہ ہے کہ میرا رب تم سے بڑھ کر واقف ہے۔ کہ کس کو اس نے عظیم فلاح کا اہل بنا کر نبوت سے سرفراز فرمانا اور ہدایت سے نوازنا ہے اور اس نے حسن عاقبت کا وعدہ کر لیا۔ یعنی میں موسیٰ اگر بقول تمہارے میں ساحر و مفتری ہوتا تو وہ مجھے نبوت کے اہل قرار نہ دیتے کیونکہ وہ بے نیاز اور حکمت والے ہیں جھوٹوں کو نبوت نہیں دیتے اور نہ ہی ساحرین نبوت کے لائق ہیں۔ بلکہ یہ تو ظالم ہیں اور ظالم اس کے ہاں کامیابی کا اہل ہی نہیں۔

عاقبة الدار کا مطلب حسن انجام ہے جیسا اس ارشاد میں فرمایا۔ اولئك لهم عقبى الدار جنات عدن۔ [الرعد۔۲۲۔۲۳۔]

دار سے مراد دنیا ہے اور اس کے انجام کا مطلب یہ ہے کہ خاتمہ رحمت و رضوان سے ہو اور فرشتے مغفرت و بشارت سے ملیں۔ قال موسٰی۔ مکی نے بغیر واؤ پڑھا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ نمبرا۔ کیونکہ موقعہ سوال و بحث ہے۔ جب ان لوگوں نے بڑی آیات کو سحر قرار دے کر ٹھکرا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواباً یہ فرمایا۔ اس لئے واؤ کی حاجت نہیں۔

نمبر۲۔ ان لوگوں نے یہ بات کہی کہ سحر مفتریٰ ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھنے والا دونوں باتوں میں فرق کر سکتا ہے اور ایک کی خرابی جانچ لے گا اور دوسرے کی درستی۔

قراءت: رَبِّیَ اعلم حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے اور حمزہ و علی نے ومن یکون پڑھا ہے۔

۳۸: وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (فرعون نے کہا اے سردارو! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں)۔ نمبرا۔ فرعون کا مقصد اپنے علاوہ کسی اور معبود کے متعلق علم کی نفی سے اس کے وجود کی نفی تھی۔ نمبر۲۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ کہ میرے علم میں اپنے سوا معبود نا معلوم ہے۔ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ (اے ہامان تم میرے لئے مٹی پر آگ جلاؤ) پکی اینٹیں تیار کراؤ۔ اس نے یہ اس بناء نہیں کہا کہ پہلے اس سے کسی نے اینٹ بنائی نہ تھی۔ درحقیقت وہ اس کو اس تعبیر سے صنعت سکھا رہا تھا اور یہ جباروں کی گفتگو کے مناسب و مشابہ ہے۔ کیونکہ ہامان کو دوران مجلس نام لے کر یا ہامان کہہ کر آواز دینا اور اینٹیں پکانے کا کہنا یہ تکبر و بڑھائی کی علامت ہے۔ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (تم میرے لئے ایک محل بناؤ)۔ صرح بلند محل کو کہتے ہیں۔ لَعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ (تاکہ میں جھانکوں)۔ اطلع یہ چڑھنے کے معنی میں ہے الطلوع والاطلاع۔ دونوں کا معنی چڑھنا ہے۔ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی (موسیٰ کے معبود کو)۔ اس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں ہے جیسا کہ وہ مکان میں ہے۔ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ (اور بیشک میں اس کو گمان کرتا ہوں)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو۔ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (جھوٹوں میں سے)۔ اپنے دعویٰ میں کہ اس کا ایک معبود ہے اور اسی نے اسے رسول بنا کر بھیجا۔ اس ذلیل نے ایک دوسری کے الٹ بات کہی۔ ایک طرف کہا: ماعلمت لكم من اله

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا

سو اس نے اور اسکے لشکروں نے زمین میں نا حق تکبر کیا اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

لوٹیں گے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا سو انہیں سمندر میں پھینک دیا ۔ سو اے مخاطب دیکھ لے ظالموں کا کیسا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انجام ہوا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو آگ کی طرف دعوت دیتے رہے اور قیامت کے دن انکی

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

مدد نہ کی جائے گی اور ہم نے اس دنیا میں انکے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن

هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۴ ۱۴ ۷

قباحت والوں میں سے ہونگے

غیری ۔ دوسری طرف ہامان کے سامنے اپنی حاجت پیش کی اور موسیٰ کے لئے ایک الہ کو ثابت کیا اور پھر کہا کہ اس کو اس کے جھوٹ پر یقین نہیں ۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے حفاظت کے لئے اس نے یہ تلبیس کا جال پھیلایا۔ اور کہا۔

لعلّی اطلع الی الٰہ موسیٰ روایت میں ہے کہ ہامان نے پچاس ہزار معمار جمع کیے۔ اور ایک محل تعمیر کیا۔ اس کی بلندی کسی ایک مخلوق تک بھی نہیں پہنچ سکی ۔ جبرئیل علیہ السلام نے محل پر پَر مارا اور اس کے تین ٹکڑے کر دیے۔ ایک ٹکڑا فرعونی لشکر پر جا گرا جس سے ایک لاکھ فرعونی مر گئے اور ایک ٹکڑا سمندر میں جا گرا اور ایک ٹکڑا مغرب میں جا گرا جس سے اس کا سارا عملہ ہلاک ہو گیا۔

۳۹: وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ (اس نے اور اس کے لشکر نے تکبر کیا)۔ اپنے آپ کو بڑا جانا۔ فِي الْاَرْضِ (سرزمین مصر میں) بِغَيْرِ الْحَقِّ (ناحق) اس لئے کہ سچی بڑھائی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ حقیقی متکبر وہی ہے۔ یعنی شانِ کبریائی میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے: ((**الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدًا منهما القیته فی النار**)) (احمد، مسلم، ابوداؤد) یعنی عظمت و کبریائی میرا ہی لباس ہے جو شخص بھی اس لباس کو کھینچ کر پہننا چاہے گا میں اس کو آگ میں پھینک دونگا۔ تمام متکبر برابر ہیں ان کا استکبار ناحق ہی ہے۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹائے نہ جائیں گے)۔

قراءت: يُرْجِعُوْنَ ۔ نافع حمزہ، علی، خلف، یعقوب نے پڑھا ہے۔

۴۰:فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ (ہم نے اسے اوراس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا)۔ یہ جلال والی کلام ہے۔ جواس کی عظمت شان کو ظاہر کرتی ہے۔ان کی تعداد کو قلیل تعداد سے تشبیہ دی اگر چہ وہ جم غفیر تھا ان کنکریوں سے جن کو ایک ہی مٹھی میں پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔فَانْظُرْ (پس دیکھیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ (ظالموں کا انجام کیسے ہوا)۔اور آپ اپنی قوم کو ڈرائیں بلاشبہ آپ کو ان کے مقابلہ میں غلبہ دیا جائے گا۔

۴۱:وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ (اور ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو آگ کی طرف دعوت دینے والے تھے)۔الی النار سے اہل دوزخ والے کام۔

قول ابن عطاء:

ان کے دل سے توفیق اور انوار تحقیق چھین لئے۔وہ اپنے نفوس کے اندھیروں میں پڑے سیدھے راستے کی طرف راہ پانے والے نہیں ہیں۔اس میں دلالت ہے کہ افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ (اور قیامت کے دن ان کی امداد نہ کی جائے گی)۔عذاب سے بچنے کیلئے۔

۴۲:وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً (اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی) رحمت سے دوری اور بعد میں ہم نے لازم کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے بعد جو لوگوں کی لعنت ان کو پہنچتی ہے۔وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ (قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہونگے)۔رحمت سے دور ہانکے ہوئے۔نمبر۲۔یا ہلاک کیے ہوئے۔نمبر۳۔چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گونی سے بدصورت۔ نحو :یوم یہ مقبوحین کا ظرف ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى

اور اس کے بعد ہم نے اگلی امتوں کو ہلاک کردیا تھا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ

جو لوگوں کے لئے بصیرتوں کا ذریعہ تھی اور سراپا ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں ۔ اور آپ مغربی

بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ

جانب میں نہیں تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے اور آپ مشاہدہ کرنیوالے نہ تھے اورلیکن ہم نے

اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

بہت سی جماعتوں کو پیدا کیاپھر ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔ اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے ، آپ ان پر ہماری

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا

آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں۔ اور آپ طور کی جانب نہ تھے جب ہم نے آواز دی۔

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور لیکن آپ کے رب کی طرف سے آپ پر رحمت ہوئی تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

۴۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى (اور ہم نے موسیٰ کوتورات دی اس کے بعد کہ ہم نے پہلے زمانہ والوں کو ہلاک کیا)۔ پہلے زمانہ والوں سے قوم نوح، ہود، صالح، لوط علیہم السلام مراد ہیں۔

بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے بصیرتیں بنا کر)۔ یہ کتاب سے حال ہے۔ بصیرۃ۔ دل کا وہ نور جس سے ہدایت و سعادت نظر آتی ہے۔ جیسا کہ بصر آنکھ کی اس روشنی کو کہتے ہیں جس سے نظر آتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ ہم نے دلوں کو روشن کرنے کے لئے تورات دی۔ کیونکہ وہ قوم اندھی تھی بصیرت نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی حق و باطل کو پہچانتی تھی۔ وَهُدًى (اور رہنمائی)۔ کیونکہ وہ گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت)۔ ان کے لئے جو اس کی اتباع کرے۔ کیونکہ جب وہ اس پر عمل کریں گے تو رحمت پانے کے حق دار ہو جائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں)۔

۴۴: وَمَا كُنْتَ (اور نہیں تھے آپ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ (پہاڑ کی مغربی جانب)۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جو مغربی جانب واقع تھی اور وہ وہی جگہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وقت مقرر کیا گیا۔ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ

(جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے) یعنی اس سے کلام کی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وقربناہ نجیّا۔[سورۃ مریم آیت نمبر۵۲]

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (اور نہ آپ ان لوگوں میں تھے جو موجود تھے) وحی کے لئے تا کہ آپ بطور مشاہدہ کے موسیٰ علیہ السلام کے اس معاملے کو جو اس موقعہ پر پیش آیا۔ مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہوتے۔

۴۵: وَلٰكِنَّا اَنْشَاْنَا (لیکن ہم نے پیدا کیا)۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (بہت ساری نسلیں پھر ان پر زمانہ دراز گزرا) یعنی ان کی عمریں لمبی ہوئیں اور نبوت کا انقطاع رہا اور خبریں قریب تھا کہ بالکل چھپ جائیں علوم مٹ گئے اور ان میں بہت ساری تحریفات ہوئیں ہم نے ان خبروں کی تجدید کے لئے انبیاء بھیجے اور جو تحریفات واقع ہو چکی تھیں ان کی وضاحت کی۔ انبیاء کے حالات کا علم ہم نے دیا۔ اور قصہ موسیٰ علیہ السلام گویا کہ اس طرح فرمایا گیا۔ نہ آپ موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنے والے تھے اور نہ ہی ان واقعات کا جو ان پر گزرے۔ لیکن ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور یہ سارے واقعات بتلائے اس آیت میں وحی کا سبب انقطاع کے زمانے کی طوالت قرار دیا گیا۔ اور اس سے سبب پر اختصار کے ساتھ خود روشنی پڑ گئی۔ بس یہ لکنا کا استدراک بعد والے دونوں استدراکوں کی طرح ہے۔ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ (اور آپ اہل مدین میں مقیم نہیں تھے)۔ اہل مدین سے شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مراد ہیں۔ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (کہ ہماری آیات ان کو پڑھ پڑھ کے سنا رہے ہوں)۔ یعنی آپ وہاں کے حالات جان کر ان آیات کو پڑھ رہے ہوں۔ ان آیات سے مراد وہ ہیں جن میں شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ مذکور ہے۔ نحو: تتلوا یہ موضع نصب میں کنت کی خبر ثانی ہے یا ثاویًا کی ضمیر سے حال ہے۔ وَلٰكِنَّا مُرْسِلِيْنَ (بلکہ ہم ہی بھیجنے والے ہیں)۔ لیکن ہم نے آپ کو بھیجا اور آپ کو ان واقعات کی اطلاع دی اور آپ کو ان کا علم دیا۔

۴۶: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (اور آپ طور کی جانب موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا)۔ کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔ وَلٰكِنْ (لیکن)۔ ہم نے آپ کو علم دیا اور آپ کو رسول بنایا۔ رَحْمَةً (رحمت کی وجہ سے)۔ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (تیرے رب کی طرف سے تا کہ تم اس قوم کو ڈراؤ۔ جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔ اس فترت کے زمانہ میں جو آپ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گذرا۔ اور اس کی مقدار پانچ سو پچاس سال ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تا کہ وہ نصیحت کو قبول کریں)۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

اور ہم رسول نہ بھیجتے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انکے اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت آجاتی تو یہ کہنے لگتے

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا

کہ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم آپکی آیتوں کا اتباع کر لیتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے　سو جب

جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ

ہماری طرف سے ان کے پاس حق آگیا تو کہنے لگے کہ اس شخص کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسٰی کو ملی تھی　کیا اس سے پہلے لوگوں نے

يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

اس چیز کے ساتھ کفر نہیں کیا جو موسٰی کو دی گئی کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں۔ دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تم دونوں میں سے

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ

کسی کو نہیں مانتے　آپ فرما دیجئے کوئی کتاب لے آؤ جو اللہ کی طرف سے ہو جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ

سچے ہو۔　سو وہ اگر آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ جان لیجئے کہ وہ اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون

مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۵ ۸ ۸

گمراہ ہو گا۔ جو اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرتا ہو۔ بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

۴۷: وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر کوئی عذاب آ پڑے گا)۔ یہاں مصیبت سے عذاب اور سزا مراد ہے اور بما قدمت ایدیھم سے کفر وظلم۔

نکتہ: اکثر اعمال میں ہاتھ چلتے ہیں۔ اس لئے اعمال کی نسبت ایدی کی طرف کر دی اگرچہ کچھ اعمال کا تعلق دل سے بھی ہے گویا اکثر کو اقل پر غلبہ دیکر ایدی کا ذکر کر دیا۔ فَيَقُوْلُوْا (پس وہ کہیں گے)۔ عذاب کے وقت۔ رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے ربّ ہمارے تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور مؤمنوں میں سے ہو جائے)۔ نحو: پہلا لولا امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور دوسرا لولا تحضیض کے لئے ہے اور پہلی فاء عاطفہ ہے اور دوسری لولا کے جواب میں آئی ہے۔ کیونکہ وہ امر کے حکم میں ہے۔ کیونکہ امر کی حقیقت فعل پر

آمادہ کرنا ہے اور تخصیص بھی یہی ہے اور فاء جواب امر ہی میں آتی ہے اب مطلب یہ ہوگا اگر وہ یہ کہنے والے نہ ہوتے جبکہ ان کو عذاب دیا جاتا ان کی بداعمالیوں یعنی شرک و معاصی کی وجہ سے **هلا ارسلت الينا رسولا**۔ آپ نے کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا تا کہ وہ اس بات سے ہمارے خلاف حجت پیش کرتے۔ اسی لئے ہم نے ان کی طرف رسول بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول کا موقعہ نہ رہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا **لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل** [النساء آیت:۱۶۵]

سوال: یہ معنی کس طرح درست ہے جبکہ ارسالِ رسل کے لئے سبب عذاب کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ قول کو کیونکہ لولا امتناعیہ اسی پر داخل ہے قول پر نہیں؟

جواب: قول ہی تو اصل میں مقصود ہے کہ وہ ارسالِ رسل کا سبب بن سکے۔ لیکن سزا جب قول کی وجہ سے ہوئی تو گویا قول کا وجود خود سزا کے وجود سے ثابت ہوگیا۔ اسی لئے سزا کو گویا سبب ارسال کے طور پر ذکر کر کے اس پر لولا کو داخل کر دیا گیا۔ اور قول کو اس پر عطف کر کے فاء سببیہ اس پر داخل کر دیا۔ قول کے ساتھ اس کا معنی اس طرح بنے گا۔ **ولولا قولهم هذا اذا اصابتهم مصيبة لما ارسلنا**۔ (یعنی مصیبت پہنچنے کے وقت اگر ان کا یہ کہنا نہ ہوتا تو ہم رسول نہ بھیجتے)۔

۴۸: **فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا** (جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آ گیا)۔ حق سے مراد قرآن یا رسول جس کی تصدیق کتاب معجز سے کی گئی ہے۔ **قَالُوْا** (وہ کہنے لگے)۔ یعنی کفار کہ **لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی** (ان کو کیوں نہ دی گئی اسی کی مانند جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی)۔ یعنی ایک ہی دفعہ اترنے والی کتاب۔ **اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا** (کیا انہوں نے انکار نہیں کیا)۔ یعنی انکے ابنائے جنس جن کے مذہب سے انکا مذہب ہے اور جن کے عناد سے ان کا عناد ہے اور مراد وہ کافر ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ **بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ** (جو موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے دیا گیا تھا)۔ یعنی اس قرآن سے پہلے۔ **قَالُوْا** (انہوں نے کہا) موسیٰ اور ہارون کے بارے میں۔ **سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا** (یہ دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں)۔

قراءت: **سِحْرٰنِ**۔ یہ کوفی قراء کی قراءت ہے یعنی جادو والے۔ یا ان دونوں کو جادو کے ساتھ مبالغۃً موصوف قرار دیا گیا۔ ابن عامرؒ ابن کثیر اور نافع نے ساحران پڑھا ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ (اور وہ کہنے لگے ہم تو ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں)۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ نے جس طرح قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ انہوں نے موسیٰ اور تورات کا بھی انکار کیا ہے کہتے ہیں موسیٰ اور محمد یہ دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ نمبر۲۔ تورات و قرآن یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ یہ اس موقعہ کی بات ہے۔ جب کفار مکہ نے ایک وفد یہود کے ہاں روانہ کیا۔ تا کہ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کریں۔ یہود نے ان کو اطلاع دی کہ یہ بات ان کی کتاب میں موجود ہے۔ وہ وفد قریش کے پاس یہود کی بات لے کر واپس ہوا تو قریش مکہ نے اس پر یہ گلفشانی کی کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کے لئے مسلسل بھیجا تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں ، جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی

مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا

ہے وہ اسپر ایمان لاتے ہیں اور جب انکے سامنے اسکی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بلاشبہ یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے

إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا النصف

بیشک ہم پہلے ہی سے فرما نبردار تھے ، یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

اور یہ لوگ بھلائی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب لغویات سنتے ہیں

أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي

تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ، ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں سے

الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾

بات کرنا نہیں چاہتے۔

۴۹: قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا (کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پیش کر دو جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو)۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری اور جو مجھ پر نازل ہوئی۔ أَتَّبِعْهُ (تا کہ میں اس پر چلوں)۔ نحو: یہ فأتوا کا جواب ہے۔ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ دونوں جادو ہیں۔

۵۰: فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ (پھر اگر وہ آپ کی بات کو پورا کر سکیں تو سمجھ لیں کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشات کے پیرو ہیں)۔ پھر اگر وہ زیادہ ہدایت والی کتاب لانے کے مطالبے کو پورا نہ کر سکیں تو تم سمجھ لو کہ ان پر الزام پورا ہو گیا اور ان کے پاس کوئی دلیل سوائے اتباع خواہشات کے باقی نہیں۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ (اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلنے والا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہو)۔ یعنی اس سے بڑا کوئی گمراہ نہیں جس نے دین کے سلسلہ میں اپنی خواہشات کی اتباع کی۔ نحو: بغیر هدًى۔ یہ حال ہے۔ یعنی وہ مطیع ہو نہ کہ خواہشات کا پیرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کی راہنمائی کرنے والے نہیں)۔

آیت ۵۱:وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تحقیق ہم نے کلام کو مسلسل ان پر اتارا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔ التّوصیل۔(بہت زیادہ ملنا اور بار بار ملنا)۔مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پے در پے اور مسلسل اترا ہے۔اس میں وعدہ، وعید، قصص وعبر اور مواعظ موجود ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے کامیاب ہوں۔

۵۲:اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ (وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی)۔ہٖ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ هُمْ بِهٖ (وہ اس قرآن پر)۔يُؤْمِنُوْنَ (ایمان لانے والے ہیں)۔ نحو: هم به۔یہ الذین کی خبر ہے۔یہ آیت اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کے متعلق اتری۔

۵۳:وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے)۔قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی فرمانبرداری کرنے والے ہیں)۔قبلہ۔یعنی قرآن مجید کے نزول سے پہلے۔مسلمین کا مطلب دین اسلام پر تھے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتے تھے۔انہ۔یہ ایمان کی علت ہے۔کیونکہ اس کا حق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اور قرآن اس لائق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔انا کنا۔یہ امنا کا بیان ہے۔کیونکہ قریبی زمانے یا دور زمانے کا ایمان ہر دو کا احتمال ہے۔پس انہوں نے خبر دی کہ ان کا ایمان قدیم اور پرانا ہے۔

۵۴:اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا)۔اس سبب کہ وہ ایمان بالتورات اور ایمان بالقرآن پر جمے رہے۔نمبر۲۔قرآن کے نزول سے پہلے وہ قرآن پر جو ایمان لائے تھے اس کے نزول کے بعد وہ اس پر جمے رہے۔نمبر۳۔اس وجہ سے کہ انہوں نے مشرکین و یہود کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اور وہ بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں)۔طاعت کے ذریعہ معصیت کو دور کرتے ہیں۔ نمبر۲۔حلم وحوصلے کے ذریعہ ایذاء برداشت کرتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو روزی ہم نے دی اس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

۵۵:وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ (اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں)۔لغو:باطل، مشرکین کی طرف سے گالم گلوچ۔اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا (تو وہ اس سے اعراض کرتے اور کہتے ہیں)۔ان لوگوں کو جو لغو گو ہیں۔لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے تم کو سلام ہو)۔ہماری طرف سے تم مطمئن رہو کہ ہم تمہاری لغویات کا مقابلہ اسی طرح کی لغویات سے نہیں کر سکتے۔لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (اور نہ ہم جاہلوں کو چاہتے ہیں) یعنی جاہلوں سے میل جول اور ان کی صحبت نہیں چاہئے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

بلا شبہ جسے آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

خوب جانتا ہے۔

۵۶ : اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے) جس کو آپ پسند کریں۔ آپ اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ جس کو اپنی قوم اور دیگر لوگوں میں چاہیں اسلام میں داخل کر دیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔ جس میں چاہے ہدایت دینے کا فعل پیدا کر دے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (وہ ہدایت والوں کو خوب جانتے ہیں)۔ جو ہدایت کو پسند کرے اور اس کو قبول کرے اور دلائل و آیات سے نصیحت حاصل کرے۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

نے فرمایا کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہ ابوطالب کے متعلق اتریں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اپنی موت کے وقت کہا۔ **یا معشر بنی هاشم۔ صدقوا محمدًا تفلحوا**۔ اے ہاشمیوں تم محمد کی تصدیق کرو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **یا عمّ! تأمرهم بالنصيحة لانفسهم وتدعها لنفسك!** اے چچا، تم ان کو نصیحت کرتے ہو اور اپنے آپ کو چھوڑتے ہو! تو خواجہ ابوطالب نے کہا۔ اے بھتیجے تو کیا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے متعلق گواہی دے سکوں۔ اس نے کہا اے بھتیجے۔ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے۔ کہ موت کے وقت اس نے بزدلی اختیار کی۔

ردِ معتزلہ:

یہ آیت معتزلہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ ہدایت صرف بیان کو کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے بہت سے لوگوں کی راہنمائی فرمائی مگر وہ اپنے غلط انتخاب کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیان کے بعد وہ چیز ہے جس کو ہدایت کہتے ہیں اور وہ ہدایت کا پیدا کرنا اور اس کے لئے توفیق و قدرت کا عطاء کرنا ہے اور آیت میں اسی کی نفی ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا

اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپکے ساتھ ہدایت کا اتباع کرنے لگیں تو ہم اپنی زمین سے اُچک لئے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

جہاں ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کردیں جو اپنے سامان عیش پر اترانے والی تھیں ، سو یہ ان کے گھر ہیں جن میں انکے بعد سکونت اختیار نہیں

بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

کی گئی مگر تھوڑی سی اور بالآخر ہم ہی مالک ہیں اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا

جبتک کہ انکی مرکزی بستی میں رسول نہ بھیج دے جوان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہو اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں

وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ

اِلّا یہ کہ انکے رہنے والے ظالم ہوں ،، اور تمہیں جو بھی کوئی چیز دی گئی ہے ۔ سو وہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور زینت ہے،

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے سو وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

۵۷: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (اورانہوں نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر چلیں گے تو ہم زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی) قریش نے کہا ہم جانتے ہیں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن ہمیں خطرہ یہ ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں اور عرب کی مخالفت مول لیں تو وہ ہمیں اس زمین سے نکال باہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل کا جواب پتھر سے دیا کہ ہم نے اس حرم میں ان کو ٹھکانہ دیا جس کا امن بیت اللہ پر موقوف ہے اور وہاں کے باسیوں کا امن بیت اللہ کی حرمت کی وجہ سے ہے۔ ہر طرف سے پھل وہاں کھینچے چلے آتے ہیں جبکہ وہ حالت کفر میں ہیں۔

پھر یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کے اچکنے کے لئے چھوڑ دے اور ان کے امن کو بھی چھین لے جب وہ

حرمت بیت اللہ کے ساتھ حرمت اسلام کو جمع کرلیں۔امن کی نسبت اہل حرم کی طرف حقیقی ہے اور حرم کی طرف مجازی۔

یُجْبٰٓی اِلَیْہِ (کھنچے چلے آتے ہیں)۔قراءت: مدنی' یعقوب وسہل نے تُجبٰی پڑھا ہے۔جمع کیے اور لائے جاتے ہیں۔

ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ (ہر قسم کے پھل)۔کل سے مراد کثرت ہے۔جیسا کہ اس آیت میں واوتیت من کل شئی۔[النمل۔۲۳]

رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (ہماری طرف سے بطور رزق)۔رزقًا یہ مصدر ہے۔کیونکہ یجبٰی الیہ کا معنی یرزق ہے۔نمبر۲۔یہ مفعول لہ ہے۔نمبر۳۔حال ہے ثمرات سے جبکہ اس کو بمعنی نرزق کے لیا جائے۔تاکہ اس کو اضافت سے خاص کیا جائے۔جیسا کہ نکرہ متخصصہ بالصفۃ کو منصوب کیا جاتا ہے۔وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔یہ من لدنا کے متعلق ہے۔یعنی ان میں سے بہت کم تعداد ایسی ہے جو کہ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رزق ہے۔ان کی اکثریت جاہلوں کی ہے۔جو اس کو جانتے ہی نہیں۔اگر ان کو علم ہوجاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو خوف وامن کو بھی اسی کی طرف سے سمجھتے اور ایمان لانے پر اچک لیے جانے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۵۸:وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍۢ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا (بہت سی ایسی بستیاں ہم نے ہلاک کردیں جو اپنے اسباب معیشت پر اتراتے تھے)۔اس میں اہل مکہ کے لئے تخویف ہے۔کہ اس قوم کے برے انجام سے بچو جن کی حالت اللہ تعالیٰ کے انعامات کے سلسلہ میں انہی جیسی تھی۔پھر انہوں نے نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا بلکہ نعمتوں کا مقابلہ تکبر سے کیا جس کے نتیجے میں ان کو ہلاک کردیا گیا۔اھلکنا کی وجہ سے کم منصوب ہے۔معیشتھا منصوب ہے اس لئے کہ حرف جر حذف کردیا گیا ہے ای فی معیشتھا۔البطر۔مالداری میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت نہ کرنا۔

فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ (پس یہ ان کے مکانات ہیں)۔ان کے مکانات کے بقیہ آثار جن کو سفروں میں آتے جاتے وہ دیکھتے ہیں۔جیسا قوم ثمود' قوم شعیب' وغیرہم کے علاقے۔لَمْ تُسْکَنْ مِّنْۢ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا (ان کے بعد ان کے گھروں میں آبادی نہیں ہوئی مگر بہت قلیل)۔رہائش یعنی وہاں مسافر' راستے سے گزرنے والا ایک دن یا ایک گھڑی ٹھہر جاتا ہے۔

نحو :لم تسکن یہ حال ہے۔اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے۔

وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ (اور ہم ہی وارث ہوئے)۔ان مکانات کے جو ان کی رہائش کے تھے۔یعنی ان میں ہمارے سوا کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔

۵۹:وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی (اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں)۔ہر زمانہ میں حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا (جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے)۔

قراءت :اُمِّھَا۔میں ہمزہ کو کسرہ دیکر حمزہ' علی نے پڑھا ہے۔یعنی اس بستی میں جو اس کی جڑ و بنیاد ہے۔یعنی اس کے اصل اور اعلیٰ حصہ میں ایک رسول بھیج دیا تاکہ حجت لازم ہوجائے اور معذرت منقطع ہو۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کے حکم اور سابقہ قضاء میں یہ بات نہ تھی کہ زمین میں وہ کسی بستی کو ہلاک کرے یہاں تک کہ ام القریٰ یعنی مکہ میں رسول بھیجے کیونکہ زمین کو وہیں سے پھیلایا گیا۔رسول

سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا (جوان پر ہماری آیات پڑھے)۔آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰٓی اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس وقت جبکہ وہاں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں)۔یعنی ہم نے ان کو انتقاماً ہلاک نہیں کیا۔جب تک کہ وہاں کے رہنے والے اپنے ظلم کی وجہ سے عذاب کے مستحق نہیں بن گئے۔ظلم سے مراد عناد اور کفر پر اصرار اور عذر نہ ہونے کے باوجود مکابرہ ہے۔

۶۰:وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان) اور اس کی وَزِیْنَتُهَا (زینت ہے)۔یعنی تمہارے پاس جتنے اسباب دنیا پائے جاتے ہیں۔یہ صرف چند دن نفع اٹھانے اور زینت کرنے کے لئے ہے۔اور وہ چند ایام اس فناء ہونے والی زندگی کی مدت ہے۔وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے)۔وہ اس کا ثواب ہے۔خَیْرٌ (وہ بہت بہتر ہے)۔وہ ذاتی لحاظ سے اس سے بہت بہتر ہے۔وَّاَبْقٰی (اور وہ باقی رہنے والا ہے)۔کیونکہ وہ دائمی ہے۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ باقی فانی سے بہتر ہے۔

قراءت:ابوعمرو نے یاء اور تاء دونوں میں اختیار دیا ہے۔اور باقی قراء نے تاء ہی کو پڑھا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کے رہنے والوں کی تین اقسام کر دیں۔نمبر۱۔مؤمن۔نمبر۲۔منافق۔نمبر۳۔کافر۔پس مؤمن تو آخرت کا زاد راہ لیتا ہے اور کافر خوب عیش اڑاتا ہے اور منافق زیب و زینت کرتا ہے۔پھر اس آیت کو دوبارہ لائے۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ

سو جس شخص سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو پھر وہ اسے پانے والا ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا والی زندگی کا سامان دیدیا پھر

هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے لایا جائے گا۔ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا سو فرمائے گا کہ میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کے بارے میں

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ

تم گمان کرتے تھے، جن لوگوں پر اللہ کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا

اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا

ہم نے انکو ویسا ہی بہکایا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ہم آپ کے حضور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، اور کہا جائے گا کہ اپنے

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

شرکاء کو بلالو، سو وہ انکو بلائیں گے پھر وہ انکی پکار کا جواب نہ دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے۔ اے کاش وہ ہدایت پائے ہوئے

يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

ہوتے ، اور جس دن انہیں آواز دے گا سو فرمائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا

۶۱: اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا (کیا وہ شخص جس سے ہم نے پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے)۔ یعنی جنت۔ کیونکہ اس سے زیادہ خوبصورت کوئی شئی نہیں اس لئے کہ وہ دائمی ہے۔ اسی لئے جنت کو الحسنیٰ فرمایا گیا۔ فَهُوَ لَاقِيْهِ (پس وہ اس کو پانے والا ہے)۔ دیکھے گا' پالے گا' اس تک پہنچ جائے گا۔ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو دنیوی فوائد سے نوازا ہو۔ پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کو پکڑ کر حاضر کیا جائے گا) ان لوگوں میں سے جن کو آگ پر حاضر کیا جائے گا اور دوسرے موقع پر فرمایا۔ فكذبوه فانهم لمحضرون [الصافات۔ ۱۲۷]

شانِ نزول: نمبر ۱۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل لعین کے متعلق اتری۔

نمبر ۲۔ علی و حمزہ اور ابو جہل کے سلسلہ میں۔

نمبر ۳۔ ہر مؤمن و کافر کے متعلق۔

فائے اوّل کا معنی یہ ہے۔ جب دنیا کی زندگی اور عقبیٰ کی نعمتوں کا فرق ذکر کیا تو اس کے بعد افمن وعدناہ لائے۔ مطلب یہ ہوا کہ اتنے بڑے واضح فرق کے بعد جو دنیا کے پرستاروں اور حق پرستوں میں پایا جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص دونوں کو برابر قرار دے

سکتا ہے۔

فائے دوم سببیہ ہے۔ کیونکہ موعود کا ملنا یہ وعدے کا مسبب ہے۔ ثم تراخی کے لئے لائے کیونکہ احضار کی حالت تمتیع کی حالت نفع اندوزی سے متاخر ہے۔

قراءت: علی نے ثم ھو پڑھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَضُدٌ عَضْدٌ ضمیر منفصل کو متصل کے مشابہ قرار دیا۔

۶۲: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پکارنا کفار کو ندائے توبیخ ہوگی۔

نحو: نمبر ا۔ اس کا عطف یوم القیامة پر ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر محذوف سے منصوب ہے۔

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ (پس فرمائیں گے میرے وہ شریک کہاں ہیں)۔ جن کو تم اپنے گمان کے مطابق میرا شریک قرار دیتے تھے۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (جن کو تم خیال کرتے تھے)۔

نحو: تزعمون کے دونوں مفعول محذوف ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ کنتم تزعمونهم شرکائی۔ اور ظننت کے باب میں دونوں مفعولوں کا حذف تو جائز ہے۔ مگر ایک پر اکتفاء جائز نہیں۔

۶۳: قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور وہ لوگ کہیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہوگی)۔ نمبر ا۔ شیاطین نمبر ۲۔ کافروں کے لیڈر۔ حق علیهم القول کا مطلب یہ ہے کہ قول کا مقتضی ان پر لازم ہو جائے گا اور وہ اس ارشاد میں ہے۔

لأملان جهنم من الجنة والناس اجمعين [السجدہ۔۱۳]

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا (اے ہمارے رب یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکا دیا تھا)۔ یعنی ان کو شرک کی طرف بلایا۔ اور گمراہی کو ان کے لئے مزین کیا۔

نحو: الذين اغوينا ۔ یہ مبتدأ ہے۔ موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اور اس کی خبر اَغْوَيْنٰهُمْ ہے۔ كَمَا غَوَيْنَا کاف مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اغويناهم فغووا غيًّا مثل ماغوينا۔ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم نے بھی اپنے اختیار سے ان کو گمراہ کیا اور یہ اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے کیونکہ ہمارا اغواء تو وسوسہ اندازی اور تسویل کی حد تک تھا پس ان کی اور ہماری گمراہی میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اگر ہماری تزیین وتسویل دعوت کی صورت میں تھی تو دوسری طرف اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی تو ایمان کی دعوت موجود تھی جس میں عقلی دلائل اور نقلی دلائل اور کتب منزلہ سب کچھ موجود تھیں اور یہ بالکل شیطان لعین کے اس اقرار کی طرح ہے۔ جو سورہ ابراہیم آیت ۲۲ میں گزرا۔

وقال الشيطان لما قضى الامر ان الله وعدكم وعدالحق الى قوله ولوموا انفسكم۔

تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ (ہم ان سے تیری بارگاہ میں بیزاری کا اظہار کرتے ہیں)۔ اس سے اور اس کفر سے جس کو انہوں نے اختیار کیا۔

مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ (وہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے) بلکہ اپنی خواہشات کے پیرو اور اپنی شہوات کے اطاعت گزار تھے۔

نحو: یہ دونوں جملے حرف عطف سے خالی ہیں کیونکہ یہ جملہ اولیٰ کے معنی کو پختہ کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

سو اس دن انکی خبریں گم ہو جائیں گی پھر وہ آپس میں پوچھ پاچھ نہ کریں گے سو جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

اور نیک عمل کئے سو اُمید ہے کہ یہ لوگ فلاح پانیوالوں میں سے ہوں گے۔

۶۴: وَقِيْلَ (مشرکین کو کہا جائے گا)۔ اُدْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ (تم اپنے شرکاء کو پکارو!) اپنے اصنام کو پکارو تا کہ وہ تمہیں عذاب سے چھوڑائیں۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ (پس وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ جواب نہ دیں گے)۔ لم یستجیبوا بمعنی لم یجیبوا ہے۔ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ (اور وہ عذاب کو دیکھیں گے اگر وہ ہدایت یاب ہو چکے ہوتے)۔ لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لما راوا العذاب۔ (اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو آج عذاب کو سامنے نہ دیکھتے)۔

۶۵: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا)۔ وہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے۔ اولا اللہ تعالیٰ نے شرکاء بنانے پر توبیخ کی پھر شیاطین کا مقولہ نقل کیا۔ یا کفر کے مقتدر سرداروں کا مقولہ ان کی توبیخ کے وقت نقل کیا۔ کیونکہ جب ان کو معبودانِ باطلہ کی عبادت پر توبیخ کی جائے گی تو یہ معذرت پیش کریں گے کہ شیاطین نے ان کو اغواء کیا ہے۔ پھر ان کو معبودان باطلہ کے اغواء کرنے پر شماتت کے انداز میں بات فرمائی۔ اور ان کی نصرت سے عاجزی کا تذکرہ کیا۔ پھر ارسالِ رسل اور وضاحت علل واسباب کا احتجاج ان کے خلاف پیش کیا جائے گا۔ جس سے وہ لاجواب ہو جائیں۔

۶۶: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ (ان پر خبریں اس دن گم ہو جائیں گی)۔ الانباء سے دلائل۔ نمبر ۲۔ اطلاعات مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

ان پر جواب مخفی ہو جائے گا۔ وہ نہ جانیں گے کہ کیا جواب دیں اس لئے کہ ان کے پاس جواب ہوگا ہی نہیں۔

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ (پس وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ نہ سکیں گے) نہ دلیل اور نہ عذر کوئی چیز بھی پوچھ نہ سکیں گے۔ اس امید سے کہ اس کے پاس شاید عذر، حجت مل جائے۔ کیونکہ وہ تمام جواب کے سلسلہ میں عاجزی میں برابر ہونگے۔

۶۷: فَاَمَّا مَنْ تَابَ (پھر وہ شخص جس نے توبہ کر لی)۔ شرک سے۔ وَاٰمَنَ (اور وہ ایمان لے آیا)۔ اپنے رب پر اور جو کچھ اس کی طرف سے آیا۔ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ (اور نیک عمل کیے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والے لوگوں میں سے ہوگا)۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوگا۔

نحو: عسٰی کا لفظ معززین کی طرف سے ثبوت ووقوع کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے اسلام لانے پر عظیم

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا

اور آپ کا رب جسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ ان لوگوں کو چن لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ

شرک کرتے ہیں اور آپ کا رب جانتا ہے جسے انکے سینے چھپاتے ہیں اور جسے یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی ہے اس کے سوا

اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ

کوئی معبود نہیں اسی کے لئے سب تعریف ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں، اور اسی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے آپ فرما دیجئے

اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

تم بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ کے لئے رات ہی کو موجود رکھے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے

يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، تو کیا تم نہیں سنتے؟ اور آپ فرما دیجئے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے تم پر دن ہی کو

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا

موجود رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آئے۔ اس میں تم آرام کرتے ہو۔ کیا

تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا

تم نہیں دیکھتے؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن کو اور رات کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور تا کہ تم اس کا

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

بشارت دی گئی ہے اور کافروں کو ایمان کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۶۸: یہ **لولا نزل هذا القرآن على رجلٍ من القريتين عظيم** (الزخرف:۳۱) جو ولید بن مغیرہ نے کہا تھا۔ رجل سے اپنی ذات یا ابو مسعود ثقفی مراد لے رہا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (اور آپ کا رب جس چیز کو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے)۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلالت ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قراءت: ویختارُ پر وقف ہے۔یعنی اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور آپ کا رب جو چاہتا ہے چنتا ہے۔تقدیر کلام: وربك يخلق مايشاء وربك يختار مايشاءُ۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (ان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے)۔یعنی ان کو کچھ بھی اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو اختیار کریں۔اور اس کو ہی ان پر اختیار حاصل ہے۔

عاطف ماكان لهم الخِيَرَة میں داخل نہیں کیونکہ وہ ویختار کا بیان ہے۔کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے۔

ان الخِيرة للّٰه۔(کہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔وہ اپنے افعال میں حکمت کی جوانب سے خوب واقف ہے۔فليس لاحدٍ من خلقهٖ ان يختار عليه۔اس کی مخلوق میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی چیز کو اختیار کرے۔

اہم تنبیہ:

جنہوں نے ویختار میں وصل کیا ہے اور یہ معنی لیا۔ویختار الذى لهم فيه الخيرة۔اور وہ اس کو چنتا ہے جس میں ان کو اختیار ہے۔اس نے حق سے بعید بات کہی۔بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔کیونکہ ما تو مخلوق کے اختیار کی نفی کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک اور غلطی کی تردید:

جنہوں نے اس کا معنی یہ کیا ویختار للعباد ماهو خير لهم واصلح۔اور وہ بندوں کے لئے وہ چنتا ہے جو کہ ان کے لئے بہت بہتر اور اصلح ہوتا ہے۔یہ معتزلہ کے قول کی ترجمانی ہے الخيرة کا لفظ یہ التخيير سے لیا گیا ہے۔یہ مصدر کے معنی میں مستعمل ہے۔اور المتخير کے معنی میں بھی آیا ہے۔جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے۔محمد خيرة اللّٰه من خلقه۔یہاں مفعول ہی کا معنی ہے۔سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ہیں ان تمام شرکاء سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں)۔یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے بری ہے۔وہ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ کسی کو اس کے خلاف چناؤ کا اختیار حاصل ہو۔

۶۹: وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ (اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں)۔تکن کا معنی چھپانا ہے۔اور سینوں میں وہ چھپانے والی بات عداوت اور حسدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ان کے متعلق طعنہ زنیاں کہ ان کے علاوہ نبوت کے لئے اور کسی کو منتخب کیوں نہ کیا۔

۷۰: وَهُوَ اللّٰهُ (اور وہی اللہ تعالیٰ) الوہیت میں خاص اور سب پر قابل ترجیح ہے۔لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں)۔ یہ ماقبل کی تقریر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ الکعبة القبلة لا قبلة الاھی۔ یہ پچھلا جملہ تاکید وتقریر ہے۔ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف ہے دنیا میں)وَالْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) اور وہ دوسرے مقام پر اس طرح مذکور ہے۔ الحمدللّٰه الذی اذھب عنا الحزن۔[فاطر۔۳۴]

ایک اور مقام پر فرمایا۔ الحمدللّٰه الذی صدقنا وعده۔ [الزمر۔۷۴]

ایک مقام پر ارشاد ہوا۔ وقیل الحمدللّٰه رب العالمین۔[الزمر۔۷۵]

مَنْسَئَلَهٗ: جنت میں حمد وثناء بطور لذت کے ہوگی بطور امر تکلیفی کے نہ ہوگی۔ (جیسا کہ دنیا میں امر تکلیفی ہے)۔

وَلَهُ الْحُكْمُ (اور فیصلہ اسی ہی کے لئے ہے)۔ بندوں کے مابین فیصلہ کرنا۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ دوبارہ اٹھا کر کے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُون پڑھا ہے۔

۷۱: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (کہہ دیں ذرا دیکھو تو سہی)۔

قراءت: علی نے حذفِ ہمزہ سے پڑھا ہے۔ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اگر اللہ قیامت کے دن تک مسلسل رات ہی رات بنادے)۔ تو اللہ تعالیٰ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (کے سوا کوئی معبود ہے۔ جو تمہارے لئے روشنی لے آئے گا کیا تم نہیں سنتے)۔

سَرْمَدًا: یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ معنی دائمًا ۔ ہمیشہ ہے یہ لفظ اسرد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کا معنی مسلسل ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ الا شھر الحرم ثلاثة سرد و واحد فرد۔ یہ صیغہ مبالغہ ہے اور میم زائد ہے۔ اس کا وزن فَعْمَلٌ ہے۔ من اله الایۃ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے بتلاؤ ذرا کون اس کی قدرت رکھتا ہے۔

۷۲: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ (آپ کہہ دیجئے! بلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا معبود ہے۔ جو تم پر رات لے آئے جس میں تم آرام کر سکو)۔

نکتہ: آیت میں نھار (دن) کے ساتھ یہ نہیں فرمایا بنھار تنصرفون فیه (ایسا دن لائے جس میں کام کاج کر سکو) جیسا کہ پچھلی آیت میں لیل کے ساتھ فرمایا بلیل تسکنون فیه۔ بلکہ اس کی بجائے سورج کی روشنی کا ذکر فرما دیا۔ کیونکہ سورج کی روشنی سے بے شمار منافع حیات متعلق ہیں صرف معاش اکیلا نہیں اور اس کے بالمقابل اندھیرا ایسا نہیں کہ جس سے اتنے کثیر منافع متعلق ہوں۔ اس لئے اہم ترین فائدہ کا ذکر فرما دیا اور یہی وجہ ہے کہ ضیاء کے ساتھ لفظ افلا تسمعون ملایا ہے۔ کیونکہ کان جس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جیسے تذکرۂ منافع اور بیانِ فوائد آنکھ ان کے ادراک کی قوت نہیں رکھتی۔ اور رات کے ساتھ افلا تبصرون کو ملا کر لائے۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم لوگ نہیں دیکھتے) کیونکہ تیرے علاوہ اندھیرے کا وہ فائدہ دیکھتے ہیں جس کو تو

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

اور جس دن وہ ان سے فرمائے گا کہ میرے شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم شریک سمجھتے تھے، اور ہم ہر اُمت میں سے

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے ۔ پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ سو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور وہ جو کچھ

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۰

جھوٹی باتیں گھڑا کرتے تھے۔ وہ سب گم ہو جائیں گی۔

بھی سکون وغیرہ کی صورت میں دیکھتا ہے۔

۷۳: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کی اپنی رحمت سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے۔ تا کہ تم آرام پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو) تقدیر کلام اس طرح ہے: لتسکنوا فی اللیل ولتبتغوا من فضل اللّٰہ فی النھار۔ (تا کہ تم رات کو سکون کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو دن میں تلاش کرو)۔ پس یہ لف ونشر مرتب کی قسم میں سے ہوگا۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو)۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ اس کی نعمتوں پر۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اِس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ لتسکنوا فیھما و لتبتغوا من فضل اللّٰہ فیھما۔ (تا کہ تم ان دونوں میں آرام کر سکو اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی روزی دونوں میں تلاش کر سکو)۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آج کل کے زمانہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔ (مترجم) دن رات کمانا جائز ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دن رات کا زمانہ و وقت بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل (رزق) اس وقت میں تلاش کرو۔

۷۴: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ ان کو نداء دے کر فرمائے گا)۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کو تم (سفارشی) خیال کرتے تھے۔ شریک بنانے پر۔ بار دیگر توبیخ کی گئی تا کہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو شرک سے بڑھ کر کوئی چیز دعوت دینے والی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سب سے زیادہ توحید داخل کرنے والی ہے۔

۷۵: وَنَزَعْنَا (اور ہم نکال کر لائیں گے)۔ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) یعنی ان کا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم

السلام اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ جو کہ ان کے متعلق ان اعتقادات کی گواہی دیں گے جن پر وہ تھے۔ فَقُلْنَا (پھر ہم امتوں کو کہیں گے)۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (تم اپنی دلیل پیش کرو)۔ اس شرک پر جس پر تم قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر۔ فَعَلِمُوْا (پس اس وقت وہ جان لیں گے)۔ اَنَّ الْحَقَّ (کہ توحید) لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے اور ان سے گم ہو جائیں گی) اور ان سے وہ تمام معبود اس طرح غائب ہو جائیں گے جس طرح کوئی ضائع ہونے والی چیز غائب ہوتی ہے۔ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (وہ باتیں جو وہ گھڑا کرتے تھے)۔ یعنی غیر اللہ کی الوہیت اور ان کے لئے زبردستی شفاعت۔

www.ahlehaq.org

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا

بلا شبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا سو وہ انکے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانوں میں سے اس قدر

إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ

دیا تھا کہ اسکی چابیاں ایسی جماعت کو گراں بار کردیتی تھیں جو قوت والے لوگ تھے جبکہ اسکی قوم نے اس سے کہا کہ تو مت اترا بلاشبہ

اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ

اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دار آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دنیا میں سے

نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي

اپنا حصہ فراموش مت کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو بھی احسان کر، اور زمین میں فساد کو

الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

تلاش مت کر، بے شک اللہ فساد کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا، وہ کہنے لگا کہ مجھے جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو صرف میرے علم کی

عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ

وجہ سے ہے جو میرے پاس ہے، کیا اس نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ نے اس سے پہلے کتنی ہی جماعتوں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس سے زیادہ

قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي

سخت تھیں۔ اور اس سے زیادہ جتھہ والی تھیں۔ اور مجرموں سے انکے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ سو وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی ٹھاٹھ باٹھ میں

زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ۙ

نکلا، جو لوگ دنیا والی زندگی کے طالب تھے وہ کہنے لگے کاش ہمارے لئے بھی ایسا ہی مال ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے

إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ

بلاشبہ وہ بڑے نصیب والا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انہوں نے کہا تمہارے لئے ہلاکت ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے بہتر ہے

آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ۖ

جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے اور یہ بات انہی کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنیوالے ہوں، سو ہم نے قارون کو اور اسکے گھر کو زمین میں دھنسا دیا،

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٨١﴾

سو کوئی بھی جماعت نہ تھی جو اسکی مدد کر کے اللہ سے بچا لیتی اور وہ خود بھی اپنی مدد کرنے والا نہ تھا

۷۶: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى (بیشک قارون قوم موسیٰ میں سے تھا)۔

نحو: قارون یہ غیر منصرف ہے۔ کیونکہ عجمہ ومعرفہ دوسبب موجود ہیں اگر اس کو فاعولا کے وزن پر مانیں تو یہ منصرف ہوگا۔ پھر یہ قرنت الشیٔ سے ماخوذ ہوگا۔

یہ اسرائیلی الاصل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا۔ سلسلہ نسب قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ موسیٰ بن عمران بن قاہث اس کو خوبصورتی کی وجہ سے المنور کہا جاتا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں تورات کا بڑا قاری تھا۔ لیکن سامری کی طرح منافق تھا۔ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ (پھر یہ قوم پر تکبر کرنے لگا)۔ یعنی یہ البغی سے نکلا ہے۔ جس کا معنی ظلم ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کو فرعون نے بنی اسرائیل پر حکمران بنایا یہ ان پر ظلم کرتا۔ نمبر۲۔ یہ البغی بمعنی تکبر سے ہے۔ اس نے بنی اسرائیل پر کثرتِ مال واولاد کی وجہ سے تکبر کیا۔ نمبر۳۔ دوسروں سے ایک بالشت کپڑے بڑھائے (اور بطور تکبر ان کو لٹکا کر اور کھینچ کر چلتا تھا) بغوی، وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ (اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی چابیاں)۔

ما۔ الذی کے معنی میں آیاتنا کی وجہ سے منصوب ہے اور اِنّ اور اس کا اسم وخبر مل کر الذی کا صلہ بنتے ہیں اسی لئے انَّ مکسور ہے۔ اور المفاتح جمع مِفْتَح کی ہے میم کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی چابیاں۔ نمبر۲۔ مَفْتح فتحہ کے ساتھ جس کا معنی خزانہ ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ چابیاں مراد ہیں۔

لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ (بھاری کر دیتی تھی ایک جماعت کو) جماعت کو بوجھل کر دیتیں۔ العصبة بڑی جماعت وہ اپنے خزانوں کی چابیاں ستر خچروں پر لادتا تھا۔ باء تعدیہ کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں ناء بہِ الحمل اس کو بوجھ نے جھکا دیا۔ اس کے ہر خزانہ کی ایک چابی تھی۔ اور ہر چابی ایک انگشت کے برابر چمڑے کی بنی ہوئی تھی۔ اُولِى الْقُوَّةِ (طاقتور ومضبوط)۔ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ (جب اس کو اس کی قوم نے کہا)۔ قوم سے یہاں مؤمن مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نحو: اذ تنوء کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔

لَا تَفْرَحْ (کثرت مال پر تکبر مت کرو)۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولا تفرحوا بما اتاکم [الحدید۔۲۳]

دنیا پر وہ شخص اتراتا ہے۔ جو دنیا پر راضی اور مطمئن ہو۔ باقی وہ شخص جس کا دل آخرت کی طرف لگا ہو اور وہ جانتا ہو کہ عنقریب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ دنیا پر بالکل نہیں اتراتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ مال پر تکبر کرنے اور

اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتے)۔

۷۷: وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس میں عالم آخرت کو تلاش کر)۔ یعنی جو غنی اور ثروت تمہیں دی ہے۔ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ (آخرت والے گھر کو)۔ اس طرح کہ تم فقراء پر خیرت کرو اور صلہ رحمی کرو اور مقامات خیر میں اس کو صرف کرو۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت) ہرگز نہ بھولو)۔ وہ یہ ہے کہ بقدر کفایت اس میں سے لو جو تمہارے لئے بہتری والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کرو۔ پس یہی دنیا میں سے آخرت کا حصہ ہے۔

وَاَحْسِنْ (اور احسان کرو)۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے) یہ انعامات دیکر وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ (اور زمین میں فساد مت مچا ظلم و تکبر کے ذریعہ) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

۷۸: قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (اس نے کہا مجھے جو کچھ ملا ہے۔ وہ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے)۔ ہٗ سے مراد مال ہے۔ علی علمٍ عندی کہہ کر اس نے اپنے علم کو سبب قرار دیکر استحقاقِ مال کا دعویٰ کیا ہے۔ جو علم تورات ایسے لوگوں سے زیادہ ملا ہوا تھا۔ نمبر ۲۔ تجارت و زراعت سے کمائی کے طرق۔

نحو: عندی یہ علمٍ کی صفت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے اپنی طرف دیکھا ہو (تکبر کیا ہو) اور پھر وہ کامیاب ہوا ہو۔ خوش نصیب وہ ہے۔ جس نے اپنے افعال و اقوال سے اپنی نگاہ کو پھیر لیا اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اپنے تمام افعال و اقوال دیکھنے کا دروازہ کھول لیا اور بدنصیب وہ ہے جس کے افعال، اقوال، احوال اس کی اپنی نگاہ میں مزین نظر آئیں۔ پھر وہ ان پر فخر کرنے لگا۔ اور ان کے بارے دعویٰ کیا کہ یہ اس کے اپنے ذاتی کمال والے افعال و اقوال ہیں۔ ایک دن اس کی بدبختی اس کو ہلاک کر دے گی۔ جیسا کہ قارون کو دھنسا دیا گیا جب اس نے اپنی ذات کے لئے فضیلتوں کا دعویٰ کیا۔

اَوَلَمْ يَعْلَمْ (کیا قارون کو معلوم نہیں)۔ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً (کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے زمانے والے ہلاک کر دیئے جو اس سے طاقت میں بڑھ کر تھے)۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے علم کو ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قد اهلك من قبله من القرون ہلاک کر دیا ان سے پہلے زمانہ والوں کو جو کہ اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار تھے۔ کیونکہ وہ تورات میں پڑھ چکا تھا۔ گویا اس کو اس طرح کہا گیا۔ اَوَلم يعلم فی جملة ماعنده من العلم هذا

حتی لایغتر بکثرۃ مالہٖ وقوتہ۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ جو کچھ اس کے پاس علم ہے یہ اس تمام علم میں سے ہے۔ تا کہ وہ اپنے مال کی کثرت وقوت پر دھوکا میں مبتلا نہ ہوتا۔ نمبر۲۔ یا اس میں اس کے علم کی نفی ہے۔ کیونکہ جب اس نے یہ کہہ دیا۔ اوتیتہ علی علم عندی۔ تو اسے کہا گیا کہ کیا اس کے پاس اس علم کی مثل ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے اور جس کی وجہ سے اس نے ہر نعمت کو اپنے لئے لازم سمجھ لیا ہے۔ اس کو اس نفع بخش کا علم نہ ہوا کہ جس سے اپنے آپ کو ہالکین کے نتائج سے بچالے۔

وَّاَكْثَرُ جَمْعًا (اور جماعت وجتھہ کے اعتبار سے بڑھ کر تھے) مال میں۔ نمبر۲۔ جماعت وتعداد میں۔ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (اور مجرموں سے ان کے گناہوں سے متعلق (تحقیق ومعلومات کے لئے) نہ پوچھا جائے گا)۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بلا حساب دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ نمبر۲۔ بغیر سوال ہی مجرم گناہوں کا اعتراف کر لیں گے۔ نمبر۳۔ وہ نشانات سے پہچان لیے جائیں گے اس لئے پوچھنے کی حاجت نہ ہوگی۔ نمبر۴۔ ان سے معلومات کی غرض سے تو پوچھا نہ جائے گا البتہ توبیخ کے لئے سوال ہوگا۔ نمبر۵۔ گزشتہ لوگوں کے گناہوں کے بارے میں ان سے سوال نہ ہوگا۔ اس امت کے مجرمین سے۔

۷۹: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ (وہ اپنی قوم کے سامنے بن سنور کر نکلا)۔ زرد اور سرخ کپڑے پہن کر۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ہفتہ کے دن سفید خچر پر سوار ارغوانی لباس جس پر سنہری سورج بنے ہوئے تھے پہن کر نکلا۔ اس کے ساتھ چار ہزار آدمی اسی کے لباس زیب تن کیے ہوئے نکلے۔

ایک قول:

ان پر اور ان کے گھوڑوں پر سرخ پاکھریں تھیں اور اس کے دائیں جانب تین سو غلام اور بائیں طرف تین سو لونڈیاں جن کی رنگت سفید اور زیورات وریشم میں سجی ہوئیں۔

نحو: فی زینتہ یہ فاعل سے حال ہے ای خرج متزیناً۔

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کو چاہنے والے تھے)۔

ایک قول:

یہ مسلمان تھے۔ انہوں نے یہ تمنا خوشحالی کی طرف عام انسانوں کی طرح رغبت رکھتے ہوئے کی تھی۔

اور ایک قول:

یہ کافر تھے۔ يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ (اے کاش آج ہمارے لئے اسی طرح ہوتا جس طرح قارون کو ملا ہے)۔ یہ بطور رشک کے کہا۔ الغابط۔ جو نعمت والے کی نعمت کو دیکھ کر اسی جیسی نعمت کی اپنے متعلق تمنا کرلے مگر اس کی نعمت کے زوال کی

خواہش دل میں پیدا نہ کرے۔جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

الحاسد۔جو نعمت والے کی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرے۔اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ولا تتمنوا مافضل اللّٰہ بہٖ بعضکم علی بعض[النساء۔۳۲]

فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم:

کیا غبطہ نقصان دیتا ہے؟ فرمایا نہیں مگر اتنا جتنا کانٹے جھاڑی کو۔ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (بیشک وہ بڑا نصیب ور ہے)۔

الحظ۔نصیب، بخت ودولت کو کہتے ہیں۔

۸۰:وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم ملا)۔ثواب، عقاب اور فنائے دنیا اور بقائے عقبیٰ کے متعلق انہوں نے قارون پر رشک کرنے والوں سے کہا۔وَیْلَکُمْ (تم پر افسوس ہے)۔اس کلمہ کی اصل ویلك ہے۔یہ ہلاکت کی بددعا ہے۔پھر ڈانٹ وردع کے لئے استعمال ہونے لگا۔اور ایسی چیز پر آمادہ کرنے کے لئے جو ناپسند ہو۔

نحو: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ای الزمکم اللّٰہ ویلکم کذا فی التبیان فی اعراب القرآن۔

ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰھَآ (اللہ تعالیٰ کا بدلہ بہت بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے اور یہ انہی کو دیا جائے گا)۔لا یلقٰی کا معنی اس کلمہ ثواب اللہ خیر کی تلقین دین پر ثابت قدم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (مگر صبر کرنے والے) مگر وہ لوگ جو طاعات پر جمے رہنے والے اور شہوات سے باز رہنے والے اور اسی طرح دنیا کی زینت سے دور رہنے والے اور جو قلیل ان کی قسمت میں ہے اس پر صبر کرنے والے ہیں۔

۸۱:فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ (پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسایا)۔قارون موسیٰ علیہ السلام کو ہر وقت ایذاء پہنچاتا تھا۔موسیٰ علیہ السلام اس قرابت نسبی کی وجہ سے مدارات فرماتے۔یہاں تک کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔پس اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار دینار پر ایک دینار اور ہر ہزار درہم پر ایک درہم کی ادائیگی کا اقرار کر کے صلح کر لی۔جب اس سے حساب نکالا تو اس کی مقدار بہت بڑھ گئی۔اس کا نفس بخل پر آمادہ ہوا۔اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارا مال لینا چاہتا ہے۔انہوں نے کہا تم ہمارے بڑے ہو جو حکم دو۔ہم وہ تسلیم کریں گے۔

اس نے کہا ہم فلاں فاحشہ عورت کو معاوضہ دیتے ہیں۔تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگائے۔بنی اسرائیل نے اس بات میں شرکت سے انکار کر دیا۔مگر اس نے اس عورت کو۔نمبر۱۔ایک ہزار دینار پر آمادہ کر لیا۔نمبر۲۔سونے کا ایک تھال۔نمبر۳۔جس طرح اور جتنا وہ مانگے۔جب عید کا دن آیا۔موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو وعظ فرمانے لگے۔جو چوری کرے ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے۔جو افتراء باندھے ہم اس کو کوڑے لگائیں گے۔جو زنا کرے اور وہ غیر شادی شدہ ہو۔ہم اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کریں گے۔

قارون نے کھڑے ہو کر کہا۔اگرچہ آپ ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ میں ہی ہوں۔اس نے کہا۔بنی اسرائیل کا

خیال ہے کہ تم نے فلاں عورت سے (نعوذ باللہ) بے حیائی کی ہے۔ وہ عورت سامنے بلائی گئی۔ آپ نے اس کو اس ذات باری تعالیٰ کی قسم دی جس نے سمندر کو پہاڑ اور تورات کو نازل فرمایا کہ تم سچ سچ کہو۔ وہ عورت بولی۔ قارون نے تم پر تہمت لگانے کے بدلے میرے لئے اتنا انعام مقرر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے۔ اور عرض کیا یارب۔ اگر میں آپ کا رسول ہوں۔ تو آپ اس پر اس انتقام میں غضب نازل فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ تم زمین کو حکم دو وہ تمہاری تعمیل کرے گی۔ آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف اسی طرح بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف جو اس کا ساتھی ہے وہ اپنی جگہ رک جائے اور جو میرے ساتھ ہے۔ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے۔ تمام مجمع سوائے دو آدمیوں کے اس سے الگ ہو گیا۔ پھر آپ نے زمین کو حکم دیا۔ ان کو پکڑ لو۔ ان کو زمین سے ایڑیوں تک پکڑ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو پکڑ لو۔ زمین نے کمر تک ان کو دھنسا دیا۔ پھر فرمایا پکڑو۔ زمین نے گردن تک ان کو دھنسا دیا۔ قارون اور اس کے ساتھی موسیٰ علیہ السلام سے گڑگڑا کر کہتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دیتے۔ موسیٰ علیہ السلام شدت غضب کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر کہا۔ ان کو پکڑ لے۔ زمین نے ان کو دبوچ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ اس نے تم سے کئی مرتبہ فریاد کی مگر تو نے رحم نہ کیا۔ میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک مرتبہ رحمت طلب کرتا تو میں اس پر رحم کر دیتا۔

بعض بنی اسرائیل نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس لئے ہلاک کیا تا کہ اس کے مال پر قبضہ کرلے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر اور خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ (پس نہیں تھی کوئی جماعت اس کے لئے)۔ يَنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جو اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے)۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ (اور نہ وہ ہوا بدلہ لینے والوں میں سے) جو موسیٰ علیہ السلام سے انتقام لیتے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے میں مدد کرتے۔

عرب کہتے ہیں: **نصرہ من عدوہٖ فانتصر ای منعہ منہ فامتنع** اس کو اس سے روکا پس وہ رک گیا۔

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اور کل گزشتہ جو لوگ آرزو کر رہے تھے کہ ہم بھی اس جیسے ہو جاتے صبح ہونے پر کہنے لگے کہ ارے !بات یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا رزق

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ

اپنے بندوں میں سے جسے چاہے زیادہ دیدے اور جس پر چاہے رزق تنگ کر دے اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ارے !

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۲

بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

۸۲: وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ (اور ہو گئے وہ لوگ جو تمنا کرتے تھے اس کے مرتبہ کی)۔ اصبح یہاں صار کے معنی میں ہے اور مکانہ سے مراد دنیا میں اس کا مقام و مرتبہ بِالْاَمْسِ (کل گزشتہ)۔ یہ تمنوا کا ظرف ہے۔ اس سے مراد کل گزشتہ نہیں بلکہ قریب وقت سے کنایہ ہے۔ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (اور کہنے لگے ارے ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی روزی فراخ کرنا چاہتا ہے اپنے) وَيَقْدِرُ (بندوں میں سے وہ فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی نپی تلی کرنا چاہتا ہے نپی تلی کر دیتا ہے)۔

نحو: وَیْ علمائے بصرہ کے ہاں كَاَنَّ سے جدا ہے۔

سیبویہ کا قول:

وَیْ یہ کلمہ خطأ پر تنبیہ اور شرمندگی دلانے کے لئے آتا ہے۔ اس کو شرمندہ آدمی اظہار شرمندگی کے لئے لاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہ ہم نے یالیت لنا مثل ما اوتی قارون والی تمنا غلط کی اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتے)۔ اس تمنا کو پھیر کر جو ہم نے کل گزشتہ کی تھی تو لَخَسَفَ بِنَا (تو وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا)۔

قراءت: خَسَفَ۔ دونوں فتحہ کے ساتھ حفص، یعقوب و سہل نے پڑھا اور لَخُسِف۔ یہ حمزہ، نسائی، ابوعمرو ابن کثیر کی قراءت ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (ارے کیا تم نہیں جانتے کہ کافر فلاح نہیں پاتے)۔ پھر کہنے لگے۔ ایسا لگتا ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا

یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کے لئے خاص کر دیں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں

فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ

کرتے،اور اچھا نتیجہ متقیوں کے لئے ہے، جو شخص نیکی لے کر آئے گا سو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو شخص

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

بدی لیکر آئے گا سو جن لوگوں نے برے عمل کئے انہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

۸۳: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ (یہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑے بننے کے خواہاں نہیں ہوتے)۔

نحو: تلك یہ دار آخرت کی تعظیم کے لئے اشارہ بعید استعمال فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے۔ تلك التی سمعت بذكرها و بلغك وصفها۔ وہ وہی تو ہے جس کا تذکرہ تم نے سنا اور اس کی تعریف معلوم ہوئی۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر نجعلها ہے۔ اور الدار یہ مشار الیہ صفت ہے۔

عُلوًا سے مراد بغاوت وسرکشی یہ ابن جبیر کا قول ہے۔ نمبر۲۔ یا ضحاکؒ نے ظلم سے تفسیر کی۔

وَلَا فَسَادًا (اور نہ فساد)۔ فساد سے معاصی پر عمل نمبر۲۔ قتل النفس نمبر۳۔ غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلانا۔

نکتہ: آیت میں آخرت والے وعدے کو علو وفساد کے ترک سے معلق نہیں کیا بلکہ ان کے ارادہ کے ترک سے معلق فرمایا اور ان کی طرف میلان کے ترک سے متعلق کیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ولا تركنوا الى الذين ظلموا۔ [ہود۔۱۱۳]

پس حاصل یہ ہوا کہ عُلو کی وعید رکون اور جھکاؤ سے متعلق ہے۔

فرمانِ علی رضی اللہ عنہ:

آدمی کو کبھی پسند آتا ہے کہ اس کے جوتے کا تسمہ دوسرے ساتھی سے عمدہ ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔

فرمانِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

نے اس آیت کو پڑھا پھر کہنے لگے۔ تمنائیں یہاں دم توڑ گئیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

موت کے وقت اس کو اپنی زبان پر دھراتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی روح قبض ہوگئی۔

بعض علماء کا قول یہ ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور قارون کی پیروی سے نفرت اختیار کی جائے اور اس ارشاد کو تھامے رہے۔ ان فرعون علا فی الارض القصص۔۴۔ ولا تبغ الفساد فی الارض۔ القصص۔۷۷۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (اور اچھا انجام متقین کا ہے)۔

۸۴: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (جو شخص قیامت کے دن نیکی لائے گا۔ اس کو نیکی کی مقدار سے بہت زیادہ اچھا ملے گا)۔ یہ آیت سورۃ النمل ۸۹ میں گزر چکی۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ (اور جو شخص برائی لایا ایسے لوگوں کو جو برے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا)۔ ولا یجزی کا معنی فلا یجزون ہے۔ پس الذین عملوا السیئات ظاہر نائب فاعل کو ضمیر کی جگہ لائے۔ تاکہ برے اعمال کی اسناد ان کی طرف دوبارہ کر کے ان کی بدحالی اور تذلیل خوب ظاہر ہو اور سننے والوں کے دلوں میں برائی کی نفرت بڑھا دی جائے۔ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (جتنا وہ کرتے تھے۔ مگر اسی کی مثل جو وہ کرتے رہے)۔

فضل اللہ العظیم:

اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ملاحظہ فرمائیں کہ برائی و گناہ کی سزا تو اس کی مثل سے دی اور نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا اور اس سے بڑھا کر سات سو گنا کر دیا۔ (اللھم متعنا بفضلك العظیم آمین)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ

بلا شبہ جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس پہنچا دے گا۔ آپ فرمادیجئے کہ میرا رب اس شخص کو

مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ

خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جانتا ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ اور آپ کو اسکی امید نہ تھی کہ آپکو

إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾

کتاب دی جائے گی مگر محض آپکے رب کی رحمت سے۔ سو آپ ہر گز کافروں کے مدد گار نہ ہوجایئے۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ

اور ہر گز یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیات سے روک نہ دیں اسکے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل ہو چکی ہے۔ اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیئے

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ

اور ہر گز مشرکین میں سے نہ ہوجایئے اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار یئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

اسکی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۸۵: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (بیشک وہ ذات جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا ہے)۔ اس کی تلاوت کو تم پر لازم کر دیا۔ اور اس کی تبلیغ اور عمل کو ضروری کر دیا۔ لَرَآدُّكَ (وہ ضرور آپ کو لوٹانے والا ہے)۔ موت کے بعد اِلٰى مَعَادٍ (لوٹنے کی جگہ کی طرف)۔ کیا خوب وہ لوٹنے کی جگہ ہے جو اور کسی فرد بشر کو آپ کے علاوہ حاصل نہیں۔ اسی تفخیم کو ظاہر کرنے کے لئے نکرہ لائے۔ نمبر ۲۔ مکہ مراد ہے۔ آپ کا فتح کے دن لوٹنا کیونکہ اس دن لوٹنا ایک خاص شان و عظمت کے ساتھ ہوگا مکہ والے مغلوب و مقہور ہو جائیں گے اور اسلام اور اہل اسلام کی عزت ظاہر ہوگی۔ شرک اور اہل شرک ذلیل ہو جائیں گے۔

یہ سورت اگرچہ مکیہ ہے۔ مگر یہ آیت جحفہ کے مقام پر اتری جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں واقع ہے۔ اس وقت آپ کے قلب اطہر میں مکہ مکرمہ کا شوق موجزن تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد (مکہ) کا وعدہ فرمالیا تو فرمایا۔

قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى (آپ کہہ دیں میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے)۔ یعنی من سے مراد آپ کی ذات گرامی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو معاد میں کتنا بڑا ثواب ہے۔ وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے)۔ مراد اس سے مشرکین مکہ ہیں۔ اور جو ان کو شرک کے نتیجہ میں آخرت میں سزا ملے گی۔

نحو :مَنْ محل نصب میں ہے اس کا فعل یعلم مضمر ہے۔

۸۶:وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى (اور آپ کو تو کوئی امید بھی نہ تھی کہ آپ کو دی جائے گی)۔یلقی کا معنی وحی کرنا۔اِلَيْكَ الْكِتٰبُ (کتاب یعنی قرآن مجید)اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (مگر یہ تو محض آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوا)۔ یہ اس معنی پر محمول ہے کہ آپ کی طرف قرآن کی وحی آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوئی ہے۔نمبر۲۔الا کو لکن کے معنی میں لیا جائے۔ جو کہ استدراک کے لئے آتا ہے۔یعنی لیکن تیرے رب کی رحمت کی وجہ سے آپ پر وحی کی گئی۔لیکن تیرے رب کی رحمت کے لئے آپ پر وحی قرآن کی گئی ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (پس تم ہرگز کافروں کے مددگار و پشت پناہ مت بننا) ان کے دین میں ان کے مددگار ہرگز نہ بنیں۔

۸۷ : وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اور وہ ہرگز نہ روکیں آپ کو اللہ کی آیات (پڑھنے یا عمل کرنے) سے) مراد اس سے جمع ہے یعنی یہ لوگ ہرگز آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل سے نہ روکیں۔آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔

بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ (بعد اس کے کہ وہ آپ کی طرف اتاری جا چکی ہیں) یعنی قرآن کے نزول کے بعد اور اذ کی طرف اسمائے زمان کی اضافت کی جاتی ہے مثلاً حینئذ، یومئذ۔

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ (اور اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے) یعنی اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دیتے رہیے۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور مشرکین میں سے نہ ہو جایئے)

۸۸ :وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو مت پکاریئے)۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اس سے ہر وہ شخص ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو اختیار کر لیا ہے نیز گناہوں سے معصوم ہونا اس کا متقاضی نہیں کہ گناہوں سے روکا نہ جائے اور لفظ اخر پر وقف ضروری ہے کیونکہ ملا کر پڑھنے کی صورت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا جملہ انما خر کی صفت بن جائے گا جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اور اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاکت پذیر ہے)۔وجہ سے اس کی ذات مراد ہے۔وجہ سے تعبیر کی گئی ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

الا وجھہ سے مراد علماء کا علم ہے۔جب اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو۔لَهُ الْحُكْمُ (اسی کے لئے حکم دینا خاص ہے)۔یعنی اس کا حکم مخلوق میں جاری ہے۔وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم اسی ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔

قراءت :یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ العنکبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں انہتر آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ

الٓمّٓ 0 کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ اتنا کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اوران کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور بلا شبہ

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے سو اللہ ضرور ضرور ان لوگوں کو جان لے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو بھی جان لے گا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں گے، برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۱:الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ الم (کیا لوگوں نے خیال کرلیا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے۔،ان کو چھوڑ دیا جائے گا اوران کی آزمائش نہ کی جائے گی)۔

الحسبان۔ باہمی متناقض چیزوں میں سے ایک کا دوسرے کے مقابلہ میں قوت پکڑنا جیسا کہ ظن میں ہوتا ہے۔ الشك۔ دو متناقضین میں دونوں کے مابین ٹھہرنا۔ العلم۔ دو میں سے ایک کے متعلق قطعیت پیدا ہونا۔ ان دونوں کا اطلاق معانی مفردات پر نہیں آتا بلکہ مضامین جمل پر ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو۔ حسبت زيدًا وظننت الفرس۔ تو اس سے کچھ حاصل نہیں جب تک کہ تم اس طرح نہ کہو۔ حسبت زيدًا عالمًا وظننت الفرس جوادًا۔ کیونکہ زید عالم اور الفرس جواد یہ دونوں مضمون جملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جب تو ایسا مضمون جملہ جو تمہارے ہاں ثابت ہو بطور ظن کے خبر دینا چاہو تو جملے کے دو حصوں پر حسبان کو داخل کردو گے تو تمہاری غرض حاصل ہو جائے گی۔

اس موقعہ پر حسبان کا تقاضا کرنے والا مضمون جملہ ان يتركوا ان يقولوا آمنا وهم لا يفتنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ احسبوا تركهم غير مفتونين لقولهم آمنا۔ (انہوں نے اپنے آپ کو بے امتحانی سمجھ لیا آمنا کہنے کی وجہ سے)۔ پس حسب کے دونوں مفعولوں میں سے اول کو ترک کر دیا ہے۔ اور آمنا خبر ہے۔ بلا آزمائش ہونے کو ترک کہا گیا کیونکہ یہ ترک وہ ہے جو تصییر کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ عنترہ کا قول ہے۔ فتركته جزر السباع

یَنْشُئُہٗ۔

ذرا غور تو کرو کہ حسبان کے لانے سے قبل تم اس طرح کہہ سکتے ہو۔ترکھم غیر مفتونین لقولھم امنا۔(ان کو بلا آزمائش چھوڑ دیا ان کے صرف آمنا کہنے پر)۔اس میں لام سے قبل حاصل ومستقر مقدر ہوگا۔یہ استفہام توبیخ کے لئے ہے۔ الفتنۃ سے مراد سخت تکالیف جیسے وطن سے جدائی' دشمنوں سے جہاد' تمام مشکل طاعات' ترک شہوات' فقر' قحط' انفس واموال میں قسم قسم کے مصائب' کفار کا ان کی ایذاء دہی اور ان کے خلاف سازشوں پر جمنا وغیرہ مراد ہیں۔

روایت ہے:

کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے متعلق نازل ہوئی جو مشرکین کی ایذاؤں پر گھبرا گئے یا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف دی جاتی تھیں۔

۳: وَلَقَدْ فَتَنَّا (ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا)۔امتحان لیا۔یہ اَحسب سے متصل ہے۔نمبر۲۔لا یفتنون سے متصل ہے۔الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (وہ لوگ جو ان سے قبل ہوئے)۔مختلف قسم کی آزمائشوں کے ذریعہ ان کو آزمایا ان میں سے بعض کے سروں پر آرا رکھ کر دو حصوں میں چیر دیا گیا۔مگر یہ بات بھی اس کو دین سے ہٹا نہ سکی۔اور بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیدا گیا مگر یہ چیز ان کو دین سے نہ پھیر سکی۔فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ (پس اللہ تعالیٰ امتحان سے ضرور ظاہر کرے گا)۔الَّذِیْنَ صَدَقُوْا (ایمان میں سچے لوگوں کو) وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ (اور ضرور بضرور ایمان میں جھوٹے لوگوں کو ظاہر کر کے رہے گا)۔

علم باری تعالیٰ:

کا مطب یہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے موجود کو اس کے وجود کے وقت اور وجود سے قبل بھی جانتے ہیں۔کہ وہ ایجاد فرمائیں گے بالفعل ظاہر فرمائیں گے یعنی سچے اور جھوٹے کو بالفعل جدا کر دیں گے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

بندے کا صدق وکذب تنگدستی اور خوشحالی میں جانا جاتا ہے۔جو خوشحالی میں شکر کرے اور ایام مصیبت میں صبر کرے۔وہ سچا ہے۔اور جو خوشحالی کے ایام میں تکبر وخودستائی میں مبتلا ہوا اور مصیبت میں جزع وفزع کی وہ جھوٹا ہے۔

۴: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ (کیا بدکاریاں کرنے والوں نے گمان کر لیا)۔السیئات سے شرک وگناہ مراد ہیں۔اَنْ یَّسْبِقُوْنَا (کہ وہ ہم سے سبقت کر جائیں گے)۔وہ ہم سے نکل جائیں گے۔یعنی سزا ان کو بہر صورت ملے گی۔

نحو: ان کا صلہ مسند اور مسند الیہ کو شامل ہونے کی وجہ سے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ [البقرہ۔۲۱۴]

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ حَسِبَ میں قدّر کا معنی متضمن ہو۔اور ام منقطعہ ہو اور اس میں اضراب کا معنی پایا جائے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ

جوشخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے سو بلا شبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ جوشخص

جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مجاہدہ کرتا ہے سو وہ اپنے لیے ہی محنت کرتا ہے، بلاشبہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے ، جولوگ ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا

نیک عمل کیے ضرور ضرور ہم ان کی برائیوں کا کفارہ کردیں گے اور ضرور ہم انہیں ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ

يَعْمَلُوْنَ ۝۷

دیں گے۔

اس طرح کہ یہ گمان تو پہلے گمان سے بھی زیادہ باطل تر ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف یہ فرض کیا گیا کہ ایمان لانے پر اس کا امتحان نہ لیا جائے گا اور یہ گمان کر بیٹھا ہے کہ اس کی سیئات پر اس کو سزا نہ ملے گی۔

بعض کا قول:

یہ ہے کہ اول تو ایمان والوں کے متعلق ہے کہ مؤمنوں نے عدم آزمائش کا گمان کیا۔ اور دوسرا گمان کافروں سے متعلق ہے۔ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں)۔ ما موضع رفع میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء الحكم حكمهم۔ ان کا فیصلہ بدترین فیصلہ ہے۔

ما موضع نصب میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء حكما يحكمون۔ بہت برا ہے فیصلہ کے لحاظ سے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ مخصوص بالذم محذوف ہے ای بئس حكما يحكمونه حكمهم هذا۔ ان کا یہ حکم جو وہ کر رہے ہیں بہت برا حکم ہے۔

۵: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو)۔ نمبر ۱۔ یعنی اس کے ثواب کی امید رکھتا ہو۔ نمبر ۲۔ اس کے محاسبہ سے ڈرتا ہو۔ رجاء میں امید وخوف دونوں کا احتمال ہے۔ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ (پس بیشک اللہ تعالیٰ کا معین وقت ضرور آنے والا ہے)۔ اجل اللہ سے مراد وہ وقت جو ثواب وعقاب کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ لَاٰتٍ (لامحالہ آنے والا ہے)۔ پس اس کو چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ اختیار کرے جو اس کی امید کو سچا کر دکھائیں اور اس کی تمنا پوری ہو جائے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (اور وہی ہر بات کو سننے والا ہے)۔ جو اس کے بندے کہتے ہیں۔ الْعَلِيْمُ (جاننے والا ہے) جو اس کے بندے کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز نکل جانے والی نہیں۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا

اور ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کر اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

جس کی دلیل تیرے پاس نہیں ہے سو تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، میری طرف تم لوگوں کو واپس ہونا ہے سو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کردوں گا جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ہم ان کو ضرور ضرور نیک بندوں میں داخل کردیں گے۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

من شرطیہ ہے ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور فان اجل اللّٰہ جواب شرط ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان کان زید فی الدار فقد صدق الوعد۔ اگر زید گھر میں ہے تو اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔

۶: وَمَنْ جَاهَدَ (جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا)۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر، نفس کو مضبوطی سے روک کر۔ نمبر۲۔ وساوس کو دور کر کے شیطان سے جہاد کیا۔ نمبر۳۔ کفار سے جہاد کیا۔ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (پس بے شک وہ اپنے نفس کیلئے جہاد کرے گا) کیونکہ اس کا فائدہ اسے ہی ملے گا، اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ تعالیٰ تو جہاں والوں میں سب سے بے نیاز ہیں) ان کی اطاعت اور مجاہدات کی اسے ضرورت نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی یہ بندوں پر محض رحمت ہیں۔

۷: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے)۔ ہم ضرور بضرور ان کی سیئات کو مٹا دیں گے۔ ایمان وتوبہ کی برکت سے شرک ومعاصی کو مٹا دیا جائے گا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور ضرور بضرور ہم ان کو بہترین بدلہ ان اعمال کا دیں گے جو وہ کرتے تھے)۔ یعنی اسلام میں کیے جانے والے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔

۸: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کی) وصّی اس نے حکم دیا۔ امر کا معنی اور استعمال بھی اسی معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ وصیت زیدًا بان یفعل خیرا۔ جیسا کہ کہتے ہیں امرت زیدًا بان یفعل خیرًا۔ اس ارشاد میں بھی یہی معنی ہے۔ ووصی بھا ابراھیم بنیہ۔ [البقرہ۔۱۳۲] ہم نے ان کو کلمۂ توحید کی وصیت کی اور اس کا حکم دیا۔

باقی اس مقولہ کا مطلب وصیت زیدا بعمرو۔ میں نے اس کو وصیت کی کہ عمرو کا خیال ودھیان رکھے اور اس کی نگرانی کرے وغیرہ اور اسی طرح کا معنی اس ارشاد میں ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا اور ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین

کو بھلائی پہنچائے۔

نمبر۲۔ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین کو حسن و بھلائی کا والی بنائے۔یعنی خوبی والے فعل کا والی بنائے یا وہ فعل جو اپنی ذات کے لحاظ سے خوب تر ہو اس لئے کہ اس میں خوبی بہت پائی گئی تو گویا وہ فعل مجسمہ حسن بن گیا۔جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔**و قولوا للناس حسنا**۔[البقرہ۸۳] لوگوں کو وہ بات کہو جو ذات کے اعتبار سے بہت خوب ہو۔

نمبر۳۔یہ بھی جائز ہے **حسناً** کو اس کلام کے قبیلہ سے قرار دیں **زیدًا ای اضرب زیدًا**۔جبکہ تم اس کو ضرب کے لئے تیاری کرتے ہوئے پاؤ تو کہو۔زیدًا۔

پس **حُسنا** کا نصب **اَوْلِهِما** فعل مضمر کی وجہ سے ہے۔**ای اعطهما یاافعل بهما حسنا**۔کیونکہ وصیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔اور اس کا مابعد اس کے مطابق ہے۔گویا اس طرح کہا گیا ہے۔**قلنا اولهما معروفا ولا تطعهما فی الشرك اذا حملاك علیه** اور ہم نے کہا تو ان کو بھلائی کا والی بنا اور شرک میں ان کی اطاعت نہ کر جبکہ وہ تمہیں اس پر آمادہ کریں۔اس تفسیر کے مطابق اگر **بو الدیه** پر وقف کریں اور **حسناً** کو ابتدائی کلام قرار دیں تو یہ وقف خوب ہے۔اور اگر تفسیر اول مراد لیں تو قال کو مضمر ماننا ضروری ہے۔**ای وقلنا**۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ (اور اگر وہ تمہیں مجبور کریں) اے انسان۔**لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** (تاکہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تمہیں علم نہیں)۔یعنی اس کی الوہیت کا تمہیں علم نہیں۔مقصود نفی علم سے نفی معلوم ہے۔گویا کہ کلام اس طرح ہے **لتشرك بی شیئا لایصح ان یکون الهًا**۔تاکہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا الٰہ ہونا درست نہیں۔

فَلَا تُطِعْهُمَا (تو ان کی بات مت مان)۔اس سلسلہ میں کیونکہ **لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**۔**اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ** (تم نے میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے)۔تمام کا مرجع خواہ وہ ایمان لایا یا شرک کیا۔**فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (میں تمہیں مطلع کروں گا ان اعمال کے متعلق جو تم کرتے رہے)۔پھر ان پر صحیح صحیح بدلہ دونگا یہاں مرجع اور وعید دونوں کو ذکر کر کے شرک میں ان کی متابعت سے ڈرانا مقصود ہے اور دین میں استقامت پر آمادہ کیا گیا ہے۔

روایت میں ہے:

کہ سعد بن ابی وقاصؓ جب مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے نذر مانی کہ وہ اس وقت تک نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی جب تک سعد دین اسلام کو نہ چھوڑیں گے۔سعد نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے استفتاء کیا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔اور وہ آیت جو لقمان۔۱۴۔اور وہ آیت جو احقاف ۱۵ میں ہے۔

۹:**وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ** (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور بضرور انہیں صالحین میں داخل فرمائیں گے)۔منجملہ صالحین میں۔**الصلاح** مؤمنین کی کامل ترین صفت ہے۔یہ انبیاء علیہم السلام کا مطلوب ہے۔سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہے **وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین**[النمل۔۱۹]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعض لوگ وہ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کے بارے میں تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذاء رسانی کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ

اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس آپ کے رب کی طرف سے مدد آجائے تو ضرور ضرور کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی تھے، کیا اللہ

بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے سینوں کی باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا نہیں ہے؟ اور البتہ اللہ ایمان والوں کو ضرور جان لے گا اور ضرور ضرور منافقوں کو

الْمُنٰفِقِيْنَ ۝۱۱

جان لے گا۔

دعائے یوسف علیہ السلام میں ہے۔ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین [یوسف۔۱۰]

نمبر۲۔ فی الصالحین سے صالحین کے داخل ہونے کی جگہ جنت مراد ہے۔

شانِ نزول: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۰: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے)۔ فِي اللّٰهِ (جب ان کو اللہ کی راہ میں دکھ پہنچتا ہے)۔ اس سے مراد منافقین ہیں یعنی جب ان کو کفار کی طرف سے ایذاء پہنچتی ہے۔

جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (وہ آدمیوں کی طرف سے ملنے والی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح قرار دیتا ہے)۔ یعنی اس تکلیف پر اسی طرح جزع فزع کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب پر کیا جاتا ہے۔ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ (اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کیلئے کوئی مدد آجائے تو وہ ضرور کہنے لگتا ہے ہم بھی تو تمہارے ساتھ تھے)۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کر کے ان کو مال غنیمت عنایت فرماتا ہے تو وہ معترض ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ تھے یعنی تمہارے دین میں تمہارے پیچھے لگنے والے اور تمہاری طرح اس پر ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس غنیمت میں سے حصہ دو۔ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کو جہاں والوں کے سینوں کی باتوں کا علم نہیں)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ جو کچھ جہان والوں کے سینوں میں ہے اور اسی میں سے ان لوگوں کے سینوں کا نفاق بھی ہے۔ اور مؤمنوں کے دلوں کا اخلاص بھی ہے۔

پھر اگلی آیت میں ایمان والوں سے وعدہ اور منافقین کو دھمکی دی۔

۱۱: وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ (اور ضرور بضرور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہر کریں گے) اور الْمُنٰفِقِيْنَ (منافقین کو

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے راستہ کا اتباع کر لو اور تمہارے گناہوں کو ہم اٹھائیں گے حالانکہ وہ

بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا

ان گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں، بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ لوگ ضرور ضرور اپنے بوجھوں کو اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھوں کے ساتھ

مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۱۳/۱۳

دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ضرور ان باتوں کا سوال کیا جائے گا جو دنیا میں جھوٹ بناتے ہیں۔

بھی ظاہر کریں گے)۔ان کا حال بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ان دونوں کی حالت اس کے سامنے ظاہر ہے۔جوان دونوں کو بدلہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

۱۲: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا (اور کافروں نے مؤمنوں کو کہا ہماری راہ پر چلو)۔تو ہم تمہارے جرائم وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ (ضرور اپنے اوپر اٹھالیں گے)۔کفار نے مسلمانوں کو اپنے کفریہ راستے پر چلنے کا امر کیا اور اپنے بارے میں ان کے گناہوں کی ذمہ داری قبول کرنیکا حکم دیا۔امر کا عطف امر پر کیا گیا۔مقصد کفار کا یہ تھا کہ یہ دونوں امر حاصل ہونے چاہئیں۔نمبرا۔ہمارے راستے کی پیروی۔نمبر۲۔تمہاری خطاؤں کو اپنے سر لینا۔حاصل یہ ہوا کہ اگر تم ہمارے راستہ کی اتباع کرو گے تو تب ہم تمہارے گناہوں کو اٹھالیں گے۔کفار قریش یہی کہتے تھے۔جو شخص ان میں سے اسلام قبول کرتا۔ہم اور تم اٹھائے نہیں جائیں گے اگر اٹھائے بھی گئے تو ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ واقع میں وہ جھوٹے ہیں)۔کیونکہ وہ بات زبانوں سے تو کہہ رہے ہیں مگر ان کے اپنے دل اس کو نہیں مانتے یہ ان جھوٹوں کی طرح ہیں جو کسی چیز کو شمار کرتے ہیں مگر ان کے دل میں نیت اس کے خلاف ہوتی ہے۔

۱۳: وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ (اور یہ لوگ اپنے بوجھ اٹھائیں گے)۔اپنے نفسوں کا بوجھ اٹھائیں گے۔یعنی وہ بوجھ جو ان کے گناہوں کے سبب ہونگے۔وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (اور اپنے اعمال کے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے)۔وہ اور بوجھ اٹھائیں گے جو ان کا ہوگا جن کی گمراہی کا یہ سبب بنے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔لیحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم۔[النمل۔۲۵] یہ وہ بوجھ نہیں جن کی وہ مسلمانوں کو ضمانت دیتے تھے۔

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کی افتراء پردازیوں کی باز پرس ہو گی۔جو جھوٹ اور باطل باتیں گھڑتے تھے)۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ

اور بلا شبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا،سو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے سو ان لوگوں کو

الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان والوں کیلئے عبرت بنا دیا۔

۱۴:وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ (اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا)۔پس وہ ان میں اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (ساڑھے نوسو سال ٹھہرے)۔ہدایت دینے میں مشغول رہے۔

نوح علیہ السلام:

کی عمر مبارک ایک ہزار پچاس سال تھی۔چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔اور اپنی قوم کو دعوت دینے میں نوسو پچاس سال صرف فرمائے۔طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔

وہب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ ہے کہ ان کی عمر چودہ سو سال تھی ان کو ملک الموت نے کہا۔اے انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ عمر والے!تم نے دنیا کو کیسا پایا۔آپ نے فرمایا۔جیسے ایک مکان ہو جس کے دو دروازے ہوں ایک میں سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔آپ نے نوسو پچاس نہیں کہا۔اگر اس طرح فرماتے تو اس عدد کا اطلاق اکثر پر ہوتا۔اور یہ وہم کو زائل کرنے کے لئے فرمایا۔گویا اس طرح فرمایا۔نوسو پچاس سال پورے پورے مگر یہ اندازِ بیان مختصر اور لفظوں کے اعتبار سے لذیذ تر ہے اور فائدہ سے پر ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نوح علیہ السلام کے ابتلاء کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔جو امت کی طرف سے پیش آیا اور طویل صبر والی زندگی گزاری۔اس میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ایک ہزار کا ذکر تفخیم شان کے لئے ہے۔اور غرض کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔اولاً سنة کو تمیز کے ساتھ لایا گیا پھر عاماً کو بطور تمیز لائے۔کیونکہ ایک ہی لفظ کا تکرار قاعدۂ بلاغت کے خلاف ہے۔فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ (ان کو طوفان نے آ پکڑا)۔طوفان وہ پانی جو چکر لگائے اور کثرت وغلبہ سے راستہ کو گھیر لے۔نمبر۲۔رات کا اندھیرا۔نمبر۳۔اسی طرح کی چیزیں۔وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے تھے)۔

۱۵:فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ (پس ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو نجات دی)۔ہٗ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔اصحاب کی تعداد اٹھتر نفوس پر مشتمل تھی۔آدھے مرد اور نصف عورتیں تھیں۔ان میں نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام، یافث۔اور ان کی عورتیں۔ وَجَعَلْنٰهَآ (اور ہم نے کشتی کو بنا دیا) یا واقعہ کو یا حادثہ غرق کو اٰيَةً (عبرت ونصیحت) لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کے

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو　　یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ

جانتے ہو۔　　اللہ کو چھوڑ کر تم بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ

یہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ

کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے،　　اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو

كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

تم سے پہلی امتیں جھٹلا چکی ہیں،　　اور رسول کے ذمہ واضح طور پر پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

لئے)وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۱۶: وَاِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔

نحو: ابراہیم اذکر محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ قال یہ اس کا بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ اوقات ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو ان میں ہوتی ہیں۔ نمبر۲۔ اس کا عطف نوحًا پر ہے ای وارسلنا ابراهيم اور اذ یہ ارسلنا کا ظرف ہے۔ یعنی ارسلناه حين بلغ من السنّ يابلغ من العلم مبلغًا صلح فيه لان يعظ قومهٗ ويأمرهم بالعباده والتقوى۔

اور ہم نے اس وقت ان کو بھیجا جب ان کی عمر نبوت کی عمر تک پہنچ چکی۔ یا علم میں ایک مقام تک پہنچ چکے اور لوگوں کو نصیحت کرنے اور عبادت وتقویٰ کا حکم دینے کے لائق ہو گئے۔

قراءت: ابراہیم نخعی اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے و ابراهيم رفع کے ساتھ اس معنی کی بناء پر پڑھا۔ ومن المرسلين ابراهيم۔

وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ (اور اس سے تقویٰ اختیار کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے)۔ کفر سے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم جانتے ہو) اگر تم میں وہ ہے جو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جو کہ تمہارے لئے بہت بری ہے۔

۱۷: اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا (بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہو)۔ وَّتَخْلُقُوْنَ (تم جھوٹ بولتے

ہو یا جھوٹ گھڑتے ہو)۔

قراءت: ابوحنیفہ اور سلمی رحمہما اللہ نے تُخَلِّقُوْنَ پڑھا ہے۔ یہ خلّق سے لیا گیا۔ جس کے معنی: التکثیر فی الخلق یعنی جس کی خلق میں کثرت ہو۔

اِفْکًا (جھوٹ)۔ **قراءت:** یہ اَفِکًا پڑھا گیا ہے۔ یہ مصدر ہے جیسے کذب ولعب۔ الافک یہ کذب ولعب کی طرح مخفف ہے۔ **اختلاف الافك۔** بتوں کو معبود قرار دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا (بیشک وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں)۔ وہ تمہیں رزق کی ایک چیز کا ذرہ بھی نہیں دے سکتے۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق تلاش کرو)۔ یعنی تمام رزق۔ اس لئے کہ وہی اکیلا رزاق ہے اس کے سوا اور کوئی رزق نہیں دے سکتا۔ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اسی ہی کا شکریہ ادا کرو اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ اس کی عبادت کر کے اس کی لقاء کی تیاری کرو اور اس کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

۱۸: وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (اور اگر تم میری تکذیب کرو تو تم سے پہلے بہت سی امتیں تکذیب کر چکیں)۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (اور رسول پر تو کھول کر بیان کرنا ہے)۔ اگر تم میری تکذیب کرو گے تکذیب کے ساتھ تم مجھے کچھ نقصان نہ پہنچاؤ گے اس لئے کہ مجھ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں نے جھٹلایا اور ان کا کوئی نقصان نہ کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا جبکہ تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب اترا۔ باقی رسول کا فریضہ تو پورا ہو چکا اس لئے کہ انہوں نے کھول کر پیغام پہنچا دیا جس سے شک جاتا رہا اور وہ ان کی آیات و معجزات سمیت آنا تھا۔ مطلب یہ ہے اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو میرے لئے تمام انبیاء میں اسوہ حسنہ موجود ہے۔ جب ان کی تکذیب کی گئی اور رسول کے ذمہ تو بات کو پہنچانا ہے۔ ان کے ذمہ یہ نہیں کہ ان کی تصدیق کی جائے اور تکذیب نہ کی جائے۔

دو احتمال نمبر ۱: یہ آیت اور اس کے بعد والی آیات **فما كان جواب قومه** تک احتمال رکھتی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب ہو۔ اور **الامم** سے مراد قوم شیث علیہ السلام اور ادریس، نوح وغیرہم انبیاء علیہم السلام کی قومیں مراد ہونگی۔

نمبر ۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قریش کی حالت کے متعلق ہوں۔ اور اول و آخر ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہو۔

سوال: اب اس پر ایک سوال ابھرتا ہے۔ کہ جملہ معترضہ کا ان کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔ جن کے درمیان بطور اعتراض واقع ہو۔ اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ مکۃ وزیدٌ قائمٌ خیر بلاد اللہ؟

جواب: جی ہاں یہ بات درست ہے! اس کی تشریح اس طرح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ آپ کی تسلی و دلاسہ کے لئے لایا گیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا ہے ،پھر وہ اسے دوسری بار پیدا فرمائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ

آسان ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ زمین میں چلو پھرو سودیکھو اللہ نے پہلی بارکس طرح مخلوق کو پیدا فرمایا پھر دوسری مرتبہ بھی

يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ

اللہ پیدا فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب

يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

دیتا ہےاور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اورتم زمین پر کسی کو عاجز کرنے والے نہیں ہو

وَلَا فِى السَّمَآءِ ز وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع وَالَّذِيْنَ

اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز اور مدد گار نہیں، اورجن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اللہ تعالیٰ کی آیات کا اوراس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے نا امید ہو نگے اور ان کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

دردناک عذاب ہے۔

کہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف سے شرک اور عبادت اصنام کے ابتلاء میں ڈالے گئے اس دوران جملہ معترضہ لائے۔وان تکذبوا۔(اگر تم جھٹلاؤ)۔اے گروہ قریش!اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا۔اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔کیونکہ فقد کذب امم من قبلکم کا ارشاد ضروری ہے کہ امت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو۔اور یہ متصل جملہ معترضہ کی طرح ہے۔پھر بقیہ آیات جو اس کے بعد آرہی ہیں وہ اس کے توابع میں سے ہیں۔کیونکہ وہ توحید اور دلائل توحید اور انہدام شرک اور شرک کی بنیادوں کی تدمیر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وسلطنت کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کی دلیل و برہان کی خوب وضاحت کررہیں ہیں۔

۱۹:اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کس طرح پہلی بار پیدا کرتا ہے)۔

قراءت: حفص کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے تَرَوْا پڑھا ہے۔اولم یروا کا مطلب یہ ہے انہوں نے یہ بات دیکھی اور جانی

ہے۔

ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا)۔اس کا عطف یبدئ پر نہیں۔اور نہ ہی اس پر رؤیت واقع ہونے والی ہے۔ بلکہ اس کا عطف اولم یروا کیف یبدئ الخلق پر ہے۔اور یبدئ موت کے بعد اعادہ کے وقوع کی خبر ہے۔جیسا کہ اس آیت میں کیف بدأ الخلق ثم اللّٰه ینشئ النشأة الاخرة (العنکبوت: ۲۰) نظر بدء پر ہے انشاء پر نہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ اعادہ) عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

۲۰:قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر یہ کلام ابراہیم علیہ السلام کا بقیہ ہو تو تقدیر عبارت یہ ہوگی۔اوحینا الیه ان قل سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (تم زمین میں چلو پھرو پس دیکھو کس طرح اس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔ان کی کثرت تعداد اور کثرت احوال کے باوجود تاکہ تم فطرت الٰہی کو مشاہداتی رنگ میں دیکھ سکو۔ بدأ اور ابدأ دونوں کا ایک معنی ہے۔ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ (پھر اللہ تعالیٰ دوسری نشأت میں اٹھائے گا)۔اس سے مراد بعث ہے۔

قراءت: ابوعمرو اور مکی نے جہاں بھی آئے نشأة کو مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نشأتین دو ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک ابتداء اور اختراع اور عدم سے وجود دینا ہے۔البتہ آخرت والی انشاء پہلی انشاء کی مثل ہے۔اور پہلی انشاء اس طرح کی نہیں۔

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جائے۔ کیف بدأ اللّٰه الخلق ثم ینشئ النشاة الاخرة۔ کیونکہ ان کے ساتھ گفتگو اعادہ کے سلسلہ میں تھی۔ جب ابداء میں یہ بات پختہ کر دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔تو ان کے خلاف اس طرح حجت پیش کی کہ اعادہ بھی اسی طرح انشاء ہے جیسا کہ ابداء؛ جب اللہ ابداء سے عاجز نہ رہا تو لازمی ماننا پڑے گا کہ وہ اعادہ سے بھی عاجز نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ثم ذاك الذی انشاء النشاة الاولی هو الذی ینشی النشاء الاخرة۔ پھر وہ وہی ہے جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی دوسری مرتبہ اٹھا کھڑا کرے گا۔اس معنی پر متنبہ کرنے کے لئے اس نے اپنا نام ظاہر کیا اور اس کو مبتدأ بنایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)۔

۲۱:یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ (وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے)۔رسوائی وذلت کے ساتھ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ (اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے)۔ ہدایت عنایت فرما کر۔نمبر۲۔جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے حرص میں مبتلا کر کے اور رحم کرتا ہے قناعت عنایت فرما کر۔نمبر۳۔عذاب دیتا ہے بداخلاقی کے ذریعہ اور رحم کرتا ہے حسن اخلاق میسر فرما کر۔نمبر۴۔عذاب دیتا ہے یعنی اللہ سے وہ اعراض اختیار کرتا ہے۔اور رحم کرتا ہے اس کی طرف توجہ فرما کر۔نمبر۵۔بدعات کی پیروی کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور متابعتِ سنت سے رحم فرماتا ہے۔

وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ (اور تم اسی طرف پلٹے جاؤ گے)۔لوٹائے جاؤ گے اور واپس کیے جاؤ گے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ

سو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو، سو اللہ نے ان کو آگ سے نجات

النَّارِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

دے دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ کو بتوں کو معبود

اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

بنا لیا ہے یہ تمہاری آپس کی دوستی کی وجہ سے ہے جو دنیا والی زندگی میں ہے، پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے

بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ وقف لازم

مخالف ہوگے اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کریں گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہاری مدد کرنے والے بالکل نہ ہونگے،

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ؘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

سو لوط نے ابراہیم کی تصدیق کی اور ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ عزیز ہے حکیم ہے ۔

۲۲:وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (اورتم اپنے رب کو عاجز بنا دینے والے نہیں)۔یعنی اگر تم اس کے حکم وقضاء سے بھاگنا چاہو تو اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتے ہو۔ فِی الْاَرْضِ (زمین کی وسعتوں میں) وَلَا فِی السَّمَآءِ (اور نہ ہی آسمان میں) جو زمین سے وسیع تر ہے اور اس سے زیادہ پھیلاؤ والا ہے اگر تم اس میں ہوتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ (اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہیں جو تمہارے امور کا ذمہ دار ہو)۔ وَّلَا نَصِیْرٍ (اور نہ مددگار) جو تمہیں میرے عذاب سے بچا سکے۔

۲۳:وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآىِٕهٖ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا)۔آیات سے مراد وحدانیت کے دلائل اور کتب الٰہیہ اور معجزات اُولٰٓىِٕكَ یَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ (وہ میری رحمت سے ناامید ہونگے)۔ رحمت سے جنت مراد ہے۔وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اوران کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

۲۴:فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ (ان کی قوم کا جواب یہ تھا) کہ قوم ابراہیم علیہ السلام کا اس وقت یہ جواب تھا جب آپ نے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ (کہ کہنے لگے اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا دو)۔نمبرا۔وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے۔یا نمبر۲۔ان میں سے ایک نے کہا اور باقی اس پر خوش تھے۔تو وہ تمام ہی کہنے والوں کے حکم میں ہو گئے۔ سب نے ان کو جلانے پر اتفاق کیا۔فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچا لیا)۔جبکہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔جو کچھ کہ انہوں نے کہا اور ہم نے کیا۔ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

(ایمان والوں کے لئے نشانیاں تھیں)۔

روایت میں ہے: کہ اس دن کوئی کافر آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا جس دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ کیونکہ اس کی حرارت جا چکی تھی۔

۲۵: وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا)۔ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ (بیشک تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس کے دنیوی تعلقات کی وجہ) فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ قراءت: حمزہ وحفص نے مودة بينكم پڑھا اور مدنی، شامی، حماد، یحییٰ، خلف نے مودةً بينكم مکی، بصری، علی نے مودةُ بينكم پڑھا اور شمونی، برجمی نے مودةٌ بينكم پڑھا ہے۔

نحو: نصب کی دو وجہیں ہیں۔ نمبرا۔ تعلیل یعنی تاکہ تم آپس میں محبت کرو اور ان کی عبادت پر اجتماع واتفاق کی وجہ سے آپس میں مواصلت پیدا کرو۔ جیسا کہ لوگ ایک مذہب پر متفق ہوتے ہیں تو یہی ان کی باہمی محبت کا سبب بن جاتا ہے۔

نمبر۲۔ مفعول دوم بنے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے اتخذ اِلٰهَهٗ هوٰهُ۔ (الفرقان: ۴۳) ما کافہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ تم نے بتوں کو اپنے مابین محبت کا سبب ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں مضاف محذوف ہے ای سبب المودة۔ نمبر۲۔ اتخذتموها مودةً بينكم یعنی مودودة بينكم تم نے ان کو اپنا محبوب بنایا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ ومن الناس من يتخذ من الله دون انداداً يحبونهم كحب الله۔ [البقرہ آیت۔ ۱۶۵]

رفع میں دو صورتیں: نمبرا۔ اِنّ کی خبر ہے اور ما موصولہ۔

نمبر۲۔ مبتدأ محذوف ھی کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ یہ بت تمہارے مابین محبوب ہیں یا سبب مودت ہیں۔ جنہوں نے المودة کو مضاف کیا تو انہوں نے بينكم کو اسم تسلیم کیا نہ کہ ظرف۔ جیسا کہ اس ارشاد میں شهادة بينكم۔ [المائدہ۔ ۱۰۶]

اور جنہوں نے تنوین دی اور بينكم کو منصوب مانا تو انہوں نے اسے ظرف قرار دیا۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ (پھر قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے)۔ اصنام اپنے عابدین سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے)۔ قیامت کے دن ان کے مابین تلاعن ہوگا اور پیروکار اپنے لیڈروں کو لعنت کریں گے اور وہ ان کو۔ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور تمہارے لئے اس جگہ کوئی مددگار نہ ہوگا)۔

۲۶: فَاٰمَنَ لَهٗ (پس لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی)۔ لُوْطٌ لوط علیہ السلام یہ ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابراہیم کی تصدیق کی جبکہ وہ آگ سے صحیح سالم باہر آ گئے۔ وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا)۔ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ (بیشک میں اپنے رب کے حکم پر ہجرت کرنے والا ہوں)۔ مقام کوثیٰ سے جو سواد کوفہ میں واقع تھا۔ حران کی جانب۔ پھر وہاں سے فلسطین کی سرزمین میں۔ یہ شام کا جنگلی علاقہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ نبی (ﷺ) نے ایک ہجرت کی مگر

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ان کی ذریت (اولاد) میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا

وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے ان کو دنیا میں اس کا اجر دیا، اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ ہجرت میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ ساتھ تھیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے بیوی تھیں۔ الٰی ربی کا مطلب یہ ہے الی حیث امرنی ربی بالھجرۃ الیہ۔ جس جگہ کی طرف میرے رب نے مجھے ہجرت کا حکم فرمایا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ (بلاشبہ وہ زبردست ہے) مجھے میرے دشمنوں سے بچائے گا۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) وہ مجھے وہی حکم فرمائے گا جس میں میرے لئے خیر ہوگی۔

۲۷: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ (اور ہم نے ان کو اسحاق بیٹا عنایت کیا)۔ وَيَعْقُوْبَ (اور یعقوب پوتا)۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ معروف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ (اور ہم نے ذریت ابراہیم علیہ السلام میں نبوت کو قائم کر دیا) ابراہیم انبیاء علیہم السلام کیلئے درخت کی مانند ہیں۔ وَالْكِتٰبَ (اور کتابیں)۔ مراد جنس کتاب ہے۔ تورات انجیل و زبور اور فرقان۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ (اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کا اجر ثنائے حسن کی صورت میں دیا)۔ اور اختتام زمانہ تک ان پر رحمت اور اہل ملل میں مودت ڈال۔ نمبر ۲۔ ان کی قبر کے پاس ضیافت کا باقی رہنا جو اور کسی کی قبر کے پاس نہیں۔ فِي الدُّنْيَا (دنیا میں)۔

مَسْئَلَة: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بدلہ دنیا میں بھی عنایت فرما دیتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے)۔ اہل جنت میں سے ہونگے یہ حسن بصری کا قول ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۚ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو تم سے پہلے اس کام کو دنیا جہان والوں

اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَ

میں سے کسی نے نہیں کیا، کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راہزنی کرتے ہو

تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ

اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو، سو ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ تو اللہ کا عذاب

اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

لے آاگر تو سچوں میں سے ہے۔ لوط نے عرض کیا کہ اے میرے رب فساد کرنیوالے لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے۔

وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ

اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ بلا شبہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے

الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ صلے قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ

ہیں بلاشبہ اس بستی کے لوگ ظالم ہیں۔ ابراہیم نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ اس بستی میں لوط بھی ہے انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں

اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ع ۴ ۱۵

کہ اس بستی میں کون ہے۔ اور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو ضرور ضرور نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ رہ جانے والوں میں سے ہے۔

۲۸: وَلُوْطًا یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا۔ تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ الفاحشة یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور وہ لواطت کا فعل تھا۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (نہیں سبقت کی اس کی طرف جہان میں سے کسی نے تم سے پہلے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس فعل کے فاحشہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ کہ وہ بے حیائی کا ارتکاب کیوں کرتے تھے؟ تو جواب دیا گیا۔ کہ ان سے قبل یہ حرکت کسی نے بھی نہ کی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ قوم لوط سے قبل کوئی نر کسی نر سے جفتی نہ کرتا تھا۔

۲۹: اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ (کیا تم مردوں سے بدکاری کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو)۔ قتل اور مال لوٹ کر جیسا کہ ڈاکو کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ چلتے راستوں پر لوگوں کو پکڑ کر بدفعلی کرتے تھے۔

وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ (اور تم اپنی مجالس میں بری حرکات کرتے ہو)۔ مجلس کو نادی اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ مجلس والے اس میں موجود رہیں۔ المنکر سے مراد آواز کے ساتھ ریاح خارج کرنا۔ جماع کرنا۔ گالی گلوچ کرنا۔ فحش مذاق کرنا۔ کنکریاں مارنا۔ علک چباتے۔ انگلیاں چٹکاتے۔ لوگوں کے درمیان مسواک۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (قوم کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہ تھا سوائے اس بات کے کہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے)۔ جو تو ہمارے ساتھ نزول عذاب کا وعدہ کرتا ہے۔

قراءت: اِنَّكُم کو أَإِنَّكُمْ شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ اور مصحف عثمانی میں یہی موجود ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے دو ہمزہ کے ساتھ کوفی قراء نے سوائے حفص کے پڑھا ہے۔ اور ابوعمرو نے آئِنَّكُمْ ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یاء مکسورہ ہے پڑھا ہے۔ اور مکی نے اَیِنَّكُم اور نافع نے بھی پڑھا ہے مگر قالون نے نہیں اور اسی طرح سہل و یعقوب نے تو پڑھا مگر زید نے نہیں۔

۳۰: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ (کہا اے میرے رب تو میری انزال عذاب میں مدد فرما)۔ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (اس مفسد قوم کے خلاف) جو کہ لوگوں کو معاصی و فواحش پر برانگیختہ کر کے فساد کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

۳۱: وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى (جب ہمارے قاصد ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لائے)۔ ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی خوشخبری اور پوتے یعقوب کی بشارت دینے آئے۔ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ (انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)۔

نحو: مهلكوا کی اضافت سے تعریف کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ مضارع کے معنی میں ہے۔ القریة سے مراد سدوم ہے۔ جس کے بارے میں کہا گیا۔ اَجْوَرُ مِنْ قَاضِی سدوم۔ (سدوم کے قاضی سے بڑھ کر ظالم)۔ ہذہ القریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے قریبی علاقہ میں یہ بستیاں تھیں۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (بلاشبہ وہاں کے رہنے والے ظالمین تھے)۔ یعنی ظلم ان سے لگاتار چلتا آ رہا تھا۔ اور ظلم تو کفر ہی تھا اور دیگر قسم قسم کے معاصی۔

۳۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) وہاں تو اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا (لوط بھی رہتا ہے)۔ کیا تم ان کو اسی حالت میں ہلاک کر دو گے کہ وہاں تو لوط ہے جو کہ ظلم سے پاک اور بری ہے۔ قَالُوْا (ملائکہ نے کہا)۔ نَحْنُ اَعْلَمُ (ہم آپ سے زیادہ واقف ہیں)۔ بِمَنْ فِیْهَا لَنُنَجِّیَنَّهٗ (ان سے جو اس بستی میں ہیں ہم ضرور اس کو نجات دیں گے)۔ قراءت: لَنُنَجِّیَنَّهٗ یعقوب و کوفی نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔

وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔ جو عذاب

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا

اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور تنگ دل ہوئے، اور قاصدوں نے کہا

لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ

کہ آپ ڈریئے نہیں اور رنج نہ کیجئے، بلا شبہ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے وہ رہ جانے والوں

الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

میں سے ہے۔ بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کے

كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

کام کرتے ہیں۔ اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کے بعض نشان چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ظاہر ہیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں

میں گرفتار ہونے والے ہونگے۔ پھر ملائکہ کے لوط علیہ السلام کے پاس جانے کی خبر آئندہ دی جارہی ہے' جبکہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے رخصت لے کر چل دیئے۔

۳۳: وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ (جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو لوط کو ان کی وجہ سے دکھ ہوا)۔ ان کا آنا ناپسند ہوا۔ ان یہ ایسا صلہ ہے جو دو فعلوں کے وجود کو پختہ کرتا ہے کہ جن میں سے ایک دوسرے پر مرتب ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ دونوں فعل ایک ہی جزء زمانہ میں پائے گئے ہیں۔ گویا عبارت اس طرح تھی **کما احسّ بمجیئھم فاجاتہ المساء ۃ من غیر ریث خیفۃ علیھم من قومہ ان یتناولوھم بالفجور**۔ جونہی ان کی آمد کو آپ نے محسوس کیا تو بغیر انتظار کے ناپسندیدگی ان کے ہاں آگئی۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ ان کی قوم ان کو اپنے فجور کا نشانہ نہ بنائیں۔

قراءت: **سیئ بھم باشمام کسرۃ السین الضمۃ** کے ساتھ مدنی' شامی' علی نے پڑھا ہے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا (اور ان کا دل تنگ ہوا)۔ ان کی حالت اور ان کے معاملہ میں اپنی تدبیر کے سبب ان کا دل تنگ ہوا یعنی طاقت عاجز ہوئی۔ محاورہ عرب میں **ضیق الذرع والذراع** اس جملہ کو فقد طاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ رحب الزراع۔ جبکہ طاقت والا ہو۔ اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب آدمی کا بازو طویل ہو جاتا ہے۔ تو وہ چیز اس کے ذریعہ پکڑ سکتا ہے جو چھوٹے بازو والا پکڑ نہیں سکتا۔ اور اس کو عاجزی اور قدرت میں بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

نحو: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ (اور انہوں نے کہا۔ مت ڈرو اور نہ غم کرو بیشک ہم تمہیں نجات دینے والے ہیں)۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی اور مکی قراء نے مُنْجُوْكَ تخفیف سے پڑھا ہے۔

وَاَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو)۔ كَ محل جر میں ہے۔ اهلك فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ننجی اهلك۔

اِلَّا امْرَاتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (مگر تیری بیوی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔

۳۴: اِنَّا مُنْزِلُوْنَ (بیشک ہم اتارنے والے ہیں)۔

قراءت: منزّلون تشدید کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔

عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا (ان بستی والوں پر عذاب)۔ مِنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (آسمان سے اس سبب سے کہ وہ فسق کرتے تھے)۔ یعنی ان کے فسق کے سبب اور ان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے کی وجہ سے۔

۳۵: وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَا (اور ہم نے چھوڑ دیئے ان بستیوں سے)۔ اٰيَةً بَيِّنَةً (کھلے نشانات)۔ وہ ان کے برباد شدہ مکانات کے کھنڈرات ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

سطح زمین پر سیاہ پانی۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عقل والوں کے لئے)۔ لِقومٍ: یہ ترکنا کے متعلق ہے۔ نمبر ۲۔ بینة کے متعلق ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ

اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی

الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

توقع رکھو، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ ۔ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا لہذا انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫

اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے رہ گئے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور حال یہ ہے کہ تمہیں ان کے رہنے کی جگہوں سے ان کا حال معلوم ہو چکا ہے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا کر کے دکھایا سو اس نے انہیں راستہ سے روک دیا، اور وہ صاحب بصیرت تھے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي

اور ہم نے قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو ہلاک کیا، اور یہ واقعہ ہے کہ موسیٰ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے اپنے کو بڑا

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۚ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

سمجھا اور وہ آگے بڑھنے والے نہ تھے۔ سو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا۔ سو بعض پر ہم نے سخت ہوا بھیج

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ

دی اور بعض کو چیخ نے پکڑ لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو

مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم فرماتا اور لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۳۶: وَاِلٰى مَدْيَنَ (اور مدین کی طرف)۔ اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام پس انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو)۔ اور ایسے افعال کرو جس پر آخرت میں ثواب کے امیدوار بن سکو۔ نمبر۲۔ اس سے ڈرو۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو)۔ فساد کا قصد کرتے ہوئے۔

۳۷: فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس انہوں نے اس کو جھٹلا دیا)۔ آخر ان کو سخت زلزلہ نے پکڑ لیا۔ الرجفة: سخت زلزلہ۔

نمبر۲۔جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری۔جس سے ان کے دل کانپ اٹھے۔فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ (انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی)۔اپنے شہراور سرزمین میں۔نمبر۲۔گھروں میں۔دارکوواحدلائے کیونکہ اس میں کوئی التباس واشتباہ نہ تھا۔جٰثِمِیْنَ (زانو کے بل بیٹھے ہوئے مرگئے)۔

۳۸: وَعَادًا (اورعادکوہلاک کیا)۔یہ اهلکنا مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔کیونکہ فاخذتهم الرجفة اس پردلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اہلاک کے ہم معنی ہے۔ وَثَمُوْدَا (اورثمودکو)۔قراءت: حمزہ،حفص اورسہل اوریعقوب نے پڑھا ہے۔

وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ (اورتمہارے لئے واضح ہورہا ہے)۔اس سے جوان کا ہلاک کرنا بیان کیا۔ مِنْ مَّسٰكِنِهِمْ (ان کے مقامات سے) سکونت کی جانب سے۔جب کہ تم گزرتے ہوئے ان پرنگاہ ڈالو۔اہل مکہ اپنے سفروں میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے۔ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (اورشیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے مزین کردیئے)۔اعمال سے کفرو معاصی مراد ہیں۔ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ (پس اس نے ان کوراہ سے روک دیا تھا)۔وہ راستہ جس پر چلنے کا ان کوحکم دیا گیا۔وہ ایمان باللہ والرسل ہے۔ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ (اوروہ ہوشیار تھے)۔عقل اورغوروفکر کی قدرت اورحق کو باطل سے الگ کرنے کی قوت رکھتے تھے مگرانہوں نے ایسا نہ کیا۔

۳۹: وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ (اورقارون فرعون اور ہامان کو) ہم نے ہلاک کردیا۔وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ (تحقیق ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل لے کرآئے۔پس انہوں نے زمین) وَمَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ (میں تکبر کیا اوروہ ہم سے آگے بڑھنے والے نہ تھے) کہ گرفت سے نکل جاتے۔اللہ تعالیٰ کے حکم عذاب نے ان کوآلیا پس وہ بھاگ نہ سکے۔

۴۰: فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ (پس تم ہرایک کوہم نے ان کے گناہوں کے بدلے پکڑلیا)۔ مَنْسَئَلَهٗ :اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے بلاگناہ عذاب کوجائز قراردیا۔فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا (ان میں سے بعض وہ ہیں جن پرہم نے پتھر برسانے والی ہوابھیجی)۔ حاصب اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں ہوں۔اس سے مرادقوم لوط ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ (اوران میں سے بعض کو چیخ نے آپکڑا)۔یہ اصحاب مدین اورقوم ثمود ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ (اوران میں سے کچھ وہ تھے جن کوہم نے زمین میں دھنسادیا)۔یعنی قارون۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا (اوران میں سے کچھ وہ تھے جن کوہم نے ڈبودیا)۔یعنی قوم نوح علیہ السلام اورفرعون علیه اللعنة۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ (اوراللہ تعالیٰ ان پرظلم کرنے والے نہ تھے)۔کہ بغیر گناہ کے ان کووہ سزادے دیتے۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (اورلیکن وہ اپنے نفسوں پرظلم کرنے والے تھے)۔کفروسرکشی کے سبب۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

جن لوگوں نے اللہ کوچھوڑ کر کارساز بنا رکھے ہیں ان کی مکڑی جیسی مثال ہے کہ اس نے گھر

بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ

بنایا اور بلا شبہ سب گھروں میں کمزور تر گھر مکڑی کا ہے اگر وہ جان لیتے تو ایسا نہ کرتے۔ بلاشبہ اللہ

یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلْكَ

جانتا ہے جس کسی کوبھی وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔ اور ہم یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ

مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ نے پیدا فرمایا

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع

آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ، بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

وقف لازم

ع ۴

۴۱: مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ (اور حالت ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) یعنی معبود۔ مثال اس کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو ضعف اور سوء اختیار میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا (مکڑی جیسی مثال ہے۔ جس نے گھر بنایا)۔ یعنی اس میں جو وہ اپنے لئے گھر بناتی ہے۔ یہ گھر گرمی وسردی کو دور نہیں کرسکتا اور نہ اس سے ان چیزوں سے بچا جا سکتا ہے۔ جن چیزوں سے دوسرے گھروں کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ پس اسی طرح بت ان کو دنیا وآخرت میں فائدہ نہیں دے سکتے۔

نحو: حاتم نے اتخذت کو حال قرار دیا ہے۔

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (اور بے شک گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے)۔ کوئی گھر اس کے گھر سے زیادہ کمزور نہیں۔ قول علی رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اس کا چھوڑنا فقر لاتا ہے۔ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (کاش کہ وہ جانتے ہوتے)۔ یہ ان کی مثال ہے۔ ان کے دین کا معاملہ کمزوری کی اس انتہاء کو پہنچنے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت کا مطلب اس طرح ہے اس مشرک کی مثال جو بت کی پوجا کرتا ہے۔ اس مؤمن کے مقابلہ میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ مکڑی جیسی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے۔ اس آدمی کے بالمقابل جو اپنا گھر اینٹ اور چونے سے بناتا ہے۔ نمبر۲۔ پتھروں سے کھود کر بناتا ہے۔ جیسا کہ تم ایک ایک گھر کا گھروں میں استقراء کرو تو سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اسی طرح اگر تم سوچ و بچار کرو اور ایک ایک دین کا تقابلی مطالعہ کرو تو بتوں کی عبادت سب سے کمزور ترین نکلے گی۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش کہ وہ جان لیتے)۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

ایک جماعت کے ساتھ ہے۔ کہ تقدیر آیت یہ ہے: مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء لو كانو يعلمون كمثل العنكبوت۔ (مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کارساز بنا لئے کاش کہ وہ جان لیں مکڑی جیسی مثال ہے)۔

آیت۴۲: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جن کو وہ پکارتے ہیں)۔ قراءت: بصری و عاصم نے سوائے اعشیٰ و برجمی کے یاء سے پڑھا ہے۔

نحو: ما الذی کے معنی میں ہے۔ اور یہ یعلم کا مفعول ہے۔ اور یدعون کا مفعول مضمر ہے۔ ای یدعونه یعنی وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (اس کے سوا یعنی کوئی چیز بھی ہے)۔

نحو: مِن یہ بیانیہ ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (وہ زبردست حکمتوں والے ہیں)۔ وہ ایسا غالب ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایسی حکمتوں والا ہے کہ جلد سزا نہیں دیتا۔

اس میں ان کی جہالت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس طرح کہ انہوں نے جماد کی عبادت کی جس کو کچھ علم نہیں اور نہ ہی قدرت ہے۔ اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے زبردست کی عبادت کو چھوڑ دیا۔ الحکیم اس کو کہتے ہیں جو بلا حکمت و تدبیر کوئی کام نہ کرے۔

۴۳: وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ (یہ مثالیں)۔ نَضْرِبُهَا (ہم ان کو بیان کرتے ہیں)۔ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں۔

نحو: تلك الامثال مبتدأ اور نضربها اس کی خبر ہے۔

لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے)۔ قریش کے سفہاء و جہلاء کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تو مکھی اور مچھر کی مثال بیان کرتا ہے۔ وہ ان مثالوں سے ہنستے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (اور ان کو وہ سمجھتے ہیں جو سمجھ والے ہیں)۔ ان مثالوں اور

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو سمجھ والے سمجھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کی صحت وخوبی کو جانتے اور اس کے فوائد سے سمجھ بوجھ والے واقف ہیں۔ کیونکہ امثال اور تشبیہات وہ تو مخفی معانی کی طرف جانے والے راستے ہیں۔ تاکہ وہ ظاہر ہو جائیں اور ان کا تصور فہموں میں آجائے جس طرح یہ مثال مشرک وموحد کی حالت کو جدا کر رہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا: عالم وہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ پائی ہو اور اس کی اطاعت پر چلا اور اس کی ناراضگی سے پرہیز کیا۔ **ذکرہ الجوزی فی الموضوعات۔**

مَسْئَلَہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ علم عقل سے افضل ہے۔

آیت ۴۴: خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا)۔ حق کے لئے یعنی ان کو باطل نہیں بنایا بلکہ اس میں حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زمین اس کے بندوں کا مسکن بنے اور عبرت والوں کے لئے عبرت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی دلیل ہو۔ کیا تم اس ارشاد کو نہیں دیکھتے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانی ہے)۔ ایمان والوں کو خاص اس لئے کیا گیا کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

(جمل) جلد دو)

www.ahlehaq.org